

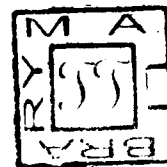
T107



T107



*[Handwritten signature]*  
2002



Red in Computer

(7) - 1- (1980) - 1- 1

کتابخانه ملی افغانستان

15

ଆମ ନବଜାତ ଶିଶୁଙ୍କୁ

## فہرست ابواب

صفحہ

۱	باب اول	اقبال کا ماحول اور شخصیت ابتدائی تعلیم و تربیت، کھربلو زندگی، تعلیم، ادبی اور سیاسی ماحول اور اس کے اثرات
۱۶	باب دوم	اقبال کی تلمیحات قرآن آیات قرآنی کے فکری اقبال کے کلام میں مطالب قرآن کے اشارے
۴۰	باب سوم	اقبال کی تلمیحات حدیث احادیث کے فکری اقبال کے کلام میں مطلق مضامین احادیث کے اشارے
۹۲	باب چہارم	اقبال کی فلسفیانہ تلمیحات مغرب کے فلسفیوں اور ان کے فلسفیانہ اصولوں سے متعلق اقبال کے کلام میں اشارے، مشرقی حکمت و صوفیہ اور ان کی تعلیمات کی طرف اشارے
۱۱۹	باب پنجم	اقبال کی تاریخی تلمیحات اقبال کے کلام میں تاریخ اسلام کے اہم واقعات اور شخصیتوں کی طرف اشارے، تاریخ عالم کی بعض شخصیتوں اور بعض اہم واقعات کا ذکر
۱۶۴	باب ششم	اقبال کی سیاسی تلمیحات دنیا کی اہم سیاسی شخصیتوں اور اہم واقعات کی طرف اشارے
۲۱۰	باب ہفتم	اقبال کے کلام میں شعرائے مشرق و مغرب کا ذکر شعرا کے سوانح ان کے اشعار کے حوالے
۲۶۴	باب ہشتم	اقبال کے کلام میں بعض خاص شخصیتوں کا ذکر انہما، صحابہ، اولیاء، احناف و غیرہ
۳۳۰	باب نہم	اقبال کی بعض نظموں کے ماحول
۳۴۸	باب دہم	تلمیحات و اشارے کی روشنی میں اقبال کے رجحانات پر ایک نظر

## دیباچہ

میرے مقالے کا عنوان "مطالعہ تلمیحات و اشارات اقبال" ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس میں بعض چیزیں ایسی بھی ملین گی جو تلمیح اور اشارے کی تعریف سے خارج ہوں۔ ان کو محض اسلئے شامل کر لیا گیا ہے کہ وہ تلمیح اور اشارے سے قریب تر نہیں نوزان سے مقالے کی جامعیت اور افادیت بھی بڑھ جاتی ہے۔ لیکن چونکہ مقالے میں زیادہ تر تلمیحات و اشارات ہیں اسلئے مقالے کا عنوان چون کا توں رہنے دیا گیا۔ مقالے کی ترتیب میں یہ امر خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے کہ کوئی چیز حد سے متجاوز نہ ہو اسلئے زیادہ تفصیل سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ مشہور واقعات اور مشہور شخصیات کے بارے میں چند سطروں پر اکتفا کی گئی ہے۔ البتہ جن حضرات کو تفصیلات مطلوب ہیں ان کے لئے چند مستند حوالے دے دیئے گئے ہیں۔ مقالے میں اقبال کی کتابوں کی ترتیب تاریخی رکھی گئی ہے۔ اسلئے اسرار خودی کا نمبر سب سے پہلے آتا ہے اگرچہ بانگ درا میں اسرار سے بہت پہلے کی نظمیں اور غزلیں شامل ہیں لیکن چونکہ بانگ درا کی اشعار پہلی مرتبہ ۱۹۲۲ء میں ہوئی تھی اسلئے قدری طور پر اس کا نمبر بعد میں آتا ہے۔ تاریخی ترتیب کے علاوہ سہولت کے لئے ہر کتاب کے حوالے کے ساتھ ساتھ اسکا سال طباعت بھی دے دیا گیا ہے۔ مقالے کی تحریر میں اقبال کی کتابوں کے وہ نسخے پیش نظر رہے ہیں جو لاہور سے شائع ہوئے ہیں۔ قرآنی تلمیحات میں ترجمہ مولانا فتح محمد خان جالندھری کا ملے گا۔ یہ ترجمہ اپنی صحت اور سلاست کے اعتبار سے ایک ممتاز مقام رکھتا رکھتا ہے۔

مقالے کے دس ابواب میں کوشش یہ کی گئی ہے کہ وہ تمام تلمیحات و اشارات ان میں سے دیئے جائیں جو تلمیح و اشارے کی تعریف میں آتے ہیں۔ سب سے پہلے کے باوجود چند مقامات هنوز تحقیق طلب ہیں۔ ان کو مقالے کے آخر میں "تحقیق طلب" کے عنوان سے درج کر دیا گیا ہے۔

یہ مقالہ استاذی المحترم پروفیسر رشید احمد صدیقی کی نگرانی میں لکھا گیا ہے۔ مصروف کی شغل اور رہنمائی کے بغیر اس کی تکمیل ممکن نہ تھی۔ میں ان کا بہت ممنون ہوں۔



پروفیسر رشید احمد صدیقی کے علاوہ جن حضرات نے یہی امداد فرمائی ہیں ان کا بھی شکر گزار ہوں۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ پروفیسر خواجہ منظور حسین، پروفیسر اے۔ جے۔ آرہری، مولانا ضیاء احمد ہدایتی، مولانا محمد عطا اللہ حنیف، مولانا عبدالطاجد درہمادی، مولانا امتیاز علی خان عرشی، مولانا حامد حسن قادری، مولانا عبدالعزیز مہین، مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم، مولانا محمد اسلم جہراچ پوری مرحوم، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا محمد طیب، مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی، قاضی عبدالودود صاحب، جناب اسلوب احمد انصاری، خان بہادر ظفر حسین صاحب، جناب سید وزیرالحسن عابدی، جناب نیکش اکبر آبادی، جناب خواجہ غلام السیدین، جناب غلام احمد پرویز، جناب امیرالدین قدوائی، جناب اثر لکھنوی، ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، ڈاکٹر محمد عزیز، ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، ڈاکٹر مہرولی الدین، ڈاکٹر عبدالوہاب عزامی، ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی، ڈاکٹر محمد ابواللہ صدیقی، ڈاکٹر غلام مصی الدین صوفی وغیرہم۔ مجھے ان حضرات کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے جنہوں نے اقبال کے احباب اور ان کے بارے میں تفصیلات فراہم کیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ان تمام حضرات کی توجہ ہی سے یہ مقالہ پورا ہوا ہے ورنہ من آتم کہ من دام۔

اس مقالے کی تیاری میں جن کتب خانوں سے استفادہ کیا گیا ان میں پنجاب پبلک لائبریری لاہور، پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور، مسلم یونیورسٹی لٹن لائبریری علی گڑھ، رضا پبلک لائبریری رام پور اور کتب خانہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اکبر حسین قریشی

## پہلے باب اول

### اقبال کا ماحول اور شخصیت

شیخ محمد اقبال کشمیری برہمنوں کے ایک قدیم خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس کی ایک شاخ آپ تک کشمیر میں موجود ہے۔ یوں تو ہندوستان میں برہمن اپنے مذہبی تقدس کی وجہ سے عموماً مہرز سمجھے جاتے ہیں لیکن کشمیری برہمن کشمیر میں علیٰ حیثیت سے بھی خاص امتیاز رکھتے تھے۔ اگرچہ اسلام کے زیر اثر اقبال ذات پات اور نسل کے افتخار کو صحیح نہیں سمجھتے تھے تاہم جامجا ان کے اشعار میں اس قسم کے اشارے ملتے ہیں کہ ان کو اپنے برہمن زادہ ہونے پر بھی فخر تھا۔ مثلاً ایک جگہ کہتے ہیں -

مرا ہنگر کہ در ہندوستان دہگر نی نہیں

برہمن زادہ رمز آشنائے روم و تبریز است

برہمنوں کی ذہانت اور فلسفہ دانی سے کس کو انکار ہو سکتا ہے اور غالباً از روئے قانون تواتر اقبال کو اس میں اچھا خاصا حصہ ملا تھا۔

اقبال کے آباؤ اجداد کشمیر سے آکر پنجاب میں بس گئے تھے۔ آپ کے اجداد سترہویں صدی عیسوی میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور تقریباً اسی زمانے میں کشمیر سے ترک وطن کر کے مختلف اطراف میں پھیل گئے۔ علامہ اقبال کے خاندان کے مورث اعلیٰ نے سیالکوٹ کو اپنا وطن قرار دیا۔ اسی شہر میں اقبال ۲۲۔ فروری ۱۸۷۳ء کو پیدا ہوئے اور ۲۱۔ اپریل ۱۹۳۸ء کو لاہور میں انتقال کیا۔ ان کی پیدائش سے چند روز قبل ان کے والد شیخ نور محمد نے ایک خواب دیکھا تھا کہ "ایک بڑا ہی عجیب و غریب پرندہ فضا میں زمین کے قریب اڑ رہا ہے اور بڑی کثرت سے لوگوں کا ہجوم ہے اس ہجوم میں میں بھی ہوں وہ پرندہ کسی کی کوشش سے ہاتھ نہیں آتا لیکن خود بخود میرے دامن میں آکر گرا اور میں نے اس کو پکڑ لیا"۔ اس کے بعد اقبال پیدا ہوئے تو انہوں نے اس خواب کی یہ تاویل کی کہ وہ پرندہ یہی سچہ ہے اور یہ ضرور کوئی غیر معمولی کمال پیدا کرے گا۔

اقبال کے والد اگرچہ صاحب ثروت نہ تھے لیکن اپنے شہر میں اپنی مذہبی اور اخلاقی پاکیزگی کی وجہ سے قابل احترام سمجھے جاتے تھے۔ ان پر تصوف کا رنگ بہت زیادہ <sup>غالب</sup> تھا اور اقبال نے اپنی اس آبائی بلکہ خاندانی خصوصیت کی طرف بعض اشعار میں خود بھی اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں -

جس گھر کا مگر چراغ ہے تو ہے اس کا مذاق عارفانہ

اس بنا پر اقبال نے ایک صوفیانہ ماحول میں نشوونما پائی اور ان کے والد نے ان کی تربیت بالکل مذہبی اور اخلاقی اصول پر کی۔ چنانچہ اقبال کا بیان ہے کہ "جب میں سیالکوٹ میں پڑھتا تھا تو صبح آٹھ کو روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کرتا تھا والد مرحوم اپنے اورداد و وظائف سے فرصت پا کر آتے اور مجھے دیکھ کر گزر جاتے ایک دن صبح کو میرے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ کبھی فرصت ملی تو میں تم کو ایک بات بتلاؤں گا بالآخر انہوں نے ایک مدت کے بعد یہ بات بتائی اور ایک دن صبح کو جب میں حسب دستور قرآن کی تلاوت کر رہا تھا تو وہ میرے پاس آئے اور فرمایا "بیٹا! کہتا یہ تھا کہ جب تم قرآن پڑھو تو یہ سمجھو کہ یہ قرآن تم ہی پر اترا ہے یعنی اللہ تعالیٰ خود تم سے ہم کلام ہے۔"

اسلام سے محبت اور اولیائے کرام سے عقیدت آپ کے آبا و اجداد کا شیوہ رہا ہے۔ آپ کے والدین بھی مذہب کے سچے پرستار اور محبت رسول میں سرشار تھے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کی محبت اقبال کو روئے میں ملی اور ان تک پہنچتے پہنچتے اس شراب عشق میں اور بھی تیزی آگئی تھی۔

اقبال نے اپنے والد کی خدا ترسی کا ایک واقعہ رموز پیخودی میں نہایت موثر طریقہ سے بیان کیا ہے۔ کہ میں نے ایک سائل کو ہری طرح ڈانٹا والد سن رہے تھے انہوں نے اس درد انگیز طریقے سے میری اس درشتی پر سرزنش کی کہ اس کے بعد سے آج تک میں کبھی کسی سائل کے ساتھ کسی قسم کی سخت کلامی نہیں برت سکتا۔ نہ صرف اقبال کے والد بلکہ والدہ بھی ایک دہندار اور عبادت گزار خاتون تھیں اس لئے انہوں نے بھی ان کی مذہبی اور اخلاقی تربیت میں نمایاں حصہ لیا چنانچہ <sup>صاف</sup> اقبال نے اپنی والدہ مرحومہ کا جو مرنیہ لکھا ہے اس میں اس کی طرف اشارے ملتے ہیں -

تربیت سے تیری مین انجم کا ہم قسمت ہوا      گھر مرے اجداد کا سرمایہ عزت ہوا  
دفتر ہستی مین تھی زمین و ورق تیری حیات      تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات  
گھر پر ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کچھ مدت تک آپ نے مکتب مین پڑھا۔ اقبال کے  
والد کو مولوی سید میر حسن سے خصوصیت تھی اور آپ ان کے فیض صحبت اور تبحر علمی سے بخوبی  
واقف تھے۔ اس لئے انہوں نے اقبال کو میر حسن کے زیر سایہ مشن اسکول مین داخل کرا دیا۔ یہاں  
پانچویں جماعت مین نمایاں کامیابی کے صلہ مین اقبال نے وظیفہ پایا۔ اسی طرح مڈل کے درجہ مین  
ہمدردوں مین ممتاز رہے اور آٹھویں جماعت کے امتحان مین بھی وظیفہ حاصل کیا۔ انٹرنس کا امتحان  
بھی امتیاز کے ساتھ پاس کیا اور سرکاری وظیفہ کے مستحق قرار پائے۔

مولوی سید میر حسن کی زندگی خالص علمی زندگی تھی اور ان کو شعرائے عرب۔ شعرائے  
ایران اور شعرائے اردو کے بے شمار اشعار زبانی یاد تھے اور ان کی تعلیم کا یہ خاصہ تھا کہ جو  
شخص ان سے عربی یا فارسی زبان کی تعلیم حاصل کرتا تھا اس کی طبیعت مین اس زبان کا صحیح  
مذاق پیدا کر دیتے تھے چنانچہ اقبال نے ان کی تعلیم و صحبت سے پورا فائدہ اٹھایا اور میلان  
طبیعت کے علاوہ یہ انہی کا فیض صحبت تھا کہ اقبال کو اساتذہ کے ہزاروں اشعار از ہر تھے۔  
بہر حال اقبال مین عربی اور فارسی کی زبان دانی اور شعر و سخن کا جو ذوق پیدا ہوا  
وہ انہی بزرگ کی تعلیم اور صحبت کا نتیجہ تھا۔ چنانچہ سفر انگلستان کے موقع پر حضرت نظام الدین  
اولہا کے مزار پر انہوں نے "القجائے مسافر" کے عنوان سے جو نظم پڑھی اس مین عقیدہ مندانہ طرز  
پر ان کے اس علمی احسان کا اعتراف کیا۔

وہ شمع بارگہ خاندان مرتضوی      رہے گا مثل حرم جس کا آستان مجھ کو  
نفس سے جس کے کھلی مہری آرزو کی کلی      بنایا جس کی مروت نے نکتہ دان مجھ کو  
دعا یہ کر کہ خداوند آسمان و زمین      کرے پھر اس کی زیارت سے شادمان مجھ کو  
مولوی میر حسن کے ساتھ اقبال کی یہ عقیدت مندی عمر بھر قائم رہی۔

جب اقبال اسکاج مشن کالج سیالکوٹ میں داخل ہونے لگے تو آپ کے والد نے آپ سے عہد لیا کہ تم تعلیمی زندگی میں کامیاب ہونے کے بعد اپنی زندگی اسلام کے لئے وقف کر دو گے۔ آپ اس عہد پر تادم مرگ قائم رہے اور تمام عالم کو معلوم ہے کہ کس طرح اقبال نے اسلام کی خدمت کی۔ اقبال مشن کالج سیالکوٹ سے ایم۔ اے۔ پاس کر کے لاہور آئے اور گورنمنٹ کالج میں بی۔ اے۔ میں داخل ہوئے۔ ۱۸۹۷ء میں بی۔ اے۔ میں نمایاں کامیابی حاصل کی اور وظیفہ پایا اور عربی اور انگریزی میں اول آئے کی وجہ سے دو طلائی تمغے حاصل کئے۔ اسی زمانے میں پروفیسر ڈاکٹر آرنلڈ ایم۔ اے۔ او۔ کالج علی گڑھ سے گورنمنٹ کالج لاہور میں آگئے تھے۔ ان کی فلسفہ دانی کی شہرت اور اپنے طبعی رجحان نے اقبال کو ایم۔ اے۔ میں فلسفہ کا مضمون لینے کی ترغیب دی۔ آرنلڈ شاگرد کی قابلیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے اقبال کو شاگردی سے ترقی دے کر احباب کے زمرہ میں داخل کر لیا۔ آرنلڈ کہا کرتے تھے کہ "ایسا شاگرد استاد کو محقق اور محقق کو محقق تر بنا دیتا ہے"۔ ۱۸۹۶ء میں اقبال نے ایم۔ اے۔ پاس کیا اور یونیورسٹی میں اول آئے کے باعث طلائی تمغے کے مستحق قرار پائے۔

لیکن آرنلڈ اقبال میں علی ذوق پیدا کر کے انگلستان واپس چلے گئے اور اقبال نے ان کے رخصت ہونے پر "نالہ فراق" کے عنوان سے ایک الوداعی نظم لکھی جس میں اس علی ذوق کا خاص طور پر تذکرہ کیا جو ان کے فیضِ صحبت نے ان میں پیدا کر دیا تھا۔

تو کہاں ہے اے کلمِ ذرّہ سینائے علم      تھی تری موجِ نفسِ ہاد نشاط افزائے علم  
اب کہاں وہ شوقِ رہیمانی صحرائے علم      تیرے دم سے تھا ہمارے سر میں بگودائے علم  
"شور لیلیٰ پکوکہ باز آرائش سودا کند  
خاکِ مجنون را غبارِ خاطرِ صحرا کند"

آرنلڈ کی تعلیم و تربیت اور فیضِ صحبت نے اقبال میں جو علی ذوق پیدا کر دیا تھا وہ ابھی ناتمام تھا اور اس کی تکمیل کے لئے وہ خود انگلستان جانا چاہتے تھے لیکن ایم۔ اے۔ ہونے کے بعد

وہ پہلے اورینٹل کالج لاہور میں تاریخ فلسفہ اور سیاست میں لیکچرار مقرر ہو گئے تھے پھر گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفہ اور انگریزی کے اسسٹنٹ پروفیسر مقرر ہوئے اس لئے ملازمت کا یہ تعلق زنجیر یا ہو رہا تھا اور نظم مذکور کے اس مصرع میں

نوڑ کر پہنچوں گا میں پنجاب کی زنجیر کو

"پنجاب کی زنجیر" سے غالباً ملازمت کے اسی تعلق کی طرف اشارہ ہے لیکن بالآخر وہ اس زنجیر کو توڑ کر ۱۹۰۵ء میں رخصت لے کر عازم انگلستان ہوئے اور خاندانی تصوف کی عقیدت و اثر کی بنا پر سب سے پہلے دلی میں حضرت نظام الدین اولیا کے مزار پر حاضر ہو کر ایک نظم پڑھی جس میں اظہار عقیدت کے بعد اپنے مقصد سفر کا اس طرح اظہار کیا۔

چمن کو چھوڑ کر نکلا ہوں مثل نکبت گل      ہوا ہے صبر کا منظور امتحان مجکو  
جلی ہے لیکے وطن کے نگار خانے سے      شراب علم کی لذت کشان کشان مجکو

بہر حال اقبال انگلستان پہنچ کر کیمبرج میں داخل ہوئے اور جیسا کہ ڈاکٹر ملک واج آند نے لکھا ہے۔ خوش قسمتی سے انگلستان پہنچتے ہی ان کی ملاقات لیک ٹیگرٹ جیسے فلسفی سے ہوئی جو ہیگل کا متبع تھا اور اس زمانہ میں فلسفی کی حیثیت سے بہت شہرت حاصل کر چکا تھا پھر فارسی ادب کے مشہور مورخ براؤن اور اسرار خودی کے مترجم ڈاکٹر نکلسن سے ملاقات ہوئی۔ ابتداً میں اقبال کو فلسفہ اور فارسی ادب سے بہت شغف تھا لیکن جب ان کا رجحان وطنیت اور قومیت کی طرف ہوا اور وہ ان موضوعات پر نظمیں لکھنے لگے تو یہ شوق ادب کر رہ گیا تھا۔ اب یہ پھر ابھرا اور ان لوگوں کے اثر و تربیت نے اسے پختہ کر دیا۔ لیک ٹیگرٹ کے لیکچروں سے انہوں نے فلسفیانہ خیالات کے اظہار کا سائنٹفک انداز سیکھا۔ براؤن اور نکلسن کی دوستی سے انہیں یہ فائدہ ہوا کہ انہوں نے وطن میں جو علم حاصل کیا تھا اس میں پختگی پیدا ہو گئی۔

لیکن کیمبرج یونیورسٹی میں زیادہ تر تعلق پروفیسر وارڈ سارلے اور براؤن سے رہا۔ انہوں نے

پورے تین سال انگلستان اور جرمن میں طالب علمانہ حیثیت سے بسر کئے اور اس مدت میں میسٹری

کا امتحان بھی پاس کیا کیموج یونیورسٹی سے فلسفہ اخلاق میں اور مہونج یونیورسٹی سے "مثیا فزکس

آف پرشیا" یعنی ایرانی الہیات پر ایک مقالہ لکھ کر بی ایچ - ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ جرمنی میں

اقبال نے تین خاتون پروفیسروں کی نگرانی میں کام کیا جن کے نام Frauleins Wegnast

Senechal اور Schat تھے۔

جب اقبال کا مقالہ ایران کا فلسفہ یا بعد الطبیعات انگلستان میں شائع ہوا تو ففلائے یورپ

پر آپ کا علمی وقار قائم ہو گیا۔ ماہرین فن نے اس کتاب پر بہت عمدہ رپورٹ لکھے۔ اس مقبولیت کا نتیجہ یہ

ہوا کہ آپ کو لندن لیکچر دینے کے لئے مدعو کیا گیا چنانچہ آپ نے اسلام پر متعدد لیکچر دیئے جن

سے آپ کی مذہبی اور فلسفیانہ معلومات کا سگہ پتہ چلا گیا۔ اور اس زمانے میں پروفیسر آرنلڈ کی چھ ماہ کی رخصت تھی <sup>اقبال</sup> سلسلہ میں لندن یونیورسٹی نے آپ کو اس مدت کے لئے عربی کا پروفیسر مقرر کیا۔

اقبال تین سال انگلستان اور یورپ میں رہ کر واپس ہوئے تو اس وقت ان کی عمر ۲۵ سال کی تھی۔

اہل اللہ سے ارادت اور مردان خدا سے عقیدت آپ میں بدرجہ غایت پائی جاتی تھی چنانچہ جس

طرح جانے وقت آپ حضرت محبوب الہی کے مزار پر حاضری دے کر عازم سفر ہوئے تھے اسی طرح ولایت

سے واپس میں بھی پہلے آپ دہلی آئے اور آستانہ شریف پر خاک ہوس ہوئے کے بعد لاہور کو روانہ

ہوئے۔

سفر یورپ نے اقبال کی تشنگی علم کو ضرور قدرے سیراب کیا لیکن دیکھنے والوں کو حیرت تھی کہ

مغرب زدگی کا کوئی اثر ان پر نہ تھا۔ سچ یہ ہے کہ جس کی تربیت اہل نظر نے کی ہو وہ نفاثی

باتوں اور فریب کاریوں سے کب متاثر ہو سکتا ہے۔ اقبال کی زندگی میں تو اس اصول کی کارفائنی نظر آتی

ہے کہ خذ ما صفا ودع ما کدر اور یہی اصول تھا جس کے تحت انہوں نے "حکیمان فرنک" سے "درس خرد"

لیا اور اس کو علم و نظر کی کسوٹی پر کسر کر اس کا میل دور کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ سفر یورپ نے موصوف پر

کوئی ناپسندیدہ اثر نہیں ڈالا۔ ایک مقام پر وہ کہتے ہیں۔

خود افزود مرا دوسر حکیمان فرونگ      سینہ افروخت مرا صحبت صاحب نظران  
ولایت سے واپس آنے کے بعد اقبال گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفہ کے پروفیسر اعلیٰ کی خدمات انجام دینے لگے مگر ۱۸ ماہ بعد اس سے سبکدوشی حاصل کر لی اور ہیوسٹری کا سلسلہ ۱۹۳۴ء تک قائم رہا۔ ۱۹۳۴ء میں مستقل علالت کی بنا پر اس سے بھی کنارہ کش ہو گئے اور بقیہ عمر گوشہ نشینی اور قناعت گزینی میں گزار دی۔ پروفیسری کے زمانے میں بھی اقبال کے ساتھ یہ مخصوص رعایت تھی کہ وہ ہائیکورٹ میں پریکٹس کر سکتے تھے اور جج صاحبان کو یہ ہدایت تھی کہ آپ کے مقدمات دن کے آخر ہی حصہ میں پیش ہوا کریں۔

اقبال کے خادم علی بخش کا بیان ہے کہ "جس دن وہ استعفیٰ دے کر آئے۔ میں نے پوچھا کہ شیخ صاحب آپ نے نوکری کیوں چھوڑ دی ہے؟" کہنے لگے "علی بخش ایگریز کی ملازمت میں بڑی مشکلیں ہیں۔ سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ میرے دل میں کچھ باتیں ہیں جنہیں میں لوگوں تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ مگر انگریز کا نوکر وہ کر کھلم کھلا نہیں کہہ سکتا۔ اب میں بالکل آزاد ہوں جو چاہوں کہوں اور جو چاہوں کروں۔ شاید یہ پھانس جو مدت سے میرے دل میں کھٹکی ہے اب نکل جائے۔"

اقبال نے تین شادیاں کیں۔ ان کی پہلی بیوی گجرات کی تھی۔ اس سے آفتاب اقبال اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ لڑکی نے جوانی میں انتقال کیا۔ اقبال کی یہ بیوی اکثر بیمار رہا کرتی تھی اس لئے اس کا قیام زیادہ تر اپنے والدین ہی کے یہاں رہا۔ اقبال اس کو خرچ ہوا ہو بھیجتے رہے۔ اس کا انتقال علامہ کے بعد ہوا۔

اقبال کی دوسری بیوی لدھیانہ کی تھی۔ اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا لڑکے کے بعد وہ زچگی کے امراض کا شکار ہوئی اور اس میں وفاق پائی۔ لڑکے نے بھی عالم طفولیت میں انتقال کیا۔ اقبال کی تیسری بیوی لاہور کی تھی۔ اس سے اقبال کے یہاں دو بچے پیدا ہوئے۔ جاوید اقبال اور منیرہ بانو۔ اس بیوی کا انتقال ۱۹۳۵ء میں ہوا۔ اس کے انتقال کے بعد اقبال کو چھوٹے بچوں کی



توبیت کی فکر دامن گیر ہوئی۔ چنانچہ اقبال کی خواہش پر خواجہ غلام السید بن صاحب نے علی گڑھ سے ایک جرمن خاتون کو بچوں کی دیکھ بھال کے لئے روانہ کیا۔ اس جرمن خاتون نے اقبال کے چھوٹے بچوں کی توبیت بڑی توجہ سے کی۔ اقبال خود اس خاتون کے معروف تھے۔

اقبال کے اپنے معاصرین سے بڑے اچھے تعلقات تھے۔ ان کے بیشتر معاصرین ان کے بڑے مداح تھے اور ان معاصرین میں سب ہی قسم کے افراد تھے۔ علامہ شبلی مرحوم، مولانا حالی مرحوم اور حضرت اکبر مرحوم آپ کے بہت معروف تھے۔ ان بزرگوں سے خط و کتابت کے ذریعہ مراسم دوستانہ قائم تھے چونکہ ان حضرات کے اصلاحی پروگرام سے اقبال کو عملی اتفاق تھا اس لئے یہ اقبال کے کارناموں کو خاص عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھتے اور پسند کرتے تھے۔ سر عبدالقادر، نواب سر ذوالفقار علی خان، مہاراجہ سرکشن پرشاد، سر واسر مسعود، مولانا سید سلیمان ندوی، سر محمد شفیع، سر فضل حسین اور سردار جنگد سنگھ سے علامہ کے مخصوص تعلقات تھے۔ اس حلقہ میں مولانا محمد علی جوہر، ڈاکٹر انصاری، حکیم اجمل خان وغیرہم بھی شامل تھے۔ ان تمام حضرات کے اسماء گرامی بتانا یہاں مقصود نہیں جن سے اقبال کے مراسم تھے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ علامہ کے حلقہ احباب میں سب ہی قسم کے افراد شامل تھے۔ مولانا گرامی سے بھی اقبال کے تعلقات خصوصاً تھے۔ اقبال کے سلسلہ میں مولانا گرامی کا یہ شعر ضرب المثل کی طرح مشہور ہو گیا ہے۔

دردِ بدہ، معنی نگرانِ حضرت اقبال پیغمبری کرد و پیہر نتوان گفت

اقبال اخلاق کا ایک نمونہ تھے۔ خلیق اور منساو تھے۔ ملنے والوں کو آپ کے دروازے پر دیو تک انتظار کی زحمت اٹھانی نہیں پڑتی تھی۔ ہر کہ وہ سے آپ پر تکلف خندہ پیشانی کے ساتھ ملا کرتے تھے۔ آپ کے دوستوں کا بیان ہے کہ آپ ہمیشہ متبسم نظر آتے تھے۔ ہم نے کبھی آپ کو غصہ میں نہیں دیکھا۔ کوئی ناگوار واقعہ پیش آتا تو آپ ضبط کرتے تحمل اور ضبط نفس غایت درجہ کا تھا۔ غم، حوصلہ، ثباتِ قدمی اور مستقل مزاجی کے مالک تھے۔ جس کام کی نیت کرتے اس کو تکمیل تک پہنچاتے بغیر چین سے نہ بیٹھتے۔ صداقت اور حق گوئی کو پسند کرتے تھے۔ تسلیم و رضا کا مجسمہ نظر آتے تھے۔ تکرار، بجاہ

پسندی اور ہوس دنیا نام کو بھی آپ میں نہ تھی۔ تواضع و انکسار آپ کی خو تھی اور نبود و ناثربے گریز کرتے تھے۔

بزرگوں سے عقیدت سے ملتے اور جموٹوں سے محبت سے پیش آتے تھے۔ اپنے والد مرحوم اور بڑے بھائی کی ہر حد عزت و حرمت کرتے تھے اور ان کے آرام و آسائش کا بہت لحاظ کرتے۔ ملازمین سے مساوات برتتے تھے۔

جس زمانے میں اقبال سہالکوٹ میں تعلیم پاتے تھے اسی وقت سے آپ کو شعر گوئی کا شوق ہو گیا تھا۔ مولوی میر حسن مرحوم اپنے کسی شاگرد کو شعر کہنے کی ترغیب نہیں دیتے تھے بلکہ بعض حالات میں تو سختی سے منع کر دیتے تھے مگر اقبال کے شعر سن کر ان کی ژرف نگاہی نے شاعر کے جوہر کو مہلک کر لیا اور اس کی ہمت افزائی کی۔ بعض موقعوں پر تو مولوی میر حسن نے اقبال کے اشعار کی ایسی داد دی جو ابکے نو عمر نو مشق کو بھٹکا دینے کے لئے کافی ہو سکتی تھی۔ مگر وہ شاعر جو فطرت سے خاص طور پر شعر کا پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا اور جس کی شان استغنا داد و تحسین سے بالاتر تھی اس ہمت افزائی سے اور سنوڑتا چلا گیا۔

اقبال نے جب شاعری شروع کی تو اس وقت داغ دہلوی کا سکے شاعری کی دنیا میں چل رہا تھا چنانچہ اقبال نے چند انتدائی غزلین داغ کے پاس بغرض اصلاح روانہ کیں۔ داغ نے چند ہی روز کے بعد یہ لکھ بھیجا کہ اب ان میں اصلاح کی گنجائش نہیں ہے۔

جب اقبال لاہور آئے تو یہ وہ زمانہ تھا جب انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسے مرجع خاص و عام ہوتے تھے۔ مولانا حالی، مولانا نذیر احمد دہلوی، میرزا ارشد گورگانی جیسے ہو گزیدہ ادب حضرات ان اجتماعوں کو اپنی شرکت سے زینت بخشا کرتے تھے۔ ان محفلوں میں کسی نو مشق شاعر کے لئے مرکز توجہ بن جانا اور ایسا چمکا کہ اپنی تابانی و درخشانی سے آفاق کو خیرہ کر دے ابکے غیر معمولی بات تھی۔ اقبال نے بعض صرکے کی چیزیں ان حضرات کے سامنے پڑھیں اور ان سے خواجہ تحسین حاصل کیا۔ ابکے شعر پر تو میرزا ارشد گورگانی تڑپ اٹھے تھے۔

ہوتی سمجھ کے شان کرہی نے جن لئے قطرے جو تھے مرے عرق انفصال کے

غالباً سب سے پہلی نظم جو اقبال نے انجمن حمایت اسلام کے عام جلسہ میں سنائی وہ "نالہ

یخیم" تھی۔ یہ واقعہ ۱۸۹۹ء کا ہے۔ یہ دلگداز نظم اس قدر مقبول ہوئی کہ انجمن کے جلسوں میں

لوگ اقبال کے ملاشی رہا کرتے تھے۔ علامہ بھی احباب کے اصرار و فرمائش کو رد نہ کر سکتے اور جلسوں

میں شرکت کر کے اپنی ہونٹوں پر سب کو دلاتے اور خود بھی دیتے۔ "ہمالہ" اور "ہندوستان ہمارا"

اسی زمانے کی نظمیں ہیں جو ان ہی جلسوں میں سنائی گئیں اور مقبول خاص و عام ہوئیں۔ انجمن کے

جلسوں کی مقبولیت اور اجتماعات کی اہمیت کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ہو سکتا ہے۔

ایک اجلاس میں مولانا حالیؒ ڈاکٹر نذیر احمد دہلویؒ، میرزا ارشد گورگانیؒ، میان سر محمد شفیعؒ،

میان سر فضل حسینؒ، سر شیخ عبدالقادرؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ اور خواجہ حسن نظامیؒ جیسے اکابر جمع

تھے۔ رسم تھی کہ کسی کا کوئی شعر پسند کیا جاتا تو داد اس طرح دیتے کہ انجمن کو نقد عطیہ

پیش کیا کرتے تھے۔ ایک شاعر نے نظم پڑھی مولانا حالیؒ مرحوم نے ایک شعر بہت پسند کیا اور انجمن کو

دس روپیہ کا نوٹ عطا کیا سارا میدان نصرۂ ہائے تحسین سے گونج اٹھا۔ شاعر کی ہمت افزائی اور کیا

ہو سکتی تھی کہ حالیؒ جیسا سخنور اور نقاد اس کے کلام کی داد دے۔ کچھ عرصہ کے بعد مولانا حالیؒ

کے پڑھنے کی باری آئی۔ یہ وہ وقت تھا کہ ان پر ضعف پوری کا اس قدر غلبہ ہو چکا تھا کہ بدولی

صخبیتوں میں بھی ان کی آواز سننی مشکل ہوتی تھی چہ جائیکہ اس جلسہ میں جہاں بے شمار انسانوں

کا مجمع تھا لوگ بیقرار تھے کہ خود اس مصلح اعظم کی زبان فیض ترجمان سے اس کا پیغام سنیں۔ اس

لئے عجب انفرادی سی پیدا ہو چلی۔ آخر سر عبدالقادرؒ نے کھڑے ہو کر مجمع کو خاموش کیا اور فرمایا کہ

آپ مولانا حالیؒ کی زبان سے نہر کا جو کچھ بھی سنا جائے سن لیجئے بعد کو یہی نظم اقبالؒ پڑھ کر

سنائیں گے۔

جب اقبالؒ مولانا حالیؒ کی نظم سنائے گئے لٹے کھڑے ہوئے تو اول ایک رباعی فی البدیہہ کہہ

کر پڑھی جو اس موقع کے لحاظ سے نیز اپنی بلاغت کے اعتبار سے نہایت خوب ہے۔ کہا تھا۔

مشہور زمانہ میں ہے نام حالی      مصور مئے حق سے ہے جام حالی  
میں کشور شعر کا نہیں ہوں گویا      نازل ہے مرے لب پہ کلام حالی

۱۹۰۵ء میں علامہ ولایت چلے گئے تو انجمن کے اجلاس چند سال تک آپ کے نصیحتوں سے محروم

رہے۔ ۱۹۰۸ء میں ولایت سے واپس آئے تو پھر انجمن کی محفلوں میں شریک ہونے لگے۔ اپریل ۱۹۰۹ء

کے اجلاس میں اپنی مشہور و مقبول نظم "شکوہ" سنا کر حاضرین سے خراج تحسین وصول کیا۔

اور یہاں کیا جا چکا ہے کہ اقبال نے یورپ اور انگلستان میں تین سال قیام کیا۔ یہ تین سال

اقبال کی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ یہاں اقبال نے کیمبرج لندن اور بولن کے کتب خانوں سے

خاطر خواہ فائدہ اٹھایا ساتھ ہی یہاں کے فضلا سے تہاد لہ خیالات کے سلسلہ میں ان سے استفادہ

بھی کیا۔ یورپ کے قیام میں اقبال نے جب وہاں کی زندگی کا بغور مطالعہ کیا تو انہیں محسوس ہوا کہ

یہاں کے بہت سے امراض کی اصل وجہ قومیت کا غلط تصور ہے۔ اس لئے ان کو اس قومیت سے نفرت ہوگئی

جو محدود اور تنگ تھی جس کے حدود جغرافیائی تھے بین الاقوامی نہ تھے۔ یہیں اقبال نے یہ بھی

محسوس کیا کہ یورپی اقوام اپنے مقصد حیات کے لئے کس طرح سرگرم عمل ہیں۔

ایہ اور اہم تبدیلی اقبال کے قیام یورپ کے زمانے میں یہ ظہور پذیر ہوئی کہ وہ بجائے اردو

کے فارسی میں شعر کہنے لگے۔ اس طرح ان کا پیغام زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچنے لگا۔ ظاہر

ہے کہ اردو صرف ہندی مسلمانوں کی مادری زبان تھی اور فارسی اس کے مقابلہ میں ہند کے علاوہ اور

ملکوں میں بھی بولی اور سمجھی جاتی ہے نیز یہ کہ اقبال کے غلام ملک کے لوگ بھی فارسی سے کچھ

ایسے ناہل نہین تھے۔

اقبال نے یورپ سے واپسی کے بعد مغربی قومیت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ چنانچہ

خضر راء کا مندرجہ ذیل شعر ان کے مسلک پر بڑی خوبی سے روشنی ڈالتا ہے۔

جو کرے گا امتیاز رنگ و خون مٹ جائے گا      ترکہ خرگاہی ہو یا اعرابی والا گہر

اقبال نے ۱۹۳۱ء اور ۱۹۳۲ء میں یورپ کا پھر سفر کیا۔ اس سفر میں فرانسیسی مشہور فلسفی

ہر گھنٹہ سے بھی ملے۔ آخری ہر گھنٹہ اگرچہ پچیس مہینے اس وقت قانع مہینے میں مبتلا تھا لیکن جب اقبال نے اس حدیث نبوی کی طرف اشارہ کیا جس میں کہا گیا ہے کہ زمانے کو ہر امت کہو تو وہ بیمار فلسفی کی کرسی سے اچھل پڑا۔

اقبال نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں کچھ عرصہ قیام بھوپال میں کیا۔ یہ قیام ان کی زندگی میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ یہیں ان کے تعلقات نواب بھوپال سے استوار ہوئے نواب صاحب نے ان کی ہر طرح خیر گیری کی۔ نواب بھوپال اور اقبال کے ان تعلقات کو دیکھ کر ویسے کے ڈیوٹے اور گیشے کی یاد تازہ ہوئی ہے کہ جس طرح نواب بھوپال نے اقبال کے علاج میں بے دریغ خرچ کیا بالکل اسی طرح ویسے کے ڈیوٹے نے گیشے کے لئے کیا تھا۔ یہیں بھوپال میں سر راس مسعود اور بیگم مسعود نے اقبال کی تیمارداری میں بڑی توجہ اور انتہاک سے اپنا وقت صرف کیا۔

اقبال مسلم فقہ پر ایک نادر کتاب لکھنا چاہتے تھے اور اسے شروع بھی کر دیا تھا لیکن افسوس کہ موت نے مہلت نہ دی اور یہ نادر کتاب پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔

یہ امر تعجب انگیز تھا کہ فلسفہ کی گہرائیوں پر اس قدر عبور حاصل کرنے کے باوجود اقبال مذہب سے اس قدر متاثر تھے۔ جب تک ان کو قریب سے نہ دیکھا جائے اس شبہ کی اور عشق کا اندازہ کرنا مشکل ہے جو ان کو اسلام اور رسول کریم سے تھا۔

قرآن عزیز سے ان کو بہت شغف تھا۔ وہ بچپن سے بلند آواز سے قرآن پڑھنے کے عادی تھے۔ قرآن حکم پڑھنے وقت وہ بے حد متاثر معلوم ہوتے تھے۔ بیماری کے دنوں میں بھی جب کوئی قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھتا تھا تو ان کے آنسو جاری ہو جاتے تھے اور ان پر لوز شطاری ہو جاتی تھی۔

اقبال کی دنیا فطرتاً اصول پرستی سے بے نیاز تھی۔ وہ بل کا مدار ایمان اور نیت پر رکھنا چاہتے تھے ظواہر ان کے نزدیک معتبر نہ تھے۔ وہ یہ نہیں دیکھنا چاہتے تھے کہ انسان کیا کرتا ہے یا اس کو کیا کرنا چاہیے بلکہ ان کی نظر اس کے ایمان و اعتقاد پر ہوتی۔ یہی وجہ تھی کہ

اس امر کو ضروری نہ سمجھتے کہ ان کا طرز عمل ضرور ان کے فرمودات یا معاشرہ کے مصنوعی اصولوں کے مصداق ہی ٹھہرے۔ ان کے نزدیک زندگی نہ تو شہاب کے نشہ میں اس مدہوش نوجوان کی طرح محض نقد عیش تھی جو اپنی ہوس پرستی میں غرق ہو کر اس کی ہلاکت آفرینوں پر فور و فکر سے کام نہیں لیتا اور نہ اس گمراہ کی طرح مذہب و معاشرہ سے بغاوت تھی جو انہیں اپنے راستہ میں حائل دیکھ کر ان دونوں کو ٹھکرا دیتا ہے بلکہ ان کی آزاد روی اس صاحب دل کی سی تھی جو زندگی کے تمام مخالف عناصر سے جنگ کرتا ہوا اس کے ہلاکت خیز طوفان میں اپنے تجربات سے جادہ مستقیم تلاش کر لیتا ہے۔

اقبال کی طبیعت میں عقلیت کا پہلو بہت نمایاں تھا لیکن وہ عقل کی کورانہ تقلید کے قائل نہ تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ عشق یا وجدان ہی ایک ایسا ملک ہے جس کی بدولت موجودات کے تمام اسرار کا انکشاف ہو سکتا ہے چنانچہ وہ اکثر صوفیانے کرام کی روایات بیان کیا کرتے تھے جن سے ان کے اس رجحان کا ثبوت ملتا ہے۔

اقبال کے یہاں جو سوز و گداز اور جذب و وجدان ملتا ہے وہ محض اسلام اور رسول کریم کی ذات گرامی سے والہانہ عقیدت کا ثمرہ ہے۔ یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ جب اقبال کے سامنے رسول اکرم کا اسم مبارک آتا تو ان کی آنکھیں پر نم ہو جاتیں۔

اقبال اپنے استاد مولوی سید میر حسن کے بارے میں اکثر کہا کرتے تھے کہ اسوۂ رسول پر صحیح معنوں میں اگر کسی شخص کا عمل ہے تو وہ میر حسن سیالکوٹی ہیں۔ وہ اکثر میر حسن کے یہاں کی پر لطف صحبتوں کا ذکر کرتے اور کہتے کہ ان کے یہاں ہمیشہ اہل علم کی محفل جلی رہتی تھی۔

۱۹۲۶ء سے علامہ اقبال نے عملی سیاسیات کی خازنار وادی میں قدم رکھنا شروع کیا اور ۱۹۲۸ء یعنی اپنی وفات تک وہ اس وادی کے کانٹون میں برابر الجھے ہوئے اپنی منزلین طے کرتے رہے البتہ اس دوران میں وہ اپنا دامن کبھی کبھی ان کانٹون سے ہچاتے پھرتے رہے۔ اقبال کے اس سفر

زندگی کی تین منزلیں قرار دی جاسکتی ہیں۔ ابتدائی منزل جس کو انہوں نے ۱۹۲۱ء سے لے کر ۱۹۲۱ء تک طے کیا۔ دوسری منزل جس پر وہ ۱۹۲۵ء میں پہنچے اور تیسری منزل کی مسافت انہوں نے ۱۹۲۵ء سے لے کر ۱۹۳۸ء تک طے کی۔

۱۹۲۶ء سے قبل اقبال کے قیام انگلستان کے زمانہ کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ وہ برٹش کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ کے رکن بن گئے تھے۔ یہی ان کی عملی سیاسیات سے پہلا تعلق ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ملکہ کے اندر ابتدائی بیسویں صدی میں جو حالات پیدا ہو گئے تھے ان کا علاوہ اقبال پر بہرحال اثر ہوا۔ مگر یہ واضح رہے کہ لندن کی یہ برٹش کمیٹی ان معزوں میں مسلم لیگ کی کوئی شاخ نہ تھی جن معزوں میں آج کل مسلم لیگ کی شاخیں ہوا کرتی ہیں۔ دراصل بات یہ تھی کہ انگلستان میں جو تعلیم یافتہ ہندوستانی مسلمان جمع ہو جاتے تھے ان کا یہ ایک اجتماعی ادارہ تھا بعد میں اس ادارہ نے سیاسی نوعیت اختیار کر لی اور ہندوستانی سیاسیات کے متعلق وہی نقطہ نظر اختیار کیا جو آل انڈیا مسلم لیگ کا تھا۔ اس ادارہ کی اہمیت یوں اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ سید امیر علی کی قیادت میں اس ادارہ نے منٹو مارلے اصلاحات کے سلسلہ میں مسلم نقطہ نظر کو بڑے موثر طریقہ پر انگلستان کے ارباب اقتدار کے سامنے پیش کیا۔ اس لحاظ سے اقبال کا اس ادارہ سے تعلق ان کی ابتدائی سیاسی زندگی کا ایک اہم واقعہ شمار کیا جا سکتا ہے۔

علامہ اقبال نے اپنی سیاسی زندگی کے پہلے دور میں نہ صرف پنجاب کی سیاست میں حصہ لیا بلکہ کل ہند سیاسیات میں بھی نمایاں کام انجام دئیے۔ پنجاب کونسل میں ایک رکن کی حیثیت سے انہوں نے بعض بہت ہی مفید اور اپنے نتائج کے لحاظ سے دور رس تجاویز پیش کیں۔ کل ہند سیاسیات میں وہ بعض بنیادی مسائل میں اپنی فکر و رائے پر پوری استقامت کے ساتھ قائم رہے۔ جداگانہ انتخاب کو وہ مسلمانوں کی حیات قوی کے لئے ضروری سمجھتے تھے اس لئے وہ اس سے کسی صورت میں دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں تھے۔ تجاویز دہلی سے ان کی مخالفت کی یہی بنیاد تھی سائمن کمیشن سے انہوں نے تعاون کیا تاکہ مسلم نقطہ نظر کو پیش کر سکیں اور اس نقصان کی تلافی کی سعی کریں جو مذاق

لکھنؤ کی وجہ سے مسلمانوں کو پہنچا تھا۔

۱۹۲۹ء

پھر نہرو رپورٹ کے خلاف آواز بلند کی اور آل پارٹیز مسلم کانفرنس کے جلسہ منعقدہ یکم جنوری

میں شرکت کی اور مسلم مطالبات کو مدون کرنے میں حصہ لیا۔ دسمبر ۱۹۳۰ء میں آلہ آباد میں مسلم

لیگ کے سالانہ اجلاس کی صدارت کی اور اپنے خطبہ میں ایک ذمہ دار پبلک پالیٹ فارم سے آزاد

ہندوستان میں آزاد اسلام کا نعرہ بلند کیا اور بہت ہی وضاحت کے ساتھ ملک کی سیاسی تاریخ میں

پہلی مرتبہ ہندوستان میں ایک اسلامی مملکت کی تشکیل کی تجویز پیش کی۔

اقبال نے اپنی زندگی کے دوسرے دور میں دوسری گول میز کانفرنس میں حصہ لیا کل ہند

مسلم کانفرنس کی ایسے زمانے میں صدارت کی جب کہ مسلمانوں کا موقف دستور ہند میں متعین کیا

جانے والا تھا۔ پھر تیسری گول میز کانفرنس میں شریک ہوئے اور کشمیر اور البر کے سیاسی معاملات

میں دلچسپی لی۔ اقبال کی ساری سیاسی جدوجہد اس دوران میں اس امر پر مرکوز رہی کہ ہندوستان

کے آئندہ دستور میں مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ موقف حاصل کیا جائے اور ان کے جداگانہ حقوق

کا تحفظ کیا جائے۔

اقبال سیاست میں پورے طور پر کامیاب نہیں ہو سکے یعنی یہ کہ مسلمانوں کی مختلف جماعتوں

میں جو کامل اتحاد اور نظم وہ پیدا کرنا چاہتے تھے اس میں کامیابی نہیں ہو سکی۔ جماعتی انتشار

مسلمانوں کی سیاست کا ایک ناسور رہا ہے اقبال اس ناسور کا انسداد نہ کر سکے۔ غالباً ملت کے انتشار

اور کچھ اپنی گرتی ہوئی صحت کے باعث مسلم کانفرنس کی صدارت سے سبکدوش ہونے کے بعد سے

۱۹۳۵ء کے آخر تک وہ سیاسی مشاغل سے ایک حد تک بے تعلق ہو گئے تھے اور سیاسی جلسوں

میں شرکت سے اجتناب کرتے تھے۔ ملت بیضا کی قومی وحدت کے اس حزنہ نے انہیں دل شکستہ کر دیا

تھا۔



## باب دوم

## تلمیحات قرآن

## اسرار خودی

آن کہ ہر اعدا در رحمت کشاد      مگہ را پیمام لا بنویب داد (صف ۲۱ -  
طہم سوم ۴۸)

یہاں قرآن عزیز کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ یہی الفاظ (لا بنویب) فتح مکہ کے موقع پر رسول کریم صلعم نے کفار مکہ سے مخاطب ہو کر فرمائے تھے۔

قال لا تنوب علیکم الہوم ط یغفر اللہ لکم وهو (یوسف نے) کہا کہ آج کے دن (میرے) تم  
پر کبھی عتاب و (ملامت) نہیں ہے۔ خدا  
ارحم الرحمن ؓ  
تم کو معاف کرے اور وہ بہت رحم کرنے والا  
ہے۔

تا خداے کہہ بنوازد ترا      شرح انی جاعل سازد ترا (صف ۲۳)

اس شعر کے دوسرے مصرع میں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔  
وان قال ربک للملکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ ط  
قالو آتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفک الدماء  
ونحن نسبح بحمدک و نقدس لک ط قال انی اعلم  
مالا تصلون ؓ  
اور (وہ) وقت یاد کرنے کے قابل ہے (جب  
تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ  
میں زمین میں (اپنا) نائب بنانے والا ہوں  
انہوں نے کہا کیا تو اس میں ایسے شخص  
کو نائب بنانا چاہتا ہے جو خرابیاں کرے  
اور کشت و خون کرتا پھرے اور ہم تعوی  
تصریف کے ساتھ تسبیح و تقدس کرتے  
رہتے ہیں۔ (خدا نے) فرمایا میں وہ  
باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

ہنجہ او ہنجہ حق می شود      ماہ انگشت او شق می شود (صف ۲۴)

یہاں مصرع ثانی میں ہرجزہ شق القمر کی طرف اشارہ ہے اور اس کا ذکر قرآن کریم میں یوں آیا ہے۔

اقتربت الساعة وانشق القمر

قیامت قریب آہنچی اور چاند شق ہوگا۔

۱/۵۲

نصرہ زد اے یوم کذاب اشر سے خیر از یوم نحس مستمر (صفحہ ۳۱)

اس شعر میں قرآن عزیز کی حسب ذیل آیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

القی الذکر علیہ من یبتلاہل ہو کذاب اشرۃ  
سہلہون غداً من الکذاب الاشرۃ  
کما ہم سب میں سے اسی پر وحی نازل  
ہوئی ہے (نہیں) بلکہ یہ جھوٹ خود  
پسند ہے ان کو کل ہی معلوم ہو جائے  
گا کہ کون جھوٹ خود پسند ہے۔

۲۵/۵۲ - ۲۶

انا ارسلنا علیہم ریحاً صرصراً فی یوم نحس  
مستترۃ  
ہم نے ان پر سخت منحوس دن میں آندھ  
جلائی۔

۱۹/۵۲

تو ہم از بار فرائض سر متاب ہر خوری از عندہ حسن العآب (صفحہ ۲۵)

اس شعر کے مصرع ثانی میں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔

زین للناس حب الشہوۃ من النساء والہنن و  
القناطیر المقنطرة من الذهب والفضۃ والخیل  
المسوۃ والانعام والحرث ط ذلک متاع الحیوۃ  
الدنیا واللہ عندہ حسن العآب

۱۲/۳

لگوں کو ان کی خواہشوں کی چیزیں یعنی  
عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے  
بڑے بڑے ڈھیر اور نشان لگے ہوئے  
گھوڑے اور مویشی اور کھیتی بڑی زمیندار  
معلوم ہوئی ہیں (مگر) یہ سب دنیا ہی  
کی زندگی کے سامان ہیں اور خدا کے پاس  
بہت اچھا ٹھکانا ہے۔

ی کند از ما سورے قطع نظر می نہد ما طور ہر خلق ہسر (صفحہ ۲۷)

اس شعر میں قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

فلما بلغ حدہ السعی قال یٰہنی انی اری فی  
المنام انی اذبحک فانظر ماذا ترئی ط قال  
جب وہ ان کے ساتھ دوڑنے (کی عمر)  
کو پہنچا تو ابراہیم نے کہا کہ بیٹا میں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا تَدْعُونَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ  
الْصَّابِرِينَ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ وَنَادَاهُ  
إِنِّي أَنَا بَرِّهِمْ قَدْ صَدَّقْتُ الرَّايَا أَنَا كَذَلِكَ  
نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْهَلُوكُ الْهَلُوكُ  
وَفَدَاهُ بِذِي عَظِيمَةٍ

۱۰۴- ۲۰۱/۲۴

خواب میں دیکھتا ہوں کہ (گویا) تم کو  
ذبح کر رہا ہوں تو تم سوچو کہ تمہارا کیا  
خیال ہے انہوں نے کہا کہ اٹا جو آپ کو  
حکم ہوا ہے وہی کیجئے خدا نے چاہا تو  
آپ مجھے صابرون میں پائے گا۔ جب دونوں  
نے حکم مان لیا اور باپ بنے بیٹے کو ماتھے  
کے بل لگا دیا تو ہم نے ان کو پکارا کہ اے  
ابراہیم تم نے خواب کو سچا کر دکھایا ہم  
نہوکاروں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں۔  
بلاشبہ یہ صریح آزمائش تھی اور ہم نے  
ایک بڑی قربانی کو ان کا فدا دیا۔

در کتب مسلم مثال خنجر است      قاتل فحظاً و بخی و منکر است (صفحہ ۲۷)  
اس شعر کے دوسرے مصرع میں قرآن عزیز کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو نماز کی مدح میں  
وارد ہوئی ہے۔

اقْلُ مَا أَوْحَى إِلَيْكَ مِنَ الْكُتُبِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ  
الصَّلَاةَ تَنْفَعُ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ط وَلَذِكْرُ  
اللَّهِ أَكْبَرُ ط وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ  
۲۹/۴۵

(اے محمد یہ) کتاب جو تمہاری طرف وحی کی  
گئی ہے اس کو پڑھا کرو اور نماز کے پابند رہو  
کچھ شک نہیں کہ نماز سے حیاتی اور ہری  
باتوں سے روکتی ہے اور خدا کا ذکر بڑا  
(اچھا کام) ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا  
اسے جانتا ہے۔

دل زحقی تنفقوا محکم کند      زر فزاید الفت زر کم کند (صفحہ ۲۸)  
اس شعر کے مصرع اولیٰ میں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔

(ہو منوا) جب تک تم ان چیزوں میں سے جو تمہیں عزیز ہیں (راء خدا میں) صرف نہ کرو گے کبھی نیکی حاصل نہ کرو گے اور جو چیز تم صرف کرو گے خدا اس کو جانتا ہے۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون ط وما تنفقوا من شی فان الله به علم ة  
۹۲/۳

(صف ۲۹)

تاجدار ملکہ لایہلی شوی

تا جہان باشد جہان آرا شوی

ملکہ لایہلی کی ترکیب قرآن حکیم کی حسب ذیل آیات سے ماخوذ ہے۔

تو شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا  
(اور) کہا کہ آدم بھلا میں تم کو (ایسا)  
درخت بتاؤں (جو) ہمیشہ کی زندگی کا  
(ثمرہ دے) اور (ایسی) بادشاہت کہ کبھی  
زائل نہ ہو۔

فوسوسا الیہ الشیطان قال یادم هل ادلك  
علی شجرة الخلد و ملکہ لایہلی ة  
۱۲۰/۲۰

(صف ۵۰)

سر سہجان الہی اسرا ستے

مذعائے علم الاسما ستے

اس شعر کے مصرع اولیٰ اور مصرع ثانی میں قرآن عزیز کی حسب ذیل آیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اور اس نے آدم کو سب (چیزوں کے) نام  
سکھائے پھر ان کو فرشتوں کے سامنے کیا  
اور فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو مجھے ان  
کے نام بتاؤ۔ انہوں نے کہا تو ہا کہ ہے جتنا  
علم تو نے ہمیں بخشا ہے اس کے سوا ہمیں  
کچھ معلوم نہیں ہے شک تو دانا (اور)  
حکمت والا ہے۔

وعلم ادم الاسماء کلھا ثم عرضہم علی الملائکۃ  
فقال انہونی باسماء هؤلاء ان کتم صدقین ة  
قالو اسبحنک لا علم لنا الا ما علمتنا ط انک  
انت الصلیم الحکم ة

۳۱/۲ - ۳۲

وہ (زات) ہا کہ ہے جو اہک رات اپنے بندے  
کو مسجد الحرام (یعنی خانہ کعبہ) سے  
مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس  
کے گردا گرد ہم نے ہو کھین رکھی ہیں لے گیا

میں جن الہی اسریٰ بعدہم لہلا من المسجد  
الحرام الی المسجد الاقصیٰ الہی ہو کنا حولہ  
لنریہ من اہتنا ط انہ هو التسمیم البصر ة  
۱/۱۴

تاکہ ہم اسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں  
بیشک وہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔

از عصا دست سفید و محکم است قدرت کامل بعلمش توام است (صفہ ۵۰)  
اس شعر کے پہلے مصرع میں حضرت موسیٰ کے معجزہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس کا ذکر قرآن مجید  
میں اس طرح ہے۔

فالقہ عصا فاذا هي ثعبان مبين و نزعه  
فاذا هي بيض للظفرين  
موسیٰ نے اپنی لاشعی (زمین پر) ڈال دی تو  
وہ اسی وقت صرغ اڑدھا (ہو گیا) اور اپنا  
ہاتھ باہر نکالا تو اس دم دیکھنے والوں کی  
نگاہوں میں سفید ہواق (تھا)۔

۸۰۱ - ۷۰۱/۷

خشک سازد ہیبت او نیل را می برد از مصر اسرائیل را (صفہ ۵۰)  
اقبال نے شہرت عام کی بنا پر یہاں دریائے نیل کا ذکر کیا ہے حالانکہ جب دریا سے حضرت موسیٰ  
گذرے اور جس میں فرعون غرق ہوا وہ بحر احمر تھا نہ کہ دریائے نیل۔ اس میں قرآن حکیم کی ان  
آیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

فلما ترآ الجمعن قال اصحاب موسیٰ اتنا لمدركون  
قال كلا ان مری سیهدينه فارحبنا الی  
موسیٰ ان اضرب بمصاكه البحر ط فانلق ذکان  
کل فرق کالطود العظیمه وازلنا ثم الاخرین  
وانجبنا موسیٰ ومن معه اجمعین ثم اغرقنا  
الاخرین

(۶۶ - ۶۱/۶۱)

جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو  
موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے کہ ہم تو پکار  
لے گئے موسیٰ نے کہا ہو کر نہیں ہوا  
پروردگار میرے ساتھ ہے وہ مجھے رستہ  
بتائے گا اس وقت ہم نے موسیٰ کی طرف وحی  
بھیجی کہ اپنی لاشعی دریا پر مارو تو دریا  
پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا (یوں) ہو گیا (کہ)  
گویا بڑا پہاڑ (ہے) اور دوسروں کو وہاں  
ہم نے قریب کر دیا اور موسیٰ اور ان کے ساتھ  
والوں کو (تو) بچا لیا پھر دوسروں کو ڈبو دیا۔

حق ید اللہ خواند درام الکتاب (صفہ ۵۲)

موسل حق کرد نامش ہوتراپ

بہ اللہ کا خطاب حضرت علی کے لئے قرآن پاک سے ثابت نہیں ہے۔

باندہ اہم از جادہ تسلیم دور      نوز آذر من ز ابراہیم دور (صفہ ۶۶)  
آذر کا ذکر قرآن عزیز میں اس طرح ہے۔

وان قال ابراہیم لابیہ اُزِرْ اتَّخِذْ اصْنَامًا الْعِبَادَ  
انّی اریک و قومک فی ضلال مبین ؕ  
اور (وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے) جب  
ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے کہا کہ تم بتوں کو  
کیا معبود بناتے ہو میں دیکھتا ہوں کہ تم  
اور تمہاری قوم صریح گمراہی میں ہو۔  
۷۲/۶

قلب را از صیغہ اللہ رنگ دہ      عشق را ناموس و نام و ننگ دہ (صفہ ۶۹)  
اس شعر کے پہلے مصرع میں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔  
صیغہ اللہ ومن احسن من اللہ صیغہ ونحن  
لہ عہد و نہ  
اور خدا سے بہتر رنگ کر کا ہو سکتا ہے اور  
ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔  
۱۳۸/۲

خیمہ در میدان الا اللہ ز دست      در جہان شاہد علی الناس آمدست (صفہ ۷۰)  
مصرع ثانی کا مفہوم قرآن حکیم کی اس آیت کے ٹکڑے سے ماخوذ ہے۔  
و کذلک جعلکم ائمة و سطاء لتکونوا شهداء علی  
الناس و یکون الرسول علیکم شہیداً ط  
اور اسی طرح ہم نے تم کو امت مہندل بنایا  
ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر  
(آخر الزمان) تم پر گواہ بنیں۔  
۱۴۳/۲

از ہوس آتش بجان افروختے      تیغ راہل من مزید آموختے (صفہ ۷۱)  
ہل من مزید قرآن عزیز کی اس آیت سے ماخوذ ہے جس میں دوزخ کا ذکر کیا گیا ہے۔  
ہوم نقول لہجہم ہل ام تلات و نقول ہل  
من مزید ؕ  
اس دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے کہ کیا تو پھر  
گئی؟ وہ کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے  
۳۰/۵۰

علم مسلم کامل از سوز دل است      معنی اسلام ترک آفل است (صفہ ۷۶)

یہاں مصرع ثانی میں قرآن حکم کی حسب ذیل آیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

جب رات نے ان کو (پردہ تاریکی سے) ڈھانپ لیا  
تو (آسمان میں) ایک ستارا نظر پڑا کہنے لگے  
یہ میرا پروردگار ہے جب وہ غائب ہو گیا تو  
کہنے لگے کہ مجھے غائب ہو جانے والے تو  
پسند نہیں پھر جب چاند کو دیکھا کہ چمک  
رہا ہے تو کہنے لگے یہ میرا پروردگار ہے لیکن  
جب وہ بھی چھپ گیا تو بول اٹھے کہ اگر میرا  
پروردگار مجھے سیدھا رستہ نہیں دکھائے گا  
تو میں ان لوگوں میں ہو جاؤں گا جو ہمشک رہے  
ہیں۔ پھر جب سورج کو دیکھا کہ جگمگا رہا  
ہے تو کہنے لگے کہ میرا پروردگار یہ ہے یہ  
سب سے بڑا ہے مگر جب وہ بھی غروب ہو گیا  
تو کہنے لگے لوگو جن چیزوں کو تم (خدا کا)  
شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا تَارًا هَذَا رَبِّي  
فَلَمَّا أَفَلَ تَارًا لَا أَحِبُّ الْآفِلِينَ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ  
بَازِفًا تَارًا هَذَا رَبِّي لَا كُنتُ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ  
فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً تَارًا هَذَا رَبِّي هَذَا أَكْبَرُ  
فَلَمَّا أَفَلَتْ تَارًا لِقَوْمٍ اتَىٰ رَبَّهُمْ مَّا تُشْرِكُونَ

۴۸- ۴۶/۶

چوں زبند آفل ابراہیم رست درمیاں شعلہ ها نہ کو نشست (صفہ ۴۶)

تلمیح کے لئے ملاحظہ ہو صفہ ۲۲ آیت ۴۸-۴۶/۶

حرف اقرا حق بما تعلم کرد روزی خویش از دست ما تقسیم کرد (صفہ ۸۵)

یہاں پہلے مصرع میں قرآن عزیز کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

(اے محمدؐ) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو

اقرا باسم ربك الذي خلق

جس نے (عالم کو) پیدا کیا۔

بسم

۱/۹۹

آپنے بنماز آیات میں      تا شود اعتناق اعدا خاضعین      (صفہ ۸۶)

اس شعر کے مصرع ثانی میں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ان تشا نزل علیہم من السماء اية فظلت      اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے نشانی اتار

اعتناقہم لہا خاضعین ؕ      دیں پھر ان کی گردنیں اس کے آگے جھک

جائیں ۔

۲/۲۶



اہل حق را رمز توحید از ہر است درائی الرحمن عہداً مضم است (صفحہ ۱۰۵)

اس شعر کے مصرع ثانی میں قرآن عزیز کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ان کل من فی السموت والارض الا انا  
الرحمن عہداً  
تمام شخص جو آسمانوں اور زمین میں ہیں  
سب خدا کے روزِ پندے ہو کر آئیں گے۔  
۹۳/۱۹

ما مسلمانم و اولاد خلیل از ابہم گو اگر خواہی دلیل (صفحہ ۱۰۴)

یہاں مصرع ثانی میں قرآن مجید کی اس آیت کے ٹکڑے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ہوا جنہکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ط  
ملکہ ابہم ابراہیم ط  
اس نے تم کو ہو گزیدہ کیا ہے اور تم پر  
دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی  
(اور تمہارے لئے) تمہارے باپ ابراہیم کا  
دین (پسند کیا)۔  
۷۸/۲۲

مرگ را سامان ز قطع آرزوست زندگانی محکم از لا تقنطوا است (صفحہ ۱۰۸)

اس شعر کے مصرع ثانی میں قرآن حکیم کی حسب ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

قل یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا  
من رحمۃ اللہ ط ان اللہ بغفر الذنوب جمیلاً ط  
انہ هو الغفور الرحیم  
(اے پیغمبر مہرے طرف سے لوگوں سے)  
کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی  
جانوں پر زیادتی کی ہے خدا کی رحمت  
سے ناامید نہ ہونا خدا تو سب گناہوں کو  
بخش دیتا ہے (اور) وہ تو بخشنے والا  
مہربان ہے۔  
۵۳/۳۱

اے کہ در زندان غم باشی اسیر از نبی صلیم لا تحزن بگھر (صفحہ ۱۰۹)

یہاں مصرع ثانی میں قرآن عزیز کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

الا تنصرون فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا  
اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو خدا ان

ثانی اثنین اذہما فی النار ان یقول لصاحبه  
لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکنتہ علیہ  
وایدہ یجنود تم تروہا وجعل کلمۃ الذین کفروا  
السقلى طوکلمۃ اللہ ہی علیہا طواللہ عزیز  
حکیمہ ۲۰/۱

کا مددگار ہے (وہ وقت تم کو یاد ہوگا)  
جب ان کو کافروں نے گھروں سے نکال دیا  
(اس وقت) دو (ہی شخص تھے جن میں  
(ایک ابوبکر تھے) دوسرے (خود رسول اللہ)  
جب وہ دونوں غار (شور) میں تھے اس وقت  
پیشوا اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم  
نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ تو خدا نے ان  
پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو اپنے لشکروں  
سے مدد دی جو تم کو نظر نہیں آتے تھے  
اور کافروں کی بات کو پست کر دیا اور بات تو  
خدا ہی کی بلند ہے اور خدا زبردست (اور)  
حکمت والا ہے۔

قوت ایمان حیات افزایدت ورد لا خوف علیہم بایدت (صفہ ۱۰۶)

یہاں مصرع ثانی میں قرآن مجید کی ۱۱۱ آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ متعدد آیات میں  
بھی اس سے ملتے ہوئے الفاظ اور مفہوم موجود ہیں۔

ہلی من اسلم وجہہ للہ وهو محسن فله اجرہ  
عند ربہ ولا خوف علیہم ولا هم یحزنون  
ہاں جو شخص خدا کے آگے گردن جھکا دے  
(یعنی ایمان لے آئے) اور وہ نیکوکار بھی  
ہو تو اس کا صلہ اس کے پروردگار کے پاس ہے  
اور اسے لوگوں کو (قیامت کے دن) نہ کسی  
طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔  
۱۱۲/۲

چون کلیمے سورے فرعون نے ورد قلب او از لا تخف محکم شود (صفہ ۱۰۶)

اس شعر کے مصرع ثانی میں قرآن حکم کی حسب ذیل آیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جہاں فرعون کے  
دو بار میں لا ٹھہروں کو جادو سے سائب بنتے دیکھ کر حضرت موسیٰ کو خوف ہوا تھا۔

فاو جس فی نفسہ خیفۃ موسیٰ قلنا لا تخف انک  
(اس وقت) موسیٰ نے اپنے دل میں خوف معلوم

انہ الاعلیٰ ؑ  
 کیا ہم نے کہا خوف نہ کرو بلاشبہ تم ہی  
 غالب ہو۔ ۶۸-۶۷/۲۰

تاریق آفتد براہیم خلیل  
 انہما را نقش پائے او دلہل (صفہ ۱۱۵)  
 دیکھئیے صفحہ ۲۲ آیت ۶۷/۲۰-۶۸

آن خدایے لم یزل واآئیں  
 داشتہ در دل آرزوی ملتے (صفہ ۱۱۵)  
 مہمان پہلے مصرع میں قرآن عزیز کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریعتنا امة مسلمة  
 لک وارنا منا سکنا وجعلنا ائک انہ القواب  
 الرحمہ ؑ  
 اے پروردگار ہم کو اپنا فرمانبردار بنائے  
 رکھیو اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک  
 گروہ کو اپنا مطیع بنائے رہیو اور (پروردگار)  
 ہمیں ہمارے طریق عبادت بتا اور ہمارے حال  
 پر (رحم کے ساتھ) توجہ فرما۔ یہ شک تو توجہ  
 فرمائیے والا مہربان ہے۔ ۱۲۸/۲

جوئے اشک از چشم بخواہش جکید  
 تاہام طہرا ہستی شنید (صفہ ۱۱۵)  
 اس شعر کے مصرع ثانی میں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف تلمیح ہے۔

وان جعلنا البیت مثابة للنار وامناط واتخذو  
 من مقام ابراہیم مصلی ط وعقدنا الی ابراہیم  
 واسطیل ان طہرا ہستی للطلأ نفین والذکفین  
 والرتخ السجود ؑ  
 اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے  
 لئے جمع ہونے اور امن پانے کی جگہ مقرر  
 کیا اور (حکم دیا کہ) جس مقام پر ابراہیم  
 کھڑے ہوئے تھے اس کو نماز کی جگہ بنالو  
 اور ابراہیم اور اسطیل کو کہا کہ طواف  
 کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ  
 کرنے والوں کے لئے صوفے گھر کو پاک صاف  
 رکھا کرو۔ ۱۲۵/۲

مہرما ویرانہ آباد کرد  
 طائفان را خانہ بنیاد کرد (صفہ ۱۱۵)  
 اس شعر میں قرآن حکیم کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

وَبَقَا اَنْتَ اسْكَنْتَ مِنْ ذُرِّهِمْ اِذْ هُمْ اَعْدَاءُ  
بَيْنَهُمُ الْمُحَرَّمُ وَبَقَا لِيَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَاجْعَلْ  
اَفْنِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي اِلَيْهِمْ وَاَرْزُقْهُمْ مِّنَ  
الْغُلَامِ اَلَّذِي هُمْ يَشْكُرُوْنَ  
۳۷/۱۲

اے پروردگار میں نے اپنی اولاد میدان (مٹے) میں  
جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت (وادپ) والے گھر کرے  
پاس لایا اسی ہے اے پروردگار تاکہ یہ نماز پڑھیں  
تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ ان کی طرف  
جھکے زمین اور ان کو میوے سے روزی دے تاکہ  
(تہوا) شکر کریں۔

صورت گار بہار مانشت (صفہ ۱۱۶)

تانبہاں تہ علینا غنچہ بست

دیکھنے صبحہ ۲۶ آیت ۱۲۸/۲

آں کہ شان اوست بعدی من یوید از رسالت حلقہ گرد ما کشید (صفہ ۱۱۶)

یہاں میں اولی میں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰیٰتٍ مُّبٰیِّنٰتٍ وَّاَن اَللّٰهُ بِعَدُوِّ  
مِّنْ يُّوَدِّعُ  
۱۶/۲۲  
اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو اتارا ہے (جس  
کی تمام باتیں کھلی ہوئی ہیں) اور یہ (ہمارے  
رکھو) کہ خدا جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا  
ہے۔

قلب مومن را کتابش قوت است حکمتش جبل الورد ملت است (صفہ ۱۱۷)

جبل الورد کی ترکیب قرآن عزیز کی اس آیت سے ماخوذ ہے لیکن اقبال نے اپنے شعر میں حکمت قرآنی  
کو جبل الورد قرار دیا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ  
وَنَحْنُ اقْرَبُ اِلَيْهِ  
۱۶/۵۰  
اور ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جو  
خیالات اس کے دہ میں گزرتے ہیں ہم ان کو  
جانتے ہیں اور ہم اس کی رگ جان سے بھی اس  
سے زیادہ قریب ہیں۔

پس خدا ہوتا شریعت ختم کرد ہر سوں ما رسالت ختم کرد (صفہ ۱۱۸)

اس شعر میں قرآن حکم کی ان آیات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

(اور) آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا  
اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے  
اسلام کو دین پسند کیا۔

الہوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی  
ورضیت لکم الاسلام دیناً ط  
۳/۵

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں  
ہیں بلکہ خدا کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوت) کی  
مہر (یعنی اس کو ختم کر دینے والے) ہیں۔

ماکان محمد اباً احد من رجالکم ولكن  
رسول اللہ وخاتم النبیین ط وکان اللہ  
بکل شیء علیماً ط  
۲۰/۳۳

موسلان و انبیاء آہائے او اکرم او نزد حق انتقائے او (صفحہ ۱۲۰)

یہاں مصرع ثانی میں قرآن مجید کی حسب ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا  
کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک  
دوسرے کو شناخت کرو (اور) خدا کے نزدیک تم میں  
زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے  
یہ شک خدا سب کچھ جانتے والا (اور) سب سے  
خبردار ہے۔

ایماہا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی  
وجعلنکم شعوباً و قبائل لتعارفوا ط  
ان اکرمکم عند اللہ اتقوا ط ان اللہ علیہم  
خبیر ط  
۱۳/۲۹

گل مومن اخوة اندر دلش حریت سرمایہ آب و گلش (صفحہ ۱۲۱)

اس شعر میں قرآن عزیز کی اس آیت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں  
میں صلح کر دیا کرو اور خدا سے ڈرنے و ہو تاکہ  
تم پر رحمت کی جائے۔

اتما المؤمنون اخوة فاصلحوا بینهما  
واقتوا اللہ لعلکم ترحمون ط  
۱۰/۲۹

ہم جو سرور آزاد فرزندان او پختہ از قالوا بلیٰ یہاں او (صفحہ ۱۲۱)

یہاں مصرع ثانی میں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اور جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی ان کی

واذاخذ ربکم من بنی ادم من ظهورہم

نَزَّيْتَهُمْ وَاشْهَدُوا لَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ ۚ السَّعْيُ  
 بِرَبِّكُمْ طَقَالُوا بِطَلِيٍّ شَهِدْنَا ۚ اُنْ تَقُولُوا يَوْمَ  
 الْقِيَمَةِ اَنَا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ ۚ  
 ۱۴۲/۴

پیشمون سے ان کی اولاد نکالی تو ان سے خود ان  
 کے مقابلے میں اقرار کرا لیا (یعنی ان سے بوجھا کہ)  
 کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ وہ کہنے لگے  
 کیوں نہیں ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا پروردگار ہے)  
 (یہ اقرار اس لئے کرایا تھا) کہ قیامت کے دن  
 (کہیں یوں نہ) کہنے لگو کہ ہم کو تو اس کی خبر ہی  
 نہ تھی۔

گفت قاضی فی القصاص آتد حیوة  
 زندگی گیرد بایں قانون نبات (صفحہ ۱۲۲)

یہاں مصرع اولیٰ میں قرآن حکیم کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔  
 وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يٰۤاُولٰٓئِیَ الْاَلْبَابِ  
 لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۚ  
 ۱۴۱/۲

اور اے اہل عقل (حکم) قصاص میں (تمہاری)  
 زندگانی ہے کہ تم (قتل و خونریزی سے) بچو۔

مَدْعٰی رَا تَابْ خَامُوشِ نَمَانْد  
 آہُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ خَوَانْد (صفحہ ۱۲۴)

اس شعر کے مصرع ثانی میں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔  
 اِنَّ اللّٰهَ بِاَمْرِ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ رَءِیْفٌ  
 ذٰی الْقَرْبِیِّ وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ  
 وَیَهْدِیْۤ اِلَیْ طَرِیْقٍ لِّعَظَمٰکُمْ تَذٰکُرُوْنَ ۚ  
 ۹۰/۱۶

خدا تم کو انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں  
 کو (خرج سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے اور پرہیزگاری  
 اور ناحقوں کا ہون اور سرکشی سے منع کرتا ہے (اور)  
 تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

اللّٰه اللّٰه ہائے بِسْمِ اللّٰه ہدر  
 معنی ذبح عظیم آمد ہدر (صفحہ ۱۲۶)

دیکھئے صفحہ ۱۷ آیت ۱۰۲/۳۷-۱۰۷

درمیان آیت آن کیوان جناب  
 معجو حرف قل هو اللّٰه در کتاب (صفحہ ۱۲۷)

یہاں مصرع ثانی میں قرآن عزیز کی اس آیت کی طرف اشارہ مقصود ہے۔  
 قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ  
 ۱/۱۱۲

کہو کہ وہ (ذات پاک جس کا نام لا اللّٰه ہے) ایک ہے۔

آن کہ در قرآن خدا اور استود      آن کہ حفظ جان اور موعود بود (صفہ ۱۲۱)

یہاں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اقبال نے اس آیت کریمہ کے قول کو واقعہ ہجرت سے مقدم سمجھا ہے حالانکہ یہ ہجرت کے بعد جنگ بدر کے موقع پر نازل ہوئی ہے۔

لَمَّا يَأْتِ الرَّسُولُ بِمَنْعٍ مَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط  
وَأَنْ لَمْ تَنْصَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ ط وَاللَّهُ  
يَعْلَمُكَ مِنَ النَّاسِ ط إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي  
الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ط  
اے پیغمبر جو ارشادات خدا کی طرف سے تم پر نازل  
ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچا دو اور اگر ایسا نہ کیا  
تو تم خدا کے پیغام پہنچانے میں قاصر رہے (یعنی  
پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور خدا تم کو لوگوں سے  
بچائے رکھے گا یہی شک خدا منکروں کو ہدایت نہیں دیتا  
۶۷/۵

جنتے ہستند در پیش القوار      تاحلوا قومہم دارالبوار (صفہ ۱۲۲)

اس شعر میں قرآن حکیم کی حسب ذیل آیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

أَلَمْ تَوَالِي الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا  
وَاحْلَوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ط جَعَلْتُمْ مِصْلُونَهُ ط  
وَبَشِّرِ الْقَوَارِ ط  
کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے خدا کے  
احسان کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی  
کے گھر میں اتارا (و گھر) دوزخ ہے (سب ناشکری)  
اس میں داخل ہوں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔  
۲۸/۱۲

گرچہ ملت ہم پیور مثل فرد      از اجل فرمان پذیرد مثل فرد (صفہ ۱۲۳)

اس شعر کے مصرع ثانی میں قرآن عزیز کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

وَلَكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ط فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَاخِرُونَ  
سَاعَةً وَلَا يَسْتَعِدُّونَ ط  
اور ہر ایک فرقے کے لئے (ہوے گا) ایک وقت مقرر ہے جب  
وہ وقت آجاتا ہے تو نہ ایک گھڑی دیر کر سکتے ہیں نہ  
جلدی۔  
۲۲/۷

امت مسلم زآیات خداست      اصلتراز ہنگامہ قالواہلی ست (صفہ ۱۲۴)

دیکھئے صفحہ ۲۸ ۱۷۲/۷

از اجل امن قوم ہے پرواستے      استوار از نحن تزلنا سنے (صفہ ۱۲۵)

یہاں مصرع ثانی میں قرآن حکیم کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اَنَا نَحْنُ تَزَلْنَا الذِّكْرَ وَاَنَا لَهُ لَاحِظُونَ  
 میرے شک یہ (کتاب) نصیحت ہم ہی نے اٹاری ہے اور  
 ہم ہی اس کے نگہبان ہیں ۔ ۶/۱۵

تَاخِذُوا اَنْ تَطْفُوْا فَرِيْدَةٌ اَسَتْ  
 از فریدن این چراغ آموده است (صفہ ۱۳۷)  
 اس شعر کے پہلے مصرع میں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس شعر کے تحت رموز  
 کے فتوحات میں جو آیت دی گئی ہے وہ شعر کے حوالے والی آیت سے مختلف ہے جو سہو معلوم  
 ہوتا ہے۔

مَرِيْدُونَ اَنْ تَطْفُوْا نُوْرَاللّٰہِ بِاَنْوَاہِمُ و  
 مَایِ اللّٰہِ اِلَّا اَنْ یَّمُتْ نُوْرُہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ  
 یہ چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ سے  
 (پھونک مار کر) بجھا دیں اور خدا اپنے نور کو بڑا  
 کئے بغیر دھننے کا نہیں اگرچہ کافروں کو برا ہی  
 لگے۔ ۳۲/۱

حرف اووا رہب نے تبدیل نے آیہ اش شرمندہ تاویل نے (صفہ ۱۴۰)  
 اس شعر کے پہلے مصرع میں قرآن عزیز کی اس آیت کے فکری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔  
 ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَہْبَ فِیْہٖ ؟  
 یہ کتاب (قرآن مجید) اس میں کچھ شک نہیں (کہ)  
 کلام خدا ہے۔ ۲/۲

نیز اسی مصرع میں قرآن حکیم کی ذیل کی آیت کی طرف اشارہ مقصود ہے۔  
 لَہُمُ الْہِیْزُ فِی الْحَیْوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرۃِ  
 لا تَدْبِیْلُ لَکُمُ اللّٰہُ ط ذٰلِکَ ہُوَ الْفَوْزُ  
 ان (خاصان خدا) کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی  
 بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔ خدا کی باتیں بدلنے  
 نہیں ہیں تو بڑی کامیابی ہے۔ ۶۴/۱۰

نوع انسان را پیام آخرین حامل او رحمة للعالمین (صفہ ۱۴۰)  
 اس شعر کے دوسرے مصرع میں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ مقصود ہے۔  
 وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ  
 اور (اے محمد) ہم نے تم کو تمام جہان کے لئے رحمت  
 (بنا کر) بھیجا ہے۔ ۱۰۷/۲۱



آنکہ دوش کوہ ہارشرہ نطافت سطوت او زہرہ گردون شگافت (صفہ ۱۴۱)

اس شعر میں قرآن عزیز کی ذہل کی آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس شعر کے تحت ذیل نوٹ میں جو آیت ذی گئی ہے وہ صحیح نہیں معلوم ہوئی۔

لوانزلنا هذا القرآن علی جہل گراہتہ خاشعاً اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم (اس)  
معمداً من خشية اللہ طوتلک الامثال نضرہا (کو) دیکھتے کہ خدا کے خوف سے دہا اور پھٹا جاتا  
للناس لعلہم يتذکرون ۲۱/۵۱ ہے اور یہ باتیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں  
تاکہ وہ ذکر کریں۔

قلم کردی اور خود واد رزہر جادہ پیمانی الی شی نکر (صفہ ۱۴۲)

اس شعر کے پہلے مصرع میں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

فقططعوا ہر ہم بینہم زہر اٹگی حزب تو پھر انہوں نے آپس میں اپنے کام کو متفرق کر کے جدا  
بمالہم فرحونہ ۵۳/۲۳ جدا کر دیا جو چیز جس فرقے کے پاس ہے وہ اسی سے  
خوش ہو رہا ہے۔

اور دوسرے مصرع میں قرآن حکیم کی ایک آیت کے حسب ذیل ٹکڑے کی طرف اشارہ ہے۔

یوم مدع الذاع الی شی تکرۃ جس دن (یعنی روز قیامت) بلائے والا ان کو ایک ناخوش  
گوار چیز کی طرف بلائے گا۔ ۶/۵۲

من شہد ستم زہار حیات اختلاف ستم مقراض حیات (صفہ ۱۴۵)

مصرع ثانی کا مضمون قرآن عزیز کی اس آیت سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔

واطمعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا اور خدا اور اس کے رسول کے حکم پر چلو اور آپس میں  
وتذہب ویمکم واصبروا طاق اللہ ہم جھگڑا نہ کرنا کہ (ایسا کرو گے تو) تم بزدل ہو جاؤ گے  
الصوبینہ ۲۶/۸ اور تمہارا اقبال جاتا رہے گا اور صبر سے کام لو کہ خدا  
صبر کرنے والے کا مددگار ہے۔

ماہیہ خاک و دل آگاہ اوست اعتما مشکن کہ جہل اللہ اوست (صفہ ۱۴۵)

اس شعر میں قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

واعصوا بحیل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا واذکروا  
نعمت اللہ علیکم اذ کتم اعدائکم فآلکم بین  
قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً وکتم علی  
شداحفرۃ من النار فانقذکم منعاظ کذلک  
یمین اللہ لکم ایہ لعلکم تعقدون ؕ

۱۰۳/۳

اور سب مل کر خدا کی (ہدایت کی) فرس کو مضبوط  
پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا اور خدا کی اس مہربانی  
کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس  
نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی  
مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گھڑے  
کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو خدا نے تم کو اس سے بچا  
لیا۔ اس طرح خدا تم کو اپنی آئین کھول کھول کر سناتا  
ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

میں تدانی آیہ ام الکتاب امت عادل ترا آمد خطاب (صفحہ ۱۶۲)

دیکھنیے صفحہ ۲۱ - ۱۲۳/۲

آئینہ پاک از ہوی گفتار او شرح رمز ماغوی گفتار او (صفحہ ۱۶۲)

یہاں قرآن مجید کی ان آیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

والنجم اذا ہوئے ماضل صاحبکم : ماغویۃ  
وما یناطق من العویۃ ۲ - ۱/۵۲  
(تاریخ کی قسم جب غائب ہونے لگے کہ تمہارے رفیق  
(محمد) نہ رہے نہ بھولے ہیں نہ بھٹکے ہیں اور  
نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں۔

جلوہ در تاریکی ایام کن آنچہ ہو تو کامل آمد عام کن (صفحہ ۱۶۳)

دیکھنیے صفحہ ۲۷ : ۳/۵

تو کہ مقصود خطاب انظری ہر چرا این راہ چون کو راں ہری (صفحہ ۱۶۴)

اس شعر کے مصرع اولیٰ میں آیہ قرآنی کے حسب ذیل ٹکڑے کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔

انظر کیف نصرنا الایت ثم ہم یصدفون ؕ  
۲۱/۶  
دیکھو ہم کس کس طرح اپنی آئین بیان کرتے ہیں  
پھر بھی یہ لوگ روگردانی کئے جاتے ہیں۔

علم اسما اعتبار آدم است حکمت اشیا حصار آدم است (صفحہ ۱۶۸)

دیکھنیے صفحہ ۱۶ : ۳۲/۲ - ۳۲

پوشش مہمانی مردان زن است حسن دلجو عشق را پوراہن است (صفہ ۱۴۳)  
 اس شعر میں قرآن کریم کی آیت کے حسب ذیل ٹکڑے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔  
 ہن لباس لکم وانتم لباس لھن ط وہ تمہاری پوشاک ہمیں اور تم ان کی پوشاک ہو۔  
 ۱۸۴/۲

مانورے آن تاجدار ہدائی مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا (صفہ ۱۴۴)  
 تاجدار ہدائی سے مراد حضرت علی مرتضیٰ ہیں جس کے ایثار اور فداکاری کی (بقول بعض مفسرین)  
 حق تعالیٰ نے اس سورت میں اس طرح مدح فرمائی ہے۔  
 ہدائی علی الانسان حين من الدهر لم يكن شيء مذکوراً ہے کہ وہ کوئی چیز قابل ذکر نہ تھا۔ ۱/۷۶  
 ويطعمون الطعام على حبه مسكناً ویتھموا واسراً اور باوجودیکہ ان کو خود طعام کی خواہش (اور حاجت) ہے فقہروں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلانے میں۔ ۸/۷۶

ہمت او کشت ملت را جواہر ثانی اسلام و غار و بدر و قہر (صفہ ۱۸۱)  
 دیکھنیے صفحہ ۲۲/۶  
 آن نگاہیں سر مازاع البصر سورے قوم خویش باز آید اگر (صفہ ۱۸۶)  
 اس شعر کے پہلے مصرع میں قرآن عزیز کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔  
 مازاع البصر وما طفی ان کی آنکھ نہ تو اور طرف مائل ہوئی اور نہ (حد سے) آگے بڑھی۔ ۱۴/۵۳

خوف لا تحزنوا اندر ہوش انتم الاعلون تاجری ہوسرش (صفہ ۱۹۱)  
 یہاں قرآن حکیم کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔  
 ولا تحزنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون اور (دیکھو) بہدل نہ ہونا اور نہ کسی طرح کا غم کرنا اگر تم مومن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔ ۱۳۱/۳

از منات ولات و عزى و هبل      ہو مکے دارد بتے اندر بخل      (صفہ ۱۹۲)

منات لات اور عزى بتوں کے نام قرآن مجید کی ان آیات میں ملتے ہیں۔

افراء بتم اللہ والعزى ة ومنوة الثالثة	بھلا تم لوگوں نے لات اور عزى کو دیکھا اور تمہارے
الاخرى ة      ۲۰-۱۹/۵۳	منات کو (کہ یہ بت کہیں خدا کے <sup>مانند</sup> ہو سکتے ہیں)۔

---

(طہم پنجم ۱۹۲۶ھ)

بہام مشرق

(صفحہ ۲)

آفتاب ما توارت بالحجاب

دیدہ اے خسرو کیوان جناب

اس شعر کے مصرع ثانی میں قرآن عزیز کی ان آیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اذ عرض علیہ بالعشی الصفت الجہادۃ فقال  
اقتی احببت حب الخیر عن ذکر رقی حق توارت  
بالحجاب ۳۸/۳۱-۳۲  
جب ان کے سامنے شام کو خاصے کے گھوڑے پیش کرتے  
گئے تو کہنے لگے کہ میں نے اپنے پروردگار کی یاد  
سے (غافل ہو کر) ماں کی محبت اختیار کی یہاں تک  
کہ (آفتاب) پردے میں چھپ گیا۔

(صفحہ ۶)

ہر کجاہیں خیر را بینی بگھر

گفت حکمت را خدا ہر کجھر

یہاں قرآن حکیم کی حسب ذیل آیت کے ٹکڑے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

تَبَوُّی الْحِکْمَةَ مِنْ تَشَآؤَمٍ وَمِنْ بَوِّتِ الْحِکْمَةِ فَقَدْ  
اَدْنٰی خِیْرًا کَثِیْرًا ط وَما یَدْرٰکُ الْاَوَّلٰو الْاٰلِہَاب ۲  
۲۶۹/۲  
وہ جس کو چاہتا ہے دانائی بخشتا ہے اور جس کو  
دانائی ملی ہے شک اس کو بڑی نصیحت ملی اور نصیحت  
تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہیں۔

(صفحہ ۶)

وہ زدن از زبان او چکید

گرچہ عین ذات را ہے پردہ دید

وہ زدن کی ترکیب قرآن مجید کی اس آیت سے ماخوذ ہے۔

فَتَطَّلِعْ اِلٰہَ الْمَلٰئِکَ الْحَقِّ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ  
مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّقْضٰی اِلَیْکَ وَحِیْہُ وَقَدْ رَہٰ زَدْنِ  
عِلْمًا ۲۰/۱۱۲  
تو خدا جو سجا بادشاہ ہے عالی قدر ہے اور  
قرآن کی وحی جو تمہاری طرف بھیجی جاتی ہے  
اس کے پورا ہونے سے پہلے قرآن کے (پڑھنے کے)  
لئے جلدی نہ کیا کرو اور دعا کرو کہ میرا پروردگار  
مجھے اور زیادہ علم دے۔

(صفحہ ۶)

ہم عصا و ہم بد بیضا سننے

علم اشبا علم الاسما سننے

دیکھتے صفحہ ۲۰/۱۱۲ - ۳۱/۲ - ۱۰۸/۱۰۷

ہر روز از ورطۃ بود و عدم شو

فزون تر زمین جہان کف و کم شو

(صفحہ ۲۶)

جو ابراہیم صہار حرم شو

خود ی تصویر کن در پیکر خویش

دیکھتے صفحہ ۲۷ : ۳۷/۱۳

دیدیہم جو جنگ بردہ نامبر او درید  
 جز "یسفک الدما" "خصیم مہین" نبودہ (صفحہ ۱۶۴)  
 "یسفک الدما" کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۶ : ۳۰/۲۰  
 "خصیم مہین" کی ترکیب قرآن عزیز کی اس آیت سے ماخوذ ہے۔

اولم یوال انسان انا خلقنہ من نطفۃ فاذا  
 ہو خصیم مہین : ۷۷/۲۶  
 کہا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو نطفے سے  
 پیدا کیا پھر وہ تڑاں پڑاں جھگڑنے لگا۔

بخاکہ ہند نوائے حیات ہے اثر اسے  
 کہ مردہ زندہ نکرد ز نغمۂ داؤد (صفحہ ۱۶۸)  
 حضرت داؤد کا ذکر قرآن حکیم میں یوں آیا ہے۔

انا سخرنا الجبال بعدہ یسبحن بالمدح  
 والا شراۃ والطیر محشورۃ طلل لہ اوابۃ  
 ۱۹-۱۸/۲۸  
 ہم نے پہاڑوں کو ان کے زیر فرمان کر دیا تھا کہ صبح  
 و شام ان کے ساتھ (خدا نے) پاک (کا) ذکر کرتے  
 تھے اور پرندوں کو بھی کہ جمع رہتے تھے سب ان  
 کے فرمانبردار تھے۔

(طہم یازدہم مارچ ۱۹۲۷ء)

ہا ننگہ درا

آتی ہے ندی فراز کوہ سے گاتی ہوئی کوثر و تسنیم کی بوجوں کو شرماتی ہوئی (صفحہ ۵)

کوثر و تسنیم جنت کی دو نہروں کے نام ہیں جن کا ذکر قرآن عزیز میں اس طرح آیا ہے۔

اتَّأَمَّطْنٰكَ الْكُوْثَرُۃَ ۱/۱۰۸ (اے محمد) ہم نے تم کو کوثر عطا فرمائی ہے۔

ومزاجہ من تسنیم ؕ عیناً یّشرب بها المقربون ؕ اور اس میں تسنیم (کے پانی) کی آمیزش ہوئی وہ

ایک چشمہ ہے جس میں سے (خدا کے) مقرب ۲۸-۲۷/۸۲

پنہن گئے۔

تو زمان و مکان سے رشتہ بہا طاثر سدرہ آشنا ہوں میں (صفحہ ۲۹)

طاثر سدرہ آشنا سے حضرت جبریل مراد ہیں۔ سدرہ اور حضرت جبریل کا ذکر قرآن کریم کی حسب ذیل آیات میں ملتا ہے۔

ولقد رآہ نزلة اخرى ؕ عند سدرۃ المنتهى ؕ اور انہوں نے اس کو ایک اور بار بھی دیکھا ہے بولی

حد کی پہری کے پاس۔ ۱۴-۱۳/۵۳

صبح ازل جو حسن ہوا دلستان عشق آواز کن ہوئی تہرا آموز جان عشق (صفحہ ۲۳)

کن کا لفظ قرآن حکیم میں متعدد جگہ آیا ہے۔ یہاں ایک مقام نقل کیا جاتا ہے۔

اتَّأَمَّ اَمْرَہُ اِذَا ارَادَ شَیْءًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہُ کُن اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ

نہی کہے کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جاتو وہ ہو ۸۲/۲۶

جاتی ہے۔

یہ حکم تھا کہ گلشن کن کی بہار دیکھ ایک آنکھ لیکے خواب پریشان ہزار دیکھ (صفحہ ۲۳)

دیکھتے صفحہ ۳۸ ۸۲/۳۷

گل و گلزار ترے خلد کی تصویریں ہیں یہ سمجھی سورۃ الشمس کی تفسیریں ہیں (صفحہ ۲۵)

والشمس قرآن عزیز کی اکیانوین سورۃ کا نام ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے شمس (آفتاب و قمر) کی قسم

کھائی ہے۔

میرے بگڑے ہوئے کاموں کو بنایا تو نے بار جو مجھ سے نہ اٹھا وہ اٹھایا تو نے (صفحہ ۲۶)

یہاں بزم قدرت انسان سے مخاطب ہے اور قرآن مجید کی حسب ذیل آیت کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

اتما عرضنا الامانة على السموات والارض والجبال  
فانهن ان يحملنها واشققن منها وحملها  
الانسان طائفة كان ظلوماً جهولاً  
ظالم اور جاہل تھا۔ ۷۲/۲۳

ہم نے (بار) امانت کو آسمانوں اور زمین پر پیش کیا تو  
انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے  
ڈو گئے اور انسان نے اس کو اٹھالیا۔ بے شک وہ  
ظالم اور جاہل تھا۔

طلسم ظلمت شب سورۃ والقور سے توڑا اندھے میں اڑایا تاج زرشم شہستان کا (صفحہ ۲۷)  
قرآن حکیم کی ۲۴ ویں سورۃ کا نام سورۃ نور ہے۔

قصۃ دارودسن بازئی طفلانہ دل التجائے ارنی سرخی افسانہ دل (صفحہ ۵۴)

اس شعر کے مصرع ثانی میں قرآن عزیز کی مندرجہ ذیل آیت کے ٹکڑے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ولما جاء موسى لميقاتنا وگلمہ رہے قال رب  
ارقني انظر اليك ط قال لن تراني -  
اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر (کوہ طور  
پر) پہنچے اور ان کے پروردگار نے ان سے کلام کیا تو  
کہنے لگے کہ اے پروردگار مجھے (جلوہ) دکھا کہ  
میں تیرا دیدار (بھی) دیکھوں پروردگار نے فرمایا  
کہ تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔ ۱۲۳/۷

شجر ہے فرقہ آرائی مصعب ہے ثم اس کا یہ وہ پھل ہے کہ جنت سے نکلواتا ہے آدم کو

(صفحہ ۷۰)

اس شعر کے مصرع ثانی میں قرآن کریم کی حسب ذیل آیت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اگرچہ آیت کریمہ  
میں فرقہ آرائی کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے۔

وقلنا يا آدم اسكن انت وزوجك الجنة وكلا منها  
رغداً حيث شئتما ولا تقربا هذا الشجرة  
فتكونا من الظالمين فانزلهما الشيطان عنها  
فاخرجهما مما كانا فيه ۲۵-۲۶

اور ہم نے کہا کہ اے آدم تم اور تمہاری بیوی ہمیشہ  
میں رہو اور جہان سے چاہو میری روک ٹوک کھاؤ  
(بیوی) لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا نہیں تو  
ظالموں میں (داخل) ہو جاؤ گے۔ پھر شیطان نے



دونوں کو وہاں سے پھسلا دیا اور جس (عیشو  
نشاط) میں تھے اس سے ان کو نکلوا دیا۔

سنئے کوئی مری غریب کی داستان مجھ سے بھلا بلا قصہ پیمانِ اولین میں نے (صفہ ۸۰)  
دیکھتے صفحہ ۲۸ (۱۷۲/۷)

کبھی میں ذوقِ تکلم میں طور پر پہنچا چھپا ہوا نوازِ زبرِ آستین میں نے (صفہ ۸۰)  
دیکھتے صفحہ ۲۰ (۱۷۴/۷)

کبھی صلیب پہ اپنوں نے مجھ کو لٹکا کھا فلک کو سفر چھوڑ کر زمین میں نے (صفہ ۸۰)  
اس شعر کے مصرعِ ثانی میں قرآن مجید کی حسبِ ذیل آیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ  
اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ط  
وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ط مَا  
لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ  
بَقِيْنَةً ۚ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ط وَكَانَ اللَّهُ  
عَزِيزًا حَكِيمًا ط ۱۵۸-۱۵۷/۲

اور یہ کہنے کے سبب کہ ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ  
مسیح کو جو خدا کے پیغمبر (کہلاتے) تھے قتل  
کر دیا ہے (خدا نے ان کو ملامت کر دیا) اور انہوں  
نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا اور نہ انہیں سولی پر  
چڑھایا بلکہ ان کو ان کی سی صورت معلوم ہوئی  
اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ  
ان کے حال سے شک میں پڑے ہوئے ہیں اور یہودی  
ظن کے سوا ان کو اس کا مطلق علم نہیں اور انہوں  
نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے ان  
کو اپنی طرف اٹھالیا اور خدا غالب اور حکمت والا  
ہے۔

مندے کلم جس کے پرست جہان کے سینا نوح نبی کا آکر ٹھہرا جہان سفینا (صفہ ۸۷)

قرآن حکم میں سفینۂ نوح کا ذکر اس طرح آتا ہے لیکن یہ مسلم ہے کہ جودی جو طور سینا کی ایک  
جوٹی ہے بلادِ عراق میں واقع ہے۔ علامہ کو یہاں سہو ہوا کہ جودی کو ہندوستان سے منسوب کر دیا۔

واستوت علی الجودی - ۲۲/۱۱ اور کشتی کوہ جودی پر جا ٹھہری۔

جائے حیرت ہے ہر اسارے زمانے کا ہوں میں مجھ کو یہ خلعتِ شرافت کا عطا کیوں کر ہوا  
(صفہ ۱۰۲)

اس شعر کا مفہوم قرآن عزیز کی مندرجہ ذیل آیت سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔

ولقد کرمنا بنی آدم و حملنہم فی البتر و البحر  
ورزقنہم من الطیب و فضلنہم علی کثیر ممن  
خلقنا تفضیلاً ۴۰/۱۷  
اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو جنگل اور  
دربار میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور  
اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔

کچھ دکانے دیکھنے کا نفاذ تقاضا طور پر  
کھا خیر ہے تجھ کو اے دل فیصلہ کیوں کر ہوا  
(صفحہ ۱۰۲)

دیکھنیے صفحہ ۳۹ ۱۲۳/۷

اڑ بیٹھے کیا سمجھ کے بھلا طور پر کلیم  
طاقت ہودید کی تو تقاضا کرے کوئی (صفحہ ۱۰۵)  
دیکھنیے صفحہ ۳۹ ۱۲۳/۷

نہ پوجھاں خرقہ پوشوں کی ارادت ہونو دیکھاں کو  
بد بیضا لٹے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں (صفحہ ۱۰۸)

یہاں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ اہل نیر اہل فقر کے ہاتھوں کو حضرت موسیٰ  
کے دست مبارک (بد بیضا) سے نسبت دی ہے۔

واضح بدک الی جناحہ تخرج بیضاؤں میں غیر سوہ  
الہ اخریۃ ۲۲/۲۰  
اور اپنا ہاتھ اپنی بخل سے لگا لو وہ کسی عیب  
(بیماری) کے بغیر سفید (چمکا د مکتا لکھے گا۔  
(بہ) دوسری نشانی (ہے)۔

ذرا سا تو دل ہوں مگر شوخ اتنا  
وہی لن ترانی سنا جاتا ہوں (صفحہ ۱۱۰)  
دیکھنیے صفحہ ۳۹ ۱۲۳/۷

سختیاں کرتا ہوں دل پر غیر سے غافل ہوں میں  
ہا نے کیا اچھی کہی ظالم ہوں میں جاہل ہوں میں (صفحہ ۱۱۱)

دیکھنیے صفحہ ۳۹ ۱۲۳/۷

شوخی میں ہے سوال مکرر میں اے کلیم  
شرط رضا یہ ہے کہ تقاضا بھی چھوڑ دے (صفحہ ۱۱۲)

دیکھنیے صفحہ ۳۹ ۱۲۳/۷

نہ مجھ سے کہہ کہ اجل ہے پیام عشق و سرور نہ کہنچ نقشہ کیفیت شراب طہور (صفہ ۱۲۳)  
شراب طہور کی ترکیب قرآن کریم کی اس آیت کے ٹکڑے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

وسقلم ربهم شراباً طہوراً ؕ ۲۱/۴۶ اور ان کا پروردگار ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائیے گا۔

مجھے فریقہ ساقی جمیل نہ کر یہاں خور نہ کر ذکر سلسبیل نہ کر (صفہ ۱۲۳)  
سلسبیل کا ذکر قرآن حکیم میں اس طرح آتا ہے۔

میںاً فیہا تسقوا سلسبیلآ ؕ ۱۸/۴۶ یہ بہشت میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل ہے۔

صدائے لہ ترائی سن کے اے اقبال میں چپ ہوں

تقاضوں کی کہاں طاقت ہے مجھ فرقہ کے مارے میں (صفہ ۱۲۴)

دیکھنیے صفحہ ۳۹ ۱۲۳/۷

خصوصیت نہیں کچھ اس میں اے کلم تری شجر حجر بھی خدا سے کلام کرتے ہیں (صفہ ۱۲۸)

دیکھنیے صفحہ ۳۹ ۱۲۳/۷

کر کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے دھننے تھے

منہ کے من گو کے ہواللہ احد کہتے تھے (صفہ ۱۸۰)

دیکھنیے صفحہ ۲۹ ۱۱۱/۷

جاہتے سب ہیں کہ ہوں اوج نوباً بہ مقم پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلب سلیم (صفہ ۲۲۴)

قلب سلیم کی ترکیب قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

الا من اتی اللہ بقلب سلیم ؕ ۸۶/۲۶ ہاں جو شخص خدا کے پاس پا کرے دل لے کر آیا (وہ

بیج جائے گا)۔

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے روضہ شان روضا لک ذکر کہ دیکھے (صفہ ۲۳۱)

یہاں مصرع ثانی میں قرآن عزیز کی حسب ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

روضنا لک ذکر کہ ؕ ۲/۶۴ اور (اے پیغمبر ہم نے) تمہارا ذکر بلند کیا۔

• کشتی مسکین "جان پا" و "دیوار پیتم"

(صفحہ ۲۸۹)

علم موسیٰ بھی ہے تھوے سامنے حیرت فروش

اس شعر میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کی ملاقات کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر قرآن حکیم میں اس طرح ہے۔

تو دونوں جل پڑے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو (خضر نے) کشتی کو پھاڑ ڈالا (موسیٰ نے) کہا کیا آپ نے اس کو اس لئے پھاڑا ہے کہ سواروں کو غرق کر دیں۔ یہ تو آپ نے بڑی (عجیب) بات کی (خضر نے) کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے (موسیٰ نے) کہا کہ جو پھول مجھ سے ہوئی اس پر مواخذہ نہ کیجئے اور میرے معاملہ میں مجھ پر مشکل نہ ڈالئے۔ پھر دونوں جلے یہاں تک کہ (رسنے میں) ایک لڑکا ملا تو (خضر نے) اسے مار ڈالا (موسیٰ نے) کہا کہ آپ نے ایک بے گناہ شخص کو (ناحق) بھیج کر قصاص کر کے مار ڈالا (یہ تو) آپ نے بڑی بات کی (خضر نے) کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں اس کے بعد (پھر) کوئی بات بوجھوں (یعنی اعتراض کروں) تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں گے گا کہ آپ میری طرف سے عذر (کے قبول کرنے میں غایت) کو پہنچ گئے۔ پھر دونوں جلے یہاں تک کہ ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے اور ان سے کھانا طلب کیا انہوں نے ان کی ضیافت کرنے سے انکار کر دیا پھر انہوں نے وہاں ایک دیوار دیکھی جو (جھک کر) گرا جا رہی تھی تو (خضر نے) اس کو سیدھا کر دیا موسیٰ نے کہا کہ اگر آپ چاہتے تو ان سے (اس

فانطلقا فَرَحَقُوا اِذَا رَكَابِي السَّفِينَةِ خَرَقَعَا ط قَالَ اِخْرَقْتُمَا لِنَفْسٍ اٰهْلَهَا لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِمْرًا قَالَا اَلَمْ اَقُلْ اَنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَا لَا تَاْخُذْنِيْ بِمَا نَدِيْعٌ وَلَا تَرْتَقِنِيْ مِنْ اَمْرِىْ عَصْرًا فَاَنْطَلَقَا فَرَحَقُوْا اِذَا لَقِيَا غُلَامًا فَتَلَدُّا قَالَا اَقْتُلْتُمْ نَفْسًا زَكٰىهٖٓ اَمْ يَسْمُرُوْنَ فَتَسْرٰطُ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا تَكْوَرًا قَالَا اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اَنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَا اِنْ سَاَلْتَنَا عَنْ شَيْءٍ مَّعْدُوْرًا فَلَا نَصِيْحَتِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّيْ عَذْرًا فَاَنْطَلَقَا فَرَحَقُوْا اِذَا اِنْتَبَا اَهْلَ قَرْيَةٍ اَسْتَطَعْنَا اٰهْلَهَا فَاَنۢبَاوَا اَنْ يَّخِيْفُوْهُمَا فَاَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُرِيْدُ اَنْ يَّنۡقُضَ عَلَيْهِمْ طَوۡفًا مِّنۡ اَلُوۡسٍ لِّتُخَذَ عَلَيْهِمْ جُرۡاۡةٌ قَالَا هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ سَانِيۡكَ بِتَارِيۡلٍ مَّالٍ تَسْتَطِيْعُ عَلَيْهِ صَبْرًا اِنَّمَا السَّفِيۡنَةُ نَكَاتٌ لِّلْمَسْكِيۡنِ يَّجۡرُ بِمٰمِلُوۡنَ فِيۡ الْبَحۡرِ فَاَرَدَ اَنْ اٰمِيۡحَهَا وَكَانَ رَوۡاۡءَ هِمِّ مَلِكٍ يَّاخُذُ كُلَّ سَفِيۡنَةٍ غَصْبًا وَاِنَّمَا الْغُلَمَ نَكَانَ اِبۡرَآءَ مُؤْمِنِيۡنَ فَنَخۡشِيۡهُمَا اَنْ يَّوۡرِقۡهُمَا طٰغِيٰتًا وَّكَفَرًا فَارۡدَا اَنْ يَّجِدَ لَهَا رَٰحَةً خِيَرًا مِّنۡهُ زَكٰوۡةٌ وَّاَقْرَبَ رَحِمًا وَاِنَّمَا الْجِدَارُ كَانَ لِّلۡمٰمِلِيۡنَ يَخۡمِيۡنَ فِيۡ الدِّيۡنَةِ وَكَانَ تَحۡتَهُ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اِبۡرَٰهِيۡمَ صَالِحًا فَارَادَ اَنْ يَّهۡلِكَ اٰثۡدُهُمَا وَاِيسۡخَرۡجَا كَنْزَهُمَا رَحِمَةً مِّنۡ رَبِّكَ وَاٰفَضَلَهُ عَنِ

امریط ذلک تاویل مالم تسطم قلبہ صبراۃ

۸۲-۷۱/۱۸

کا) معاوضہ لیتے (تاکہ کھائے کا کام چلتا) (خضر نے)  
 کہا کہ اب مجھ میں اور تجھ میں علیحدگی۔ (مگر)  
 جن باتوں پر تم صبر نہ کر سکتے میں ان کا تمہیں بھید  
 بتائے دیتا ہوں (کہ وہ جو) کشتی (تھی) غریب لوگوں  
 کی تھی جو دریا میں محنت (کر کے یعنی کشتیاں چلا کر  
 گزارہ) کرتے تھے اور ان کے سامنے (کی طرف) ایک  
 بادشاہ تھا جو ہر ایک کشتی کو زبردستی جھین لیتا  
 تھا تو میں نے چاہا کہ اسے صہب دار کر دوں (تاکہ  
 وہ اسے غصب نہ کر سکے) اور وہ جو لڑکا تھا اس کے  
 ماں باپ دونوں بومیں تھے ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ  
 (بڑا ہو کر جو بد کردار ہوتا کہیں) ان کو سرکشی اور  
 کفر میں نہ پھنسا دے تو ہم نے چاہا کہ ان کا پروردگار  
 ان کو اور (بچہ) عطا فرمائے جو پاک طبعی اور محبت  
 میں اس سے بہتر ہو اور وہ جو دیوار تھی سو وہ ہم  
 لڑکوں کی تھی (جو) شہر میں (رہتے تھے) اور اس  
 کے نیچے ان کا خزانہ (مدفون) تھا اور ان کا باپ ایک  
 نیک بخت آدمی تھا تو تمہارے پروردگار نے چاہا کہ  
 وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور (پھر) اپنا خزانہ  
 نکالیں۔ یہ تمہارے پروردگار کی مہربانی ہے اور یہ  
 کام میں نے اپنی طرف سے نہیں کئے یہ ان باتوں کا  
 راز ہے جن پر تم صبر نہ کر سکتے۔

جس سے روشن تر ہوش چشم جہان میں غلیل (صفہ ۲۹۲)

وہ شکوہ شام صحرا میں غروب آفتاب

دیکھتے صفحہ ۲۲ ۷۸-۷۶/۶

آیتاؤں تجھ کو رمز آیت ان الملوک سلطنتہ اقوام غالب کی ہے اک جادوگری (صفہ ۲۹۵)

اس شعر کے پہلے مصرع میں قرآن عزیز کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

قالہ ان الملوك اذا دخلوا ثریة افسدوها و جعلوا عزہ اهلها اذلة و كذلك یفسدون  
 اور (یعنی ملکہ سیا) نے کہا کہ بادشاہ جب کسی  
 شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ کر دیتے  
 ہیں اور وہاں کے عزت والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں  
 اور اسی طرح یہ بھی کہیں گے۔

۲۴/۲۶

مسلم اسٹی سیٹہ وا از آرزو آباد دار ہرزمان پیش نظر لا یخلف الیماد دار (صفحہ ۲۰۲)  
 صریح ثانی میں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت کے فقرے کی طرف اشارہ ہے۔  
 ان اللہ لا یخلف الیماد  
 جسے اللہ خدا خلاف وعدہ نہیں کرتا۔

۹/۲

جسے خطر کر دیا آتش نمرود میں عشق عقل ہے جو تماشائے لب بام ابھی (صفحہ ۲۱۸)  
 یہاں پہلے صریح میں قرآن حکیم کی ان آیات کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

قالوا حرّوه والنصروا العتکم ان کتم فسلین  
 قلنا یئسوا کوئی برد آؤ سلماً علی ابراہیم و وارادوا  
 یہ کیداً فجدلناہم الاخرین ۶۸/۲۱-۷۰  
 (تب وہ) کہنے لگے کہ اگر تمہیں (اس سے) اپنے  
 صیود کا انتقام لینا اور) کھج کرنا ہے تو اس کو  
 جلا دو اور اپنے صیودوں کی مدد کرو ہم نے حکم  
 دیا اے آگ سرد ہو جا اور ابراہیم پر (موجب) سلامتی  
 (ہو جا) ان لوگوں نے برا تو ان کا جاہالتا مگر ہم  
 نے انہیں کو نقصان میں ڈال دیا۔

ان وعد اللہ حق یاد رکھ (صفحہ ۲۲۲)

یہ "لسان الصبر" کا پیغام ہے  
 صریح ثانی میں قرآن کریم کی اس آیت کے فقرے کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ یہاں "لسان الصبر" سے مراد خود  
 زمانہ ہے۔

فاصر ان وعد اللہ حق ۶۰/۲۰ ہم تم صبر کرو جسے اللہ خدا کا وعدہ سچا ہے۔

حکمت و تدبیر سے یہ فتنہ آشوب خیز قل نہیں سکتا "و قد کتم بہ تستعجلون" (صفحہ ۲۲۲)

صریح ثانی میں قرآن حکیم کی ان آیات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

قل ادریتم ان انکم عذابہ یماتاً اوتعاراً تاذا کہہ دو کہ بھلا دیکھو تو اس کا عذاب تم پر (ناگہان

يستعجل منه المجرمون ؕ اثم اذا ما وقع  
المنتهى طأکن وقد کنتم بم تستعجلون ؕ  
۵۱-۵۰/۱۰

آجائے رات کو یادن کو تو پھر گنہگار کربہات کی جلدی  
کوہن گئے۔ کیا وہ جب آواقم ہوگا تب اس پر ایمان لاؤ  
گئے (اس وقت کہا جائے گا کہ) اور اب (ایمان لائے)  
اسی کے لئے تو تم جلدی مچا رہے تھے۔

”کھل گئے“ یا جوج اور ماجوج کے لشکر تمام چشم مسلم دیکھ لے نفسیہ حرف ”ہنسلون“

(صفحہ ۳۳۴)

یہاں قرآن عزیز کی اس آیت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

حقے اذا فتحت ماجوج وما جوج وهم من  
کل حدب ینسلون ؕ ۶۶/۲۱  
یہاں تک کہ ماجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں  
اور وہ ہر بلد سے دوڑ رہے ہوں۔

حکم حق ہے لیس لاناں الا ماسعی  
کھائے کیوں مزدور کی محنت کا پھل سرمایہ دار

(صفحہ ۳۳۵)

اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش  
کرتا ہے۔

وان لیس لاناں الا ماسعی ؕ

۳۹/۵۳

(طہم چہارم ستمبر ۱۹۴۸ء)

زہرِ عجم

ہمیں دریا ہمیں چوب کلم است کہ ازوے سینہ دریا درنہم است (صفہ ۲۰۸)  
دیکھئیے صفحہ ۲۰ (۶۶/۲۶ - ۶۶)

نصیب خود زہوشے پورہن گیر بہ کتمان نگہت از مصر و یمن گیر (صفہ ۲۱۴)  
اس شعر میں قرآن عزیز کی ان آیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

انہو با یقینی ہذا فالقہ علی وجہ ای ہوا کرتا لے جاؤ اور اسے والد صاحب کے منہ پر ڈال  
ہات بصیراً؟ واتونی ماہلکم اجصینہ ولما در وہ بیٹا ہو جائیں گے اور اپنے تمام اہل و عیال کو میرے  
فصلت الصیر قال ابوہم اتی لاجد وبع پاس لے آؤ اور جب قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا تو ان کے  
یوسف لولان تغدونہ قالوا تالہ ائکہ والد کہنے لگے کہ اگر مجھ کو یہ نہ کہو کہ (پوڑھا) بہک  
لنی خللک القدیمہ فلما ان جاؤ البشیر کہا ہے تو مجھے یوسف کی بو آ رہی ہے۔ وہ بولے کہ واللہ  
اللہ علی وجہہ طارق بصیراً؟ قال الم آپ اس قدیم غلطی میں (بیٹلا) ہیں۔ جب خوشخبری دینے  
اقل لکم اتی اعلم من اللہ مالا تصلونہ والا آہنجا تو کرتا یعقوب کے منہ پر ڈال دیا اور وہ بیٹا  
۱۶-۱۳/۱۲ ہو گئے (اور بیٹوں سے) کہنے لگے کیا میں نے تم سے نہیں  
کہا تھا کہ میں خدا کی طرف سے وہ ہاتھیں جانتا ہوں جو  
تم نہیں جانتے۔

مجو مطلق درین دیر مکافات کہ مطلق نیست جز نور السکوات (صفہ ۲۱۵)

یہاں مصرع ثانی میں قرآن حکیم کی اس آیت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

اللہ نور السکوات والارض ط مثل نورہ کمشکوۃ خدا آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایسی  
فیہا مصباح ط المصباح فی زجاجة ط الزجاجۃ ہے کہ گویا ایک طاق ہے جس میں اجواغ ہے اور اجواغ ایک  
کاتھا کوکب دروی یوقد من شجرة طہر کہ زیتونہ قندیل <sup>اور قندیل</sup> (ایسی صاف شفاف ہے کہ) گویا موتی کا سا چمکا  
لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضئ ولولم ہوا تارا ہے اس میں ایک مبارک درخت کا تیل جلا ہا جاتا  
نمسہ طارق نور علی نور ط یهدی اللہ ہے (یعنی) زیتون کہ نہ مشرق کی طرف ہے نہ مغرب کی  
لنورہ من بشاء ط ویضرب اللہ الامثال طرف (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ) اس کا تیل خواہ آگ اسے  
للتاسط واللہ بکل شیء علمہ نہ بھی جھوٹے جلنے کو تیار ہے (بڑی) روشنی پر روشنی



(ہو رہی ہے) خدا اپنے نور سے جس کو چاہتا ہے سیدھی  
راہ دکھاتا ہے اور خدا (جو) مثالیں بیان فرماتا ہے (تو)  
لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے اور خدا ہر چیز سے واقف ہے۔  
بحرف کم لہتم غوطہ زن شو (صفحہ ۲۱۶)

مہ و سالت ہی اورد ہیکہ جو

”کم لہتم“ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات سے ماخوذ ہے۔

قُلْ کم لہتم فی الارض عدسینۃ قالوا  
لہتما یوماً او بعض یوم فسل العالٰء دینۃ  
قُلْ ان لہتم الا قلیلاً گو اتمک کتم تعدلونۃ  
(خدا) پوچھے گا کہ تم زمین پر کتنے برس رہے وہ کہیں  
گئے کہ ہم ایک روز یا ایک روز سے بھی کم رہے تھے شمار  
کرنے والوں سے پوچھ لہتم (خدا) فرمائے گا کہ (وہاں)  
تم (بہت ہی) کم رہے گا تم جاننے ہوئے۔  
۱۱۴-۱۱۲/۲۲

(صفحہ ۲۱۸)

بد ہوئے دم ہسے ندارند

حکیمان مردہ را صورت نگارند

”دم ہسے“ میں آیت ذیل کے ٹکڑے کی طرف اشارہ ہے۔

وان تخلق من الطین کھیفۃ الطیر بانی  
فتنفخ فیہا فتکون طیراً بانی ج  
اور جب تم میرے حکم سے مٹی کا جانور بنا کر اس میں پھونک  
مار دیتے تھے تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتا تھا۔  
۱۱۰/۵

(صفحہ ۲۲۵)

کند انا عرضاً ہے نقاش

چہ گویم از من واز تو شد نقاش

دیکھئیے صفحہ ۳۹ (۷۴/۳۳)

(صفحہ ۲۴۱)

درین غربت سرا عرفان ہمین است

جہاں یکسر مقام آفلین است

دیکھئیے صفحہ ۲۲ (۷۶/۷۸-۷۸)

(صفحہ ۲۴۲)

’ہلی‘ از بودہ سازے کہ برخاست ؟

’الست‘ از خلوت نازے کہ برخاست ؟

دیکھئیے صفحہ ۲۸ (۷۶/۷۸)

(صفحہ ۲۵۲)

شکہ بہزود و یقین از دل بود

علم حاضر پیش آفل در سجود

دیکھئیے صفحہ ۲۲ (۷۶/۷۸-۷۸)

آیت تسخیر اندر شان کیست      این سپہر نبلگون حیراں کیست (صفحہ ۲)

اے شعر میں قرآن عزیز کی مندرجہ ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے۔

وسخر لکم ما فی السموات فی الارض جمیعاً      اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں  
منہ طاق فی ذلک لایطیع لکم متفکرون      ہے سب کو اپنے (حکم) سے تمہارے کام میں لگا دیا  
جو لوگ غور کریں ہیں ان کے لئے اے میں (قدرت خدا  
کی) نشانیاں ہیں۔ ۱۲/۲۵

راز دان علم الہی کا کہ بود      مست آن ساقی و آن صہبا کہ بود (صفحہ ۲)

دیکھتے صفحہ ۱۶ (۲) (۳۱-۳۲)

اے ترا تھو کہ مارا سینہ سفت      حرف ادعوی کہ گفت ہا کہ گفت (صفحہ ۳)

یہاں مصرع ثانی میں قرآن حکیم کی اے آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

وقال ربکم ادعونی استجب لکم طاعت الذین      اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم مجھ  
یستکبرون عن عبادتی سید خلون جہنم      سے دعا کرو میں تمہاری (دعا) قبول کروں گا جو لوگ  
ذخرینہ      میری عبادت سے ازراہ تکبر کھاتے ہیں عنقریب جہنم  
۶۰/۴۰      میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔

زہر گردون خویش را یام فریب      ز آنسوئے گردون بگواتی قریب (صفحہ ۵)

اے شعر کے مصرع ثانی میں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔

واذا سالک عبادی عتی فاتی قریب طاجیب      اور (اے پیغمبر) جب تم سے میرے بندے میرے ہاں میں  
دعوات الداع اذا دعان فلیست جیوالی ولیو      دریافت کریں تو (کہہ دو) میں تو (تمہارے) پاس ہوں  
منواہی لعلکم یرشدون      جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا  
۱۸۶/۲      قبول کرتا ہوں تو ان کو چاہتیے کہ میرے حکموں کو  
مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک راستہ پائیں۔

نکتہ "الاسلطان" یاد گیر      ورنہ چون ہو و ملخ در گل سپر (صفحہ ۱۵)

یہاں مصرع اولیٰ میں قرآن عزیز کی اس آیت کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

یلمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا اے گروہ جن و انس اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمان اور  
من افطار السموات والارض فانفذوا ط لا تنفذون زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ اور زور کیے  
الا بسلطانہ ۳۳/۵۵ سوا تو تم نکل سکتے ہی کیے نہیں۔

ہائے و ہوش اندروں کا ثبات از لب او نجم و نور و نازعات (صفحہ ۴۶)

یہاں بالتعجب قرآن کریم کی ۵۳ ویں اور ۲۴ ویں سورتوں کے نام لئے گئے ہیں۔

تکبہ ہر مثنوی یزداں اہلہیں است ہر مراد شہداء و فتن گمراہی است (صفحہ ۵۲)

اس شعر میں اقبال نے لفظ مثنوی لاکر قرآن عزیز کی ذیل کی آیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مثنوی کا ذکر  
قرآن مجید میں متعدد آیات میں آتا ہے۔ مثلاً

واد اخذ اللہ مثنوی التبت لہا لہیکم من کتب اور جب خدا نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں  
و حکمہ تم جاؤ گے رسول تصدیق لہا حکم لتؤمنتم تم کو کتاب اور دلائل عطا کروں پھر تمہارے پاس کوئی  
بہ ولتصرتہ ط قال ۶ اقروم واخذتم علی ذلکم پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں  
اصرۃ قالوا اقرونا ط قال فاشعدوا وانا حکم ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد کرنی  
من الشہدین ۸۱/۳ ہوگی اور (عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے  
اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا (یعنی مجھے  
ضامن ٹھہرایا) انہوں نے کہا (ہاں) ہم نے اقرار کیا  
(خدا نے) فرمایا کہ تم (اس عہد و پیمان کے) گواہ  
رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

زہر ہا در بادۂ گلغام اوست آہ و کرم و صلیب انعام اوست (صفحہ ۵۲)

اقبال نے اس شعر میں لفظ آہ استعمال کر کے حضرت زکریا کی طرف اشارہ کیا ہے اور کرم کا اشارہ حضرت  
ایوب کی جانب ہے اور صلیب سے مراد یہودیوں کی جناب مسیح کو مصلوب کرنے کی کوشش ہے جس کو حق  
تعالیٰ نے ناکام کر دیا اور جس کا ذکر قرآن حکیم میں ہے۔

(۱) حضرت زکریا کا ذکر قرآن کریم میں کئی جگہ آیا ہے۔ ایک مقام پر ہے۔

وزکریا و یحییٰ و عیسیٰ و الیاس علیہم السلام  
۸۵/۶  
اور زکریا اور یحییٰ اور الیاس کو بھی یہ سب نیکوکار تھے۔

حضرت ایوب کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ ہے مثلاً

واذکر عبدنا ایوب اذا نادى ربه اتی منى الشیطن  
۲۱/۲۸  
اور ہماری بندے ایوب کو یاد کرو جب انہوں نے  
بنصب و عذابہ اپنے رب کو پکارا کہ (ہمارا ہا) شیطان نے مجھ  
کو ایذا اور تکلیف دے رکھی ہے۔

جناب مسیح کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۵۷-۱۵۸

جز دعاها نوح ندیہ نداشت  
حضرت نوح نے قوم کے حق میں جو بددعا کی کہ ان کو تبلیغ کے لئے  
وقال نوح رب لا تذر علی الارض من الکفرین  
دیاراً  
۲۶/۷۱  
خوف آں بیچارہ تائیرے نداشت  
اور (پھر) نوح نے (یہ) دعا کی کہ اے میرے پروردگار  
کس کافر کو روئے زمین پر بسانہ رہنے دے۔

صریے دہ بادوائے باد یہ  
۶۰/۱  
اتھم اعجاز نخل خاویہ  
(صفحہ ۶۰)

سہان قرآن عزیز کی ان آیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

واتما عاد فاهلکوا بریح صرصر عاتية ستخرها  
علمهم سیم لیاں وشمیة ایام حسوماً فتوی  
القوم فیها صری کا نہم اعجاز نخل خاویہ  
۷۱/۶-۷۲  
رہے عاد تو ان کا نہایت تیز آندھی سے ستیاناس  
کودیا گیا خدا نے اس کو سات رات اور آٹھ دن لگاتار  
ان پر چلائے رکھا تو (اے مخاطب) تو لوگوں کو اس میں  
(اس طرح) ڈھنٹے (اور مرنے) پڑے دیکھے جیسے کھجوروں

(۱) تاریخ ابن کثیر ج ۲ ص ۵۲ کے حوالے سے صاحب القصر القرآن نے لکھا ہے کہ "جب یہود نے حضرت یحییٰ کو شہید کر دیا تو پھر حضرت زکریا کی طرف متوجہ ہوئے کہ ان کو بھی قتل کریں حضرت زکریا نے جب یہ دیکھا تو وہ بھاگے تاکہ ان کے ہاتھ نہ لگ سکیں سامنے ایک درخت آگیا اور وہ اس کے شکاف میں گھر گئے۔ یہودی تصاقب کر رہے تھے تو انہوں نے جب یہ دیکھا تو ان کو نکلنے پر مجبور کرنے کی بجائے درخت پر آ رہ جلا دیا جب آ رہ حضرت زکریا پر پہنچا تو خدا کی وحی آئی اور حضرت زکریا سے کہا گیا کہ اگر تم نے کچھ بھی آہ وزاری کی تو ہم یہ سب زمین سے دہلا کر دیں گے اور اگر تم نے صبر سے کام لیا تو بھی ان یہود پر اپنا غضب نہیں نازل کریں گے چنانچہ حضرت زکریا نے صبر سے کام لیا اور افاقہ نہیں کی اور یہود نے درخت کے ساتھ ان کے بھی دو ٹکڑے کر دیئے۔" مولانا محمد حفظ الرحمن۔ قصر القرآن ج ۲ صفحہ ۲۴۲-۲۴۳۔

کے کھوکھلے تھے۔

(صفحہ ۶۵)

سورۃ والنجم آن دشت خوبوش

قرأت آن پیر مردے سخت کوش

دیکھنیے صفحہ ۱۴ ( )

(صفحہ ۷۴)

از زمین تا آسمان تفسیر او

حرف اتی جاعل تقدیر او

دیکھنیے صفحہ ۱۴ ( ۳۱/۲ )

(صفحہ ۸۱)

ہر کہ این ظاہر نہ بیند کافر است

باطن "الارض اللہ" ظاہر است

"الارض اللہ" میں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا سے مدد مانگو  
اور ثابت قدم رہو زمین تو خدا کی ہے اور وہ اپنے  
بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا مالک بناتا ہے  
اور آخر بھلا تو ڈرنے والوں کا ہے۔

قال موسیٰ لقومه استعينوا بالله واصبروا  
ان الارض لله يورثها من يشاء من عباده ط  
والعاقبة للمتقين ۱۲۸/۷

(صفحہ ۸۲)

ہر کجا این خیر را بینی بگو

"گفت حکمت را خدا خیر کثیر

دیکھنیے صفحہ ۳۴ ( ۲۴۹/۲ )

(صفحہ ۸۵)

مرد حق از حق پذیرد رنگ و بو

مرد حق از کس نگیرد رنگ و بو

دیکھنیے صفحہ ۲۱ ( ۱۳۹/۲ )

(صفحہ ۸۵)

شرح رمز گل بوم باز گویے

وازاها بامرد بومن باز گویے

یہاں مصرع ثانی میں قرآن حکیم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔

آسمان اور زمین میں جتنے لوگ ہیں سب اس سے  
مانگتے ہیں وہ ہر روز کام میں مصروف رہتا ہے۔

يسئله من في السموات والارض كل يوم هو  
في شان ۲۹/۵۵

(صفحہ ۸۹)

لن تنالوا البر حتى تنفقوا

ہیچ خیر از مرد کہ زوکش مجو

دیکھنیے صفحہ ۱۸ ( ۹۲/۳ )

(صفحہ ۹۰)

غیر حق ہر شے کہ بینی ہالک است

بندہ بومن امین حق مالک است

مصرع ثانی میں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ولا تدعهم الا للمآخر لا اله الا هو گل اور خدا کے ساتھ کسی اور کو معبود (سمجھ کر) نہ  
شیء هالک الا وجهه ط له الحكم والیه پکارنا اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کی ذات  
ترجمونہ ۸۸/۲۸ (پاک) کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے اسی کا حکم  
ہے اور اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔

راہت حز از بلوکہ آمد نگون قرہہ ہا از دخل شان خوار و زبون (صفحہ ۹۰)  
دیکھئیے صفحہ ۲۴ (۳۴/۲۴)

آپ و نان ماست از یکہ مائدہ دودہ آدم "کفص واحدہ" (صفحہ ۹۰)  
نفس واحدہ کی ترکیب قرآن عزیز میں متعدد آیات میں آئی ہے۔ جاوید نامہ میں اس شعر کے تحت جو آیت  
کریمہ حاشیہ ذیلی میں دی ہوئی ہے اس کا تعلق شعر مذکورہ بالا کے مفہوم سے نہیں ہے کیونکہ شعر  
میں انسانوں کی وحدت اور مساوات پر زور دیا گیا ہے اور جاوید نامہ میں دی ہوئی آیت میں اللہ تعالیٰ  
کی عظمت و قدرت بیان فرمائی گئی ہے۔ ہم نے متن میں صحیح متعلقہ آیت کا ٹکڑا نقل کر دیا ہے جو حسب  
ذیل ہے۔

هوآلذی خلقکم من نفس واحدہ وجعل منها زوجھا لیسکن الیھا ۱۸۹/۷ وہ خدا ہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا  
کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس سے راحت  
حاصل کرے۔

بامسلمان گفت جان برکف ہتہ ہر چہ از حاجت فزون داری پدہ (صفحہ ۹۱)  
بہان قرآن کریم کی اس آیت کے ٹکڑے کی طرف اشارہ ہے۔

وہسلونکہ ماذا ینتقون ط قل العرفہ کذلک اور یہ بھی تم سے پوچھتے ہیں کہ (خدا کی راہ  
میں) کون سا مال خرچ کریں کہہ دو کہ جو ضرورت سے  
زیادہ ہو اس طرح خدا تمہارے لئے اپنے احکام کھول  
کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم سوچو۔

د رگدو مثل کلیم از رود نمل سوئیے آتش گام زن مثل خلیل (صفحہ ۹۲)

میں صفحہ ۲۱ و ۲۵ (۲۴/۲۱-۲۴-۲۵/۲۱-۲۵)

تازما زاغ البصر گہود نصیب بر مقام عہدہ گردد و قہب (صفحہ ۹۸)

دیکھنیے صفحہ ۳۴ ( ۱۴/۵۳ )

بعل و مردوخ و یعوق و نسر و نسر و مخن و لات و منات و عسر و غسر (صفحہ ۹۹)

بعل یعوق اور نسر بتوں کے نام قرآن عزیز میں اس طرح آئے ہیں۔

اتدعون بعلًا و تذرون احسن الخالقین ؕ کیا تم بعل کو پکارتے (اور اسے پوجتے) ہو اور سب

۱۲۵/۲۷

سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑ دینے ہو۔

وقالوا لا تذرن الهنکم ولا تذرن وذا و لا اور کہنے لگے کہ اپنے معبودوں کو ہم کو نہ چھوڑنا

سوا عا و لا یخوت و یعون و نسر ؕ اور وہ اور سوا ع اور یخوت اور یعوق اور نسر کو کبھی

۲۳/۷۱

ترک نہ کرنا۔

ہو یکے ترسندہ از "ذکر جمیل" ہو یکے آزدہ از ضرب خلیل (صفحہ ۱۰۱)

یہاں مصرع ثانی میں قرآن مجید کی ان آیات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

فراغ الی الہدھم فقال لا تاکلون ؕ پھر (ابراہیم) ان کے معبودوں کی طرف متوجہ ہوئے

ما لکم لا تنطقون ؕ فراغ علیہم ضرباً بالیمین ؕ اور کہنے لگے کہ تم کھاتے کیون نہیں تمہیں کیا ہوا

۹۳-۹۱/۲۷

ہے تم بولتے نہیں پھر ان کو داہنے ہاتھ سے مارنا

(اور توڑنا) شروع کیا۔

پہر دی سورۃ طہ سرود زیر دویا ماہتاب آمد فرود (صفحہ ۱۰۶)

"طہ" قرآن کریم کی ۲۰ ویں سورت کا نام ہے جس میں حضرت موسیٰ اور فرعون کا واقعہ تفصیل سے بیان

کیا گیا ہے۔

خدمت از رسم و رہ پیغمبری است مزد خدمت خواستن سوداگری است (صفحہ ۱۲۲)

اس شعر میں قرآن حکم کی اس آیت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

وما اسئلکم علیہ من اجرًا ان اجرئ الا علیہ اور میں اس کام کا تم سے کچھ صلہ نہیں مانگتا میرا

۱۰۱/۲۱

صلہ تو خدائے رب العالمین ہی پر ہے۔

ارض حق و ارض خود دانی ہو چیمت شرح آیہ لا تفعدوا (صفحہ ۱۲۵)

یہاں قرآن مجید کی اس آیت کے ٹکڑے کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها ط ذلکم  
خیر لکم ان کتمّ المؤمنین ة ۸۵/۷  
اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرو اگر تم  
صاحب ایمان ہو تو سمجھ لو کہ یہ بات تمہارے  
حق میں بہتر ہے۔

امر حق گفتند نقش باطل است زانکہ او وابستہ آب و گل است (صفہ ۱۲۳)

اس شعر کے پہلے مصرع میں قرآن عزیز کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

وَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ط قل الرُّوح من امر ربّی  
وما آوتینم من العلم الا قلیلاً ۸۵/۱۷  
اور تم سے وہی کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہہ  
دو کہ وہ میرے پروردگار کی ایک شان ہے اور تم لوگوں  
کو (بہت ہی) کم علم دیا گیا ہے۔

خلق و تقدیر و ہدایت ابتداءست رحمۃ للعالمین انتہاست (صفہ ۱۲۸)

یہاں پہلے مصرع میں قرآن حکیم کی ان آیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

سُبْح اسم ربّک الاعلی ؑ الذی خلق فسوی ؑ  
والذی قدر قعدی ؑ ۳۱/۲۷  
(اے پیغمبر) اپنے پروردگار جلیل الشان کے نام کی  
تسبیح کرو جس نے (انسان کو) بنایا پھر (اس کے  
اعضا کو) درست کیا اور جس نے (اس کا) اندازہ  
شہرایا (پھر اس کو) رستہ بتایا۔

مدعا پیدا نکردد زمین دویست تا نہ بینی از مقام مارمیت (صفہ ۱۵۰)

اس شعر کے مصرع ثانی میں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

فلم تقتلوہم والکنّ اللہ قتلہم ومارمیت از  
رمیت والکنّ اللہ ربّی ولیلی المؤمنین منہ  
بلاء حسناً ط ان اللہ سمیع علم ؑ ۱۷/۸  
تم لوگوں نے ان (کفار) کو قتل نہیں کیا بلکہ خدا  
نے انہیں قتل کیا اور (اے محمد) جس وقت تم نے  
کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ تم نے نہیں پھینکی  
تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔ اس سے یہ غرض  
نہی کہ مومنوں کو اپنے (احسانوں) سے اچھی طرح  
آزمائے۔ پس شک خدا سننا جانتا ہے۔



ہر دورا ذوق ستم گردد فزون      درد من یالیت قوی بعلیون (صفحہ ۱۶۹)  
 یالیت قوی بعلیون (کاثر مہری قوم کو خبر نہ ہی آئے قرآنی میں جس واقعہ کا ذکر ہے اقبال کے شعر میں  
 اس کی طرف اشارہ مقصود نہیں ہے بلکہ شعر کا مفہوم صرف یالیت قوی بعلیون تک محدود ہے۔

چشم من صد عالم ششروزہ دید      تاجد این کائنات آمد بدید (صفحہ ۱۴۵)  
 عالم کا چھ روزہ میں پیدا ہونا متعدد آیات قرآنی میں آیا ہے مثلاً

ولقد خلقنا السموات والارض وما بينهما في      اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو (مخلوقات)  
 ستة ايام قَوَّامًا سَنًا من لغوب ؕ      ان میں سے سب کو چھ دن میں بنادیا اور ہم کو ذرا  
 ۲۸/۵۰      بھی تکان نہیں ہوا۔

یا اولی الامرے کہ منکم شان اوست      آئے حق حجت و پرهان اوست (صفحہ ۱۹۲)  
 یہاں پہلے مصرع میں قرآن عزیز کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا      مومنو خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور  
 الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی      جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی۔  
 شیء فردرہ الی اللہ والرسول ان کنتم      اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر  
 تؤمنون باللہ والیوم الاخر ط ذلک خیر و      خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا  
 احسن تاویلاً ؕ      اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔ یہ  
 ۵۹/۲      بہت اچھی بات ہے اور اس کا مال بھی اچھا ہے۔

قرب جان با آنکہ گفت اتی قریب      از حیات جاودان ہردن نصیب (صفحہ ۲۲۶)  
 دیکھتے صفحہ ۲۹ (۱۸۴/۲)

آن بانکار وجود آمد عجول      این عجول وہم ظلوم و ہم جہول (صفحہ ۲۳۹)  
 دیکھتے صفحہ ۳۹ (۲/۳۳)

اسے صبح ازل انکار کی جرات ہوئی کیون کر

مجھے معلوم کیا وہ راز دان نہوا ہے یا میرا (صفحہ ۷)

اس شعر میں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

واذ قال ربك للملكة اتي خالق بشراً من  
صلصال من حمأ مسنون فاذا سويته ونفخت  
فيه من روحي فقعوله سجد بين ففسجد الملكة  
كلهم اجمعون الا ابليس طاعى ان يكون مع  
الساجدين ۳۷/۱۵

اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں  
کھنکھٹانے سڑے ہوئے گارے سے ایک بشر بنانے والا  
ہوں جب اس کو (صورت انسانہ میں) درست کر لوں  
اور اس میں اپنی (پرہیز گیزی یعنی) روح پھونک  
دوں تو اس کے آگے سجدے میں گڑھٹا تو فرشتے تو  
سب کے سب سجدے میں گڑھٹے مگر شیطان کہ اس  
نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا۔

مٹا دیا میرے ساتی نے عالم من و تو ہلا کے مجھ کو مٹے لا الہ الا هو (صفحہ ۱۹)

لا الہ هو" قرآن حکیم میں جن مقامات پر آیا ہے ان میں سے ایک آیت یہ ہے۔

والعزم الہ واحد لا الہ الا ہوا الرحمن الرحیم ۱۶۳/۲

اور (لوگو) تمہارا معبود خدائے واحد ہے اس بڑے  
مہربان (اور) رحم والے کے سوا کوئی عبادت کے  
لائی نہیں۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کو کرامت تھی سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزند ی (صفحہ ۲۱)

دیکھتے صفحہ ۱۷ (۱۰۲/۳۶)

عطا اسلاف کا جذبہ درون کر شریک زمرہ لا محزون کر  
خود کی گتھیاں سلجھا چکا میں میرے مولا مجھے صاحب جنون کر (صفحہ ۲۲)

یہاں پہلے شعر کے مصرع ثانی میں قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا هم  
محزونون ۶۲/۱۰

سن رکھو کہ جو خدا کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ  
خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر وہی قرآن وہی فرقان وہی یسین وہی طاہا

(صفہ ۲۱)

یسین قرآن عزیز کی ۳۶ دین سورۃ کا نام ہے اور بعض مفسرین نے اس کو رسول کریم صلعم کا لقب قرار دیا ہے۔

ضمیر پاک و نگاہ بلند و مستی شوق نہ مال و دولت قارون نہ فکر افلاطون (صفہ ۲۲)

قارون کی دولت کا حال قرآن مجید ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

اِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مَوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ  
وَاَتَيْنَهُ مِنَ الْكَوْزِ مَا اَنْ مَغَاتِهِ لَتَنُوْا  
بِالْمَصْبَةِ اُولٰٓئِ الْقُوَّةُ اِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا  
تَفْرَحْ اَنْ لَا يَحْبِبَ الْفَرِحِيْنَ ؕ ۷۶/۲۸

قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا اور ان پر تعدی کرتا تھا اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ ان کی کتجیاں ایک طاقتور جماعت کو اٹھانی مشکل ہوتیں جب اس سے اس کی قوم نے کہا کہ اتوائیے مت کہ خدا اتوائے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

جس کا عمل ہے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے

حور و خیام سے گذر باد و جام سے گذر (صفہ ۲۶)

"حور و خیام" قرآن عزیز کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔

حور مقصورۃ فی الخیام ۷۲/۵۵ (وہ) حورین (ہیں جو) خیون میں مستور (ہیں)  
مثلاً کلم ہو اگر ہر کہ آرم کوئی اب بھی درخت طور سے آتی ہے ہانگہ لا تخف (صفہ ۶۱)  
اس شعر میں قرآن حکیم کی ان آیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوسٰى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاهْلِهِ اٰنَسَ  
مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا قَالَ لاهْلِهِ امْكُوهَا اِنِّي  
اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّي اَتِيْكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ  
مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ؕ فَلَمَّا اُنْعَمَ اُنْذِرُ  
مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاٰمِنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ  
مِنَ الشَّجَرَةِ اِنْ يَّمْسُكْهُ اِنِّي اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ؕ  
وَإِنِ الْقَصٰصُ كَطُورِ الْاٰثَرِ

جب موسیٰ نے مدت پوری کر دی اور اپنے گھر والوں کو لیے کر چلے تو طور کی طرف سے آگ دکھائی دی تو اپنے گھر والوں سے کہنے لگے کہ (تم یہاں) ٹھہرو مجھے آگ نظر آتی ہے شاید میں وہاں سے (رستے کا) کچھ پتہ لاؤں یا آگ کا انگارا لے آؤں تاکہ تم تاہو جب اس کے پاس پہنچے تو میدان کے دائیں کنارے سے ایک مبارک جگہ میں ایک درخت

میں سے آواز آئی کہ موسیٰ میں تو خدائے رب العالمین  
ہوں اور یہ کہ اپنی لاشیٰ ڈال دو جب دیکھا کہ وہ  
حرکت کر رہی ہے گویا کہ وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر  
کر چل دئیے اور پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا -  
(ہم نے کہا کہ) موسیٰ آگے آؤ اور ڈرو مت تم امن  
پانے والوں میں ہو۔

وَلَمَّا مَدَّ يَدَهُ لَمْ يَكُفَّ يَدَهُ يُسْرِي أَقْبَلَ وَلَا  
تَخَفْ إِنَّكَ مِنَ الْأَمْنَةِ ۲۸/۲۹-۳۱

اوتی میں بھی کہہ رہا ہوں مگر یہ حدیث کلیم و طور نہیں (صفحہ ۶۶)

دیکھئیے صفحہ ۳۹ (۱۲۳/۴)

تھا ارنی گو کلیم میں ارنی گو نہیں اس کو تقاضا روا مجھ پہ تقضا حرام (صفحہ ۹۱)

دیکھئیے صفحہ ۳۹ (۱۲۳/۴)

عذاب دانش حاضر سے باخبر ہوں میں کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثل خلیل (صفحہ ۹۲)

دیکھئیے صفحہ ۴۵ (۲۱/۴۸-۵۰)

غریب و سادہ و رنگین ہے داستان حرم نہایت اس کی حسین ابتدا ہے اسماعیل (صفحہ ۹۳)

دیکھئیے صفحہ ۱۲ (۳۷/۱۰۲)

دم عارف نسیم صبح دم ہے اسی سے ریشہ معنی میں نم ہے  
اگر کوئی شعیب آئے مہر شہانی سے کلیمی دو قدم ہے (صفحہ ۱۲۵)

حضرت موسیٰ نے حضرت شعیب کے یہاں جو شہانی کی خدمت انجام دی ہے اس کا ذکر ان آیات میں ہے  
شہانی کے بعد کلیمی کے لئے وہ آیات ملاحظہ ہوں جو مثل کلیم ہو اگر الخ کے تحت درج کی گئیں  
(بال جہرہ صفحہ ۶۱) -

اور جب مدین کی طرف رخ کیا تو کہنے لگے امید ہے  
کہ میرا پروردگار مجھے سیدھا رستہ بتائے اور جب  
مدین کے ہائی (کے مقام) پر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں  
لوگ جمع ہو رہے (اور اپنے چارہاؤں کو) پانی پلا رہے

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تَلَقَّاهُ مَدِينُ قَالَ عَلَىٰ رَأْيِ ان  
تَمْدِينِي سَوَاءَ السَّهْلَةِ وَلَمَّا رَدَّ مَلَأَ مَدِينُ  
وَجَدَ عَلَيْهِ أَمَةٌ مِنَ النَّاسِ يَتَّقُونَ ۵ وَوَجَدَ مِنْ  
دُونِهِمْ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ط

قَالَا لَا نَسْقِي حَتَّىٰ يَصُدَّ الرَّعَاوُ وَابْرَأَا  
 شَيْخَ كَبِيرَةٍ فَسَقُوا لَهَا ثُمَّ تَوَلَّيَا إِلَى الظِّلِّ  
 فَقَالَ رَبِّ اتِّبِ اتِّبِ لَمَّا أَنْزَلْتَ اتِّبِ مِنْ خَيْرِ فَتِيرَةٍ  
 فَجَاءَتْهُ أَحَدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاوٍ قَالَتْ  
 إِنَّ ابْنِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لِنَاطٍ  
 فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَعَرَتْ عَلَيْهِ الْقَصَصُ قَالَ لَا تَخَفْ  
 نَجُوتُ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ قَالَتْ أَحَدَاهُمَا يَا بَتِ  
 اسْتَاجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ  
 قَالَ اتِّبِ ارْبِدِ ابْنُ ابْنِكَ أَحَدِي ابْنَتِي هُمَيْنِ  
 عَلَى ابْنِ تَاجِرٍ نَمْنِي حَبِجٍ فَإِنْ أَتَمَمْتَ عَشْرًا  
 فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَا أَرِيدُ ابْنُ ابْنِكَ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِي  
 ابْنُ شَأْوِ اللَّهِ مِنَ الصَّالِحِينَ قَالَ ذَلِكَ بَيْتِي  
 وَبَيْنَكَ طَائِفَةٌ الْأَجْلِينَ قَضَيْتَ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ط  
 وَاللَّهُ عَلَى مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ۲۸-۲۲/۲۸

ہیں اور ان کے طرف دو عورتیں (اپنی بہنوں کو)  
 روکے کھڑی ہیں۔ موسیٰ نے (ان سے) کہا تمہارا  
 کیا کام ہے وہ بولیں کہ جب تک چرواہے (اپنے  
 چارہاؤں کو) لے نہ جائیں ہم ہانی نہیں بلا سکتے  
 اور ہمارے والد بڑی عمر کے ہوئے ہیں۔ تو موسیٰ  
 نے ان کے لئے (بہنوں کو) ہانی بلا دیا پھر سرے سے  
 کی طرف چلے گئے اور کہنے لگے کہ پروردگار میں اس  
 اس کا محتاج ہوں کہ تو مجھ پر اپنی قسمت نازل  
 فرمائے۔ (تھوڑی دیر کے بعد) ان میں سے ایک  
 عورت جو شرماتی اور لجاتی چلی آتی تھی موسیٰ کے  
 پاس آئی (اور) کہنے لگی کہ تم کو میرے والد بلانے  
 ہیں کہ تم نے جو ہمارے لئے ہانی بلا دیا تھا اس  
 کی تم کو اجرت دیں جب وہ ان کے پاس گئے اور ان  
 سے (اپنا) ماجرا بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ کچھ  
 خوف نہ کرو تم ظالم لوگوں سے بچ آئے ہو۔ ایک لڑکی  
 بولی کہ اہا ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ بہتر نوکر  
 جو آپ رکھیں وہ ہے (جو) توانا اور امانت دار (ہو)  
 انہوں نے (موسیٰ سے) کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ  
 اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کو تم سے بیاہ دوں  
 اس (عہد) پر کہ تم آٹھ برس میری خدمت کرو اور اگر  
 دس سال پورے کر دو تو وہ تمہاری طرف سے (احسان)  
 ہے اور میں تم پر تکلیف ڈالتی نہیں چاہتا تم مجھے  
 انشا اللہ نیک لوگوں میں پاؤ گے۔ موسیٰ نے کہا کہ مجھ  
 میں اور آپ میں یہ (عہد پختہ ہوا) میں جون سی  
 مدت (چاہوں) پوری کر دوں پھر مجھ پر کوئی زیادتی  
 نہ ہو اور ہم جو معاہدہ کرتے ہیں خدا اس کا گواہ  
 ہے۔

آدوہ مردان حق وہ عربی شہسوار حامل "خلق عظیم" صاحب صدق و یقین (صفحہ ۱۲۳)

"خلق عظیم" کی ترکیب قرآن عزیز کی اس آیت سے ماخوذ ہے جس میں حق تعالیٰ نے رسول کریم صلعم کے اخلاق کی تعریف فرمائی ہے۔

وَاتَّكَ لَعَلِّ عَظِيمَةٍ ۲/۶۸ اور اخلاق تمہارے بہت (عالی) عین۔

دل مرد مومن میں پھر زندہ کر دے وہ بجلی کہ تھی "نعرہ لا تذکر" میں (صفحہ ۱۲۳)  
دیکھئے صفحہ ۵۱ (۲۹/۷۱)

یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشین کا بشیری ہے آئینہ دار نذیری (صفحہ ۱۶۰)  
"بشیر و نذیر" رسول کریم کے القاب ہیں جو قرآن مجید میں وارد ہیں۔ مثلاً

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا اور (اے محمد) ہم نے تم کو تمام لوگوں کے لئے  
وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَيُصْلَحُنَّ لَهَا صَافً وَيُؤْتُونَ لَهَا وَلَئِنْ كُنْتُمْ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا خوشخبری سنائیے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا  
ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ۲۸/۳۲

جس کی نو مہدی سے ہو سوز درون کائنات

اس کے حق میں تقنطوا اچھا ہے یا لا تقنطوا (صفحہ ۱۹۲)  
دیکھئے صفحہ ۲ (۵۳/۳۹)

خضر بھی ہے دست و پا الیاس بھی ہے دست و پا

میرے طوفان یم بہ یم دریا بہ دریا جو بہ جو (صفحہ ۱۹۲)  
حضرت الیاس کا ذکر قرآن کریم میں دو جگہ آیا ہے۔ سورہ انعام میں اور سورہ الصافات میں۔ سورہ  
والصافات میں ان کا ذکر یوں ہے۔

وَاِنَّ الْيَاسْرَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۱۲۳/۳۷ اور الیاس بھی پیغمبروں میں سے تھے۔

(طہم سوم ۱۹۲۷ء)

مسا فر

از مقام ذوق و شوق آگاہ شو      ذرّۂ صیاد مہروماہ شو      (صفہ ۱۰)  
دیکھنیے صفحہ ۲۹      ( ۱۳/۲۵ )

خوفۂ آن ہرزخ لا بیغیان      دید مش در نکتہ "لی خرققان"      (صفہ ۳۱)  
"ہرزخ لا بیغیان" کی ترکیب قرآن عزیز کی ان آیات سے ماخوذ ہے۔

مح البحرین ملتقلینۃ بینہما ہرزخ لا بیغیانۃ      اس نے دو دریا روان کئے جو آپس میں ملتے ہیں -  
دونوں میں ایک آڑ ہے کہ (اس سے) تجاوز نہیں  
۲۰-۱۹/۵۵  
کر سکتے۔

آشکارا دید نش اسرائیے ماست      در ضمیرش مسجد اقصائیے ماست      (صفہ ۳۲)  
دیکھنیے صفحہ ۱۹      ( ۱۳/۲۵ )

می دہد مارا پیام لا تخف      می رساند ہر مقام لا تخف      (صفہ ۲۳)  
دیکھنیے صفحہ ۲۵      ( ۲۰/۴۷ - ۴۸ )

گوہر دیوائے قرآن سفتہ ام      شرح رمز صغۃ اللہ گفتہ ام      (صفہ ۲۳)  
دیکھنیے صفحہ ۲۱      ( ۱۳۸/۲ )

ہیں چہ باید کرد (طہم سوم ۱۹۲۷ء)

معنی جبریل و قرآن است او فطرۃ اللہ را نگہبان است او (صفہ ۱۲)

"فطرۃ اللہ" یہ ترکیب قرآن مجید کی حسب ذیل آیت سے ماخوذ ہے۔

ثاقم وجهک للذین حنیفاً ط فطرت اللہ الہی فطر الناس علیہا ط لا تبدل لخلق اللہ ط  
ذلک الذین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون  
۳۰/۳۰

تو تم ایک طرف کے ہو کر دین (خدا کے رستے) پر  
سیدھا منہ کئے چلے جاؤ (اور) خدا کی فطرت کو  
جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے (اختیار کئے رہو)  
خدا کی بنائی ہوئی (فطرت) میں تغیر و تبدل نہیں  
ہوسکتا یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں  
جانتے۔

درس لا خوف علیہم فی دہد نادلیے درسیۃ آدم نہد (صفہ ۱۲)

دیکھئے صفحہ ۲۵ (۱۱۲/۲)

مرد حر محکم زبرد لا تخف مابعدان سر بحیب اوسر بکف (صفہ ۲۲)

دیکھئے صفحہ ۲۵ (۶۸-۶۷/۲۰)

از شریعت احسن التقوم شو وارث ایمان ابراہیم شو (صفہ ۴۰)

بہان مصرع اولی میں قرآن عزیز کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ؕ کہ ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔

۴/۹۵

علم و حکمت ریزہ از خوان کیست ؟ آیۃ فاصبحتم اندر شان کیست ؟ (صفہ ۵۱)

دیکھئے صفحہ ۳۳ (۱۰۳/۳)

سطوت بانگ صلوت اندر نہود قرۃ الصفت اندر نہود (صفہ ۵۲)

الصفت قرآن حکم کی ۲۷ ویں سورت کا نام ہے جس کا آغاز اس آیت سے ہوتا ہے۔

والصفت صفا ؕ قسم ہے صفا باندھنے والوں کی پرا جما کر ۔ ۱/۲۷

ہر کہ آیات خدا بپند حراست اصل این حکمت زحکم انظر است (صفہ ۵۷)

دیکھئے صفحہ ۳۳ (۳۶/۷)



(طبع ششم مئی ۱۹۲۶ء)

ضرب کلیم

ہزار چشمہ نرے سنگ راہ سے پھوٹے خودی میں ڈوب کے ضرب کلیم پیدا کر  
(سرورق)

اس شعر میں قرآن عزیز کی اس آیت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

وانا استسقی موسیٰ لقومہ فقلنا اضرب بعصاک الحجر ط فانفجرت منه اثنتا عشرة عیناً ط  
قد علم کل اناس مشربهم ط کلوا واشربوا  
من رزق اللہ ولا تموتوا فی الارض ففسدینہ  
۶۰/۲

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے (خدا سے)  
پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ لاٹھی پتھر پر مارو  
(انہوں نے لاٹھی ماری) تو پھر اس میں سے بارہ  
چشمے پھوٹ نکلے اور تمام لوگوں نے اپنا اپنا  
گھاٹ معلوم کر (کے پانی ہی) لیا (ہم نے حکم دیا  
کہ) خدا کی (عطا فرمائی ہوئی) روزی کھاؤ اور پتو  
مگر زمین میں فساد نہ کرتے پھرتا۔

تو معنی والنجم نہ سمجھا تو عجب کیا  
دیکھنیے صفحہ ۵۰ ( )

یہ ہیں سب ایک ہی سالک کی جستجو کے مقام  
وہ جس کی شان میں آیا ہے علم الاسما (صفحہ ۱۶)

دیکھنیے صفحہ ۱۴ ( ۳۲-۳۱/۲ )

میں نے اے میرے سپہ تیمی سپہ دیکھی ہے  
قل ہواللہ کی شمشیر سے خالی ہیں نہام  
(صفحہ ۱۸)

دیکھنیے صفحہ ۲۹ ( ۱/۱۱۲ )

آہ اے مرد مسلمان تجھے کیا یاد نہیں  
حرف لا تدع مع اللہ العا آخر  
(صفحہ ۵۳)

دیکھنیے صفحہ ۵۳ (۸۸/۲۸)

فطرت کا سرود ازلی اس کے شب و روز آہنگ میں پکتا صفت سورۃ رحمن (صفحہ ۵۸)  
"رحمن" قرآن مجید کی ۵۵ ویں صورت کا نام ہے۔ یہ صورت ربط آیات اور سجع فواصل کے لحاظ سے امتیازی

جہنم رکھتی ہے اور شاید اسی وجہ سے حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ہر چیز کی ایک زینت ہوتی ہے اور سورۃ رحمن قرآن کی زینت ہے۔

میں ہے سترِ کلیں ہر اک زمانے میں      ہوائے دشت و شصیب و شبائی شب و روز  
(صفحہ ۷۲/۲۸ - ۲۸)      دیکھئیے صفحہ ۵۹ (۷۲/۲۸ - ۲۸)

فروغ مغربان خیرہ کر رہا ہے تجھے      تری نظر کا نگہبان ہو صاحبِ ما زاع (صفحہ ۸۲)  
دیکھئیے صفحہ ۳۳ (۱۴/۵۳)

جو حرفِ قل العفو میں پوشیدہ ہے اب تک      اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار (صفحہ ۱۳۸)  
دیکھئیے صفحہ ۵۳ (۲۱۹/۲)

رہے گا تو ہی جہان میں یگانہ و یکتا      اتر گیا جو نئے دل میں لا شریک لہ (صفحہ ۱۶۷)  
مہان مصرع ثانی میں قرآن حکیم کی ان آیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی لله      (یہ بھی) کہہ دو کہ میری نماز اور میری عبادت  
رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا      اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خدائے رب العالمین  
اول المسلمین ۱۶۲/۶      ہی کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ  
کو اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے اول  
فرمانبردار ہوں۔

انفان باقی کہسار باقی      الحکم لله الملک لله (صفحہ ۱۶۸)  
الحکم لله اور الملک لله قرآن مجید کی ان آیات سے ماخوذ ہیں۔

ان الحکم الا لله ط      ۲۰/۱۲      خدا کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے۔

یسبح لله ما فی السموات وما فی الارض لله الملک      جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے  
وله الحمد وهو علی کل شیء قدير ۱/۶۲      (سب) خدا کی تسبیح کرتی ہے اسی کی سجدی  
بادشاہی ہے اور اسی کی تعریف (لامتناہی) ہے  
اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

لادینی و لاطینی کس بیچ میں الجھا تو داروہے ضعیفون کا لاغالب آلا ہو (صفہ ۱۷۵)

"لاغالب آلا ہو" قرآن حکیم کی اس آیت کے ٹکڑے سے ماخوذ ہے۔

واللہ غالب علیٰ امرہ ولكن اکثر الناس لا  
اور خدا اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں  
معلوم ہے ۲۱/۱۲ جانتے۔

---

(طبع سوم ۱۹۲۶ء)

ارمغان حجاز

درین وادی زمانی جاودانی      زخاکش بر سر روید معانی  
حکیمان با کلیمان دوش بر دوش      کہ این جا کس نگوید "لن ترانی" (صف ۳۸)

دیکھنیے صفحہ ۳۹ (۱۲۳/۷۳)

حق آن دہ کہ مسکین و اسیر است      فقیر و غیور او دیر مہر است (صف ۲۳)  
ہرے او در میخانہ بستند      درین کشور مسلمان تشنہ مہر است

دیکھنیے صفحہ ۳۱ (۱/۷۷)

بہا ساقی نقاب از رخ ہر انگن      چکید از چشم من خون دل من  
ہاں لحنیے کہ نیے شرقی نہ غریبی است      نوائیے از مقام لا تخف زن (صف ۹۱)

دیکھنیے صفحہ ۲۵ (۶۱-۶۷/۲۰)

میان آفتان والا مقام است      کہ آن آیت دو گیتی را امام است  
نیاساید زکار آفرینش      کہ خواب و خستگی ہرے حرام است (صف ۹۸)

بہان قرآن مجید کی اس آیت کی طرف "خواب" ~~خفتگی~~ کہہ کر اشارہ کیا گیا ہے۔ "خفتگی" وہ  
دیکھنیے صفحہ ۵۶ (۳۸/۵۰)

اللہ لا الہ الا ہو، الحق القیوم، لا تاخذه      خدا (وہ) معبود ہر حق ہے کہ (اس کے سوا کوئی  
عبادت کے لائق نہیں زندہ ہمیشہ رہنے والا  
اسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند جو کچھ  
آسمانوں اور جو کجا زمین میں ہے سب اسی کا ہے  
کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی)  
سفارش کر سکے جو کچھ لوگوں کے وہرہ ہو رہا ہے اور  
جو کچھ ان کے پیچھے ہو چکا ہے اسے سب معلوم ہے  
اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس  
حاصل نہیں کر سکتے ہاں جس قدر وہ چاہتا ہے  
(اسی قدر معلوم کرا دیتا ہے) اس کی بادشاہی (اور  
علم) آسمان اور زمین سب پر حاوی ہے اور اسے ان کی

۲۵۵/۲

حفاظت کچھ بھی دشوار نہیں وہ بڑا عالی مرتبت  
اور جلیل القدر ہے۔

فروغ خویش را ہو کاغ و کوریز  
بہ دل لاغالب الا اللہ فرد ریز  
(صفحہ ۱۰۰)

ہجام نو کہن میرے از سپوریز  
اگر خواہی شمر از شاخ منصور

دیکھنیے صفحہ ۶۶ ( ۲۱/۱۲ )

حیات از حکمت قرآن نگیری  
کہ از بسین او آسان پیروی  
(صفحہ ۱۰۱)

بہ بند صوفی و ملا اسیری  
ہایما تشر ترا کارے جزاین نیست

دیکھنیے صفحہ ۵۸ )

سزاوار حدیث لن ترانی  
(صفحہ ۲۲۳)

نہیں ہے اس زمانے کی تگ و تاز

دیکھنیے صفحہ ۳۹ ( ۱۴۳ / ۷ )

مسیح و مینح و جلیہا بہ ماجرا کیا ہے (صفحہ ۲۲۴)

جہان کی روح روان لا الہ الا ہو

دیکھنیے صفحہ ۵۷ ( ۱۴۳ / ۲ )

(طبع اول ۱۹۵۲ء)

ہا قبا ۱۱۱۱

ماور فنانے جھپا رکھی ہے عظمت تہری قاب قوسین سے کھلتی ہے حقیقت تہری

(صفہ ۳۰)

مہان مصرع ثانی میں قرآن عزیز کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

فکان قاب قوسین اودانی ؎ ۱/۵۳ نو دو کمان کے فاصلے پر ہا اس سے بھی کم۔

طور پر چشم کلیم اللہ کا تارا ہے تو معنی ہاسین ہے تو۔ مفہوم اودانی ہے تو (صفہ ۵۱)

دیکھنیے صفہ ۲۹ ( ۹ / ۵۳ )

ابتد میں شرح ربز آیہ لا تقرہا کس قدر مشکل تھا پہلا امتحان اہل درد (صفہ ۱۹)

دیکھنیے صفہ ۳۹ (۳۵-۳۶)

باب سوم  
تلمیحات حدیث  
اسرار خودی

(طہم سوم ۱۹۲۸ ع)

خود فرود آ از شتر مثل عمر الحذر از منت غیر الحذر (صف ۲۲)

اس شعر میں حضرت عمر کی طرف جس واقعہ کو منسوب کیا گیا ہے کتب احادیث میں اس کی نسبت دوسرے حضرات کی طرف کی گئی ہے یہ واقعہ حضرت عمر کا معلوم نہیں ہوتا۔

قال فکان ثوبان یضیم سوطه و هورا کب فلا  
بقول لا حدنا ولننہض حتی ینزل فہا خذہ -  
(ابن ماجہ صف ۱۲۳)  
حضرت ثوبان سے سواری کی حالت میں جب کوڑا گر جاتا  
تو کسی سے اٹھانے کے لئے نہیں کہتے تھے بلکہ خود  
اتر کر اٹھا لیتے۔

عن ذر قال دعانی رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم وهو یسیر ط علی الانسئل  
الناس شیا قلت نعم قال ولا سوطک ان  
سقط منك حتی تنزل الیہ فطاً خذہ -  
(مشکوٰۃ صف ۶۲ طہم جنتہائی)  
حضرت ابوذر کا بیان ہے کہ رسول کریم صلعم نے مجھ  
کو بلایا اور مجھ سے شرط کی کہ میں کسی سے کسی چیز  
کا سوال نہ کروں۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا آپ نے فرمایا  
کہ اگر تمہارا کوڑا گر جائے وہ بھی کسی سے نہ مانگو  
بلکہ خود اتر کر اٹھا لو۔

فلقد کان بعض اولئکہ النضر یقط سوطہ فہا  
یسئل احدا ان یناولہ اہاء -  
روایت ہے کہ بعض صحابہ ایسے تھے جن کا اگر کوڑا  
گر جاتا تو وہ بھی کسی سے مانگا نہیں کرتے تھے۔

(ابو داؤد مع عون المعبود ۱۳۱ مطہم انصاری

دہلی ۱۳۱۸ھ)

مذکورہ بالا دو روایتوں میں تو نام کی تصریح ہے اول میں حضرت ثوبان کے ساتھ واقعہ کی  
صورت میں اور ثانی میں حضرت ابوذر غفاری کو رسول اکرم صلعم نے تاکید فرمائی ہے۔ ظاہر ہے  
کہ ان کو بھی ایسے اتفاقات ضرور پیش آتے ہوں گے جن میں انہوں نے اپنے محبوب کے ارشاد کی تعمیل  
کی ہوگی۔ تیسری روایت اسی داؤد کی ہے جس میں متعدد اصحاب کا رسول کریم صلعم کی خدمت اقدس  
میں اس عہد کے وقت حاضر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ ان میں حضرت عمر بھی ہوں اگرچہ نام  
کی تصریح نہیں مل سکی۔ (۱)

(۱) ایسا ہی ایک واقعہ حضرت ابوہریرہ صدیق کے حالات زندگی میں بھی ملتا ہے۔ ایک مرتبہ آپ کا کوڑا  
گم گیا تھا اور آپ نے ہجائز کسی راہگیر سے مانگ کر خود اتر کر اٹھایا تھا۔ محمد حبیب الرحمن خان

آنکہ خاشاک بتان از کعبہ رفت مرد کا سب را حبیب اللہ گفت (صفہ ۲۵)

الکا سب حبیب اللہ - مشہور حدیث ہی کی طرح ہے۔ اگرچہ یہ احادیث کے کسی مستند و معتبر  
مجموعہ میں نہیں ملی۔ نیز الکا سب حبیب اللہ ایک قول مشہور ہے۔ اقبال نے جو حاشیہ میں اس کو  
حدیث لکھا ہے وہ صحیح نہیں۔

ہنچہ اور ہنچہ حق می شود ماہ از انگشت او شق می شود (صفہ ۲۷)

اس شعر کے پہلے مصرع میں حدیث قرب نوافل اور دوسرے مصرع میں ہجڑہ شق القمر کی طرف اشارہ  
کیا گیا ہے۔

لا يزال الصمد يتقرب الي بالنوافل حتى  
احبه فاذا احبته كتبت اسمه الذي  
يسم به وبصره الذي يبصر به ويد به التي  
يهبط بها۔  
(مشکوٰۃ صفہ ۱۹۷ طبع مجتہائی)

ہندہ نوافل کے ذریعہ سے مجھ سے قرب حاصل کرنے  
کے لئے مسلسل کوشش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں  
اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت  
کرتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا  
ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا  
ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔

عن ابن مسعود بنينا نحن مع النبي صلى  
الله عليه وسلم بمنى اذ انفلق القمر  
فلقبين فلقه راء الجبل و فلقه درنه فقال  
لنا صلى الله عليه وسلم اشهدوا  
(جمع الفوائد ج ۲ صفہ ۲۰۰ طبع مہر شاہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ہم رسول  
کریم کے ساتھ منی میں تھے کہ (بکفار مکہ کے ہجڑہ  
طلب کرنے پر آپ کی انگلی کے اشارے سے) چاند کے  
دو ٹکڑے ہو گئے (جن میں سے) ایک ٹکڑا پہاڑ کے پیچھے  
چلا گیا اور دوسرا (پہاڑ کے) اس طرف رہ گیا تب آپ  
نے ہماری طرف مخاطب ہو کر فرمایا گواہ رہو۔

ہر کہ در آفاق گردد بوتراب باز گرداند ز مغرب آفتاب (صفہ ۵۳)

یہاں اشارہ رجعت خورشید کے ہجڑہ کی طرف کیا گیا ہے۔

عن اسماء بنت عيسى وعن ابى هريرة رضى الله  
تعالى ان النبي صلى الله عليه وسلم كان  
يوحى اليه ورأسه في حجر علي وهو لم يملح

اسماء بنت عیسیٰ سے اور حضرت ابو ہریرہ سے اس حدیث  
کو روایت کیا ہے کہ رسول کریم پر ایک دفعہ وحی نازل  
ہوئی اور رسول کریم اپنا سر حضرت علی کی گود میں رکھ



العصر حتى غابت الشمس فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم اصليت يا علي قال لا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انه كان في طاعتك وطاعته رسولك فاردد عليه الشمس قالت فرأيتها غربت ثم رأيتها طلعت بعد ما غربت ووقعت على الجبل وذلك في الصباحي خيبر۔  
(مولانا عبيد اللہ بسمل امرتسری - ارجح المطالب صف ۷۹۵-۷۹۶)

کر لیٹ گئے۔ حضرت علی نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ رسول کریم نے ان سے پوچھا یا علی تم نے نماز پڑھی ہے عرض کیا یا رسول اللہ نہیں پڑھی رسول کریم نے جناب الہی میں دعا کی کہ اے میرے پروردگار یہ تیوی اور تیورے رسول کی فرمانبرداری میں مصروف تھا اس لئے آفتاب کو لوٹا دے (اسما بنت عمیس روایت کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ) آفتاب غروب ہو چکا ہے اور غروب ہونے کے بعد پھر پہاڑ پر کھڑا ہو گیا اور یہ امر صہبا خيبر میں واقع ہوا۔

اس روایت کی موافقت و مخالفت میں محدثین نے بہت کچھ لکھا ہے اور اکثر نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔

زیر پاشراينجا شکوہ خيبر است دست او آنجا قسم کوثر است (صف ۵۳)

اس شعر میں اشارہ اس روایت کی طرف ہے کہ حضرت علی رسول کریم صلعم کے حکم سے مسلمانوں کو آب کوثر پلائیں گے۔

عن ابن سعيد الخدري رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في علي خمسة امور - - -  
واما الثالثة فواقف علي عقر حوض يسقي من عرف من امتي -  
(ارجح المطالب صف ۵۷)

حضرت ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم فرماتے تھے۔ علی میں پانچ خصوصیتیں ہیں (ان میں سے) تیسری یہ کہ وہ میرے حوض (کوثر) کے کنارے کھڑے ہوں گے اور جس کو میری امت میں سے پہچانتے ہوں گے اسے (آپ کوثر) پلائیں گے۔

ذات او دروازه شهر علوم زیر فرمانش حجاز و چین و روم (صف ۵۴)

اس شعر کے پہلے مصرع میں اس حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جہاں رسول کریم نے حضرت علی کو علم کا دروازہ کہا ہے۔

انا هدینته العلم وعلیٰ ہا بہا۔ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

(جمع الفوائد ج ۲ صفحہ ۲۱۲ طبع میرٹھ)

خاک گشتن مذہب پروانگی است خاک را اب شو کہ این مردانگی است (صفحہ ۵۲)

یہاں حضرت علی کی گتیت (ابو تراب) کی طرف تلمیح کی گئی ہے۔

عن سہل ابن سعد قال دخل علی علی فاطمة ثم خرج فاضطجع فی المجد فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم این ابن عمک قالت فی المجد فخرج الیہ فوجد رداۃ قد سقط عن ظہرہ وخلص التراب الی ظہرہ فجعل یمسح عن ظہرہ فیقول اجلس یا ابا تراب مرتین۔

(بخاری ج ۱ صفحہ ۵۲۵ مجتہائی)

حضرت سہل ابن سعد سے روایت ہے کہ حضرت علی ایک مرتبہ حضرت فاطمہ کے پاس آئے (اور پھر کسی بات پر خفا ہو کر) مسجد نبوی میں جا لیجئے رسول کریم تشریف لائے تو حضرت فاطمہ سے ان کی نسبت پوچھا۔ عرض کیا مسجد میں ہیں۔ آپ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ جادر حضرت علی کے شانے سے ہٹی ہوئی ہے اور کمر مٹی میں لٹھڑی ہوئی ہے آپ کمر کی مٹی صاف کرنے جاتے تھے اور فرماتے جاتے اے ابو تراب (یعنی خاک آلودہ) اٹھ بیٹھو دو مرتبہ ایسے ہی فرمایا۔

تا کجا دو روز و شب باشی اسیر رمز وقت اولیٰ مع اللہ یاد گیر (صفحہ ۸۱)

"لی مع اللہ"۔ یہ حدیث کی حقیقت سے مشہور ہے لیکن ملا علی قادری نے اس کو فول صوفیہ قرار دیا ہے۔

لی مع اللہ وقت لا یسعدنی فیہ نبی مرسل ولا ملکہ مقرب (ملا علی قادری۔ موضوعات کبیر صفحہ ۶۰ مجتہائی اور عبدالرحمن سخاوی۔ المقاصد الحسنہ صفحہ ۱۶۷ طبع لکھنؤ)

(رسول کریم نے ارشاد فرمایا کہ) بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے ساتھ مجھے ایسا روحانی قرب حاصل ہوتا ہے کہ اس (خلوت) میں نہ کوئی نبی مرسل ہاں ہو سکتا ہے اور نہ کوئی مقرب فرشتہ۔

زندگی از دھرو دھرو از زندگی است لانسو الدھر فرمان نبی است (صفحہ ۸۲)

روایت سے الفاظ حسب ذیل ہیں جن کی طرف شعر میں تلمیح کی گئی ہے۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ رسول کریم نے فرمایا

وسلم قال لا تسبوا الدهر فان الله هو  
 الدهر -  
 (مسلم ج ۲ صفحہ ۲۳۷ علیہ)

کہ تم زمانے کو برا مت کہا کرو کیونکہ اللہ (مالک)  
 زمانہ ہیں (یعنی زمانے کی برائی بھلائی کا مطلب  
 خدا کی برائی بھلائی ہوگی)۔

---

(صفحہ ۶۸)

حوز جان کن گفتہ خبر المشرع // هست شیطان از جماعت دور تو  
 اس شعر میں اس حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس میں جماعت کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔  
 ای ذوال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا  
 وسلم من فارق الجماعة شبرا فقد خلع  
 کہ جو شخص جماعت سے ہالشت بھر جدا ہوا اس نے  
 رفقہ الاسلام من علقہ -  
 اسلام کا پٹا اپنی گردن سے نکالا۔

(مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ ج ۱ صفحہ ۸۳)

(مطبوعہ نولکشور)

(صفحہ ۱۱۸)

پودہ ناموس دین مصطفیٰ است

لانی بعدی ز احسان خداست

اس شعر میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے۔

عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول اللہ  
 حضرت سعد سے روایت ہے کہ رسول کریم نے حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انت من بمنزلۃ  
 علی سے فرمایا کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت  
 ہارون من موسی الا انه لانی بعدی -  
 موسیٰ کے لئے ہارون تھے الا یہ کہ میں بعد کوئی  
 (مشکوٰۃ صفحہ ۵۳)  
 نہیں نہیں ہے (یعنی صرف نہیں اور غیر نہیں کا فرق  
 ہے)۔

(صفحہ ۱۲۶)

دوش ختم المرسلین نعم الجمل

بہر آن شہزادۂ خیر الملل

اس شعر میں جس روایت کی طرف اشارہ ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

عن جابر قال دخلت علی النبی صلی اللہ  
 حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں رسول کریم کی خدمت  
 علیہ وسلم والحسن والحسین علی غہرہ  
 میں ایسی حالت میں حاضر ہوا کہ حضرات حسین  
 آپ کے گاندھوں پر سوار تھے اور آپ فرما رہے تھے کہ  
 وهو یقول نعم الجمل جملکم المدلان  
 تمہاری سواری بھی بہترین ہے اور تم سوار بھی  
 انما۔ (کنز العمال ج ۷ صفحہ ۱۰۸ مصری)  
 بہترین ہو۔

(صفحہ ۱۳۰)

دوستدارم طاعت و طہب و نسا

گفت ہا امت ز دنہائے شما

یہاں اشارہ اس حدیث کی طرف کیا گیا ہے۔

حب الی دنیا کم النساء والطیب و جعلت  
قوة عینی فی الصلاة - مجھے دنیا کی دو چیزیں محبوب ہیں عورت اور  
خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔

(ملا علی قاری۔ الموضع فی احادیث)

الموضع صفحہ ۱۱ مطہم محمدی لاہور)

جلوۃ او قدسیان را سینہ سوز بود اندر آب و گل آدم هنوز (صفحہ ۱۲۰)

اس شعر میں اشارہ اس روایت کی طرف کیا گیا ہے۔ کت بنیاد آدم بین الماء والسطین -

روایت اگرچہ کت بنیاد آدم بین الماء والسطین کے ساتھ مشہور اور زہا نزد ہے مگر حافظ سخاوی  
کا بیان ہے کہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ کسی حدیث کی کتاب میں نہیں مل سکی بلکہ حافظ جلال  
الدین سیوطی نے تو صاف طور پر اس کا رد فرمادیا ہے تاہم مضمون اس حدیث کا بالکل صحیح ہے۔  
چنانچہ ترمذی مشکوٰۃ خصائص کبریٰ اور کنز العمال وغیرہ میں حدیث قریب قریب ان الفاظ کے ساتھ  
مروی ہے۔

عن الی ہریرہ قال قالوا یا رسول اللہ متی حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے دریافت  
وجبت لک البتوة قال وادم بین الروح والصحید کہا کہ یا رسول اللہ آپ کو نبوت کب عطا ہوئی تھی  
(مشکوٰۃ ج ۲ صفحہ ۵۳ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۰۴ مجیدی فرمایا اس وقت جب کہ حضرت آدم روح و جسد  
کنز العمال ج ۶ صفحہ ۱۱۲ مصری اور خصائص کبریٰ ج ۱ صفحہ ۱) کی درمیانی حالت میں تھے (یعنی  
ان کی تخلیق بھی نہیں ہوئی تھی)

تاز بخششہائے آن سلطان دین مسجد ماسد ہمہ روئے زمین (صفحہ ۱۲۱)

مصرع ثانی میں اس حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

جعلت لی الارض مسجد و طہورا میرے لئے تمام روئے زمین مسجد بنادی گئی ہے اور  
(بلوغ الغرام صفحہ ۱۰۵ مجتہائی پاکیزہ شہرا دی گئی ہے۔

نوع انسان را بہام آخرین حامل اور حمة العلماء لعین (صفحہ ۱۲۰)

اس شعر کے مصرع اولیٰ کی تائید حسب ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

ختم بی النبیون - (مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۲) میں آخری نبی ہوں -

فطرت مسلم سراپا شفقت است در جہان دست و زبانش رحمت است (صف ۱۵۲)  
اس شعر کا مضمون ذیل کی حدیث سے لیا گیا ہے۔

عن عبد اللہ بن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔  
حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ فرمایا  
رسول کریم نے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور  
ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہے۔  
(بخاری ج ۱ صف ۶ طبع دہلی ۱ صحیح المطابع)

آنکھ مہتاب از سر انگشتش دونیم رحمت او عام و اخلاقش عظیم (صف ۱۵۲)  
دیکھنیے صف ۷۱

ہر سر این باطل حق پیوہن تیغ لا موجود الا ہو یزن (صف ۱۶۳)  
"لا موجود الا ہو" یہ بعض صوفیہ کا مقولہ ہے لیکن حدیث نہیں ہے۔  
حرف حق از حضرت ما بردہ پس چرا با دیگران نسپردہ (صف ۱۶۴)  
یہ شعر مندرجہ ذیل حدیث سے ماخوذ ہے۔

بلغوا عنی ولو آیتہ (مشکوٰۃ صف ۲۲) میری طرف سے (لوگوں تک) پہنچادو خواہ ایک آیت  
ہی کیوں نہ ہو۔

کاروان را رہگذا راست این جہان نقد ہومن را عیار است این جہان (صف ۱۶۶)  
اس شعر کے مصرع اولی کا مضمون ذیل کی حدیث سے ماخوذ ہے۔

عن عبد اللہ بن عمر قال اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمنکی فقال کن فی الدنیا کانک رحیل اوھا ہر سہیل۔  
حضرت عبد اللہ بن عمر نے بیان کیا کہ رسول کریم  
نے میرا کاندھا پکڑ کر فرمایا کہ دنیا میں مسافر  
ہا رہو کی طرح زندگی بسر کرو۔

(بخاری ج ۲ صف ۹۲۹ طبع دہلی ۱ صحیح المطابع)

آنکے نازد ہر وجود ش کائنات ذکر او فرمود ہا طیب و صلوٰۃ (صف ۱۷۴)  
دیکھنیے صف ۷۵



گفت آن مقصود حرف کن ذکاں زیر پائے امہات آمد جنان (صفہ ۱۷۲)

اس شعر میں اس حدیث کی طرف تلمیح کی گئی ہے۔

رواہ احمد والنسائی والبیہقی فی شعب  
الایمان من معاویہ بن جاحمہ ان جاحمہ  
رضی اللہ عنہ جاؤالی ابنی صلی اللہ علیہ  
وسلم فقال یا رسول اللہ اردت ان اغزو وقد  
استہشرك فقال هل لك من ام قال نعم قال  
فالمزمعا فان الجنة عند اوتحت رجليها۔  
(فتح الباری ج ۶ صفہ ۳۶۵ حافظ عبدالرحمن جنت ہے۔  
سخاوی۔ المقاصد الحسنہ صفہ ۸۲ طبع لکھنؤ  
علا الجامع الصغیر للسيوطی صفہ ۱۲۵ طبع مصر)

آن امن الناس ہر بولائے ما آن کلم اول سینائے ما (صفہ ۱۸۱)

اس شعر میں حضرت ابوہریرہ صدیق کے فضائل میں جو روایت ہے اس کی طرف اشارہ ہے۔

ان من امن الناس علی فی صحبتہ ابوہریرہ  
ولو كنت متخذًا خليلًا لا تخفت اباہریرہ خليلًا۔  
(مشکوٰۃ ج ۲ صفہ ۵۵۲)  
(رسول کریم نے) فرمایا کہ لوگو جان و مال کے اعتبار  
سے سب سے زیادہ احسان مجھ پر ابوہریرہ نے کیا  
ہے۔ اگر (اللہ کے علاوہ) میں کسی کو اپنا خلیل  
بناتا تو انہی کو بناتا۔

گویا ع بعد از خدا خلیل توفی قصہ مختصر

(طہم پنجم ۱۹۴۶ء)

پیام مشرق

سروری در دین ما خدمت گری ست      عدل فاروقی و فقر حیدری ست      (صفحہ ۷)

اس شعر کے مصرع اولیٰ میں اس حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے۔

سید القوم خادمہم

(حافظ عبدالرحمن سخاوی - المقاصد

الحسنہ صفحہ ۱۱۶ طہم لکھنؤ)

---



(طہم یازدہم مارچ ۱۹۲۷ء)

ہا نگہ درا

پھڑک اٹھا کوئی تیری ادائے مامرفنا پر

تو رتبہ رہا بڑھ چڑھ کے سب ناز آفرینوں میں (صفحہ ۱۰۹)

"مامرفنا" یہ جملہ حدیث کی حقیقت سے مشہور ہے لیکن احادیث کے کسی مجموعہ میں نہیں ملا۔

مامرفنا کہ حق صرف ہے  
ہم نے تجھ کو اس طرح نہیں پہچانا جس طرح کہ  
پہچاننے کا حق ہے۔

صورت خاک حرم یہ سرزمین بھی پاک ہے

آستان مسند آرائے شہ لولا کہ پر (صفحہ ۱۵۶)

"لولا کہ" اشارہ ذیل کی حدیث قدسی کی طرف ہے۔

لولا کہ لما خلقہ الافلاک (اے نبی) اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو بھی

(ملا علی قاری۔ المصنوع فی احادیث الموضوع صفحہ ۲۲) پیدا نہ کرتا۔

سماں الفقر فخری کا رہا شان امارت میں

"ہا پ و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیہارا" (صفحہ ۱۹۸)

"الفقر فخری" اشارہ حسب ذیل حدیث کی طرف ہے۔

الفقر فخری وہ انتخیر فقر میرا فخر ہے اور اس پر میں فخر کرتا ہوں۔

(ملا علی قاری۔ المصنوع فی احادیث الموضوع

صفحہ ۱۸ مطہم محمدی لاہور)

(طہم چہارم ۱۹۲۸ء)

زہرہ عجم

نصیب خود زہرہ پورہن گہر بہ کتمان نکبت از مصر و یمن گہر (صفہ ۲۱۲)  
اس شعر میں لفظ یمن لا کر اقبال نے اشارہ افی لا جد نفس الرحمن من قبل الیمن (میں یمن کی طرف سے رحمن کی خوشبو محسوس کرتا ہوں) کیا ہے جو عموماً حدیث کی حیثیت سے مشہور ہے اگرچہ کسی مستند مجموعہ حدیث میں نظر سے نہیں گزری۔

چنین فرمودہ سلطان بدر است کہ ایمان در میان جہر و قدر است (صفہ ۲۲۸)

یہ الفاظ "ایمان در میان جہر و قدر" کسی حدیث کے نہیں بلکہ فرقہ جہرہ قدریہ کے افراط و تفریط سے ہٹ کر جو یمن میں مسلک اہل سنت کا ہے اس کو "الایمان بین القدر والجہر" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی نظریے کو نظم کیا گیا ہے۔ روایت کے الفاظ تو دوسرے ہیں یعنی "الایمان بین الخوف والرجا" جس میں ایک دوسرے نظریے کو بیان کیا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ اشارہ ہو روایت مشکوٰۃ کی طرف جس میں جہرہ و قدریہ دونوں کی تردید کی گئی ہے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں جو حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔  
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صنفان من امتی ہری امت میں دو گروہ ایسے ہیں جن کے حصے ہیں لعل فی الاسلام نصیب المرجۃ والقدریہ۔  
میں اسلام کا نشان بھی نہیں ہے اور وہ مرجۃ اور قدریہ کے فرقے ہیں۔ (مشکوٰۃ ج ۱ صفہ ۲۲)

اس کا ماحصل وہی نکلتا ہے کہ ایمان جہر و قدر کے درمیان ہے۔ یہ حدیث ترمذی ہے۔

(صفہ ۲۳۲)

مَنور شوز نور من "برائی" مزہ برہم وزن تو خود نمائی

"من برائی"۔ یہاں اس حدیث کی طرف تلمیح کی گئی ہے۔

من ایں قتادہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رانی فقد رای الحق۔  
حضرت ایں قتادہ سے روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ جس نے مجھے (خواب میں) دیکھا اس نے فی الحقیقت مجھے دیکھا۔ (مشکوٰۃ صفہ ۳۹۴)

جاوید نامہ

(طہم دوم ۱۹۴۷ء)

لی م اللہ ہو کر اور دل نشست آن جوانمردے طلسم من شکست (صفہ ۲۲)

دیکھنیے صفہ ۷۳

گرتو خواہی من نہاشم در میان لی م اللہ بازخوان از عین جان (صفہ ۲۲)

دیکھنیے صفہ ۷۳

از حدیث مصطفیٰ داری نصیب دین حق اندر جہان آمد "عربیہ" (صفہ ۸۶)

اس شعر میں جس مضمون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کی روایت کے الفاظ یہ ہیں -

بد الاسلام غریبا و سیمود کہا بد فطوبی اسلام ابتدا میں جس طرح اجنبی تھا آخر میں بھی

للغریبا ایسا ہی اجنبی ہو جائے گا (اس کی یہ حالت غریبا سے

(مشکوٰۃ ج ۱ صفہ ۲۹-۳۰-ترمذی ج ۲ صفہ ۱۲) ملتی جلتی ہے) پس غریبا کے لئے بشارت ہو۔

با سید فاماں بد بیضا کہ داد؟ مزدہ "لا قیصر و کسری" کہ داد؟ (صفہ ۸۹)

اس شعر کے مصرع ثانی کے الفاظ "لا قیصر و کسری" مندرجہ ذیل حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہیں -

عن ابن ہریرہ قال قال رسول اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم نے فرمایا

وسلم ہلک کسری تم لا یكون کسری بعدہ کہ عنقریب کسری (شاء فارس) ہلاک ہوگا اور اس کے بعد

وقیصر لیہلکن تم لا یكون قیصر بعدہ ولتقسمن اور کوئی کسری نہ ہوگا اور البتہ قیصر (شاء روم) ہلاک

کنوز ہما فی سبیل اللہ - ہوگا اور پھر کوئی قیصر نہ ہوگا اور ان دونوں بادشاہوں

کے خزانے خدا کی راہ میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ (مشکوٰۃ صفہ ۲۶۶)

از بلا ترسی حدیث مصطفیٰ است 'مرد را روز بلا روز صفا ست' (صفہ ۱۱۰)

اس شعر میں اس حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے -

عن سعد قال سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد کہتے ہیں کہ رسول کریم سے دریافت

اے الناس اشد بلا قال لا انہما ثم الا مثل ہذا قال ہاں لوگ سخت بلاؤں میں مبتلا ہوتے

الرجال علی حسب دینہ روقہ ہون علیہ فما زال ہین - آپ نے فرمایا انہما پھر وہ لوگ جو انہما سے

کذلک حتی ہمیشی علی الارض ما له ذنب  
رواہ الترمذی و ابن ماجہ والد ارضی وقال  
الترمذی ہذا حدیث حسن صحیح -  
(مشکوٰۃ صفحہ ۱۳۶)

مشابہ ہوں پھر انسان جس قدر دین میں سخت ہوتا  
ہے اسی قدر اس کی مصیبت سخت ہوتی ہے اور جس  
قدر دین میں نرم ہوتا ہے اسی قدر اس کی مصیبت  
ہلکی ہوتی ہے پس ہمیشہ اسی طرح ہوتا رہتا ہے  
یہاں تک کہ وہ اس حالت میں زمین پر چلتا ہے کہ  
تمام گناہوں سے پاک و صاف ہوتا ہے۔ (ترمذی ابن  
ماجہ دارمی) ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن  
صحیح ہے۔

گفتیش "بگذر ز آئین فراق ایضاً الاشیا عندی الطلاق" (صفحہ ۱۵۹)

اس شعر میں ذیل کی حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔  
عن ابن رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم "ایضاً الحلال الی  
اللہ الطلاق" رواہ ابوداؤد ابن ماجہ لیثی  
(ابن حجر عسقلانی - بلوغ الرام صفحہ ۲۲۳ مجتہانی)

ابن عمر سے روایت یہ ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ  
اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ  
ناپسندیدہ طلاق ہے۔

آنکہ حرف شوق یا اقوام گفت  
اس شعر میں ذیل کی حدیث کی طرف اشارہ مقصود ہے۔  
ان لکل امة رعبانہ و رعبانہ ہذا الامة  
الجهاد فی سبیل اللہ -

جنگ را رعبانی اسلام گفت (صفحہ ۲۱۸)

ہر امت کے لئے رعبانیت ہے اور رعبانیت اس امت کی  
جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

(کنز العمال ج ۲ صفحہ ۱۵۸)  
آنکہ بود اللہ او را ساز و برگ  
فتنہ او حب مال و ترس مرگ (صفحہ ۲۳۲)

(۱) مولانا ضیاء احمد ہدایونی نے اس حدیث کو یوں نظم کیا ہے۔  
اک دن میں نے مجسم اصحاب میں کہا  
کی عرض اپنی قلت تعداد کے سبب  
فرمایا اس زمانے میں کثرت کے باوجود  
ہے بات یہ کہ الفت دنیا و خوف موت

کل ہو گئے تم نگاہ جہان میں ذلیل و خوار  
شاید اٹھے گا خلق سے مسلم کا اعتبار  
ہوگا تمام قوم میں یہ ضعیف آشکار  
میں جائیں گے معاشر اسلام کا شعار

اس شعر میں ذیل کی حدیث کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

عن ثوبان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يوشك الام ان تداعى عليكم كما تداعى الاكله الى قصعتها فقال قائل ومن قلة نحن يومئذ قال بل انتم يومئذ كثير و لكنكم غثا مكثا السيل ولينزعن الله من صدور عدوكم الحاوية منكم وليقذفن في قلوبكم الوهن قال قائل يا رسول الله وما الوهن قال حب الدنيا و كراهية الموت راء ابوداؤد والبيهقي۔  
(مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۹)

حضرت ثوبان کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے قریب ہے کہ مخالفوں کی جماعتیں ایک دوسرے کو تم سے لڑنے کے لئے بلائیں جس طرح کہ ایک کھانا کھانے والی جماعت دوسروں کو کھانے کی طرف بلائی ہے۔ یہ سن کر صحابہ میں سے کسی نے پوچھا کیا وہ لوگ اس لئے ہم پر غلبہ حاصل کر لیں گے کہ ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے۔ آپ نے فرمایا تم اس زمانے میں بڑی تعداد میں ہو گے لیکن ایسے جیسے کہ دریا یا نالوں کے کنارے جھاگ ہوتے ہیں (یعنی تم نہایت کمزور اور ضعیف ہو گے) تمہارا رعب اور تمہاری ہیبت دشمنوں کے دل سے نکل جائے گی اور تمہارے دلوں میں ضعف و سستی پیدا ہو جائے گی۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ وما الوهن (ضعف و سستی) کہا چیز ہے (فرمایا دنیا کی محبت اور موت سے بھڑاری۔ ابوداؤد و بیہقی۔

ہندہ عشق از خدا گہود طریق  
می شود ہر کا فرو مومن شفیق

(صفحہ ۲۴۲)

اس شعر میں مندرجہ ذیل حدیث کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الرحمن يرحمهم الرحمن ارحموا من في الارض يرحمكم من في السماء۔  
(مشکوٰۃ صفحہ ۲۲۳ مجتہائی)

حضرت عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم نے فرمایا ہے جو لوگ خدا کی مخلوق پر رحم کرتے ہیں رحمن ان پر رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو تاکہ آسمان والا تم پر رحم کرے۔

(اس شعر)

حالی نے (سیرت صفحہ ۱۱۱) اور (کتاب ۲) ملاحظہ ہو حاشیہ پر

خدا رحم کرتا میں اس لئے ہر  
نہ ہو درد کی چوٹ جس سے بگڑے ہر  
کسی کے گناہ نہ بڑھائے ہر  
بڑے غم کا سایہ نہ اس بے اثر ہر  
کرد و مہر بانی تم رمل زمین ہر

(مسدس حالی ص ۲۰ مطبعہ)

کرت نعمت گداز از دل برد      نازی آرد نیاز از دل برد !      (صفہ ۲۴۲)

اس شعر میں اس حدیث کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

عن عمرو بن عوف قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فوالله لا الفقرا خشي عليكم ولكن اخشى عليكم ان تهبط عليهم الدنيا كما تهبط على من كان قبلكم فتنا فسوها كما تنافسوها و تهلككم كما اهلككم - (مشکوٰۃ صفہ ۲۴۰ مجتہاتی) کی رغبت کرو گئے (یعنی دنیا کی لذتوں میں گرفتار ہو جاؤ گئے) جس طرح تم سے پہلے لوگوں نے رغبت کی اور یہ دنیا تم کو ہلاک کر دے گی جس طرح ان کو ہلاک کیا۔

ضعف ایمان است و دلگیری است غم      نوجوانا "نیمہ" پوری است غم      (صفہ ۲۴۵)

"نیمہ" پوری" اشارہ اس حدیث کی طرف ہے۔

الهم نصف الهرم      فکر آدھا بڑھا ہا ہے۔

(حافظ عبد الرحمن سخاوی۔ المقاصد الحسنہ صفہ ۲۴-۲۵ طبع لکھنؤ)

محمد ابن السیہ درویش۔ اسنی المطالب صفہ ۲۴۸ طبع مصر)

فی شناسی! حرم فقر حاضر است      من غلام آنکہ بر خود قاہر است      (صفہ ۲۴۵)

"فقر حاضر" کہہ کر اس حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ایہا کم والطعم فانہ الفقر الحاضر      لالچ سے بچو کیونکہ یہ ایک قسم کی کھلی ہوشی

(سخاوی۔ المقاصد الحسنہ صفہ ۶۵ طبع لکھنؤ) محتاجی ہے۔

(۲) حالی نے اس مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے۔

خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر      نہ ہو درد کی جوش جس کے جگر پر

کسی کے گر آفت گذر جائے سر پر      پڑے غم کا سایہ نہ اس سے اثر پر

کرد مہربانی تم اہل زمین پر

خدا مہربان ہوگا عرش برین پر

(مسدس صفہ ۲۰ مطبوعہ تاج کمپنی

لاہور)

مال جبریل

(طہم دوم مئی ۱۹۲۱ء)

کھویا گیا جو مطلب ہفتاد و دو ملت میں سمجھے گا نہ تو جب تک پہرنگ نہ ہو ادراک

(صف ۶۲)

اس شعر کے مصرع اولیٰ میں حسب ذیل حدیث کے ٹکڑے کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

وتفترق امتی علی ثلاث و سبعین ملة کلهم  
فی النار الا ملة واحدة۔  
(رسول کریم نے فرمایا کہ) میری امت میں تینتر فرقے  
ہوں گے جن میں سوائے ایک فرقے کے سب جہنم  
(ترمذی ج ۲ صف ۸۹ طہم مجتہائی)  
جائیں گے۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ ہومن کا ہاتھ

غالب و کار آفرین کار کشا کار ساز  
(صف ۱۲۲)

اس شعر کے پہلے مصرع میں حدیث قرب نوافل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو صف

پورے میں آج بھی اس کی ہواؤں میں ہے!

رنگ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے! (صف ۱۲۲)

دیکھتے صف ۸۱

(طبع سوم ۱۹۲۷ء)

مسا فر

(صفحہ ۷)

اونگجد در جہان دیگران

ہندہ حق وارث پیغمبران

اس شعر کے پہلے مصرع میں حدیث زہد کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

علما انبیاء کے وارث ہیں۔

العلما ورثة الانبیاء

(اسنی المطالب صفحہ ۱۲۵ طبع مصر)

(صفحہ ۳۱)

دیدمشق در نکتہ "خرقتان"

خرقہ آن "برزخ لایمیان"

"لی خرقتان" اقبال نے اس شعر کے تحت یہ حدیث لکھی ہے "لی خرقتان الفقر والجهاد" مجھے خدا

نے دو لباس دیئے ہیں فقر اور جہاد لیکن اس قول کا حدیث ہونا ثابت نہیں ہوا۔



ہر چہ ہا ید کر د (طہم سوم ۱۹۲۷ ع )

ہر قہائے کہنہ چاک از دست او قہر و کسرتے ہلاک از دست او (صفہ ۲۰)

دیکھئیے صفہ ۸۲

ہوستان را گفت آن سلطان دین "مسجد من این ہمہ روئے زمین" (صفہ ۲۵)

دیکھئیے صفہ ۷۶

مال را گو بہر دین باشی حمول نعم مال صالح گوید رسول (رری) (صفہ ۳۶)

"نعم مال صالح" اس حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

نعم المال الصالح للرجل الصالح حلال مال مرد صالح کے لئے مبارک ہے۔

(عبدالرؤف المناوی - کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق بر حاشیہ

الجامع الصغیر للسیوطی صفہ ۱۲۰ طہم مصر)

آہ یورپ زمین مقام آگاہ نیست چشم او بنظر بنور اللہ نیست (صفہ ۳۷)

اس شعر کے دوسرے مصرع میں اس حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اتقوا فراستہ المؤمن فانہ بنظر بنور اللہ مؤمن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور کے

(اسنی المطالب صفہ ۲۲۸ طہم مصر) ذریعہ سے دیکھتا ہے۔

در بدن داری اگر سوز حیات هست معراج مسلمان در صلات (صفہ ۵۰)

اقبال نے الصلات معراج المؤمنین کا حوالہ دیا ہے لیکن یہ حدیث کہیں ثابت نہیں ہے اگرچہ اس کا

مفہوم درست ہے۔

اے درو دشت تو باقی تا ابد نعرۂ لاقہر و کسرتے کہ زد؟ (صفہ ۵۱)

دیکھئیے صفہ ۸۲

(طبع سوم نومبر ۱۹۴۶ء)

ارمغان حجاز

بچشم من نگہ آوردہ تست فروغ لاله آوردہ تست  
دو چارم کن بہ سحر من رانی شہنشاہ تاب بہ آوردہ تست (صفحہ ۷۱)  
دیکھنیے صفحہ ۸۱

مسلمان را ہمین مردان و ادراک کہ در خود فاش بہند و نیز لولا کہ  
خدا اندر قیاس ما نہ گنجد شناس آن را کہ گوید ما عرفنا کہ (صفحہ ۲۰۶)  
دیکھنیے صفحہ ۸۰

آب و گل تیری حرارت سے جہان سوز و ساز اہل جنت تری تعلیم سے دانائے کار  
(صفحہ ۲۲۰)

"اہل جنت" یہ ترکیب مندرجہ ذیل حدیث سے ماخوذ ہے۔

اکثر اہل الجنۃ الیاء اکثر جنتی بھولے بھالے ہوتے ہیں -

(حافظ عبدالرحمن سخاوی - المقاصد)

الحسنہ صفحہ ۲۵ طبع لکھنؤ محمد ابن

السیہ درویش - اسنی المطالب صفحہ ۲۸ طبع مصر)

اس حدیث کو محدث بیہقی نے اپنی کتاب شعب الایمان میں اور محدث بزار نے اپنی کتاب المسند میں

روایت کیا ہے بعض اور محدثوں کے یہاں بھی یہ روایت ملتی ہے۔ علامہ ابن الدہیم نے اپنی کتاب

تمیز الطبیب من الغیب (صفحہ ۳۲ طبع مصر) میں لکھا ہے کہ اس کی سند کمزور ہے۔

## باقیات اقبال

(طہم اول ۱۹۵۲ء)

عرش کا ہے کبھی کبہہ کا ہے دھوکا اس پر کمر کی منزل ہے الہی مرا کاشائے دل  
(صفحہ ۲۳)

اس شعر میں اس مشہور قول کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

قلوب المؤمنین عرش اللہ - مومنوں کے دل اللہ کا عرش ہیں۔

یہ قول حدیث کی حیثیت سے مشہور ہے اگرچہ اس کی سند مشتبہ ہے۔

ما عرفنا جہا رکھی ہے عظمت تیری قاب قوسین سے کھلتی ہے حقیقت تیری (صفحہ ۳۰)

دیکھئے صفحہ

مقصود لحمک لحمی پہ کھلی ان کی زبان یہ تو اک راہ سے تجھ کو بھی برا کہتے ہیں  
(صفحہ ۳۵)

"لحمک لحمی" اس ضعیف حدیث کی طرف اشارہ ہے۔

ان علیا لحمہ من لحمی ودمہ من دمی علی کا گوشت میرا گوشت پوست ہے اور تیرا خون میرا  
(کنز العمال ج ۶ صفحہ ۱۵۴) خون۔

ارحج المطالب میں خوارزی سے بھی ایک عبارت منقول ہے جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے۔

ولحمک لحمی ودمک دمی اور تیرا گوشت میرا گوشت پوست ہے اور تیرا خون میرا  
(ارحج المطالب صفحہ ۵۴۱-۵۴۲) خون۔

سخنیں راندہ کہ جز قرشی ہوسر مسند نہیں نہ نشست (صفحہ ۱۲۷)

اس شعر میں اس حدیث کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

الا جنتہ من قریش امام قریش میں سے ہوں گے۔

(فتح الباری ج ۶ صفحہ ۵۷۹ مطبع انصاری دہلی ۱۳۱۰ھ)

۱۹۵۲ء

(طہم نقشا اول جنوری)

رخت صفر

مجھ کو انکار نہیں آمد مہدی سے مگر غیر ممکن ہے کوئی مثل ہو پیدا نیا (صفہ ۶۶)

مصرع اولی میں مندرجہ ذیل حدیث کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

المہدی من عترتی من ولد فاطمة مہدی میری نسل اور فاطمہ کی اولاد سے ہون گئے۔

(ابو داؤد صفہ ۵۸۸ مطبوعہ ۱ صحیح المطاہم کراچی ۱۳۶۹ھ)

بشریٰ لکم کہ منتظر ما رسیدہ است یعنی <sup>حجاب</sup> جو یلب غیبت کبریٰ رسیدہ است (صفہ ۱۲۲)

اس شعر میں اس روایت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

وزعموا انہ قد اختفیٰ خوفا من اعدائہ و (یعنی) ان (شیعوں) کا گمان ہے کہ وہ (یعنی محمدؐ)

سینظر مہدی) دشمنوں کے خوف سے چھپے ہوئے ہیں

اور وہ عنقریب ظاہر ہون گئے۔ (عون المہجو د شرح سنن ابی داؤد

ج ۲ صفہ ۱۷۲ مطبوعہ مطبع انصاری

دہلی ۱۳۲۳ھ)

## باب چہارم

### فلسفیانہ تلمیحات

(طہم سوم ۱۹۲۸ء)

اسرار خودی

(صفحہ ۳۲)

از گروہ گوسفندان قدیم

راہب دہرینہ افلاطون حکیم

"افلاطون" - افلاطون (Plato) یونان کا مشہور ترین فلسفی ۴۲۸-۴۲۷ ق م میں پیدا ہوا اور ۳۴۸-۳۲۸ ق م میں فوت ہوا۔ اثنیہ کے ایک ممتاز خاندان کا فرد تھا۔ اس نے ۳۸۷ ق م کے لگ بھگ ایک اکیڈمی قائم کی جو فلسفیانہ اور علمی تحقیقات کے لئے تھی۔ افلاطون کے "مکالمات" اور "رباست" اپنی نوعیت کے بے مثل کارنامے خیال کئے جاتے ہیں اور ان کا ترجمہ دنیا کی مختلف زبانوں میں کیا جا چکا ہے۔

افلاطون کے نزدیک طریق فکر عقلیت ہے۔ عقلیت نام ہے اس اعتقاد کا کہ عقل نظری ہی وہ استعداد ہے جس سے حقیقت کا علم کیا ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اس اعتقاد کو بطور اصول کے اختیار کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ کلی ذہنی واجب بسط اور قدیم ہی حقیقت ہو سکتے ہیں اور جزئی خارجی ممکن مرکب اور حادث حقیقت نہیں ہو سکتے۔ لہذا افلاطون حقائق کا ایک نظام اس طرح وضع کرتا ہے کہ وہ سب کسی ایک اصول اولیٰ سے منطقی طور پر منتزع ہو سکیں۔ افلاطون کے نزدیک وہ اصول اولیٰ (سقراط کے زیر اثر) تصور خیر ہے۔ لہذا افلاطون کے نقطہ نگاہ سے معقول حقیقت ہے اور محسوس بنمود محض اور اسی لئے اس نے عالم ایمان کو حقیقت تسلیم کیا ہے۔

اقبال کے نزدیک یونانی فلسفہ کی خصوصیت اس کی عقلیت ہے اور اسلام کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ محسوس اور معقول دونوں حقیقت ہیں اور ان دونوں کے مابین بھی حقیقت ہے۔ اس لئے اقبال افلاطون سے اختلاف رکھتے ہیں کہ عقلیت کے اصول کو اختیار کر کے زمانی اور مکانی حقائق حرکت اور جد و جہد بے معنی رہ جاتے ہیں حالانکہ زندگی عبادت انہیں سے ہے۔

افلاطون کا نظریہ تعلیم یہ ہے کہ تعلیم کا مقصد ان نقوش کو اجاگر کر کے دکھانا ہے جو روح میں پہلے سے دھندلی حالت میں موجود ہیں۔<sup>(۱)</sup>

---



---

(۱) ول ڈوران - مترجم مولوی احسان احمد - حکایت فلسفہ صفحہ ۸-۷۳

(طہم پنجم ۱۹۲۶ء)

پیام مشرق

(سنہ ۲۳۳۷)

شوہن ہار و نیشا

"شوہن ہار" آرثر شوہن ہار (Arthur Schopenhauer) ۲۲- فروری ۱۷۸۸ء کو ڈانزگ میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ ایک دولت مند تاجر تھا۔ اس کے باپ کی خواہش تھی کہ اس کا بیٹا ایک دہندار انسان بنے۔ لیکن شوہن ہار تاجر بننے کے لئے پیدا نہیں ہوا تھا چنانچہ وہ خود کہتا ہے کہ ہامبرگ میں میرے قنوطی نظریہ حیات کی بنیاد پڑی۔ وہ ۱۷ سال کی عمر سے دنیا کے رنج و الم کو شدت کے ساتھ محسوس کرتا تھا۔ اس نے گوٹنجن اور برلن میں تعلیم حاصل کی۔ گوٹنجن میں شولزے (Schulzey) اور برلن میں فیشے (Fische) فلسفہ میں اس کے استاد تھے۔ یہ دونوں مفکر اپنے زمانے میں جوتی کے حکما تھے۔ شوہن ہار نے افلاطون اور کانٹ کا بہت گہرا مطالعہ کیا تھا۔ ان کے علاوہ شوہن ہار پر ہندوؤں کی مقدس کتب اپنشدوں کا بھی اثر تھا جو اس نے لاطینی تراجم کی مدد سے پڑھی تھیں اس کی اہم ترین تصنیف "کائنات بہ حیثیت خواہشا اور تصور" (The World as Will and Idea) ۱۸۱۹ء میں شائع ہوئی۔ شوہن ہار نے اپنی زندگی کے بہترین لمحات اپنی محبوبہ کے ساتھ وینس میں گزارے۔ واپسی پر اس نے برلن میں دوسروں کے ساتھ سلسلہ شروع کیا۔ لیکن اس وقت ہیگل جرمنی کی دنیا کے فکر و نظر پر حکمران تھا چنانچہ شوہن ہار اور ہیگل میں رقابت پیدا ہوئی اور شوہن ہار کے قدم نہ جم سکے۔ ۱۸۴۱ء میں اس نے فرانک فرٹ میں سکونت اختیار کی اور اپنا زیادہ وقت تصنیف و تالیف میں صرف کرنے لگا لیکن یہ حیثیت مصنف کے ہیگل کے مقابلے میں کامیاب نہ ہوا اور ہر طرف سے اس کی حوصلہ شکنی کی گئی۔ اسی دوران میں اس نے دو اور کتابیں شائع کیں۔ شوہن ہار تمام عمر ناکامیوں اور مایوسیوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ اس کی زندگی کے آخری ایام کسی قدر سکون و اطمینان سے بسر ہوئے۔ انتقال ۲۱- ستمبر ۱۸۶۰ء کو ہوا۔

شوہن ہار ایک ذہین ناول نگار مان کا بیٹا تھا جس سے اس کی تلخی ہوگئی تھی۔ اس کا اثر

اس کے افکار پر بڑا اور اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قنوطی بنا دیا۔

شوہن ہار یورپ کا سب سے بڑا قنوطی فلسفی تھا۔ اس نے زندگی کو ایک تشیل سے اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک تندرست اور توانا اندھے کے کندھوں پر ایک لنگڑا سوار ہے اور اسے جدھر جانتا ہے لے جاتا ہے۔ شوہن ہار کے نزدیک یہ حال عقل اور ارادہ کا ہے۔ اس نے کہا کہ کائنات ایک اندھی مشیت طاقت حیات کا مظہر ہے۔ اس میں اندھا دھند زندگی پیدا کرنے کا جذبہ ہے اور یہ زندگی سر پسر تنازع للہقا اور پرالام ہے۔ اس کے کچھ معنی نہیں نہ منزل نہ مقصود۔ سب سے اچھا راستہ وہ ہے جو اس سے چھٹکارے کی سہیل بنائے۔ اسی لئے اس نے خودکشی کو نجات کا ذریعہ سمجھا ہے۔ (۱)

"نیشا" فریڈرک ولہلم نیٹشے (Friedrich Wilhelm Nietzsche) ۱۵۔ اکتوبر

۱۸۴۴ء کو پرشن سیکسنی میں پیدا ہوا اور یون اور یوگہ میں تعلیم حاصل کی۔ نیشے کا سال وفات ۲۶۔ اگست ۱۹۰۰ء ہے۔

نیشے کا فلسفہ مسیحی قدرون (Values) کی تنقید ہے۔ اس کے نزدیک عزم للقاء (Will to Power) سب سے اعلیٰ فضیلت ہے۔ نیشے کا خیال یہ ہے کہ مقصد کو حیات میں معین ہونا چاہئے۔ جب تک اس کا کوئی عملی فائدہ نہ ہو بیکار ہے۔ وہ تدوین نظام کا قائل نہیں جو کلاسیکل فلاسفہ کانت اور ہیگل کا رجحان تھا۔ ارتقا کا منزل مقصد ایک مافوق الانسان کو پیدا کرنا ہے جو نئی قدرون کا مجسمہ ہو۔

سب سے بہتر وہ تعلیم ہے جو ہمیں دنیا کے مشکلات کا مقابلہ کرنا سکھائے نہ کہ وہ جو تخیلی دنیا میں فرار کرنے کی راہیں دکھائے۔ (۲)

(۱) ڈاکٹر ہیرلڈ ہوفڈنگ - مترجم ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم - تاریخ فلسفہ جدید ج ۲ صفحہ ۲۴۸-۲۴۹

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۲۰ صفحہ ۱۰۲-۱۰۵

(۲) ول ڈوران - مترجم مولوی احسان احمد - حکایت فلسفہ صفحہ ۵۰۷-۵۶۷

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۶ صفحہ ۲۳۲-۲۳۵



## ٹالسٹائی

(صف ۲۳۶)

"ٹالسٹائی" کاؤنٹ لئونکو لا ئے وچ ٹالسٹائی (Count Leo Nikolaievitch Tolstoy or Tolstoi)

مشہور روسی ناول نگار اور فلسفی ۲۸- اگست (۶- ستمبر) ۱۸۲۸ء کو پیدا ہوا۔ اس نے ماسکو اور قازان

میں تعلیم حاصل کی۔ شروع میں یہ فوج میں بھرتی ہوا بعد ازاں فوجی ملازمت سے سبکدوش ہو کر ادبی

مشاغل میں متہمک ہو گیا۔ فوج سے الگ ہونے سے پہلے ہی ٹالسٹائی شاعر اور ناول نگار کی حیثیت سے

مشہور ہو چکا تھا۔ اس نے کچھ وقت سینٹ پیٹرس برگ کے بہترین علمی اور ادبی ماحول میں گزارا۔ جرمنی

اور اٹلی کے سفر کے بعد ٹالسٹائی نے ۱۸۶۲ء میں شادی کی اور ماسکو کے قریب اقامت گزین ہو گیا۔

اسی دوران میں اس نے چند ناول لکھے۔ جنگ کریمیا کے بعد ٹالسٹائی نے کچھ اور ناول تصنیف کئے۔

اس کے دو ناول دنیا میں ادب میں بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ ان میں پہلا ناول (War and Peace)

ہے۔ یہ ناول نیپولین کی لڑائی پر بڑی خوبی سے روشنی ڈالتا ہے۔ اس ناول کے مطالعہ سے پتہ چلتا

ہے کہ نیپولین نے روس کے خلاف کیا کیا اور اہل روس نے کس طرح مدافعت کی۔ اس کا دوسرا مشہور ناول

(Anna Karenina) ہے۔ یہ ناول ایک منحوس شادی کی دردناک داستان ہے۔ اس کے بعد

اس نے غریبوں کی حمایت میں لکھنا شروع کیا اور زندگی کی تکالیف دور کرنا اپنا نصب العین قرار دیا۔

چنانچہ اس کی اس دور کی تصانیف میں غریبوں کی حمایت کا جذبہ جگہ جگہ کار فرما نظر آتا ہے۔ ٹالسٹائی

نے روس میں سرمایہ داری کے خلاف آواز بلند کی۔ آخر میں اس نے اپنی تمام دولت اپنی بیوی کے سپرد

کردی اور ایک کسان کی طرح اپنی بیوی کے مکان میں زندگی بسر کرنے لگا۔ اس نے اپنی زندگی کے آخری

ایام تارک الدنیا ہو کر گزارے۔ اس کا انتقال ۸- نومبر (۲۱- نومبر) ۱۹۱۰ء کو ہوا۔

ٹالسٹائی کے نزدیک مسرت کا راز اس میں ہے کہ آسائش کے معیار کو کم کیا جائے۔ اس نے روس کے

موجودہ حالات کو دیکھ کر یہ پیشین گوئی کی کہ یہاں بہت جلد انقلاب آکر رہے گا۔ وہ ۱۹۱۰ء میں

ہے۔ (۱)

فوت ہوا اور ۱۹۱۴ء میں انقلاب ہو گیا۔ قومی زندگی میں سات سال کا وقفہ کوئی بہت بڑا وقفہ نہیں

(صفحہ ۲۳۶)

## کارل مارکس

کارل مارکس (Karl Marx) جرمنی کا مشہور اسرائیلی ماہر اقتصادیات جس نے سرمایہ داری کے خلاف قلمی جہاد کیا۔ ۵- مئی ۱۸۱۸ء کو جرمنی میں پیدا ہوا۔ اس کے والدین نے اس کو ہون اور برلن میں قانون کے مطالعہ کے لئے بھیجا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بجائے قانون کے تاریخ اور فلسفہ کا مطالعہ کیا۔ مارکس بظاہر ہیگل کا متبع بن گیا لیکن چھوڑے دنوں بعد اس کے خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہوا اور اس نے خدا اور مذہب دونوں کا انکار کر دیا۔

مارکس نے ۱۸۴۲ء میں رھینش گزٹ (Rhenish Gazette) کی ادارت کی۔ وہ ۱۸۴۳ء میں شادی کے بعد اقتصادیات کے مزید مطالعہ کے لئے پیرس گیا جہاں اس نے بہت کچھ حاصل کیا۔ ۱۸۴۵ء میں مارکس کو فرانس سے نکال دیا گیا۔ فرانس سے نکلنے کے بعد اس نے انگلز (Engels) کی صحبت میں کمیونسٹ لیگ (Communist League) کی تنظیم کی اور ۱۸۴۸ء میں اس نے اپنا مشہور منشور (Manifesto) اسی لیگ کے لئے لکھا۔ سیاسی اختلافات کی بنا پر ارباب حکومت نے مارکس کو جلاوطن کر دیا چنانچہ اس نے کچھ عرصہ غیر مالک کی سیاحت کی بعد ازاں لندن میں سکونت پذیر ہو گیا اور وہیں ۱۲- مارچ ۱۸۸۳ء کو انتقال کیا۔ اس کی مشہور کتاب "موسم بہ" (Capital) کو مذہب اشتراک کی انجیل سمجھنا چاہئیے۔ اس کتاب میں مارکس نے اپنے معاشی نظام کو پیش کیا ہے

کارل مارکس ایک معاشی اور عمرانی فلسفی ہے جو تاریخی انقلابات کی بنا طبقائی جدلیت کو قرار دیتا ہے۔ اور طبقائی تضاد کو ابھار کر انقلاب لانا چاہتا ہے۔ اس کا معاشی فکر صنعتی سرمایہ داری میں جو ہے انصافی ہے اس کے رد عمل کے طور پر ابھرا ہے۔ وہ جب کبھی مذہب کی نسبت اظہار خیال کرتا ہے اس کے پیش نظر مسیحی مذہب ہوتا ہے۔ مارکس نسلاً یہودی ہے اور یہودیت کو جو عناد غیر یہودی نظام کے ساتھ ہے اس کے افکار میں نمایاں ہے۔

اس کا ایک دوست انگلز ایک طویل مدت تک اس کی اور اس کے خاندان کی کفالت کرتا رہا تاکہ وہ

(۲)

اپنے افکار کو مدون کر سکے۔

(صف ۲۳۷)

ہیگل

"ہیگل" - جارج ولہلم فریڈرک ہیگل (George Wilhelm Friedrich Hegel) جرمنی کا مشہور

و معروف فلسفی ۲۷-اگست ۱۷۷۰ء کو پیدا ہوا۔ اس کے معاصرین میں شلنگ اور فوشے خاص طور پر

قابل ذکر ہیں۔ ۱۸۱۲ء میں اس نے اپنی مشہور کتاب (Encyclopedia) کی پہلی جلد شائع کی۔

۱۸۱۶ء میں ہیگل ہائیڈ برگ میں پروفیسر مقرر ہوا لیکن دو سال کے بعد اس نے برلن میں پروفیسر

کی جگہ قبول کر لی۔ برلن ہی میں ۱۲-نومبر ۱۸۳۱ء کو انتقال ہوا۔ اسی دوران میں اس نے کئی

کتابیں شائع کیں جن میں 'Philosophy of Art' اور 'Philosophy of Religion' of history بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔

ہیگل کے پیش نظر بھی دوسرے اساطیر فلاسفہ کی طرح ہیں جسے کہ حقیقت کا ایک نظام

مدون کیا جائے اور تمام کثرت کو کسی اصول واحد سے بطور ایک نظام ارتقا کے منتزع کیا جائے۔ چنانچہ

ہیگل کے نقطہ نگاہ سے وہ اصول واحد تصور مطلق ہے اسی کے ظہور سے یہ کائنات وجود میں آئی

ہے۔ جو عمل ظہور کائنات میں مضمر ہے وہ جدلی عمل ہے۔ جدلی عمل کے تین مدارج ہیں۔ ایک اثبات

دوسرے نفی تیسرے تطبیق۔

دراصل ہیگل کا فلسفہ ایک کوشش ہے کائنات کی تنقید کے بعد مابعدالطبیعیات کے مدون کرنے

کی۔ اس لئے ہیگل کے نتائج اتنے اہم نہیں جتنے وہ دلائل جو ہیگل کائنات کے بعد اپنا مقام پیدا کرنے

کے لئے پیش کرتا ہے۔ اس نے فلسفہ تاریخ پر بھی ایک کتاب لکھی جس میں اس نے ثابت کیا ہے کہ

(۲)

مختلف تہذیبیں تصور ہی کے واقعہ بننے یا پانے کی جدوجہد کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں۔

(صف ۲۳۹)

حکیم آئن اسٹائن

(۱) انسائیکلو پیڈیا یا امریکا نا ج ۱۶ صف ۲۲۶-۲۲۷

(۲) انسائیکلو پیڈیا یا برطانیکا ج ۱۱ صف ۳۷۴-۳۸۵

"آئن اسٹائن" ڈاکٹر البرٹ آئن اسٹائن (Albert Einstein) ۱۴ - مئی ۱۸۷۹ء کو جرمنی میں ایک یہودی خاندان میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنے والدین کے ساتھ پہلے میونخ اور اس کے بعد اٹلی میں بچپن گزارا۔ تعلیم ختم کرنے کے بعد وہ زیورخ کے ایک اسکول میں استاد مقرر ہوئے اور انہوں نے سوئٹزرلینڈ کی شہریت اختیار کر لی۔ بعد میں انہیں یون میں پینٹس کا انسپکٹر مقرر کر دیا گیا۔ اسی زمانے میں انہوں نے زیورخ کی یونیورسٹی سے بی ایچ - ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ انہوں نے فزکس (علم الطبیعات) پر بعض مقالے لکھنے جن کا معیار اتنا بلند تھا کہ تیس ہوسر کی عمر ہی میں انہیں یونیورسٹی میں فزکس کا پروفیسر مقرر کر دیا گیا۔ ۱۹۱۱ء میں انہیں پراگ یونیورسٹی میں فزکس کا ہی پروفیسر مقرر کیا گیا مگر وہ بہت جلد سوئٹزرلینڈ واپس آ گئے اور ۱۹۱۳ء میں انہوں نے ہولن کے قیصر ولیم انسٹی ٹیوٹ آف فزکس کے ڈائریکٹر کا عہدہ قبول کر لیا۔

آئن اسٹائن نے ۱۹۰۵ء میں دینا کے سامنے اپنا مشہور نظریہ اضافیت پیش کیا جس نے سائنس کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔ انہوں نے ۱۹۲۱ء میں طبیعات میں "نوبل انعام" حاصل کیا۔ جب کہ ان کی عمر ۲۲ سال کی تھی۔ جرمنی میں جب نازیوں کو عروج <sup>حاصل</sup> ہوا تو آئن اسٹائن کو بھی ان کی تنگ نظری کا نشانہ بننا پڑا اور وہ جرمنی چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ وہ امریکہ چلے آئے اور ۱۹۴۰ء میں انہوں نے امریکی شہریت اختیار کر لی۔ انہیں پرنسٹن یونیورسٹی میں اعلیٰ تحقیقات و مطالعہ کے ادارے میں حیاتی رکنیت بھی دیدی گئی تھی۔ وہ کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ ان کی تصانیف میں "میرا فلسفہ" اور "دنیا میری نظر میں" بھی شامل ہیں جو بالترتیب ۱۹۳۳ء اور ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئیں۔ ان کا انتقال ۱۸ - اپریل ۱۹۵۵ء کو ہوا۔

آئن اسٹائن نے یہ ثابت کرنے کی سعی کی ہے کہ زمان مطلق اور مکان مطلق کے تصورات نہ تو نظری بنیادوں پر قابل قبول ہیں نہ تجربی بنیادوں پر۔ نظریہ اضافیت کی رو سے زمان اور مکان دونوں نہ تو مطلق ہیں اور نہ ایک دوسرے سے جدا ہیں بلکہ اضافی ہیں اور ایک دوسرے پر منحصر ہیں۔ اس نظریہ کی رو سے یہ کائنات دو جدا مقولات یعنی زمان اور مکان پر مشتمل نہیں بلکہ "زمان - مکان"

ایک تسلسل واحد ہے۔ لہذا ہمارا یہ الجادی عالم اب چہار الجادی ہو گیا ہے۔ کیونکہ کسی واقعہ کا پورے طور سے تعین کرنے کے لئے طول عرض اور عمق کے علاوہ زمان بھی درکار ہے۔ آئن اسٹائن کے نزدیک زمان۔ مکان حقیقت ہے لیکن ناظر یا شاہد کے لئے وہ اضافی ہے۔ فی الجملہ اقبال کو نظریۂ اضافیت کے تصورات سے اتفاق ہے لیکن اقبال کو نظریۂ اضافیت پر یہ اعتراض ہے کہ اس کی رو سے زمان مکان کا بعد رابع بن جاتا ہے۔ اقبال کے نقطہ نگاہ سے اس کا یہ مطلب ہوگا کہ مستقبل بلاشبہ ایسا ہی متعین ہے جیسا ماضی۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ زمان ایک آزاد تخلیقی حرکت کی حیثیت سے متصور نہ ہو سکے گا۔ اقبال کو ہر گمان سے اس باب میں اتفاق ہے کہ زمان ایک تسلسل ہے۔ لیکن اقبال یا ہر گمان کے زمان کو تسلسل کہنے سے بات واضح نہیں ہوتی۔ زمان اور مکان دونوں کے دودھ پھلو ہیں ایک تدریج اور دوسرے اس تدریج کا مسلسل ہونا۔ زمان آفات کی تدریج مسلسل ہے اور مکان نقاط کی۔ (۱)

بحارہ ماہین حکیم فرنسوی اکسٹر کو مٹ و مرد مزدور (صف ۲۴۴)

"اکسٹر کومٹ"۔ اوگسٹے کومٹ (Auguste Comte) اہجابت کا بانی ۱۹۔ جنوری ۱۷۹۸ء کو پیدا

ہوا۔ وہ ابتدا ہی سے ریاضی کا شائق اور حاکمانہ اقتدار کا مخالف تھا۔ اس نے ایکول پولی ٹیکنیک

(Ecole Polytechnique) میں طلبہ کے احتجاج میں شرکت کی جو انہوں نے اپنے کسی معلم کے

روہ کے خلاف کیا تھا۔ اس پر کومٹ وہاں سے نکالا گیا۔ بعد ازاں اس نے چند سال اپنے والدین کے ساتھ

گزارے آخر کار پیوس واپس آگیا جہاں اس نے ریاضی کا درس دے کر اپنی معاشر کا انتظام کیا۔ سینٹ سائمن

(Saint-Simon) کی ملاقات سے اس کی زندگی میں ایک انقلاب عظیم رونما ہوا۔ چھ سال تک کومٹ

سائمن کی شاگردی میں رہا۔ اس کے بعد شاگرد اور استاد میں کسی بات پر اختلاف ہوا اور دونوں کے

درمیان جدائی ہو گئی۔ ۱۸۲۵ء میں کومٹ نے شادی کی لیکن فریقین کے درمیان کشیدگی پیدا ہو گئی

اور سترہ سال کی مسلسل جنگ و جدل کے بعد ایک کو دوسرے سے علحدہ ہونا پڑا۔ ۱۸۲۶ء میں کومٹ

نے لیکچروں کا سلسلہ شروع کیا جس میں اپنے نظریات کو واضح کیا۔ اس کے لیکچروں میں اس کے عہد کے

مشہور سائنسدان شریک ہوا کرتے تھے لیکن یہ سلسلہ زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا کیونکہ کومٹ پر

آخر میں جنوں کا غلبہ طاری ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی مشہور کتاب *Philosophie Positive* کی اشاعت کے دوران میں اپنی گذراؤات کا بندوبست ایکوں پولی ٹیکنک میں معلم کی حیثیت سے کیا۔ بعد ازاں کچھ لوگوں کی مخالفت سے یہ اعزاز اس سے چھین لیا گیا۔ اب اس نے ریاضی پڑھانے کا انتظام کیا۔ کومت کے آخری ایام میں اس کے بعض احباب نے اس کی مالی امداد بھی کی۔ اس کا انتقال ۵۔ ستمبر ۱۸۵۷ء کو ہوا۔

کانٹ کے فلسفہ کے دو پہلو ہیں۔ ایک تنقیدی اور دوسرا تعمیری۔ تنقید میں وہ یہ واضح کرنے کی سعی کرتا ہے کہ علم کیونکر ممکن ہے اور اس کی واقفیت کے حدود کیا ہیں۔ اور تعمیری پہلو میں وہ ایک نظریہ منہائے حقیقت کے بارے میں پیش کرتا ہے اور اس بات پر مصر ہے کہ یہ نظریہ علم نہیں ہے بلکہ ایک اعتقاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ جن فلاسفہ نے اپنے افکار کی بنیاد کانٹ کی تنقید کے نتائج پر رکھی ہے وہ اس طرف گئے ہیں کہ محسوسات حقیقت ہیں اور اس کا علم حاصل ہو سکتا ہے اور جب انہوں نے نظریہ شے اور کے تقاضے کے پیش نظر صرف معلوم کو موجود سمجھنے پر اصرار کیا تو نتیجہ میں اس طرح کے نظریات پیدا ہوئے جسے کومت کا نظریہ ايجابية جبر میں کانٹ کی دوائے محسوسات حقیقت کی گنجائش نہیں ہے۔

کومت فلسفہ ايجابية (Positivism) کا بانی ہے۔ یہ فلسفہ کائنات کے ظواہر سے بحث کرتا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یقینی علم صرف ظواہر ہی کا ہے۔ یہ نظریہ بڑی حد تک ضرورت کی ضد ہے۔ لہذا کومت نے اپنی ساری توجہ محسوسات کی طرف مبذول کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے فلسفہ میں ریاضی طبیعیات کیمیا اور عمرانیات کو خاص اہمیت حاصل ہے اور اس نے منطق (۱) اخلاقیات اور نفسیات کو اپنے فلسفیانہ نظام میں کوئی جگہ نہیں دی۔

(صفحہ ۲۲۷)

پیغام برگسان

"برگسان" آٹری برگسون (henri bergson) فرانس کا مشہور حکیم ۱۸۔ اکتوبر ۱۸۵۹ء کو پیرس

میں پیدا ہوا۔ ۱۹۰۰ء سے ۱۹۲۱ء تک پروفیسر رہا۔ اس نے ۱۹۲۴ء میں "نوبل انعام" حاصل کیا۔

اس کا شمار اپنے عہد کے مشہور ترین حکما میں ہوتا ہے۔ ۱۹۲۱ء میں اس نے انتقال کیا۔

ہرگسوں کا خیال یہ ہے کہ عقل اور حواس سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ اشیا کے ظاہر کا علم ہے اور کسی شے کی حقیقت یا کثہ صرف وجدان سے معلوم ہوسکتی ہے۔ وجدان بلا واسطہ حقیقت شے کا احاطہ کرتا ہے اور وجدان ہی پر یہ منکشف ہوتا ہے کہ اشیا ساکن نہیں متحرک ہیں متحرک ہی نہیں بلکہ متحرک نامی ہیں۔ ہرگسوں کے نزدیک تمام فلاسفہ کا فکر جمود کی طرف مائل ہے کیونکہ ان کے علم کا ذریعہ عقل ہے ہرگسوں کے فلسفہ کی خصوصیت یہ ہے کہ طریق فکر کے اعتبار سے تو اس کا نظریہ وجدانیت ہے اور نتائج کے لحاظ سے اس کا فلسفہ حیاتیات (Vitalism) ہے کیونکہ وہ جوش حیات (Elan Vital) کو اصل حقیقت قرار دیتا ہے۔ وجدانیت کا نتیجہ یہ

ہے کہ اشتراک فی العلم متصور نہیں رہتا اور حیاتیات (Vitalism) کا نتیجہ یہ ہے کہ طبیعی نامی شعوری اور خود شعوری حقائق کے درمیان کوئی امتیاز نہیں رہتا۔ ہرگسوں اس نتیجہ پر اس لئے پہنچا کہ اس نے حیاتیات کے مقولات کو اپنی فکر کی تنظیم کا اصول بنایا اور اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ حیاتی اصول ہی اصل الاصول قرار دیا جائے۔  
(۱)

ساغر شہزادہ سحر از بادہ خورشید افروخت ورنہ در محفل گل لاله نہیں جام آمد (صفہ ۲۵۱)  
یہاں مشہور انگریز فلسفی لاک کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

جان لاک (John Lock) ۲۹-اگست ۱۶۳۲ء کو قصبہ رنگٹن میں پیدا ہوا۔ آؤائل عمر میں

آکسفورڈ میں فلسفہ سائنس اور طب کا مطالعہ کیا۔ تین سال تک ہارلن قونصل کا سیکریٹری رہا۔ اس کے معاصرین اس کے خلوص اس کی صداقت اور اس کی حریت کو حاصل کرنے میں اس کے جوش کے قائل تھے۔

اس کی تحریر نہایت سلیجھی عوٹی اور صاف ہوتی تھی۔ ۲۸-اکتوبر ۱۷۰۴ء کو انتقال کیا۔

(۲) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۳ صفہ ۴۳۵

ول ڈرواں مترجم مولوی احسان احمد۔ حکایت فلسفہ صفہ ۵۶۹-۵۹۱

لاک کو فلاسفہ حسیہ ( empiricists ) اپنے مذہب کا امام سمجھتے ہیں ۔  
 وہ علم تواضع اور علم دوستی میں خاص شہرت رکھتا تھا۔ اس نے اپنی عمر کا بڑا حصہ مناظرہ و مباحثہ  
 میں بسر کیا۔ ان مباحثوں میں اس کی نفسیات کو دخل نہ تھا بلکہ خالص علمی تحقیق پیش نظر رہتی  
 تھی۔ لاک علم دوستی اور امن پسندی کے باوجود انقلابات زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکا۔ چنانچہ مخالفین  
 کی شرارت سے اس کا شمار بدخواہان سلطنت میں ہونے لگا۔ بالآخر اس کو وطن چھوڑنا ہی پڑا۔  
 لاک نے سیاسیات میں فلسفہ کو فروغ نہیں کیا چنانچہ اس نے فلسفہ قانون و مملکت پر اپنے  
 خیالات کا اظہار کیا اور ملکی حکومت پر ایک مستقل تصنیف یادگار چھوڑی۔ لاک کے مذہب اور فلسفہ میں  
 کوئی تضاد نہیں ہے۔ اس نے عقل کے ذریعہ سے فطری مذہب کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔ لاک کی مندرجہ  
 ذیل کتب خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔

- (1) Letters of Education (2) An Essay on Civil Government
- (3) Letters on Toleration (4) Reasonableness of Christianity
- and (5) Essay on Human Understanding.

آخری کتاب اس کا شاہکار ہے اس کے فلسفہ کا مرقع ہے۔

جان لاک حسیہ کا بانی وہی تصورات اور ضمیر کا منکر نفس کو لوح سادہ تصور کرنے والا فلسفہ  
 جدید بالخصوص نفسیات جدید پر اس نے گہرا اثر ڈالا۔ انگلستان میں لاک نے عقل و علم کا جائزہ بڑی  
 دقت نظر اور بڑی شرح و بسط سے لیا اور کہا کہ نفس انسانی ایک لوح سادہ ہے جس پر حواس اپنی  
 قلم کاری سے نقوش بناتے ہیں اور تمام علم حواس ہی سے ظاہر ہوتا ہے اور نفس کے اندر تصورات سے  
 ان معلومات کی شہرازہ بندی ہوتی ہے۔ مادہ کے اصل کا جوہر اتنا ہی ہے کہ اس میں امتداد ہے  
 اور وہ مکان کو گھیرتا ہے باقی عالم آواز و رنگ و بو سب اعتباری اور اضافی ہے۔ یہ مادہ کے ثانوی  
 صفات ہیں جو مادہ کے جوہر میں نہیں پائے جاتے بلکہ مادہ آلات حواس اور نفس تینوں کے تعامل سے



پیدا ہونے ہیں۔ ان اضافات کا کوئی مطلق وجود نہیں۔ آزادی کے متعلق لاک کا نظریہ یہ ہے کہ

(۱)

آزادی کا مستقر عمل ہے نہ کہ انتخاب۔ آخر الذکر محرکات کا نتیجہ ہوتا ہے۔

فطرتش ذوق مرے آئینہ زامے آورد از شبستان ازل کوکب جامے آورد (صفہ ۲۵۱)

یہاں اشارہ مشہور جرمن فلسفی کانٹ کی طرف ہے۔

ایمانیول کانٹ (Immanuel Kant) پرشیا میں کونگز برگ کے مقام پر ۲۲۔ اپریل ۱۷۲۴ء

کو پیدا ہوا۔ اس کی زندگی نظم و ضبط کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے۔ کانٹ کی زندگی میں جس قدر فلسفیانہ

وقار پایا جاتا ہے۔ اس کی مثال تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔ اس نے تمام عمر کونگز برگ کے یونیورسٹی پہاڑوں

میں بسر کی۔ کانٹ نے مختلف زبانیں سیکھیں اور ادبیات کا مطالعہ کیا۔ اسے ریاضیات اور طبیعیات سے

بڑا شغف تھا اور اس میں اسے خاطر خواہ کامیابی بھی ہوئی۔ ۱۲۔ فروری ۱۸۰۴ء کو کانٹ نے ۸۰ سال

کی عمر میں انتقال کیا۔

کانٹ کی شہرہ اس کی کتاب "تنقید عقل محض" (Critique of Pure Reason) کے

شائع ہونے کے بعد ہوئی۔ یہ کتاب جیسا کہ کانٹ بتاتا ہے بارہ سال کے غور و فکر کا نتیجہ ہے۔ اس

کتاب میں کانٹ نے یہ مسائل حل کئے ہیں کہ علم تصور ادراک اور یقین سے کس طرح ممتاز اور متمیز ہے۔

علم کی ماہیت کیا ہے؟ وہ شرائط کیا ہیں جن کے پورا ہونے سے علم ممکن ہوتا ہے اور نہ ہونے سے

نہیں اور علم کی صحت اور واقفیت کے حدود کیا ہیں؟

اخلاق پر اس کی دور آفرین تصنیف "تنقید عقل عملی" (Critique of Practical Reason)

ہے جو ۱۷۸۸ء میں شائع ہوئی۔ اس میں کانٹ نے ان مسائل کو حل کیا ہے کہ نیکی اور مصلحت میں

امتیاز کیا ہے؟ نیکی کی ماہیت کیا ہے؟ وہ شرائط کیا ہیں جن کے پورا ہونے سے نیکی ممکن ہے اور

نہیں اور نیکی کی صحت اور واقفیت کے حدود کیا ہیں؟

(۱) ڈاکٹر ہیرلڈ ہوفڈنگ۔ مترجم ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم۔ تاریخ فلسفہ جدید ج ۱ صفہ ۲۲۸-۲۲۸

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۲ صفہ ۲۴۱-۲۴۵

کانٹ نے اپنے عہد کو دور تنقید کہا ہے۔ کانٹ سے قبل مفکرین نے مابعد الطبیعات کے نظام مرتب کئے تھے۔ کائنات 'خدا' روح وغیرہ کے متعلق عقلی دلائل کے ساتھ بحثیں کی تھیں لیکن کانٹ نے پہلی دفعہ ہر طرح غور کیا کہ عقل کیا چیز ہے عقل سے ہمیں کن چیزوں کا علم ہو سکتا ہے اور وہ کون سے حدود ہیں جن کے بعد عقل کی رعنائی اور کارفرمائی ختم ہو جاتی ہے۔ کیا انسان کو عقل کے ذریعہ کائنات 'خدا' اور روح وغیرہ کی حقیقت کا علم ہو سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ کیا مابعد الطبیعات یہ حیثیت علم کے ممکن ہے؟ اور اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقت عالم کا علم تو نہیں ہو سکتا لیکن بطور اعتقاد کے اس کے بارے میں ایک رائے قائم ہو سکتی ہے۔

فلاسفہ جدید میں جمالیات کے موضوع پر کانٹ نے سب سے پہلے ایک مکمل نظریہ پیش کیا۔ سوائے کانٹ کے ہر فلسفی نے اپنے جمالیاتی نظریات کی بنا مابعد الطبیعات پر رکھی ہے۔ سب سے مختلف کانٹ نے جمالیات کے مسائل کو بغیر مابعد الطبیعات کے متعین کیا ہے اور اپنی مشہور و معروف کتاب "تنقید تصدیق" (Critique of Judgment) میں ان سوالات کا جواب دیا ہے۔ ہمارے اندر جو جمال کی طلب پائی جاتی ہے اس کے مقتضیات کیا ہیں۔ حسن کیوں متاثر کرتا ہے؟ اور حسن ہے کیا؟<sup>(۱)</sup>

(۱) ڈاکٹر ہیرلڈ ہوفڈنگ - مترجم ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم - تاریخ فلسفہ جدید ج ۲ صفحہ ۲۹-۲۳

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۲ صفحہ ۲۶۵-۲۶۷

طبع یازدہم مارچ ۱۹۲۷ء)

ہا نگ درا

ص ۲۰

آ نط ب

(ترجمہ گائتری)

"گائتری" - گائتری کا منتر رگ وید کے تیسرے منڈل کے بعد نمبر ۶۲ کے دسویں اشلوک میں آیا ہے۔  
منتر کی اصل عبارت یہ ہے۔

"اوم بھو بھوا سوات سوات سویتور دی نھ بھو کو دیو وسیاد ہی مہی دھو یونہا پر جود پات"۔

ترجمہ - وہ جو ساری کائنات کا خالق ہے وہی اس لائق ہے کہ اس کا ذکر کیا جائے جو ساری جمکدار  
اشیا کا خزانہ ہے اور کا منہم ہے۔ ہم اسی کا ذکر کرتے ہیں (اور اس سے دعا مانگتے ہیں کہ) وہ  
ہماری عقل کو راہ راست پر چلائے۔

گائتری کی تشریح کے لئے اقبال کا مضمون درج ذیل ہے۔

"یہ اشعار رگ وید کی ایک نہایت قدیم اور مشہور دعا کا ترجمہ ہیں جس کو گائتری کہتے ہیں

یہ دعا اعترافِ عبودیت کی صورت میں گویا ان تاثرات کا اظہار ہے جنہوں نے نظامِ عالم کے حیرتناک

مظاہر کے مشاہدہ سے اول اول انسان ضعیف النہیان کے دل میں ہجوم کیا ہوگا۔ اس قسم کی قدیم

تحریروں کا مطالعہ علمِ ملل و التحل کے عالموں کے لئے انتہا درجہ کا ضروری ہے کیونکہ ان سے انسان

کے روحانی نمو کے ابتدائی مراحل کا پتہ چلتا ہے۔ یہی وہ دعا ہے جو چاروں ویدوں میں مشترک طور

پر پائی جاتی ہے اور جس کو برہمن اس قدر مقدس سمجھتا ہے کہ اسے طہارت اور کسی کے سامنے اس

کو پڑھنا تک نہیں۔ جو لوگ محققین السنہ شرقیہ کی تصانیف سے واقف ہیں ان کو معلوم ہے کہ سرولیم

جونز مرحوم کو اس دعا کے معلوم کرنے میں کس قدر تکلیف اور محنت برداشت کرنی پڑی تھی۔ مغربی زبانوں

میں اس کے بہت سے ترجمے کیے گئے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ زبان سنسکرت کی نحوی پیچیدگیوں کی

وجہ سے السنہ حال میں وضاحت کے ساتھ اس کا مفہوم ادا کرنا نہایت مشکل ہے۔ اس مقام پر یہ ظاہر

کردینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اصل سنسکرت میں لفظ سوتو استعمال کیا گیا ہے جس کے لئے اردو

لفظ نہ مل سکتے کی باعث ہم نے لفظ آفتاب رکھا ہے لیکن اصل میں اس لفظ سے مراد اس آفتاب کی ہے جو فوق المحسوسات ہے اور جس سے یہ مادی آفتاب کسب ضیا کرتا ہے۔ اکثر قدیم قوموں نے نور صوفیہ نے اللہ تعالیٰ کی ہستی کو نور سے تعبیر کیا ہے۔ قرآن شریف میں آیا ہے اللہ نور السموات فی الارض اور شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک نور ہے جس سے تمام چیزیں نظر آتی ہیں لیکن وہ خود نظر نہیں آتا۔ علیٰ ہذا القیاس افلاطون الہی کے مصری پھوٹن اور ایران کے قدیم انبیاء کا بھی یہی مذہب تھا۔

”ترجمہ کی مشکلات سے ہر شخص واقف ہے لیکن اس خاص صورت میں یہ دقت اور بھی بڑھ گئی ہے کیونکہ اصل الفاظ کی موسیقیت اور وہ طعنائیت آمیز اثر جو ان کے پڑاؤنے سے دل پر ہوتا ہے اردو زبان میں منتقل نہیں ہو سکتا۔ گایتھری کے مصنف نے ملکہ الشعرا ٹینیسن مرحوم کی طرح اپنے اشعار میں ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جن میں حروف علت اور صحیح کی قدرتی ترتیب سے ایک ایسی لطیف موسیقیت پیدا ہو جاتی ہے جس کا غیر زبان میں منتقل کرنا ناممکنات میں سے ہے۔ اس مجبوری کی وجہ سے میں نے اپنے ترجمہ کی بنیاد اس سوکت (گفتار زیبا) پر رکھی ہے جس کو سرما نرائن اینشر میں گایتھری مذکور کی شرح کے طور پر لکھا گیا ہے۔ ترجمہ کرنے کو تو میں نے کر دیا ہے مگر مجھے اندیشہ ہے کہ سنسکرت دان اصحاب اس پر وہی رائے قائم کریں گے جو چیمپ سن نے پوپ کا ترجمہ ہومر پڑھ کر قائم کی (۱) تھی یعنی شعر تو خاصے ہیں لیکن یہ گایتھری نہیں۔“

بنایا ذروں کی ترکیب سے کبھی عالم خلاف معنی تعلیم اہل دین میں نے (صفہ ۸۱)

بہان اشارہ مشہور فلسفی دیمقراطیس کی طرف کیا گیا ہے۔

دیمقراطیس (Democritus) ۴۷۰ یا ۴۶۰ ق م کے لگ بھگ پیدا ہوا۔ اس

نے اپنے عہد کے دیگر فلسفیوں کی تصانیف کا بخور مطالعہ کیا تھا۔ دیمقراطیس اپنے عہد کا مشہور

مفکر تھا۔ اس نے مشرق کی سیاحت بھی کی تھی۔ دیمقراطیس نے چوتھی صدی قبل مسیح میں یہ تعلیم دی کہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا کوئی نہیں۔ دیمقراطیس کے نزدیک یہ عالم اجزائے لاینجزی کا مجموعہ ہے۔ جب یہ اجزا مختلف تناسب کے ساتھ ملتے ہیں تو مختلف قسم کے حقائق ظہور میں آتے ہیں۔ یہ اجزا مکان میں متحرک ہیں اور ہر وقت مسلسل حرکت میں ہیں۔ دیمقراطیس مادہ میں کا بناوا آدم ہے۔ (۱)

عروق مردہ: مشرق میں خون زندگی دوڑا سمجھ سکتے نہیں اس راز کو سینا و فارابی (صفحہ ۲۰۲)

"سینا" - سینا (Avicenna) کا پورا نام ابو علی الحسین بن عبداللہ بن سینا تھا۔ مسلمان فلسفی اور طبیب ۹۸۰ء میں بمقام بخارا پیدا ہوا۔ اس نے کم عمری ہی میں علوم و ریاضی و ادب میں مہارت پیدا کر لی تھی اور ۱۸ سال کی عمر میں بغداد میں شاہی طبیب ہو گیا تھا۔ ابوسینا کئی سلاطین کا طبیب رہا اور کچھ عرصہ ہمدان میں وزیر بھی رہا جہاں ۱۰۳۷ء میں انتقال کیا۔ اس کی تصانیف کی تعداد ۲۶ ہے۔ جن میں بعض کے نام یہ ہیں۔ کتاب لسان العرب دس جلد ہیں۔ المنطق بالشعر۔ عیون الحکمت اور کتاب الحواشی علی القانون۔ ابوسینا کو طب میں ایک بلند مقام حاصل ہے۔

ابن سینا کے فلسفہ میں واجب اور ممکن کی بحث خاص اہمیت رکھتی ہے جس پر اس نے اس کائنات اور اس کے خالق کے تعلقات کی بنا رکھی ہے۔ وہ مظاہر عالم سے حقیقت عالم کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور علمیات اور مابعدالطبیعیات میں ایک خاص مقام رکھتا ہے جو یونانی فلاسفہ کو میسر نہ آ سکا کیونکہ یونانی فلاسفہ کی حیثیت یا تو عقلیں (rationalists) کی ہے یا حسیں (empericists) (۲) کی ہے۔ افلاطون اور ارسطو دونوں عقلیں ہیں۔

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۷ صفحہ ۱۸۷-۱۸۸

(۲) جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف القفطی۔ تاریخ الحکماء اردو صفحہ ۵۳۱-۵۵۰

"فارابی" فارابی کا پورا نام محمد بن محمد طرخان ابو نصر الفارابی ہے۔ فارابی دنیا نے اسلام کے مشاہیر فلاسفہ میں تھا۔ اس نے ایک کتاب افلاطون و ارسطو کے مقاصد پر الجمع بین الرائین کے نام سے لکھی جس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ فارابی کتنا بڑا فلسفی اور محقق تھا۔ اس نے ارسطو کی ہر کتاب پر تبصرہ کیا ہے اور علم الہی پر روشنی ڈالتے ہوئے علم طبیعی سے مدد لی ہے۔ الفرض فارابی کی یہ کتاب اس موضوع پر بہترین تصنیف خیال کی جاتی ہے۔ فارابی نے دو اور کتابیں بھی لکھی تھیں ایک السیاسة المدینة ہے اور دوسری کا نام السيرة الفاضلة ہے۔ ان دونوں کتابوں میں ارسطو کے علم الہی پر فاضلانہ بحث کی ہے۔ فارابی ترکی کے ایک شہر فاراب میں پیدا ہوا اور اسی نسبت سے فارابی کہلایا۔ اس کا انتقال دمشق میں ۳۳۹ھ (۹۵۰ع) میں ہوا۔

جن لوگوں نے فارابی کے نفسیات کے مباحث کا مطالعہ کیا <sup>نہیں</sup> صرف وہی یہ رائے رکھ سکتے ہیں کہ نفسیات کو یہ حیثیت ایک مدون علم کے جدید فلاسفہ ہی نے مدون کیا ہے۔ لیکن فارابی کے مباحث دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ذہن اس دور میں بھی نفسیات کے مسائل کو بطور علمی مسائل (۱) متعین کر کے حل کرنا چاہتا ہے۔

(طہم چہارم ۱۹۴۸ء)

زبور عجم

مکدر کرد مغرب چشمہ ہائے علم و عرفان را جہان را تہوہ تر سازد چہ مشائی چہ اشراقی (صفہ ۳۸)

"مشائی اشراقی"۔ مشائیت کا بانی ارسطو ہے۔ مشائیت کی اصطلاح ارسطو کے طریق تدریس سے ماخوذ ہے کیونکہ وہ ٹھلٹا جاتا تھا اور درس دیتا جاتا تھا لیکن مشائیت کا فلسفیانہ پہلو یہ ہے کہ اس میں محسوس کی حقیقت سمجھنے اور کائنات کے اسی پہلو کو موضوع فکر بنانے اور سمجھنے کی سعی ہے جس پر محسوس کا اطلاق ہوتا ہے۔

اشراقیت کی مدون صورت نو فلاطونس (Plotinus) کی جدوجہد سے قائم ہوئی۔ لیکن اس کے رجحانات افلاطون اور ماقبل افلاطون عقلیین مثلاً فیثاغورث میں بھی موجود تھے۔ اشراقیت کا اصول یہ ہے کہ انسان میں وجدان ہی وہ استعداد ہے جس سے وہ حقیقت حقہ کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ یہ استعداد ریاضات اور مجاہدات سے جلا پاتی ہے اور ماورائی حقائق کو سمجھنے کا ذریعہ ہے۔ لہذا کہہ سکتے ہیں کہ طوبیٰ فکر کے اعتبار سے اس اعتقاد کا نام ہے کہ ذریعہ علم حقیقت وجدان ہے اور نظریاتی اعتبار سے ایک اشراقی وحدت الوجود کے نظریہ کو ذاتی مشاہدہ کی بنا پر اختیار کرنا (۱) منتهائے کمال سمجھتا ہے۔

در آن عالم کہ جزو از کل فزون است قیاس رازی و طوسی جنون است (صفہ ۲۱۸)

"رازی"۔ نام محمد کنیت ابو الفضل اور لقب فخر الدین تھا۔ امام رازی ۵۲۲ھ (۱۱۵۰ء) میں بمقام رے جو طبرستان میں واقع ہے پیدا ہوئے اور اسی نسبت سے رازی کہلائے۔ ۶۰۶ھ (۱۲۱۰ء) میں وفات پائی۔ ان کی ذات میں خداداد علم دولت عزت اور شہرت چاروں چیزیں جمع کر دی تھیں اور یہ اجتماع شان و نادر ہی ایک جگہ ملتا ہے۔ ان کی تصانیف کی تعداد خاصی ہے۔ بعض مشہور کتابوں کے نام یہ ہیں۔ مفاتیح الغیب المعروف بہ تفسیر کبیر اور شرح اشارات۔

امام رازی کی حیثیت ایک جامع العلوم مذہبی مفکر کی ہے اور ان کی خاص تصنیف تفسیر کبیر ہے جس میں وہ فلسفیانہ نقطہ نگاہ سے مسائل پر بحث کرتے ہیں۔ ان کے نظریات میں خاص پہلو یہ ہے کہ وہ جبر کے قائل ہیں اور کلام میں امام اشعری کے متبع ہیں۔ امام رازی کو رئیس المتکلمین کہا گیا ہے۔<sup>(۱)</sup>

"طوسی" - نصیر الدین طوسی ۱۸ - فروری ۱۲۰۱ء کو بمقام طوس پیدا ہوئے اور ۲۶ - جون ۱۲۷۲ء کو بغداد میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔ انہیں مختلف علوم و فنون میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ خاص کر ہیئت اور فلسفہ میں یہ طویل رکھتے تھے۔ طوسی کی تصانیف کی مقبولیت کا کچھ اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی بعض کتابیں آج تک درس میں داخل ہیں۔ طوسی نے اقلیدس کا ترجمہ جو یونانی زبان میں تھی عربی میں کیا۔ انہوں نے عربی کی ایک کتاب الطہارت فی الحکمت عملی کا فارسی میں ترجمہ کیا جو اخلاق ناصری کے نام سے اب تک مشہور ہے۔ طوسی نے علم ہیئت کے متعلق کچھ نقشے بھی تیار کئے تھے جو زیچ ایلخانی کہلاتے ہیں۔ ان کی بعض تصانیف کے نام یہ ہیں۔ اوصاف الاشراف اور بحرالمحانی۔

طوسی کا کہنا ہے کہ ان کا شیوہ مجز ارسطو کی ترجمانی کے اور کچھ نہیں ہے۔ اس اعتراف کے پیش نظر ان کے محقق ہونے کی شہادت مہیا کرنا ایک غیر ضروری تکلف معلوم ہوتا ہے۔<sup>(۲)</sup>

زمانے یا ارسطو آشنا باش دے با ساز بیکن ہم نوا باش (صفحہ ۲۱۸)

"ارسطو" - ارسطو (Aristotle) ۳۸۴ ق م میں یونان کی ایک نوآبادی میں پیدا ہوا۔

وہ اٹھارہ سال کی عمر میں اٹینیہ (Athens) آگیا تھا۔ تین سال کے بعد افلاطون کی شاگردی

اختیار کی۔ اس نے اٹینیہ میں بیس سال قیام کیا اور ایک اسکول قائم کیا۔ افلاطون کے انتقال کے بعد ارسطو

(۱) مولانا عبدالسلام ندوی - امام رازی

(۲) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۲ صفحہ ۹۸۰-۹۸۱



کو اثنیہ بعض ناگزیر حالات کی بنا پر چھوڑنا پڑا۔ ۳۲۲ ق م میں ارسطو کو مقدونیہ کے بادشاہ نے اپنے لڑکے شکندر کی تربیت کے لئے طلب کیا۔ سکندر ارسطو کی شاگردی میں تقریباً تین سال رہا اور یہ سلسلہ اس وقت منقطع ہوا جب کہ ۳۲۴ ق م میں سکندر نے ایشیا پر حملہ کی تیاری کی۔ ارسطو نے ۶۲ سال کی عمر میں ۳۲۲ ق م میں انتقال کیا۔

ارسطو افلاطون کا شاگرد و شہید سکندر اعظم کا نامور استاد مدرسہ مشائخہ (Peripatetic School)

کا بانی حمله فنون کا مدرن کے نزدیک اخلاق کا معیار افراط و تفریط کے درمیان نقطہ

اعتدال ہے۔ اس نظریہ نے فکر مابعد کو اس درجہ متاثر کیا ہے کہ مسلمان فلاسفہ بلکہ دوسرے

اہل علم بھی اعتدال ہی کو معیار اخلاق سمجھتے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ کسی طرح متعین نہیں ہو

سکتا کہ افراط و تفریط کے درمیان نقطہ اعتدال کہاں ہے۔ اس لحاظ سے یہ معیار بھی قابل قبول نہیں

اور جہاں تک فضائل اخلاق کی تقسیم کا تعلق ہے وہ بھی انسانی نفس کے نفسیاتی تجزیہ پر مبنی

ہے۔ مثلاً شجاعت کا تعلق ارادہ سے اور عفت کا جذبات سے اور حکمت کا فہم سے عدالت کا ان سب سے

ہے۔ لیکن شجاعت ایک ملک ہے اور ایک شخص بالظہم بہادر یا بزدل ہو سکتا ہے جس میں اس کے ارادہ

(۱)

کو دخل نہ ہو اور ہم اس کی بزدلی کو اخلاقی رذیلیت قرار نہیں دے سکتے۔

”ہیکن“ فرانسس ہیکن (Francis Bacon) ۲۲-جنوری ۱۵۶۱ء کو لندن میں پیدا ہوا۔

اس نے اپنی زندگی میں جس طرح عروج حاصل کیا اسی طرح اس کا زوال بھی دیکھا۔ ۱۹ اپریل ۱۶۲۶ء

کو جب ہیکن کا انتقال ہوا تو وہ بہت مقروض تھا حالانکہ اس سے قبل وہ بڑے سے بڑے منصب پر فائز رہ

چکا تھا۔ ۱۶۰۵ء میں ہیکن نے اپنی مشہور کتاب (Advancement of Learning) شائع کی۔ اس کی

بعض تصانیف کے نام یہ ہیں - (History of Henry VII, Maxims of the Law, اور

Reading on the Statute of Uses)

(۱) ول ڈوران - مترجم مولوی احسان احمد - حکایت فلسفہ صفحہ ۴۲-۱۲۹

اعصاب کلویڈ یا ہرنیکا ج ۲ صفحہ ۲۲۹-۲۵۵

بہکن سائنسنگہ طریق تحقیق استقرا کا بانی منصور ہوتا ہے۔ یہ طریق کلاسیکل طریق ذکر کا جو محض نظری ہے۔ عمل ہے۔ انسان کی فکر پر جاربتوں کی پرستش اس طرح حاوی ہے کہ اس کی آزادی سلب ہوگئی ہے۔ عمل استقرا کا منشا ان بتوں کو توڑ کر فکر انسانی کو آزاد کرنا ہے۔ وہ بت حسب ذیل ہیں۔

(۱) The Idols of Tribe - یہ وہ تعصبات ہیں جو نسل و قوم و موز و قوم کے متعلق ہمارے

دل و دماغ پر چھائے ہوئے ہیں اور ہماری فکر کی آزادی کو سلب کئے ہوئے ہیں۔

(۲) The Idols of the Carc - سے مراد شخص تعصبات جو مخصوص تعلیم و تربیت سے پیدا

ہوئے ہیں یا اس کے خاص افتاد مزاج پر مبنی ہیں۔

(۳) The Idols of Market Place - سے مراد وہ غلط فہمیاں ہیں جن کی جڑیں زبان میں ہیں

ہم سمجھتے ہیں کہ جن چیزوں کے لئے الفاظ ہیں ان کا واقعی وجود بھی ہے۔ بہت سے پادار ہوا تجربات تصدیقات اور قیاسات پر بنیاد پر ایمان لانا اسی بت کی پوجا ہے۔

(۴) The Idols of the Theatre - رسوم و روایات کی کورانہ تقلید جس میں قدیم حکما کے اقوال و نظریات پر آنکھ بند کرکے ایمان لانا بھی شامل ہے۔

یہ سب خرابیاں قیاسی طریق فکر سے جس کا اوسطو موجد تھا پیدا ہوئی ہیں جس میں کچھ

مقدّمات تسلیم کرکے ہم آگے بڑھتے ہیں اس غیر سحت بخش رجحان کا واحد علاج استقرا ہے۔<sup>(۱)</sup>

دگر از شنکر و منصور کم گوئے! خدا را ہم براہ خویشتن جوئے (صف ۲۳۸)

"شنکر"۔ مراد شنکر آچاریہ سے ہے۔

شنکر اویشنوی فرقہ کا بانی اور ویدانت فلسفہ کا گرد تھا۔ اس کے ایک شاگرد نے اس کے متعلق ایک

مشہور کتاب شنکر اوجیہ لکھی ہے۔ شنکر کی بہت سی تعانیذ ہیں۔ اس نے بھگوت گیتا اور مہابھارت پر

حاشیہ بھی لکھا تھا۔ اس کی تاریخ پیدائش اور تاریخ و ذات میں مورخین کے درمیان بڑا اختلاف ہے۔

(۱) ڈاکٹر ہیولڈ فڈنگ - مترجم ڈاکٹر خلیفہ عبدالحمید - تاریخ فلسفہ جدید ج ۱ صف ۲۰۷-۲۰۸

سر آر۔ جی۔ - بھنڈارکر کا کہنا ہے کہ شنکرا ۶۸۰ء میں پیدا ہوا اور پروفیسر میکڈونل نے اس کی تاریخ پیدائش ۷۸۸ء اور تاریخ وفات ۸۲۰ء بتائی ہے۔

شنکرا ہمہ اوست کے نظریہ کا مفسر ہے لیکن ہمہ اوست سے دو پہلو سامنے آتے ہیں۔

ایک یہ کہ کثرت ہی جس میں وحدت ظاہر ہوگئی ہے حقیقت ہے اور وحدت کا وجود کثرت کے مادہ نہیں اور دوسرے یہ کہ چونکہ کثرت کا اپنا کوئی وجود نہیں بلکہ کثرت میں وحدت کے ظہور سے وجود پیدا ہوا ہے لہذا کثرت نبود محض ہے اور حقیقت وحدت ہی ہے۔ شنکرا کو دوسرے پہلو پر اصرار (۱)

ہے لہذا کثرت کو نبود ہے ہر کہنے پر مصر ہے۔

---

(1) Dr. S. Rādhakrishnan- The Vedānta according to Śaṅkara and Rāmānuja pp 11-224, Dr. S. Rādhakrishnan-The Hindu view of Life.

(طہم دوم ۱۹۲۷ء)

جاوید نامہ

عارف ہندی کہ یہ ہکے از غارہائے قبر خلوت گرفتہ و اہل ہند اورا "جہان دوست" ہی گویند (صفحہ ۳۲)

جہان دوست کا اشارہ و شواقر کی طرف ہے۔

وشوا مترا ایک صاحب باطن بزرگ کا نام ہے۔ اس کے باپ کا نام گادھی تھا اور وہ نسلی اعتبار سے کھتری تھا۔ ایک روز وہ شکار میں مصروف تھا کہ شکار کھیلنے کھیلنے ایک خدا رسیدہ و ششٹھا نامی بزرگ کے پاس پہنچا۔ و ششٹھا کے پاس ایک بہت دودھ دینے والی گائے تھی و شوا مترا نے اس گائے کی قیمت ایک زر کسور دینا چاہی لیکن و ششٹھا نے اسے دینے سے انکار کیا و شوا مترا نے اسے بھجور لینا چاہا۔ گائے کے حصول کے لئے و شوا مترا کو و ششٹھا سے لڑنا پڑا اس لڑائی میں و شوا مترا کو بری طرح شکست ہوئی اسے اس شکست سے بڑی تکلیف پہنچی اور اس طرح وہ ایک برہمن کی غیر معمولی طاقت کا معترف ہو گیا۔ و شوا مترا نے سخت ریاضات و مجاہدات کے لئے اپنی ذات کو وقف کر دیا اور عزم کیا کہ جب تک وہ راج رشی رشی مہارشی اور برہم رشی کے معزز القاب حاصل نہیں کرتا چین سے نہیں بیٹھے گا۔ و شوا مترا نے اپنے اس مقصد میں اس حد تک کامیابی حاصل کی کہ خود و ششٹھا نے اسے برہم رشی کہہ کر پکارا۔ یہ سب کچھ اس نے ایک طویل مدت کے مجاہدات و ریاضات کے بعد حاصل کیا۔ و شوا مترا رام کا استاد اور رفیق تھا۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ اقبال کو و شوا مترا (کناد رشی) کا اثبات خود ہی پر اصرار کرنے کا رجحان <sup>مذاکرہ ہے۔</sup> و شوا مترا کے تمام روحانی <sup>مذاکرہ</sup> نکالات غیر برہمن پسند آتا ہے۔ اسی لئے انہوں نے و شوا مترا کو اصرار ہے کہ برہمنیت کے تمام روحانی نکالات غیر برہمن کو بھی صرف ذاتی جد و جہد اور ریاضات و مجاہدات کے ذریعہ حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس کے فلسفہ کا یہی پہلو ہے جس کو مرکند یا پران میں تلاش کیا جا سکتا ہے اور اس کی زندگی سے جو قصہ کہانی وابستہ ہیں ان سے بھی یہ رجحان اخذ کیا جا سکتا ہے۔ اقبال نے اسی پہلو کو اپنے نظریہ "خودی

(1)

کی تائید میں کساد رشی کے حوالہ سے پیش کیا ہے۔

---

---

(1) The Encyclopaedia Indica ( Hindi Edition) Calcutta, 1930, Vol. 21  
pp 637-646  
The Practical Sanskrit English Dictionary, Gopal Narayan & Co.,  
Bombay, 1912 pp 845-846.

(طہم ششم مئی ۱۹۴۶ء)

ضرب کلمہ

نظر حیات پہ رکھتا ہے مرد دانشمند حیات کیا ہے حضور و سرور و نور و وجود!  
(صفحہ ۶۶)

اس شعر میں اسپینوزا کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

"اسپینوزا" - یعنی ڈکٹر ڈی اسپینوزا (Benedictus De Spinoza) ۲۴ - نومبر ۱۶۳۲ء کو پیدا ہوا۔ یہ ایک متمول خاندان کا فرد تھا۔ لاطینی جرمین فرنیچ اٹالین اور ڈچ زبانیں جانتا تھا۔ بمشکل اس کی عمر ۲۲ سال کی تھی کہ اس کے باپ کا انتقال ہو گیا۔ اور اسے والد کے انتقال کے بعد مختلف قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ۲۴ سال کی عمر میں اسپینوزا نے ۲۰ - فروری ۱۶۷۷ء کو انتقال کیا۔

اسپینوزا درو جدید میں ڈیکارٹ کی طرح عقلیت کا علمبردار ہے۔ اس کا موقف یہ ہے کہ عقل نظری اور خالصتہ عقل نظری ہی وہ استعداد ہے جس سے حقیقت کا ادراک کیا ہی ہو سکتا ہے۔ اسپینوزا کو اپنے پیشرو ڈیکارٹ پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ ڈیکارٹ تو دو جواہر یعنی مادہ اور نفس کو اصل الاصول قرار دیتا ہے اور اسپینوزا ایک ہی جوہر یعنی خدا کو اصل الاصول قرار دیتا ہے اور مادہ اور نفس کو اس جوہر اصلی کے تعینات سے تعبیر کرتا ہے۔  
(۱)

(طبع سزم نومبر ۱۹۴۶ء)

ارمغان حجاز

دگر مدرسہ ہائے حرم نبویؐ دل جنید و نگاہ غزالی و رازی (صف ۲۷۱)

"غزالی" - محمد ابن محمد ابو حامد الغزالی فلسفی متکلم اور صوفی ۱۰۵۸ء میں طوس میں پیدا ہوئے اور جارجان اور نیشاپور وغیرہ میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۰۹۰ء میں نظام الملک نے اپنے کالج کا بغداد میں مدرس مقرر کیا۔ یہاں انہوں نے اسماعیلیوں کے خلاف لکھنا شروع کیا۔ لیکن چار سال کے بعد انہوں نے دفعۃً درس و تدریس کا سلسلہ ترک کر دیا اور اہل و عیال کو چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کی بعد ازاں وہ تصوف کی طرف مائل ہوئے۔ انہوں نے مختلف مقامات کی سیاحت کی جن میں مکہ مدینہ اسکندریہ دمشق وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی تصانیف کی تعداد ۶۹ بتائی جاتی ہے۔ جن میں احیاء العلوم - میزان العمل - کیمائے سعادت - مقاصد الفلاسفہ وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔

انتقال ستمبر ۱۱۱۱ء میں کیا۔

غزالی کو رائے یہ ہے کہ جس طرح حواس حقیقت کو سمجھنے میں مدد نہیں دیتے اسی طرح عقل بھی بیکار ہے اور صرف وجدان ہی سے حقیقت منکشف ہو سکتی ہے۔ اس طرح امام غزالی کے فکر نے متصوفانہ فلسفہ کی اساس مہیا کی۔ اس نتیجہ تک پہنچنے میں امام غزالی نے بہت سے فلسفیانہ نتائج کی تنقید کی اور بتایا کہ عقل نظری حقیقت کو نہیں پا سکتی۔ ان کی کتاب نہافتہ الفلاسفہ اس اعتبار سے اہم ہے کہ ایک طرف تو اس میں فلسفیانہ نتائج کی تنقید و تردید کی گئی ہے اور فلاسفہ کی نارمائی کو واضح کیا ہے دوسرے اس اعتبار سے کہ نہافتہ الفلاسفہ سے ابن رشد کو نہافتہ النہافتہ لکھنے کی ترغیب ہوئی جس میں پھر فلسفیانہ نتائج افکار کو صحیح ثابت کرنے کی اور امام غزالی کے اعتراضات کو رد کرنے کی سعی کی گئی ہے۔<sup>(۱)</sup>

(۱) شبلی - الغزالی -

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۰ صف ۳۲۱-۳۲۲

## باب پنجم

## تاریخی تلمیحات

(طہم سوم ۱۹۲۸ء)

اسرار خودی

در معانی پیش آن گردون سرور دختر سردار طے آمد اسیر (صف ۲۰)

"دختر سردار طے"۔ یمن میں طے نہایت نامور قبیلہ تھا اور قبیلہ کمرے رؤسا زید الخیل اور عدی بن حاتم تھے اور ان کے حدود حکومت الگ الگ تھے۔ عدی مشہور حاتم طائی کے بیٹے اور قبیلہ طے کے سردار مذہباً عیسائی تھے سلاطین عرب کی طرح ان کو بھی آمدن کا چوتھا حصہ ملتا تھا جس زمانے میں اسلامی فوجیں یمن گئیں یہ بھاگ کر شام چلے گئے ان کی بہن گرفتار ہو کر مدینہ آئیں اور اپنی رہائی کے لئے اپنے والد حاتم طائی کی شہرت اور ناموری کی سفارش پیش کی۔ رسول کریم صلم نے حاتم طائی کی منزلت کا لحاظ فرما کر ان کے ساتھ بڑی عزت اور احترام کا برتاؤ کیا اور انہیں آزاد کر کے رخصت کیا۔ یہ واقعہ ۶ھ (۶۲۰ء) کا ہے (۱)

سبز بادا خاک پاک شافعی عالمی سر خوش زناک شافعی (صف ۸۰)

"شافعی"۔ امام شافعی کا نام محمد کنیت ابو عبد اللہ لقب ناصر الحدیث ہے۔ ان کے جد اعلیٰ شافعی بن السائب تھے اسی نسبت سے شافعی کہلائے تھے۔ امام شافعی کا نسب چند پشتوں کے بعد جا کر رسول کریم سے مل جاتا ہے۔ نسب کے لحاظ سے جو بڑی سے بڑی بزرگی اور شرافت حاصل ہو سکتی تھی وہ امام شافعی کو ہوجہ قریشی ہونے کے پوری طرح حاصل تھی۔ توالی التاسیس میں ہے کہ امام شافعی ۱۵۰ھ (۷۶۷ء) میں بمقام غزہ پیدا ہوئے۔ اسی سال حضرت امام ابوحنیفہ کا انتقال ہوا۔ امام شافعی اہل سنت والجماعت کے چار مشہور اماموں میں سے ایک امام ہیں۔ فن حدیث میں ان کے دو مجموعے "مسند" اور "سنن" مشہور ہیں۔ فقہ میں الفقہ الاکبر ان کی ایک مستند کتاب ہے۔

(۱) شبلی۔ سیرت النبی ج ۲ صف ۲۲ طہم چہارم اعظم گڑھ



ملکہ بن محوس سے تلمذ حاصل تھا۔ ان کا حافظہ غیر معمولی تھا۔ آپ کو عربی ادب پر بھی بڑا عبور تھا۔ شافعی مذہب کے پیرو خراسان میں بہت زیادہ ہیں۔ مصر میں ۳۰ رجب ۲۰۴ھ (۲۰ جنوری ۸۳۰ء) کو ۵۴ سال کی عمر میں انتقال کیا۔<sup>(۱)</sup>

فکر او کوکب زگردون چیدہ است      سیف بران وقت را نامیدہ است (صفہ ۸۰)  
اس شعر میں حضرت امام شافعی کے مقولے الوقت سیف قاطم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو انہوں نے صوفیہ سے سیکھا۔

کان يقول استقذت من الصوفية كلمتين شرهين الوقت سيف۔ <sup>(۲)</sup>	(امام شافعی) کہا کرتے تھے کہ میں نے صوفیہ سے دو عمدہ باتیں سیکھی ہیں کہ وقت ایک تلوار ہے۔
قال الشافعي رضي الله عنه صحبت الصوفية ظلم استقذ منهم سوى حرفين احد هما قولهم الوقت سيف فان لم تقطعه قطعك وذکر الكلمة الاخرى و نفسك ان شغلتها بالحق والا شغلتك بالباطل۔ <sup>(۳)</sup>	امام شافعی کہتے ہیں کہ میں صوفیوں کے ساتھ رہا تو میں نے ان سے دو باتیں حاصل کیں۔ ایک تو یہ کہ ان کا مقولہ ہے کہ وقت تلوار ہے اگر تم اس کو نہ کاٹو گے تو وہ ہمیں کاٹ دے گا اور دوسری بات یہ کہ اگر نفس کو حق کے ساتھ مشغول نہ کرو گے تو وہ باطل کے ساتھ مشغول ہو جائے گا۔

(۱) مولانا نجم الدین سیوہاروی - سیرۃ الشافعی  
انسائیکلو پیڈیا اسلام ج ۲ صفحہ ۲۵۲-۲۵۳

(۲) امام رازی - فضائل شافعی قلی ورق ۶۶-۶۷

(۳) حافظ ابن قیم - الجواب والکافی صفحہ ۲۰۹

(طبع سوم ۱۹۴۸ء)

رموز بہخودی

(صفحہ ۱۱۲)

اعتبار دودمان گورگان

شاہ عالمگیر گردون آستان

"عالمگیر" - نام محی الدین محمد اورنگ زیب کبیرت اہوال مظفر اور لقب عالمگیر تھا۔ شاہ جہان کا تیسرا

لڑکا تھا تاریخ پیدائش میں اختلاف ہے صحیح تاریخ پیدائش ۱۰۲۸ھ (۱۶۱۸ء) ہے۔ عالمگیر

۱۶۵۷ء میں تخت نشین ہوا۔

عالمگیر تفسیر حدیث اور فقہ کا جید عالم تھا حافظ قرآن بھی تھا اور کامیاب انشا پرداز بھی۔

ترکی اور ہندی میں بھی مہارت رکھتا تھا وہ اعلیٰ درجہ کا خطاط بھی تھا۔

جادو ناتھ سرکار کے الفاظ ہیں "فتاوائے عالمگیری ہندوستان میں مسلمانوں کے قانون کا سب

سے بڑا خلاصہ ہے۔ جس نے بعد کے عہد میں ہندوستان میں اسلامی نظام عدل کو واضح طور پر

آسان کر دیا ہے" (ج ۵ صفحہ ۲۷۲)

عالمگیر کے عہد میں شریعت کے مطابق جو اصلاحات عمل میں آئیں ان میں سے چند یہ ہیں

رقص و سرود کا انسداد محضب کا تقرر نشہ آور اشیا کا استعمال موقوف شرعی وکیل کا مالک محروسہ

کی عدالتوں میں تقرر اور سلام مسنون کا جاری ہونا۔ عالمگیر کا انتقال ۱۱۱۸ھ (۱۷۰۶ء) میں ہوا۔

اس کے پانچ لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں<sup>(۱)</sup>۔ گورگان تیمور کا لقب ہے جس کے معنی لائق عیش و عشرت ہیں۔

(صفحہ ۱۱۲)

باز اندر فطرت دارا دہید

نغم الحادے کہ اکبر پرورد

"اکبر" - مراد شہنشاہ اکبر ہے۔

جلال الدین محمد اکبر ۱۵۔ اکتوبر ۱۵۲۲ء کو امر کوٹ میں پیدا ہوا اس کا سال وفات

۱۶۔ اکتوبر ۱۶۰۵ء ہے۔ اکبر کے کارنامے تاریخ میں جلی حروف میں ملتے ہیں۔ اس کے عہد کی تاریخ

(1) The Cambridge History of India, vol. iv pp 281-318  
S.M. Jaffer, The Mughal Empire

طہ نسائیکلو پیدیا برطانیکا ج ۲ صفحہ ۶۹۲

سید صباح الدین عبدالرحمن - بزم تیموریہ صفحہ ۲۲۲-۲۹۳

خود اس کے وزیر ابوالفضل نے اکبر نامہ اور آئین اکبری میں محفوظ کر دی ہے۔ ان کتابوں میں اکبری عہد کے کارنامے بڑی تفصیل سے درج ہیں۔

اکبر ۱۵۵۶ء میں تخت نشین ہوا۔ اس کے مذہبی خیالات ابتدا میں بڑے وسیع تھے اور اس کو صوفیہ سے بڑی عقیدت تھی اس نے کئی مرتبہ اجیمیر کا سفر پایادہ کیا تخت نشینی کے بعد تقریباً بیس سال تک یہ حالت رہی۔ بعد ازاں اکبر لامذہبیہ کی طرف مائل ہوتا گیا اور ایک نیا مذہب دین الہی کے نام سے ایجاد کیا۔ لیکن یہ مذہب عوام میں مقبول نہیں ہوا۔ اکبر کا مسلک یہ تھا کہ انسان خدا کی عبادت اس علم کے موافق کرے جو اس کو اپنی عقل سے حاصل ہوا اور عاقبت کی مسرت حاصل کرنے کے لئے انسان کو اپنی نفسانی خواہشوں پر غالب آنا چاہئے۔ اسے وہ کام کرنا چاہئے جس سے دوسرے انسانوں کا بھلا ہو۔ ظاہری پرستش کے واسطے اس کے نزدیک ستاروں اور آگ کی عظیمہ میں وہ علامتیں مضمحل ہیں جو انسان کے دل کو خدا کی طرف لے جاسکتی ہیں۔ یہ اکبری مسلک اختصار کے ساتھ انفسان کی تاریخ ہند سے ماخوذ ہے۔

اکبر کے مذہبی خیالات کو ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی مشہور تصنیف منتخب القوارخ میں نہایت شرح و بسط سے بیان کیا ہے اور جو لوگ اکبر کے خیالات میں ان تبدیلیوں کا باعث ہوئے تھے ان کو کاذب ملحد کافر ملعون پر دین زندیق اور بد بخت کے الفاظ سے یاد کرتے اور ان تمام خیالات کو اسلام کی اہانت اور مسلمانوں کی مذلت بلکہ جان و مال کے نقصانات کا سبب قرار دیتے ہیں۔

اکبر دین الہی مذہب اختصار کرنے کے بعد تقریباً تمام اسلامی شعائر ترک کر دیتے تھے اور وہ رسوم اختصار کر لی تھیں جو سراسر غیر اسلامی تھیں مثلاً صبح الہدٰی کو روشن کرانے کی غرض سے جھروکے میں بیٹھنا سورج کی پرستش کرنا بادشاہ کو سجدہ جاتر قرار دینا گائے کی قربانی بند کرانا

(۱)

وغیرہ۔

(1) The Cambridge History of India, vol.IV pp. 119-123 and 217

"دارا" - مراد دارا شکوہ ہے۔

دارا شکوہ شاہ جہان کا سب سے بڑا لڑکا ممتاز محل کے بطن سے تھا۔ تاریخ پیدائش ۲۰۔ مارچ ۱۶۱۵ء ہے دارا ۲۹۔ اگست ۱۶۵۹ء کو اورنگ زیب کے حکم سے قتل کیا گیا۔ اس کے قتل کی وجہ اس کا حدود اسلام سے باہر ہونا قرار دیا گیا ہے اس نے تصوف کو بھی بہت بدنام کیا۔ علمی حیثیت سے تیموری شہزادوں میں دارا شکوہ ایک بلند مقام پر فائز نظر آتا ہے وہ ایک باکمال مصنف شاعر اور خطاط تھا اس کو شروع میں تصوف اور بعد میں ہندو مذہب سے گہرا شغف ہو گیا تھا۔ آخر کار وہ صحیح اور خالص اسلام سے ہٹ کر عامیانہ تصوف اور پھر ہندو مذہب کی طرف مائل ہو گیا۔

دارا شکوہ کی تصانیف کی تعداد خاصی ہے۔ ان میں سفینۃ الاولیاء جو کہ اس کی پہلی تصنیف ہے بہت مشہور ہے۔ اس کتاب کی تصنیف کے وقت دارا حنفی المذہب تھا اور تصوف میں سلسلہ قادریہ سے متوسل۔ اگرچہ جل کر اس کے عقائد میں اسلامی تصوف کی شان بالکل مفقود ہو گئی۔ اس کی دوسری کتاب سکینۃ الاولیاء ہے۔ ایک رسالہ رسالۃ حق تھا کے نام سے بھی اس کا لکھا ہوا ملتا ہے حسناء العارفین یا شطحیات اس کی چوتھی تصنیف ہے۔ دارا کی پانچویں تصنیف مجسم البحرین ہے اس کتاب میں دارا نے اسلام اور ہندو مذہب کو ایک ہی سمندر کے دو دھارے بتایا ہے اور ان دونوں کو ملانے کی کوشش کی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ اسلامی تصوف اور فلسفۃ ویدانت میں لفظی اختلاف کے سوا اور کوئی فرق نہیں۔ توحید کے پرستار ان دونوں میں سے جس کی بھی تقلید کریں حقانیت کی منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔ اگرچہ جل کر اس کے بھی عقائد اس کے زوال اور موت کا سبب بنے۔ یہ کتاب اپنی نوعیت کے لحاظ سے پہلی اور آخری تصنیف ہے۔

دارا کی تصانیف میں پانچ ہیں۔ اس کے بعد زیادہ تر اس نے ہندو مذہب کی کتابوں کے ترجمے کئے یا کرائے۔ سرائیو ادبشنڈ کے پچاس ابواب کا فارسی ترجمہ ہے جو دارا شکوہ نے ۱۰۶۷ھ

(۱۶۵۶ء) میں بتارس کے پنڈتوں کی مدد سے کیا۔ اس کتاب میں بسم اللہ کے بجائے گنیش کی تصویر دی ہے اور دیباچہ میں لکھا ہے کہ اصل قرآن یہی ہے (نمونہ باللہ)۔<sup>(۱)</sup>

شد اسیر مسلمے اندر نبرد قائدے از قائدان یزد جرد  
 "نبرد جرد" (Yezdigerd) یہاں نبرد جرد سوم کی طرف اشارہ ہے۔

یزد جرد سوم شہر یار کا لڑکا تھا۔ وہ حضرت عمرؓ کے عہد میں تخت نشین ہوا اور ۹ سال حکومت کی یزد جرد نے مسلمانوں کو شکست دینے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا لیکن وہ خود ہر مقابلے میں شکست کھاتا تھا یہاں تک کہ مسلمانوں نے ایران فتح کر لیا۔ اس کو مسلمانوں کے مقابلے میں ہر مقام پر شکست ہوئی اور شکست کے بعد وہ ایک مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام پر پناہ گزین ہوتا رہا خود کبھی شریک جنگ ہونے کی جرأت نہ کر سکا۔ ۶۵۱ء یا ۶۵۲ء میں کسی نے اس کو قتل کر دیا اس کے بعد ساسانی خاندان ختم ہو گیا۔ چونکہ نبرد جرد سوم کے بعد ایران کا کوئی ساسانی بادشاہ نہیں ہوا اس لئے زرتشتیوں نے اس کے جلوس کے وقت سے اب تک سالوں کا شمار جاری رکھا ہے جس کا نام تقویم نبرد جردی ہے اور یہ تقویم ۱۶۔ جون ۶۳۲ء سے شروع ہوئی ہے۔<sup>(۲)</sup>

چون درفش کاویانی چاکہ شد آتش اولاد ساسان خاکہ شد  
 "درفش کاویانی"۔ ایرانی علم کا نام ہے۔

۶۳۶ء میں حضرت سعد بن ابی وقاص کی سرکردگی میں عربوں نے قادسیہ کے میدان میں ایرانیوں کا مقابلہ کیا تین دن تک لڑائی ہوئی رہی جس میں آخر کار ایرانیوں ہی کو شکست ہوئی۔ اسی جنگ میں درفش کاویانی عربوں کے ہاتھ لگا۔

(۱) سید صباح الدین عبدالرحمن۔ بزم تہذیبہ صفحہ ۲۹۶-۲۹۷  
 اقبال نے اکبر کی لامذہبیت کی طرف اشارہ کر کے بتایا ہے کہ کس طرح وہ تیسری پشت میں دارا پر اثر انداز ہوئی اور کس طرح اکبر اور دارا نے ہند میں کفر کو فروغ دیا۔

(۲) پروینسر آر تھر کرسٹن سین۔ مترجم ڈاکٹر محمد اقبال۔ ایران بعہد ساسانیان صفحہ ۶۴۳-۶۸۸  
 انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۲۳ صفحہ ۸۸۱ طبع چہارم دہم

Sir Percy Sykes, A History of Persia, vol. I pp. 489-502

اہل ایران اس جھنڈے کے متعلق یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ جس وقت دنیا میں ضحاک کی ظالمانہ حکومت کے ہزار برس گزر گئے تو پلا ایک آہن گر نے جس کا نام کا وہ تھا اپنا چمڑے کا پیشبند ایک تیزے کے سو پر باندھا اور اس جھنڈے کے ساتھ ہزارے کا اعلان کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ظالم بادشاہ ضحاک کو شکست ہوئی اور نوجوان شہزادہ فریدون جو قدیم شاہی خاندان سے تھا تخت نشین ہوا۔ اس وقت سے یہ جھنڈا جو کارگہ (کاوہ) کے پیشبند کا بنا ہوا تھا شاہان ایران کا جھنڈا قرار پایا اور اس آہن گر کے نام پر اس کا نام "درفش کاویانی" رکھا گیا۔ اہل ایران اس جھنڈے کی اس روایت کو قدیم اساطیری تاریخ کے ساتھ وابستہ کرتے تھے۔ اس مشہور و معروف جھنڈے کا وصف بہت سے عربی اور فارسی مصنفین نے جن میں طبری، بلخی، مسعودی، خوارزمی اور ندائی شامل ہیں بیان کیا ہے اس کی بعض خصوصیات فردوسی نے بھی بتائی ہیں۔

مسعودی کے بیان کے مطابق یہ جھنڈا قادیسیہ کی جنگ میں ایک عرب کے ہاتھ لگا جس کا نام ضرار بن الخطاب تھا۔ اس نے اس کو تیس ہزار دینار میں فروخت کر ڈالا حالانکہ اس کی قیمت بارہ لاکھ دینار سے کم نہ تھی۔ برخلاف اس کے ندائی نے لکھا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے "اس کو ہزد جود کے دوسرے جواہرات اور خزانوں کے ساتھ جو خدا نے مسلمانوں کو نصیب کئے تھے شامل کر دیا اور اس قسم کی قیمتی چیزوں کے ساتھ حضرت عمر کی خدمت میں بھیج دیا۔ انہوں نے حکم دیا کہ اس کو تیزے سے اتار کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔" (۱)

گرچہ جاہان دشمن مابودہ است مسلمے اورا امان بخشودہ است (صفہ ۱۲۳)  
 "جاہان"۔ ایرانی فوج کا سردار تھا۔

حضرت ابو بکر صدیق کے عہد میں عراق پر جو حملہ ہوا اس نے ایرانیوں کو چونکا دیا تھا چنانچہ ہوان دخت نے دستم کو جو نہایت شجاع اور صاحب تدبیر تھا دوبارہ میں طلب کیا اور وزیر حرب مقرر کر کے

(۱) پروفیسر آر تھر کوشن سین۔ مترجم ڈاکٹر محمد اقبال۔ ایران بعد سامانیان صفہ ۶۴۴-۶۸۱

Sir Percy Sykes, A History of Persia, vol. I pp. 134-135

تمام اختیارات سوپ دیتے اور تمام امرا و اعیان سلطنت کو تاکید کی کہ وہ رستم کی اطاعت سے کبھی انحراف نہ کریں۔ یوران دخت نے ایک فوج گران رستم کی اعانت کے لئے تیار کی جس کا نرسی و جاپان (Japan) کو سپہ سالار مقرر کیا۔ جاپان عراق کا ایک مشہور رئیس تھا اور عرب سے اس کو خاص عداوت تھی۔ یہ دونوں افسر مختلف راستوں سے عراق کی طرف بڑھے ادھر حضرت ابوعبید نے اسلامی فوج کو سروسامان سے آراستہ کر لیا اور پیش قدمی کر کے خود حملے کے لئے بڑھے بخاری پر دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں۔ جاپان کے بیٹہ و بیٹے پر دو مشہور افسر تھے جو بڑی شہرت سے لڑے لیکن بالآخر شکست کھائی اور مین مصر کے مین گرفتار ہوئے۔ ان مین سے ایک اسی وقت قتل کر دیا گیا لیکن جاپان اس حملہ سے بچ گیا کہ جس شخص نے اس کو گرفتار کیا تھا وہ اس کو پہچاننا نہ تھا۔ جاپان نے کہا کہ اس بڑھاپے مین مین تمہارے کس کام کا ہوں مجھ کو چھوڑ دو اور معاوضہ مین مجھ سے دو جوان غلام لو اس نے منظور کر لیا۔ بعد کو لوگوں نے جاپان کو پہچانا تو غل مجاہد کہ ہم ایسے دشمن کو چھوڑنا نہیں چاہتے لیکن حضرت ابوعبید نے کہا کہ اسلام مین بدعہدی جائز نہیں۔<sup>(۱)</sup>

ساخت آن صنعت گزرها د زاد مسجدے از حکم سلطان مراد (صفہ ۱۲۳)

"سلطان مراد"۔ اشارہ ہے شہنشاہ مراد اول عثمانی کی طرف۔

مراد کا عہد حکومت تاریخ آل عثمان کے اہم ترین عہدوں مین ہے۔ مراد نے تیس سال تک حکومت کی ان مین سے چوبیس سال میدان جنگ مین صرف کئے اور ہر جنگ مین کامیاب رہا۔ اس کا عہد حکومت ۱۳۵۹ء سے ۱۳۸۹ء تک رہا۔ اس سے پہلے توکون کا مقابلہ یورپ کی قوموں مین سے صرف بازنطینیوں سے ہوا تھا جن کی سلطنت اپنے زوال کی آخری منزلیں طے کر رہی تھی لیکن مراد کی ظفر یاب فوجیں ان ملکوں مین پھیل گئیں جو یورپ کے نہایت طاقتور قوموں کے زیر نگین تھے اور بلغاریہ، سربیا اور بوسنیا پر دولت عثمانیہ کا تسلط قائم ہو گیا۔ مراد کی فتوحات نے سلطنت عثمانیہ کے دائرہ اقتدار کو دریائے دینوب تک پہنچا دیا۔ مراد کا عہد حکومت اپنے کارناموں کے اعتبار سے محمد فاتح اور سلیمان اے

کے عہد حکومت سے کم نہیں۔

مزار نے مسیحی علاقے فتح کئے اور ان میں اسلامی حکومت بھی قائم کی لیکن عیسائیوں کو پھر اسلام میں داخل کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی برخلاف اس کے انہیں پوری مذہبی آزادی دے رکھی تھی۔ گنسن نے مراد کے کارناموں کو بہت سراہا ہے۔<sup>(۱)</sup>

موسیٰ و فرعون و شہر و یزید ابن دو قوت از حیات آمد ہدید (صفہ ۱۲۷)

"فرعون"۔ قدیم مصری بادشاہ جن کے اٹھارہ خاندان مصر پر حکمران رہے فراعنہ کہلاتے تھے حضرت موسیٰ کے عہد میں بھی مصر پر ایک فرعون ہی کی حکومت تھی۔ بعض فراعنہ بڑے جلیل القدر اور بعض بڑے ظالم گذرے ہیں۔ اہرام مصر انہیں فراعنہ کی یادگار ہیں۔<sup>(۲)</sup>

"شہر"۔ نام حسین و شہر کہتے ابو عبد اللہ لقب سید الشہداء ہے۔ رسول کوہم کے نواسے اور حضرت علی کے فرزند اصغر تھے ولادت جنوری ۶۲۶ء میں مدینہ میں ہوئی۔ حضرت امیر معاویہ کے بعد جب ان کا لڑکا یزید تخت نشین ہوا تو اس نے حضرت امام حسین سے اپنی بیعت چاہی۔ آپ نے انکار کر دیا کیونکہ یزید فاسق و فاجر شخص تھا۔ حضرت امام حسین ۶۰ھ (۶۸۰ء) میں <sup>میں</sup> اہل و عیال کے مکہ تشریف لے آئے یہاں پہنچ کر ~~مکہ~~ اہل کوفہ کی طرف سے متعدد خطوط پہنچے کہ آپ یہاں آکر ہمیں یزید کے مظالم سے بچائیے اور اپنی بیعت سے مشرف کیجیے۔ آپ کوفیوں کی دعوت پر بعد اپنے جان نظاروں اور اہل و عیال کے جو بہتر افراد پر مشتمل تھے کوفہ روانہ ہو گئے۔ آپ کو وہاں پہنچ کر اہل کوفہ کی وفاداری پر شبہ ہوا اور آپ راستے میں کربلا میں خیمہ زن ہو گئے جہاں یزید کی فوج کے ساتھ مصرکہ کربلا پیش آیا۔ آپ نے حق کے لئے جنگ کی اور باطل کے سامنے سر نہیں

(۱) E. S. Creasy - History of the Ottoman Turks pp 34-50  
Mark Sykes The Caliphs' Heritage pp 281-283.

ڈاکٹر محمد عزیز۔ دولت عثمانیہ ج ۱ صفہ ۳۹-۵۰  
ہمام مشرق صفہ ۷ پر اس شعر میں بھی اشارہ مراد اول ہی کی طرف ہے۔

قائد ملت شہنشاہ مراد تیغ اورا برق و تند و خانہ زاد

(۲) تفسیر مجاہدی ج ۱ ص ۲ مطبوعہ تاج کتب خانہ لاہور



جھگایا۔ اس جنگ میں آپ نے اپنی اور اپنے اعزا کی قربانی دے کر حق کو سر بلند کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۰۔ محرم ۶۱ھ (۱۰۔ اکتوبر ۶۸۰ء) کو جمعہ کے دن پیش آیا۔ (۱)

"یزید"۔ یزید حضرت امیر معاویہ کا لڑکا اور بنی امیہ کا دوسرا خلیفہ تھا۔ اس کو حضرت امیر معاویہ نے زیاد کی ترغیب پر اپنا ولی عہد مقرر کر دیا اور لوگوں سے اس کے حق میں بیعت لی شاہین نے نو آسانی سے بیعت کر لی عراقیوں سے خوشامد اور دھمکی کے ساتھ بیعت کرائی۔ ۵۱ھ (۶۷۱ء) میں حضرت امیر معاویہ خود مکہ اور مدینہ کے مشاہیر سے بیعت لینے کی غرض سے گئے مگر حضرت امام حسین حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر اور حضرت عبداللہ بن زبیر نے بیعت سے قطعاً انکار کر دیا کیونکہ یزید فاسق و فاجر تھا۔ حضرت علی کے خاندان سے اور خاندان بنی امیہ سے خلافت کے معاملے میں اختلاف شروع ہی سے چلا آ رہا تھا تخت نشینی کے بعد یزید اس خاندان کی تباہی کے درپے ہو گیا جس کا علی نبوت تاریخ میں واقعہ کر بلا کے نام سے ملتا ہے۔

یزید اپنی علمی قابلیت اور عربی ادب میں دستگاہ رکھنے کی وجہ سے خاصی شہرت رکھتا ہے شاعری سے اس کی طبیعت کو بڑی مناسبت تھی۔ ۲۔ ربیع الاول ۶۲ھ (۲۱۔ اکتوبر ۶۸۲ء) کو اس کا انتقال ہوا۔ اس کے عہد میں خوارزم اور سمرقند فتح ہوئے۔ (۲)

ذوق جعفر کاوش رازی نمائد      آپروثر ملت تازی نمائد (صفہ ۱۲۵)

"جعفر" اشارہ حضرت امام جعفر صادق کی طرف ہے۔

آپ کا نام جعفر کنیت ابو عبد اللہ و ابو اسماعیل اور لقب صادق ہے۔ آپ امام محمد باقر کے خلف اکبر اور حضرت امام حسین کے پڑپوتے تھے۔ آپ چھٹے امام ہیں۔ آپ کی ولادت بمقام مدینہ ۱۷۔ ربیع الاول ۸۰ھ (۶۹۹ء) کو ہوئی اور اسی شہر میں ابو جعفر المنصور عباسی کے عہد خلافت میں ۱۴۸ھ (۷۶۵ء) میں وفات پائی۔ اپنے زمانے میں علم و فضل اور اخلاق حسنہ دونوں کے اعتبار سے نہایت بلند پایہ تھے۔ اکثر تذکرہ نگار متفق ہیں کہ آپ کو علم حاصل کرنے میں بڑا انہماک تھا۔ ان کی ذات علوم

(۱) شاہ مصین الدین احمد ندوی۔ تاریخ اسلام ج ۲ صفہ ۲۵-۵۹۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۲ صفہ ۳۳۹

(۲) طبری ج ۲ صفہ ۱۹۶-۲۲۷۔ مسعودی ج ۵ صفہ ۱۲۶-۱۶۵۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۲ صفہ

وفات کا مخزن تھی۔ اسی لئے کئی مرتبہ ابو جعفر منصور عباسی نے بڑی عزت کے ساتھ ان کو بغداد بلا یا  
(۱)  
تاکہ ان کے علم و فضل سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔

موم از یک نسبت عیسی عزیز از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز (صفہ ۱۷۷)

"زہرا" - بی بی خدیجہ کے بطن سے رسول اکرم صلعم کی صاحبزادی تھیں۔ فاطمہ نام تھا اور  
زہرا لقب۔ سال ولادت میں اختلاف ہے لیکن اس پر اکثر مورخین کا اتفاق ہے کہ نبوت سے پانچ سال قبل  
پیدا ہوئیں۔ آپ کا عقد پندرہ سال کی عمر میں حضرت علی کے ساتھ ہوا۔ آپ کے پانچ اولاد میں ہوئیں  
جن میں سے محسن کا بچپن میں انتقال ہو گیا امام حسن اور امام حسین صاحبزادے اور حضرت زینب اور  
حضرت ام کلثوم صاحبزادیاں تاریخ اسلام میں مشہور ہیں۔ حضرت فاطمہ کا انتقال رسول کریم کی وفات  
(۲)  
کے چھ ماہ بعد ۳۔ رمضان ۱۱ھ (۲۳۔ نومبر ۶۳۲ء) کو ہوا۔

من شیعہ صدیق را دیدم بخواب گل ز خاک راہ او چیدم بخواب (صفہ ۱۸۱)

"صدیق" - عبداللہ نام ابوہریرہ کثیت صدیق اور عتیق لقب والد کا نام عثمان اور کثیت ابو جعفر والدہ  
کا نام سلمیٰ اور ام الخیر کثیت تھی۔ حضرت ابوہریرہ صدیق خلیفہ اول ہیں۔ آپ رسول اکرم کے وصال کے  
بعد با اتفاق رائے مسلمانوں کے خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپ کا انتخاب مہاجرین و انصار کے متفقہ فیصلہ کا  
نتیجہ تھا۔

حضرت صدیق کی زندگی عظیم الشان کارناموں سے لہریز ہے۔ خصوصاً انہوں نے سواد دہوس  
کی قلیل مدت خلافت میں اپنی مساعی جملہ سے جو کام کئے وہ قیامت تک بخیر نہیں ہو سکتے۔ اس میں  
شک نہیں کہ خلیفہ دوم کے عہد میں بڑے بڑے کام انجام پائے مہمات امور کا فیصلہ ہوا یہاں تک کہ  
روم و ایران کے دفتر الٰہی دیکھے گئے تاہم اس کی داغ بیل کئی نے ڈالی کہ یہ اولوالعزم زمانہ روح کب پیدا  
ہوئی؟ خلافت الہیہ کی ترتیب و تنظیم کا سنگ بنیاد کرنے رکھا۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ خود اسلام

(۱) Thomas William Beale - An Oriental Biographical Dictionary pp 189

(۲) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام - Shorter Encyclopaedia of Islam pp 327-360

کو گرداب فنا سے کمر بستہ ہجایا۔ یقیناً ان تمام سوالوں کے جواب میں صرف حضرت صدیق اکبر ہی کا نام لیا جا سکتا ہے اور دراصل وہی اس کے مستحق ہیں۔ حضرت صدیق اکبر نے دوشنبہ کا دن ختم کر کے ۶۲ سال کی عمر میں اواخر جمادی الثانی ۱۲ھ (۶۲۴ء) میں وفات پائی۔ (۱)

صبح اقلل من الدنيا شمار از نعر حرّاً شوی سرمایہ دار (صف ۱۸۴)  
اس شعر میں حضرت عمر کے اس ارشاد کو نظم کیا گیا ہے۔  
اقلل من الدنيا نعر حرّاً۔ (۲)  
دنیا جتنی کمی کے ساتھ رکھو گئے اتنے ہی آزاد رہو گئے۔

"پشت پازن تختہ کیکاؤس را" سرمدہ از کف مدہ ناموس را" (صف ۱۸۴)  
"کیکاؤس"۔ کیکاؤس فارس کے کہانی خاندان کا دوسرا بادشاہ اور کیکاؤس کا لڑکا تھا۔ اس نے اپنی ضعیفی کے زمانے میں اپنے بڑے کھسرو کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ فردوسی نے شاہنامہ میں کیکاؤس کے متعلق بہت سی روایات بیان کی ہیں جن میں رستم و سہراب کی لڑائیاں عجیب و غریب ہیں (۲)  
قائد اسلامان ہارون رشید آنکہ نقفور آب تیغ او چشید (صف ۱۸۴)

"ہارون رشید"۔ ہارون رشید المہدی کا لڑکا خاندان عباسیہ کا پانچواں خلیفہ اپنے حقیقی بھائی المہادی کی وفات کے بعد ربیع الاول ۱۷۰ھ (۷۸۶ء) میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ اس وقت اس کی عمر ۲۲ سال کی تھی۔ خلیفہ ہونے کے بعد اپنے قدیم محسن یحییٰ بن خالد برمکی کو اپنا وزیر بنایا۔ ہارون رشید کا عہد عباسی حکومت کا زریں دور تھا۔ اس کے زمانے میں دولت عباسیہ علمی تمدنی سیاسی ہر حیثیت سے اوج کمال پر پہنچ گئی۔ بہت الحکمت جس سے عباسی حکومت میں علوم و فنون کا آغاز ہوا اسی کے زمانے میں قائم ہوا عربی اور ایرانی تمدن کی آمیزش سے ایک ایسا تمدن پیدا ہوا جو اس دور کے اسلامی تمدن کا معیار بن گیا۔ اس طوقی نے اس کے دور خلافت کی خصوصیات پر مختصر مگر

(۱) حاجی حسین الدین ندوی۔ خلفائے راشدین صف ۱۲-۱۴

محمد حبیب الرحمن خان شہروانی۔ سیرۃ الصدیق

(۲) مہدانی۔ مجمع الامثال از الطاروق ج ۲ صف ۱۹۲

(۳) Sir Percy Sykes- A History of Persia vol.I p.137

جامع تبصرہ کیا ہے۔

ہارون رشید کی ذات میں متضاد اوصاف جمع ہو گئے تھے۔ ایک طرف اس کی زندگی بڑی پر شکوہ رنگین اور عیش پرستانہ تھی دوسری طرف وہ بڑا دیندار اور پابند شریعت علم دوست اور علما کا قدردان تھا لیکن اس کی تعیش پسندانہ زندگی کی داستانوں میں اس کی زندگی کا مذہبی رخ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ ۲۷ سال کی عمر میں ۲۳ سال خلافت کرنے کے بعد ہارون رشید نے جمادی الثانی ۱۹۲ ھ (۸۰۹ء) میں انتقال کیا۔<sup>(۱)</sup>

"نقفور" نقفور ( Nicephorus ) کو ملکہ آبرہہ کے ظلم و ستم سے تنگ آکر رعایا

نے اس کو اپنا قیصر تسلیم کر لیا تھا نقفور اور خلیفہ ہارون رشید کے درمیان کئی مرتبہ سخت لڑائی ہوئی اور ہر مرتبہ نقفور کو شکست فاش اٹھانی پڑی۔

ایک عرصہ سے رومی سلطنت اور خلافت عباسیہ کے مابین یہ معاہدہ چلا آتا تھا کہ رومی فرمانروا خلافت اسلامیہ کو خراج ادا کرے گا نقفور نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور ہارون رشید کو یہ خط لکھا۔ ہارون رشید کو معلوم ہو کہ مجھ سے پہلے جو ملکہ تخت نشین تھی وہ نہایت کمزور تھی اس لئے تم کو خراج دیا کرتی تھی حالانکہ اس رقم سے دگنا خراج تم کو ادا کرنا چاہئیے تھا چونکہ وہ عورت تھی۔ مرقوم ہے کہ جس قدر سلطنت روم سے خراج تم کو اپ تک مل چکا ہے وہ سب اور نیز وہ رقم جو اس جرم کی معافی کے سلسلے میں ادا کرنا چاہو میرے پاس بھیج دو ورنہ میرے اور تمہارے درمیان تلوار سے فیصلہ ہوگا۔ ہارون رشید اس خط کو پڑھ کر غصہ سے بیٹاپ ہو گیا۔ اس خط کی پشت پر وہ مشہور تاریخی خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ "اے رومی کتنے! اس کا جواب وہ ہے جو تو دیکھے گا نہ کہ وہ جو سنئے گا"۔ ہارون رشید اسی دن فوج لے کر یونان کی طرف روانہ ہوا اور کئی شہروں کو فتح کر کے جلا دیا۔ خلیفہ نے یونان کا بہت سا علاقہ فتح کر لیا یہاں تک کہ نقفور نے جو ایک باغی کی سرکوبی میں مصروف تھا مجبوراً صلح کے لئے التجا کی۔ یہ صلح خلیفہ نے اس شرط پر قبول کی

(۱) Philip K. Hitti - History of the Arabs pp 297-300

شاء بہین الدین احمد ندوی - تاریخ اسلام ج ۲ صفحہ ۹۶-۱۲۸

کہ نقفور ہر شے میں ہر خراج دیا کرے لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد نقفور نے اس معاہدہ کو ختم کر دیا۔ جب ہارون کو اس معاہدہ کی منسوخی کا علم ہوا تو بہت برہم ہوا۔ اسی وقت یونان کی سرحد کی طرف روانہ ہوا اگرچہ سردی بہت سخت تھی اور مسلمانوں کو بڑی پریشانی لاحق ہوئی لیکن نقفور کو شکستہ فاشردی۔ اس جنگ میں یونانیوں کی چالیس ہزار فوج کام آئی۔ نقفور کا عہد حکومت ۸۰۲ء سے ۸۱۱ء تک (۱) رہا۔

گنہ مالکہ وا کہ اے مولائے قوم روشن از خاک دورے سمائے قوم (صفحہ ۱۸۵)

"مالکہ"۔ مالک نام ابو عبد اللہ کہتے امام دارالہجرت لقب والد کا نام اس تھا۔ آئمہ اربعہ اہل سنت و الجماعت میں سے ہیں آپ کے مقلد مالکی کہلاتے ہیں اور مالکی عرب اور افریقہ میں زیادہ ہیں۔

امام مالکی کی ولادت کا سال مختلف ہے۔ مورخ باغی نے طبقات الفقہاء میں ۹۴ھ (۷۱۲ء) لکھا ہے۔ ابن خلکان نے ۹۵ھ (۷۱۳ء) بتایا ہے لیکن صحیح تاریخ ولادت ۹۳ھ (۷۱۱ء) ہے۔ یہ تاریخ امام کے شاگرد خاص یحییٰ بن یحییٰ سے مروی ہے جو مدتوں ان کی صحبت میں رہے ہیں۔ تاریخ وفات بالانتقال ۱۷۹ھ (۷۹۵ء) ہے۔ اس طرح آپ نے ۸۶ برس کی عمر پائی۔ ۶۲ سال تک علم و دین کی خدمت میں مصروف رہے۔

امام مالک نے تمام تعلیم مدینہ میں حاصل کی کیونکہ مدینہ ہی اس وقت تمام دنیا کے اولیاء میں علم دین کا مرکز تھا۔ امام مالک کے تبحر علمی اور دینی معاملات میں بصورت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ خود آپ کے اساتذہ آپ کے علم و فضل کے معترف تھے۔

امام مالک کی تصانیف کی تعداد بہت زیادہ نہیں۔ ان میں چند کتابوں کے نام یہ ہیں۔

موطا و مبالغہ مالک الرشید کتاب المناہک اور کتاب المسائل۔ و مبالغہ مالک الرشید نام ہے۔ آپ کے خطوط کے مجموعہ کا جو خلیفہ ہارون الرشید کو لکھے گئے۔ ان خطوط میں ہر قسم کے دینی و دنیوی نصائح ہم کتاب المناہک حج کے احکام و مسائل سے متعلق ہے اور کتاب المسائل جیسا کہ نام سے ظاہر ہے مسائل

(۱) انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۱۶ صفحہ ۲۱۵  
مصباح الدین احمد۔ الہارون صفحہ ۹۲-۹۵

ہی کا مجموعہ ہے۔

امام کی اہم ترین تصنیف تو موطا ہے۔ اس کا سنہ تالیف بقرائن ۱۲۰ھ سے ۱۲۰ھ (۷۴۷ء سے ۷۵۷ء) تک کا زمانہ ہے موطا کا موضوع صرف احکام فقہیہ ہیں۔ اس لئے اس میں وہ سیکڑوں ابواب و فصول نہیں ہیں جو بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہ میں ملتے ہیں۔ موطا ان سے خالی ہے کیونکہ فقہیات سے ان کا کوئی تعلق ہے نہ اس بنا پر محدثین کی اصطلاح کے مطابق اس کو "کتاب السنن" کہنا چاہیئے۔ (۱)

ابن مسعود آن چراغ افروز عشق جسم و جان او سراپا سوز عشق (صفہ ۱۸۹)

"ابن مسعود"۔ عبداللہ نام ابو عبدالرحمن کیت والد کا نام مسعود اور والدہ کا نام ام عید تھا۔ عبداللہ ابن مسعود کے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح ہے کہ ایک روز رسول کریم صلعم حضرت ابوہریرہ کے ساتھ اس طرف سے گذرے جہاں یہ بکریاں چرا رہے تھے۔ حضرت صدیق نے فرمایا۔ "صاحبزادے! تمہارے پاس کچھ دودھ ہو تو پیاس بجھاؤ"۔ بولے "میں آپ کو دودھ نہیں دے سکتا کیونکہ یہ دوسرے کی امانت ہے"۔ رسول اکرم نے فرمایا "کہا تمہارے پاس کوئی ایسی بکری ہے جس نے بچے نہ دیتے ہوں"۔ عرض کی "ہاں"۔ اور ایک بکری پیش کی۔ آپ نے تعین پر ہاتھ پھر کر دعا فرمائی یہاں تک کہ وہ دودھ سے لہریز ہو گیا حضرت صدیق نے اس کو علیحدہ لے جا کر دوا تو اس قدر دودھ نکلا کہ تینوں صاحبزادے بکے بعد دیگرے خوب سیر ہو کر نوش فرمایا۔ اس کے بعد رسول کریم نے تعین سے فرمایا خشک ہو جا اور پھر وہ اپنی حالت پر عود کر آیا۔ اس کو شہہ قدرت سے عبداللہ بے حد متاثر ہوئے۔ حاضر ہو کر عرض کی کہ مجھے اس بوٹر کلام کی تعلیم دیجئیے۔ آپ نے شفقت سے ان کے سر پر ہاتھ پھر کر فرمایا "تم تعلیم یافتہ بچے ہو"۔ فرض اس روز سے وہ معلم دین کے حلقہ تلمذ میں داخل ہوئے اور بلا واسطہ خود مہیط وحی و الہام سے ستر سورتوں کی تعلیم حاصل کی جن میں کوئی ان کا شریک نہ تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ ہمیشہ رسول اکرم کی خدمت میں رہنے لگے اور آپ نے ان کو اپنا خادم خاص بنالیا۔

عبداللہ بن مسعود اس وقت ایمان لائے تھے جب کہ یونین کی جماعت صرف چند اصحاب پر مشتمل تھی اور مکہ کی سرزمین میں رسول کریم کے سوا اور کسی نے علانیہ بلند آہنگی کے ساتھ تلاوت قرآن کی جرات نہیں کی تھی۔ عبداللہ بن مسعود نے اس فریضہ کو انجام دیا گو آپ کے ساتھیوں نے روکنا چاہا۔ آپ نے جوش ایمان سے ہر انگیکھتے ہو کر کہا "مجھے چھوڑ دو! خدا میرا حافظ ہے۔" جب مشرکین قریش نے عبداللہ بن مسعود کو بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو فیض و غضب سے مشغول ہو کر ان پر ٹوٹ پڑے اور اس قدر مارا کہ چہرہ روم کرایا لیکن آپ کی زبان بند نہ ہوئی جب اس حالت میں ابن مسعود واپس آئے تو لوگوں نے کہا ہم اسی لئے روکتے تھے بولے "خدا کی قسم! دشمنان خدا آج سے زیادہ میری نظروں میں کبھی ذلیل نہ تھے اگر تم بچاؤ تو کل میں پھر اسی طرح ان کے مجمع میں جا کر قرآن کی تلاوت کروں۔" ان لوگوں نے کہا "ہم جانے دو اس قدر کافی ہے کہ جس کا سننا وہ ناپسند کرتے تھے اس کو تم نے بلند آہنگی کے ساتھ ان کے کانوں تک پہنچا دیا۔"

عبداللہ بن مسعود کے جوش و غیرت ایمانی نے رفتہ رفتہ تمام مشرکین قریش کو دشمن بنادیا یہاں تک کہ ان کی ایذا رسانوں سے تنگ آکر آپ ہجرت پر مجبور ہوئے اور مدینہ تشریف لے آئے۔ آپ نے مختلف جنگوں میں جن میں غزوہ احد - خندق - حدیبیہ - فتح مکہ - غزوہ حنین وغیرہ شامل ہیں حصہ لیا اور نہایت شجاعت دکھائی۔

عبداللہ ابن مسعود کو ۲۰ھ (۶۴۰ء) میں کوفہ کا قاضی بنایا گیا۔ عہدہ قضا کے علاوہ خزائنہ کی افسری مسلمانوں کی مذہبی تعلیم اور والی کوفہ کی وزارت کے فرائض بھی آپ کے سر پر تھے۔ آپ نے کابل دس سال تک نہایت مستعدی و خوبی اسلوب کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیئے۔

۳۳ھ (۶۵۳ء) میں ساٹھ برس سے کچھ زیادہ عمر پا کر آپ نے انتقال کیا۔ حضرت عثمان نے

آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور عثمان بن مظعون کے پہلو میں دفن کیا۔

عبداللہ بن مسعود ان صحابہ میں ہیں جو اپنے علم و فضل کے لحاظ سے تمام دنیائے اسلام کے امام تسلیم کئے گئے ہیں۔ قرآن جو اصل اصول اسلام ہے آپ اس کے سب سے بڑے عالم تھے۔ عبداللہ بن

مسعود کی تفسیر میں حدیث و تفسیر کی کتابوں میں بکثرت منقول ہیں۔ آپ کو قرأت میں غیر معمولی کمال حاصل تھا۔ صحاح میں بکثرت ایسی روایتیں ہیں جن کا ماحاصل یہ ہے کہ قرأت میں عبداللہ بن مسعود کی پیروی کی جائے۔ عبداللہ بن مسعود ان افاضل صحابہ میں ہیں جو فقہ کے موسس و بانی سمجھے جاتے ہیں۔ خصوصاً فقہ حنفی کی عمارت نامہ آپ ہی کے سنگ اساس پر تعمیر ہوئی۔ تمام صحابہ عبداللہ بن مسعود کے تلمذ علی و ملکہ اجتہاد کے معروف تھے۔

عبداللہ بن مسعود کے اخلاق و طرز معاشرت میں سنت نبوی کی پیروی کے شوق میں ایک گونہ رسول اکرم کے مکارم و محامد کی جھلک پیدا ہو گئی تھی۔<sup>(۱)</sup>

ازمنات و لات و غزی و ہبل ہر یکے دارد پتے اندر ہبل (صفہ ۱۹۲)

منات - پتھر کی ایک چٹان تھی۔ لات - گول سپید پتھر اور اس پر ایک عمارت بنی تھی۔ لات قریش کا دیوتا تھا۔ قاعدہ تھا کہ سونے سے پہلے قریش اس کی پوجا پاٹ کر لیتے تو سونے۔ قریش اس کی قسم بھی کھایا کرتے تھے۔ غزی یہ دیوی قوت و طاقت کی تھی۔ ظہور اسلام کے وقت عرب میں شہرہ سب سے زیادہ اس کا تھا۔ یہ دیوی قبیلہ غطفان کی تھی لیکن اس کے پیچھے عربوں میں چونکہ ال غنی اور آل ہاہلہ کے ساتھ خود قریش بھی شریک ہو گئے تھے اس لئے اس کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ اس کی مورتی نخلہ میں ایک درخت کے متصل نصب تھی۔ ابو لہب جس کا اصلی نام عبدالعزی تھا اس دیوی کی جانب منسوب تھا۔ ابن ہشام نے اس بتکدہ کی مسامری کا حال کسی قدر تفصیل سے بیان کیا ہے۔ جب مسلمانوں کو جنگ احد میں شکست ہوئی اور وہ کوہ احد پر چڑھ گئے تو ابوسفیان نے دامن کوہ میں کھڑے ہو کر مسلمانوں کو خطاب کر کے غزی کی جے پگاری تھی کہ لئنا العزی و لا غزی لکم ہماری طرف غزی ہے تمہاری طرف کوئی غزی نہیں۔ رسول کریم کی تعلیم سے حضرت عمر نے اس کے جواب میں فرمایا اللہ مولانا ولا مولا لکم اللہ ہمارا آقا ہے تمہارا کوئی آقا نہیں۔

(۱) ابن الدین ندوی - مہاجرین ج ۱ صفہ ۲۶۲ - ۳۰۰



ہیل قریش کا یہود اعظم تھا اس کی انسان کی صورت تھی عقیق سے بنایا گیا تھا اس کا داہنا ہاتھ  
 ٹوٹا تھا قریش کو اسی حالت میں ملا تھا انہوں نے سونے کا ہاتھ بنوا کر لگایا تھا۔ عمرو ابن طی  
 ہیل کو موآب سے لایا تھا۔ اس کی پرستش نہ صرف قریش کرتے تھے بلکہ بنی کنانہ بکر و مالک بھی  
 اس کو اپنا یہود مانتے تھے۔ ابوالمنذر ہشام ابن محمد کا قول ہے کہ کعبہ میں قریش کے پاس بہت  
 سے بت تھے لیکن ہیل ان میں سب سے بڑا تھا۔ فتح مکہ کے بعد اس کو توڑ دیا گیا تھا۔<sup>(۱)</sup>

---

(۱) باقوت الکتبی - معجم البلدان ج ۸ صفحہ ۲۲۲-۲۲۳

شیخ عبداللہ بستانی - البستان ج ۲ صفحہ ۲۵۲۸

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۲ صفحہ ۲۲۴  
 Philip-Khatti, History of the Arabs pp 100

مولانا سید سلیمان ندوی - ارض القرآن ج ۲ صفحہ ۲۴۳-۲۴۸

(طبع پنجم ۱۹۲۶ء)

پیام مشرق

اے امیر کامگار اے شہر یار نوجوان و مثل پیران پختہ کار (صفحہ ۱)

اس شعر میں امیر امان اللہ خان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

امیر امان اللہ خان حبیب اللہ خان امیر کابل کے تیسرے فرزند ہیں جو یکم جون ۱۸۹۲ء

کو پیدا ہوئے۔ ۲۰۔ فروری ۱۹۱۹ء کو اپنے والد کے انتقال کے بعد تخت نشین ہوئے۔ امیر امان

اللہ خان کے دور حکومت میں افغانستان نے جس قدر سیاسی اور اقتصادی ترقی اس قلیل مدت میں

کی وہ کبھی افغانستان کو حاصل نہیں ہوئی تھی۔ اتحاد اسلامی کا سلسلہ افغانستان سے ترکستان

تک بلا فصل قائم ہو گیا تھا۔ امیر امان اللہ نے اپنے مختصر عہد حکومت میں رفاہ عام کے بہت سے کام

انجام دیئے۔ اس لئے امیر امان اللہ کا عہد افغانستان کی تاریخ میں ایک مبارک عہد خیال کیا جا سکتا ہے۔

امیر امان اللہ کی اس روز افزون ترقی سے انگریزوں کو خطرہ لاحق ہوا چنانچہ انہوں نے

امیر امان اللہ کے خلاف مہم شروع کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ امان اللہ خان نے حکومت سنبھالنے

کے بعد افغانستان میں مغربی تہذیب و تمدن کو رواج دینا چاہا۔ صرف یہی نہیں بلکہ انہوں نے

لڑکھوں کی تعلیم پر بھی بڑا زور دیا۔ اس پر علما کا طبقہ سخت برہم ہوا چنانچہ ۱۹۲۲ء میں جو

بغاوت ہوئی اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ عوام امیر امان اللہ خان کی مغرب زدگی سے ہزار تھے

۱۹۲۷-۲۸ء میں انہوں نے یورپ کے بعض مقامات کا دورہ کیا۔ یورپ سے واپس کے بعد غیر مقبول

اصلاحات کا جاری کرنا اور بھی ان کے حق میں نقصان دہ ثابت ہوا۔ بالآخر ۱۹۲۸ء کے آخر

میں ایک بغاوت ہوئی اور ۱۲۔ جون ۱۹۲۹ء کو انہیں تخت چھوڑنا پڑا۔ بعد ازاں وہ یورپ کی سیاحت

کے لئے روانہ ہوئے اور آج تک وہیں قیام پذیر ہیں۔<sup>(۱)</sup>

درمطمان شان محبوبی نماد خالد و فاروق و ایوبی نماد (صفحہ ۵)

"فاروق"۔ اشارہ حضرت عمر فاروق کی طرف ہے۔

عمر نام ابو حفص کثیت فاروق لقب والد کا نام خطاب اور والدہ کا نام ختمہ تھا۔ حضرت عمر کا خاندان ایام جاہلیت سے نہایت ممتاز تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول کریم صلعم سے جا کر مل جاتا ہے۔

حضرت عمر خلیفہ ثانی ہیں۔ آپ کے کارنامے روز روشن کی طرح نمایاں و درخشاں ہیں۔ آپ ان خوش نصیب انسانوں میں سے ہیں جن کے لئے خود رسول اکرم نے مشرف بہ اسلام ہونے کی دعا کی ہے۔ عام مورخین اور ارباب سیر نے حضرت عمر کے مسلمان ہونے کا زمانہ ۷ھ (۶۲۸ء) مقرر کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ چالیسویں مسلمان تھے۔

حضرت عمر نے اسلامی سلطنت کے حدود کو بہت وسیع کیا۔ آپ اپنے زمانے کے بہترین حکمران مدبر سیاست دان منتظم سپہ سالار اور زبردست فاتح تھے۔ آپ نے جو وسیع سلطنت قائم کی اس کی بنیاد عدل انصاف اور مساوات پر تھی۔

حضرت عمر کو مغیرہ بن شعبہ کے ایک پارس غلام فیروز نامے نے جس کی کثیت ابو لولو تھی شہید کیا۔ آپ نے ضروری وصیتوں کے بعد تین دن بیمار رہ کر محرم کی پہلی تاریخ ہفتہ کے دن (۱) ۲۳ھ (۶۴۳ء) کو انتقال کیا۔

ایوبی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی ۵۴۲ھ (۱۱۳۷ء) میں تکریت میں پیدا ہوئے جب کہ ان کے

والد نجم الدین زہان کے حاکم تھے۔ صلاح الدین کی ولادت کے بعد ہی نجم الدین کو تکریت چھوڑنا پڑا اس لئے صلاح الدین کی پیدائش نامعلوم خیال کی گئی لیکن یہی مولود نامعلوم آگے چل کر جنگ صلیبی کا ہیرو بنا۔ صلاح الدین ہر اہر باپ کے ساتھ رہے۔ دمشق پر نورالدین کے قبضہ کے وقت ان کی عمر سولہ سترہ سال سے زیادہ تھی۔ اس وقت سے وہ ہر اہر نورالدین کے ہمراہ رہے۔ اسی زمانے میں ان میں بلند اقبال کے آثار نمایاں تھے۔ اس لئے ان پر نورالدین کی بڑی توجہ و نظر تھی اور وہ انہیں بہت مانتا تھا۔ اس کے فیض صحبت و تربیت سے صلاح الدین میں

وہ کمالات پیدا ہوئے جنہوں نے آگے چل کر ان کو صلاح الدین اعظم بنایا۔<sup>(۱)</sup>

سلطان صلاح الدین ایوبی کے اقتدار کو مغربی ایشیا کے تمام سلاطین نے چند سال کے عرصہ ہی میں تسلیم کر لیا تھا۔ صلاح الدین نے مصر و شام پر تقریباً بیس برس حکومت کی۔ ۲۴- صفر ۵۸۹ھ (۱۱۹۳ء) کو انتقال ہوا۔

سلطان کی موت تنہا صلاح الدین یوسف فرما کر واقع ہوئی تھی کہ اس مجاہد جلیل کی موت تھی جو تمام عرب اسلام کی حمایت میں تنہا متحدہ عیسائی دنیا کا مقابلہ کرتا رہا اور جس نے مرنے ہوئے تثلیث کے مقابلہ میں اسلام کے علم کو سر بلند رکھا۔ اس لئے اس کی موت پر تمام دنیائے اسلام نے اظہار غم کیا۔

سلطان نور الدین کی طرح صلاح الدین بھی تنہا شمشیر زن مجاہد ہی نہ تھا بلکہ فضائل اخلاق کا بھی مکمل نمونہ تھا۔ ان کے فضائل و مناقب و کمالات پر شمار ہیں۔ ان کی سیرت و اخلاق کے متعلق ان کے رفیق خاص قاضی بہاء الدین ابن شداد کا بیان قابل ملاحظہ ہے۔ ان کے عدل ان کی شجاعت ان کی رحمدلی اور رعایا کے ساتھ ان کی شفقت و محبت کا حال قاضی ابن شداد نے بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔<sup>(۲)</sup>

سرور کعباد اکلیل جم خاک      کلیساؤ بقتان و حرم خاک  
ولیکن من ندانم گو ہرم چیست      نگاہ بر تو از گردون تنم خاک (صفہ-۲۸)

"کعباد" کعباد خاندان کیانی کا جو فارس کا دوسرا حکمران خاندان ہے پہلا بادشاہ تھا منوچہر کی اولاد میں گذرا ہے فردوس نے شاہنامہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اس نے بڑے طویل عرصہ تک حکومت کی اور چار لڑکے چھوڑے۔<sup>(۳)</sup>

(۱) ابن خلکان ج ۲ صفہ-۲۴۰

(۲) شاہ معین الدین احمد ندوی۔ تاریخ اسلام حصہ چہارم صفہ-۲۹۲-۲۵۸

(۳) Sir Percy Sykes - History of Persia, vol. I pp 136-137



مدد کرے گا اور دونوں جہان میں تمہارا نام باقی رہ جائے گا۔<sup>(۱)</sup>

طارق نے ۲۴-رمضان ۹۲ھ (۱۹-جولائی ۷۱۱ء) کی یادگار صبح کو یہ حملہ کیا ان کی فوجوں نے جس مقام پر قیام کیا وہ آج تک جبل الطارق کے نام سے مشہور ہے۔ غرض کہ طارق نے واٹرک اور اس کے ہمراہیوں کو شکست دی اور اندلس پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح وہاں اسلامی نظام حکومت کی بنیاد پڑی۔<sup>(۲)</sup>

آدم از بے بصری بندگی آدم کرد گوہرے داشت ولے نذر قہاد و جم کرد

یعنی از خوئے غلامی زسگان خوار تر است من ندیدم کہ سگے پیش سگے سرخم کرد (صفحہ ۱۵)

قہاد - قہاد ساسانیوں کا انیسواں بادشاہ تھا۔ اس کے عہد میں رزبر سوخرا (پدر بزرجمہر) کا حمل دخل تھا۔ جب وہ بہت حاوی ہو گیا تو قہاد نے سپہ سالار شاہر کی مدد سے اس کو قتل کیا۔ اس کی تخت نشینی کے دس برس بعد فزد کہ کا ظہور ہوا۔ قہاد کو فوج تعمیر سے بڑی دلچسپی تھی۔ اس نے طبرستان میں متعدد عمارتیں بنوائیں۔ قہاد کے آٹھ لڑکے تھے ان میں نوشیروان کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ اس نے ۴۰ سال حکومت کی اور ۵۳۱ء میں انتقال کیا۔<sup>(۳)</sup>

برہمنے بہ غزنوی گنت کرامت نگر تو کہ صنم شکستہ بندہ شدی اہاز را (صفحہ ۱۷۶)  
"غزنوی" اشارہ سلطان محمود غزنوی کی طرف ہے۔

محمود غزنوی سلطان ناصرالدین سہکتگین کا بڑا لڑکا تھا۔ ۸۸۹ء میں تخت نشین ہوا۔ وہ ایک مجاہد کی حیثیت سے ہندوستان آیا اور ستروہ حملے گئے۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور حملے نگرکوٹ، پٹنہ، اجپور، تھانہسر، قنوج اور سونائے کے ہیں۔ اسی سونائے کے حملے کے موقع پر محمود کو ایک گران قدر رقم اس لئے پیش کی گئی تھی کہ وہ سونائے کی فتح کے بعد مندر کے بتوں کو نہ توڑے۔ محمود نے اس رقم کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ میں بت شکن کہلانا پسند کرتا ہوں نہ کہ بت فروش!

(۱) نصیح الطیب ج ۱ صفحہ ۱۱۲ کتاب الامانتہ والسیاسہ ج ۲ صفحہ ۶۰

(۲) سید ریاست علی ندوی - تاریخ اندلس حصہ اول صفحہ ۷۱-۱۰۲ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۲ صف

(۳) Sir Percival Sykes History of Russia, vol. I pp 441-462

محمود کے زمانے میں پنجاب حکومت غزنی میں شامل ہو گیا تھا۔ اس کے عہد میں علم و ہنر کو بڑا فروغ ہوا۔ ہر قسم کے اہل علم اس کے دربار میں حاضر رہتے اور وہ خوب ان کی قدردانی کرتا۔ محمود نہایت شائستہ زندہ دل شاد مزاج اور خلیق تھا۔ اس کے اہل علم و فضل درباریوں میں البیرونی اور فردوسی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ محمود کا سال پیدائش ۱۵ دسمبر ۱۶۶۷ء اور سال وفات ۳۰ اپریل ۱۰۳۰ء ہے اس کا مدفن غزنی میں ہے۔

ہما کہ ساقی گل جہرہ دست ہر جنگ است چمن زہاد بہاران جواب ارژنگ است (صفہ ۱۷۷)  
 ارژنگ - مانی (Arzhang-e Māni) نے ۲۲۵ء میں شاپور اول کے عہد میں ایک نئے مذہب کے بانی ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا کہ حضرت عیسیٰ کے بعد جس تسلی دہندہ کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی ہے وہ میں ہی ہوں۔ عوام نے اس بات پر یقین کیا اور اس کے پیرو ہو گئے شاپور اس حرکت پر بہت ناراض ہوا۔ چنانچہ مانی چین کی طرف بھاگ گیا اور عرصہ تک قائب رہا اس کے پیرو یہ سمجھنے رہے کہ وہ آسمان پر چلا گیا ہے اور پھر ظاہر ہوگا۔ اسی دوران میں مانی نے نادر و تاپاب معاویہ بنائیں اور ضعیف الا عقائد اشخاص کو یہ یقین دلایا کہ فن مصوری کے یہ اعلیٰ نمونے خدا کی طرف سے آئے ہیں۔ یہ معاویہ اب کہ کتاب کی صورت میں محفوظ کی گئی تھیں جس کو ارژنگ یا ارنگ کہتے ہیں۔ مانی کے مقلدین نے بعض معجزات بھی اس کی طرف منسوب کئے ہیں۔ بالآخر بہرام اول نے مانی کو اس کے دشمنوں کے حوالہ کر دیا جنہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ (۲)

از خاک سرقندے نوسم کہ دگر خیزد آشوب ہلا کوئے ہنگامہ جنگیزے (صفہ ۱۹۲)  
 "ہلا کو"۔ ہلا کو قاتل ایلخان بھی کہلاتا ہے۔ تولی خان کا لڑکا جنگیز تاتاری کا پوتا اور چوتھا جانشین تھا ۱۲۵۳ء میں ایران کی سلطنت میں جو اس کے باپ کے حصہ میں آئی تھی ایشیائے کوچک کا حصہ ملحق کر کے اس کو اور وصعت دی اور خاندان ایلخانی کی بنا ڈالی۔ ۱۲۵۶ء میں ایران کے مشہور

(۱) Dr. Ishwari Prasad, *Medieval India*, pp 69-125

فرقہ اسماعیلیہ کی بیخ کنی کی۔ ہلاکو نے ۱۲۵۸ء میں بغداد کا محاصرہ کیا خلیفہ مستعصم ہالہ کو جس کی حکومت بہت کمزور ہو چکی تھی شکست دی اس شکست میں ہلاکو نے لاکھوں انسانوں کو قہر قہقہہ کیا شہر کو خوب لوٹا سخت وحشیانہ حرکات کیں کتب خانہ کو جلا دیا اور مسجدوں کی بے حرمتی کی۔ اسی دوران میں اس کے بھائی کا انتقال ہو گیا۔ اس لئے اس کو شام کی طرف جانا پڑا جہاں وہ ۸۔ فروری ۱۲۸۵ء کو بارہ سال حکومت کرنے کے بعد فوت ہوا۔ یہی تاتاری خاندان آگے چل کر مشرف بہ اسلام ہوتا ہے اور اسلام کا پاسبان بنتا ہے۔<sup>(۱)</sup>

"چنگیز"۔ چینی تاتار کے ان بلند اور وسیع میدانوں میں جو منگولیا کہلاتے ہیں چند خانہ بدوش قومیں رہتی تھیں جو ایک ہی مورث کی اولاد تھیں۔ نہایت خونخوار سخت دل اور جنگ جو اسی قوم میں ۱۱۶۲ء میں چنگیز خان پیدا ہوا ۱۲ سال کی عمر میں اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ اس وقت متفرق طور پر ہر قوم کا جدا جدا سردار تھا اس کا باپ بھی ایک سردار تھا اس کو اپنے گروہ سے بہت تکلیف دہانی پڑی تھی۔ لوگ اس کی جان کے درپے تھے اور اس کو سردار بنانا نہیں چاہتے تھے لیکن اس نے کئی سال کی مسلسل کوشش کے بعد اپنے دشمنوں پر کامل فتح حاصل کی اور بالآخر تمام متفرق اقوام کو متحد کر کے ۱۱۸۹ء میں ان کا بادشاہ بن گیا اور خاقان کا لقب اختیار کیا اور قراقرم دارالسلطنت بنایا۔ اس کے بعد اس نے جنوب و مغرب کی طرف رخ کیا ۱۲۱۸ء میں اس نے تقریباً کل تاتار اور چین کو اپنا ماتحت بنالیا۔ خوجند بخارا سمرقند بلخ نیشاپور ہرات رے وغیرہ اس نے فتح کئے اور دنیا کے نامور فاتحین میں شمار ہوا۔ ۱۸۔ اگست ۱۲۲۷ء کو اس کا انتقال ہوا۔ چنگیز جہانگیر کے ساتھ جہاندار بھی تھا۔ اس نے حکومت کے باقاعدہ قوانین و ضوابط مرتب کئے جو پاسا کے نام سے موسوم تھے۔ جوہن نے ان کو نقل کیا ہے۔ جوہن کا بیان ہے کہ تاتار کا علاقہ بہا مان سے ایوان سرے بن گیا تھا۔<sup>(۲)</sup>

(۱) شاہ معین الدین احمد ندوی تاریخ اسلام حصہ چہارم صفحہ ۲۰۶-۲۱۵  
Sir Percy Sykes, *History of Persia*, vol. II pp 93-93

(۲) جوہن۔ تاریخ جہانکشائے ج ۱ صفحہ ۱۶۱۵

شاہ معین الدین احمد ندوی۔ تاریخ اسلام حصہ چہارم صفحہ ۲۱۱-۲۱۸

Chamber's' Biographical Dictionary p 401



مزدک

(صفحہ ۲۳۷)

"مزدک"۔ مزدک کی شخصیت کے بارے میں ہمارے پاس اطلاعات بہت کم ہیں۔ بعض عربی مصنفوں کا بیان ہے کہ وہ ہسا کا رہنے والا تھا غلط ہے اس لئے کہ ہسازدشت کا وطن تھا نہ کہ مزدک کا بقول طبری مزدک کی جائے پیدائش مادریہ (۱) تھی ممکن ہے کہ اس سے مراد شہر مادراہا ہو جو دریائے دجلہ پر اس جگہ واقع تھا جہاں اب قوت العبارہ ہے۔ مزدک کا نام ایرانی ہے اور اس کے باپ بامداد کا نام بھی ایرانی ہے۔ بقول دینوری وہ اصطخر کا رہنے والا تھا اور تیسرا الصوام میں لکھا ہے کہ وہ تہریز میں پیدا ہوا۔

مانی کی طرح مزدک بھی ایک نئے مذہب کا بانی تھا۔ مانی نے نور کے پانچ عنصر مانے ہیں۔ ایڑ ہوا روشنی پانی اور آگ لیکن مزدک نے تین عنصر تسلیم کئے ہیں پانی آگ اور خاک مزدک کا کہنا تھا کہ زر زمین اور زن کو انسانوں میں مشترک ہونا چاہئے۔ (۱)

ہوسپولین و قیصر ولیم

(صفحہ ۲۴۹)

"لینن"۔ مشہور روسی انقلاب پسند اور مادہ پرست کارل مارکس کے فلسفہ کا شارح بالشوزم کا بانی روس کا پہلا صدر ۱۸۷۰ء میں مقام سمیرسک پیدا ہوا۔ اس نے سینٹ پیٹرس برگ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی اس کا اصلی نام ولادیمیر الچ اولیا نوف (Vladimir Ilitch Ulianov) تھا۔ اس کا باپ اسکولوں کا انسپکٹر تھا اس لئے بچپن ہی سے اس کو پڑھنے کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ ۱۸۸۷ء میں لینن کے بڑے بھائی زار روس کے خلاف سازش کے جرم میں پھانسی دی گئی اس واقعہ کا اس پر بڑا اثر ہوا اور ہمیشہ کے لئے انقلابی بن گیا اور چونکہ زبردست قوت ارادی کا مالک تھا اس لئے اس نے تیس سال کی مسلسل جدوجہد کے بعد عصر حاضر کا سب سے بڑا انقلاب برپا کر کے دنیا کو متحیر کر دیا۔

(۱) پروفیسر آر تھر کرسٹین سین جارج ڈاکٹر محمد اقبال ابن محمد ساجان آبادی صفحہ ۲۸-۲۹

لنہن نے ۱۸۹۷ء سے اشتراکیت کی اشاعت اپنا نصب العین قرار دیا ۱۸۹۸ء میں اسے تین سال کے لئے مشرقی ساٹھویں مین جلاوطن کر دیا گیا۔ ۱۹۰۲ء میں اس نے روس کو خیر باد کہا اور فرانسیکی کے ساتھ مل کر اشتراکیت کی اشاعت کے لئے ایک رسالہ نکالا، روس کا ۱۹۱۷ء کا انقلاب اس کی کوششوں کا، زمین منت ہے لنہن نے ۱۹۲۲ء میں انتقال کیا۔<sup>(۱)</sup>

"قیصر ولیم" - قیصر ولیم شہنشاہ جرمنی ۲۷ - جنوری ۱۸۵۹ء کو بمقام برلن پیدا ہوا۔ اس نے باقاعدہ فوجی تعلیم حاصل کی اور ابتدا ہی سے اور مملکت میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ اپنے باپ فریڈرک سوم کا جانشین بنتے ہی اس نے نظام سلطنت کے سنبھالنے میں بڑی دانائی کا ثبوت دیا۔ ولیم نے متعدد بیرونی دہاروں کو خود جاکر دیکھا۔ اس کی مطلق العنان حکمت عملی کی وجہ سے شہزادہ ہسٹارک کو مستعفی ہونا پڑا ولیم سختی سے اس اصول کا حامی تھا کہ اسے سلطنت خدا کی طرف سے ملی ہے وہ بیک وقت ایک اچھا سپاہی فن کار اور شاعر تھا۔ پہلی جنگ عظیم (۱۸-۱۹۱۴ء) کے آغاز کے جہان اور اسباب تھے وہاں اس کے حاکمانہ غرور و اقتدار اور اس کی مطلق العنان حکمت عملی کو بھی بڑا دخل تھا۔ اس جنگ عظیم میں دنیا کے تقریباً تمام ملکوں نے حصہ لیا آخر میں جرمنی کو شکست ہوئی شکست کے بعد قیصر ولیم کو تخت چھوڑنے پر مجبور کیا گیا اس نے ۹ - نومبر ۱۹۱۸ء کو تخت چھوڑ کر مرنے کے وقت تک (۲ - جون ۱۹۴۱ء) ہالینڈ میں جلا وطنی کی زندگی بسر کی۔ پہلی جنگ عظیم کے آغاز سے قبل اس کے دور حکومت میں جرمنی نے بڑی ترقی کی۔<sup>(۲)</sup>

ی خورد هر ذره ما هیچ و تاب      محشرے در هر دم ما مضر است

ما سکندر، خضر در ظلمات گفت      مرگ مشکل زندگی مشکل تر است (صف ۲۵۹)

"سکندر" - سکندر (Alexander the Great) ۳۵۶ ق م میں فیلقوس شاہ مقدونیہ

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۲ صف ۹۱۱-۹۱۲

Chambers' Biographical Dictionary p 583.

(۲) Wallace C. Gallowell, The New Popular History of the World  
Sir Winston Churchill, The Second World War\* (pp 467-468)  
\* vol. I pp 57.

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۲۲ صف ۶۱۲-۶۱۸

کے صلب اور ملکہ المیاس کے بطن سے پیدا ہوا۔ حکم ارسطو سے تسلیم و تربیت حاصل کی۔ اسکندر بمشکل بیس سال کا تھا کہ ۳۳۶ ق م میں تخت نشین ہوا ۳۲۶ ق م میں اس نے ہندوستان کا رخ کیا۔ جہلم کے قریب پنجاب کے راجہ سے جنگ ہوئی اس جنگ میں راجہ کا لڑکا قتل ہوا اور راجہ کو شکست بھی ہوئی مگر سکندر نے ملکہ راجہ کو واپس کر دیا۔ سکندر کی فتوحات کا سلسلہ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اس نے دنیا کا بہت سا حصہ فتح کر لیا تھا۔ سکندر اعظم کا شمار دنیا کے مشہور فاتحین میں ہوتا ہے۔<sup>(۱)</sup>

سکندر اور خضر کی ملاقات چشمہ حیوان پر کس طرح ہوئی اور یہ روایت کہاں سے چل نکلی یہ اور اس قسم کے بہت سے واقعات سکندر کی زندگی سے وابستہ ہیں۔ سکندر نے آپ حیوان کو پینا چاہا لیکن نہ ہی سکا اس لئے وہ ابدی زندگی بھی حاصل نہ کر سکا یہ روایت کہ سکندر آپ حیوان کی تلاش میں نکلتا ہے سب سے پہلے ہمیں ساری ادب میں ملتی ہے اور بڑی تفصیل کے ساتھ وہاں بتایا یہ گیا ہے کہ ایک مرتبہ سکندر اور اس کا باورچی انڈریاس (Andrius) ایک طویل سفر پر چشمہ حیوان کی تلاش میں نکلے۔ دوران سفر میں سکندر کے باورچی نے نمک لگی ہوئی مچھلی کو ایک چشمہ میں ڈھوپا مچھلی کا پانی میں پہنچنا تھا کہ وہ زندہ ہوگئی اور کہیں چشمہ میں چلی گئی۔ انڈریاس خود بھی اس چشمہ میں کود پڑا اور اس طرح ابدی زندگی حاصل کر کے باہر نکل آیا۔ جب اس نے یہ واقعہ سکندر سے بیان کیا تو سکندر نے کہا یہی وہ چشمہ ہے جسے آپ حیوان کہا گیا ہے۔ سکندر نے اس کے تلاش کرنے کی ہر جند کوشش کی لیکن وہ چشمہ دوبارہ نہ ملا اور سکندر کو ابدی زندگی بھی نہ ملی وہ ابدی زندگی جو اس کے باورچی کے حصہ میں آچکی تھی جو نہیں جانتا تھا کہ اس ابدی زندگی کو کیا جائے۔<sup>(۲)</sup>

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱ صف ۵۶۶-۵۷۲

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۲ صف ۵۲۲-۵۲۴

(۲) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۲ صف ۸۶۱-۸۶۵

## ہانگ درا

(طہم یازدہم مارچ ۱۹۲۷ء)

ناتوانی ہی مری سرمایہ قوت نہ ہو رشک جام جم مرا آئینہ حیرت نہ ہو (صف ۷)  
 "جام جم" - مراد یہاں "جمشید جو حکما" فارسی سے بنایا تھا کہ اس کے ذریعہ سے ہفت آسمان  
 کا حال معلوم ہو جاتا تھا اور اس کو جام جہان نام بھی کہتے تھے لیکن شرف نامہ معروف بہ  
 سکندر نامہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ یہاں کھسرو نے بنایا تھا اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ  
 کھسرو نے اس میں کچھ اضافہ کر دیا تھا۔ ایشیائی لوگوں کا خیال ہے کہ جام جم سے تمام عالم  
 کا حال معلوم ہو جایا کرتا تھا۔ صحیح اتنا ہے کہ اس میں خطوط کھدے ہوئے تھے اور ان خطوط  
 کی مدد سے حساب لگا کر ستاروں کی گردن اور ان کا اثر معلوم ہو جایا کرتا تھا لیکن اصلی بات یہ  
 ہے کہ جس وقت جمشید نے شراب ایجاد کی تو اس کے لئے جو ساغر شراب بنایا اس کا نام جام جم  
 یا جام جمشید تجویز کیا چونکہ شاہانہ تکلف مشہور ہے اس لئے یہ یہاں طرح طرح کی صفوں  
 سے تیار کیا گیا تھا۔ (۱)

ہے اس کی طبیعت میں تشہیم بھی ذرا سا تفصیل علی ہم نے سنی اس کی زبانی (ص ۵۱)  
 "علی" - علی نام ابو الحسن اور ابو تراب کنیت حیدر لقب امیر المومنین خطاب تھا آپ خلیفہ چہارم  
 رسول کریم کے حقیقی چچا زاد بھائی اور داماد تھے۔ رسول اکرم کی چھٹی بیٹی فاطمہ آپ کی بیوی  
 تھیں اور امام حسن اور امام حسین آپ کے صاحبزادے۔ ۲۶ھ (۶۵۶ء) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا  
 سال وفات ۲۱۔ رمضان ۴۰ھ (۶۶۱ء) ہے۔ آپ کی خلافت کی مدت چار سال نو ماہ ہے۔ مزار آپ  
 کا نجف میں ہے۔ حضرت علی مایم ظاہری و باطنی میں کامل تھے۔ صوفیہ کے اکثر سلسلے آپ ہی سے  
 شروع ہوتے ہیں۔ (۲)

(۱) مولوی احمد عبدالعزیز نائٹی - آصف الالفاظ ج ۱۷ صف ۱۰۰۲۲-۱۰۰۲۳

سید احمد دہلوی - فرہنگ آصفیہ ج ۲ صف ۲۱

(۲) مصنف الدین ندوی - خلفائے راشدین صف ۲۱۷-۲۲۸

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۱ صف ۲۸۳-۲۸۵

عاشق غزلت ہے دل نازان ہوں اپنے گھر پہ میں

خندہ زن ہوں مسند دارا و اسکندر پہ میں (صف ۵۹)

"دارا"۔ دارا (Darius III) یا داراب سوم کبانی خاندان کا نوان بادشاہ تھا جو

اپنے باپ دارا دوم کے بعد تخت نشین ہوا ۳۳۱ ق م میں سکندر اعظم سے نبرد آزما ہوا لیکن  
باوجود ایک کثیر التعداد فوج کے سکندر کے مقابلہ میں شکست کھائی اور قتل ہوا۔ اس طرح دارا  
کی دولت و حکومت سکندر کے قبضہ میں آئی۔ دارا فارس کا بہت مشہور بادشاہ ہوا ہے۔<sup>(۱)</sup>

وہی اک حسن ہے لیکن نظر آتا ہے ہر شے میں

یہ شہرین بھی ہے گویا بیستون بھی کوہکن بھی ہے  
(صف ۷۳)

اقبال نے اس شعر میں دو مشہور کرداروں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شہرین اور کوہکن یعنی

فرہاد۔

فرہاد شہرین سے جو خسرو پرویز بادشاہ فارس کی کنیز تھی محبت کرتا تھا۔ خسرو نے اس  
کو دے دینے کا وعدہ اس شرط پر کیا کہ وہ فارس کی مشہور پہاڑی پر ستون کو تراش کر اس میں سے  
ایک چشمہ نکال دے چنانچہ وہ عرصہ تک اپنی محبوبہ کے لئے حکم کی تعمیل کرتا رہا۔ اپنے  
مقصد کے قریب ہی پہنچا تھا کہ خسرو پرویز نے اس خوف سے کہ مہادا فرہاد کا میاں ہو جائے  
ایک بڑھیا کے ذریعہ سے اس تک یہ خبر پہنچائی کہ شہرین کا انتقال ہو گیا۔ اس خبر کو سن کر  
فرہاد نے اپنی جان دے دی۔<sup>(۲)</sup>

سنایا ہند میں آکر سرود رمانی پسند کی کبھی یونان کی سرزمین میں نے  
(صف ۸۰)

اس شعر کے پہلے مصرع میں شری کرشن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۷ ص ۵۹-۶۰ ستمبر ۱۹۶۷ء

(۲) پروفیسر آرتھر کرشن سین - مترجم ڈاکٹر محمد اقبال - ایران معہد ساسانیان صف ۶۰۰-۶۲۷

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۲ صف ۶۷

مرزا فرحت شیرازی - آثار عجم ج ۲ صف ۳۹۳-۴۰۰

مہد احمد دہلوی - فرهنگ آصفیہ ج ۲ صف ۳۲۸-۳۳۱

ہندوؤں میں خاص تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو کرشن کو خدا کا اوتار مانتے ہیں مہابھارت کی لڑائی میں انہوں نے جو مذہب تعلیم ارجن کو دی وہ آج "بھگوت گیتا" کی شکل میں موجود ہے۔ (۱)

دیار ہند نے جس دم مری صدا نہ سنی

سایا خطہ جاہان و ملک چین میں نے (صفحہ ۸۰)

یہاں اشارہ گوتم بدھ کی طرف مقصود ہے۔

بدھ کے معنی روشن ضمیر کے ہیں۔ ان کا اصلی نام سدھارتھ تھا۔ انہیں گوتم بدھ

بھی کہتے ہیں۔ یہی بدھ مذہب کے بانی تھے۔ ان کا سال ولادت غالباً ۵۶۸ ق م ہے۔

بدھ مذہب تیسری صدی قبل مسیح میں ہندوستان کا مقبول ترین مذہب تھا۔ بڑے بڑے راجاؤں نے اس کی اشاعت میں حصہ لیا اور خود بھی اس مذہب کو قبول کیا۔ ان راجاؤں میں اشوک ککشک اور ہرش کے نام قابل ذکر ہیں۔ گوتم بدھ کا ہشت گانہ مسلک تھا۔ صحیح ایمان۔ صحیح ارادہ صحیح گفتار۔ صحیح عمل۔ صحیح پیشہ۔ صحیح کوشش۔ صحیح فکر اور صحیح توجہ۔ ہندوستان سے اس مذہب کے اخراج کا سبب سے بڑا سبب برہمنیت کا فروغ تھا۔ برہمنوں نے ہر امکانی کوشش

سے بدھ مذہب کو ختم کیا۔ برہمنوں نے جب بدھوں کو ہند سے نکالا تو انہوں نے جاہان اور

چین جا کر اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کی۔ بدھ مذہب کے ماننے والے دنیا کے مختلف ملکوں میں

پائے جاتے ہیں جن میں ہندوستان پاکستان برما سیام تبت چین جاہان وغیرہ شامل ہیں۔ (۲)

لہو سے لال کیا سینکڑوں زمینوں کو جہان میں اچھیڑ کے پیکار عقل و دین میں نے

(صفحہ ۸۱)

اس شعر میں اس آویز شرکی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو از منہ وسطی میں رومن کیتھولک کلیسا

(مسیحیت) اور حکماء اور فلاسفہ کے درمیان پیدا ہوئی تھی۔ کلیسا یعنی مسیحیت کا دعویٰ یہ تھا

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۲ صفحہ ۵۰۳

(۲) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۲ صفحہ ۳۲۵-۳۲۸

کہ حق وہ ہے جس کی تائید مسیحیت کرے اس کے برعکس حکما کا کہنا یہ تھا کہ حق وہ ہے جسے عقل قبول کر سکے۔ حکما کے اس طبقہ کو ختم کرنے کے لئے کلیسا نے محکمہ احتساب قائم کیا اور کئی صدیوں تک حکما و فلاسفہ کے قتل و غارت کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ بالآخر کلیسا کو شکست ہوئی (۱)  
اور یورپ میں عقلیت کا دور دورہ ہو گیا۔

سمجھ میں آئی حقیقت نہ جب ستاروں کی

اس خیال میں راتیں گزار دین میں نے (صف ۸۱)

یہاں مشہور اطالوی عالم ہیٹ گلیلیو کی طرف اشارہ ہے۔

گلیلیو (Galileio Galileo) بمقام ۱۸ فروری ۱۵۶۴ء کو پیدا ہوا اور ۸ جنوری ۱۶۴۲ء کو فوت ہوا۔ اسے شروع ہی سے طب کا شوق تھا اسی وقت سے وہ ارسطو کے نظریات سے اختلاف کیا کرتا تھا۔ بعد ازاں اس نے ریاضی کا مطالعہ شروع کیا اور آخر کار ریاضی کا پروفیسر مقرر ہوا۔ یہاں بھی وہ ارسطو کے نظریات کا مخالف ہی رہا۔ رفتہ رفتہ اس مخالفت نے ایسی نازک صورت اختیار کر لی کہ گلیلیو کو ریاضی کی پروفیسری سے مستعفی ہونا پڑا۔ اس نے مختلف قسم کی ایجادات کیں۔ بتدریج گلیلیو فلکیات کی طرف متوجہ ہوا اور اس علم میں اپنی محنت و کاوش سے بڑا اہم اضافہ کیا۔ اس کو فلکیات کی دنیا میں بڑا اونچا مقام حاصل ہے۔ (۲)

ڈرا سکیں نہ کلیسا کی مجد کو تلوار میں

سکھایا مسئلہ گردش زمین میں ہے (صف ۸۱)

اس شعر میں نکولس کپرنیکس کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

نکولس کپرنیکس (Nicolas Copernicus) جدید علم ہیٹ کا بانی ۱۹ فروری ۱۴۷۳ء کو پیدا ہوا۔ اس کا نظریہ یہ تھا کہ آفتاب غیر متحرک ہے اور زمین اس کے گرد گھومتی ہے کلیسا

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۵ صف ۲۱-۲۲

(۲) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۹ صف ۹۷۹-۹۸۱

نے اس تعلیم کی وجہ سے اسے بے دین قرار دیا اور قتل کی دھمکی بھی دی لیکن اس نے اس کی ذرا پروا نہیں کی۔ سال وفات ۲۴۔ مئی ۱۵۴۲ء ہے۔ (۱)

ککش کا راز ہویدا کیا زمانے پر لگا کے آئینہ عقل دوہین میں نے (صفہ ۸۱)  
اس شعر میں نیوٹن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

سر آئزک نیوٹن ( Sir Isaac Newton ) ۲۵۔ دسمبر ۱۶۴۲ء کو پیدا  
ہو۔ ایک روز نیوٹن نے جب سب کو زمین پر گرنے دیکھا تو دھڑتہ اس کا ذہن اس طرف منتقل  
ہوا کہ زمین میں کوئی ایسی کشش ضرور ہے جو اشیا کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ نیوٹن اپنے اس  
مشاہدہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مختلف قسم کے تجربات میں مشغول ہو گیا اور آخر کار کشش  
ثقل کا قانون دریافت کر لیا۔ اس کا انتقال ۲۰۔ مارچ ۱۷۲۷ء کو ہوا۔ (۲)

کیا اسپر شمعاعون کو ہوق مضطر کو بنادی غیوت جفت یہ سر زمین میں نے  
(صفہ ۸۱)

اس شعر کے پہلے مصرع میں اشارہ رنٹگن اور نیواٹے کی طرف مقصود ہے۔

ولہلم کونراٹ فون رنٹگن ( Wilhelm Knorad von Rontgen ) ۲۷۔ مارچ ۱۸۴۵ء  
کو پیدا ہوا۔ ۱۸۹۹ء سے ۱۹۱۹ء تک جامعہ ہونخ میں پروفیسر رہا۔ ۱۸۹۵ء میں اس نے وادرائی  
شمعاعون ( X-Rays ) کو دریافت کیا۔ اس کا انتقال ۱۰۔ فروری ۱۹۲۳ء کو ہوا۔ (۳)

مائیکل نیواٹے ( Michael Faraday ) لندن کے قریب ۲۲۔ ستمبر ۱۷۹۱ء کو پیدا  
ہوا۔ یہ بہت غریب خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے سائنس کی دنیا میں مختلف قسم کے تجربات  
کئے۔ اس کی زندگی کا اہم ترین کارنامہ وہ ہے Philosophical Transactions میں

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۶ صفہ ۲۰۰

(۲) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۶ صفہ ۳۶۱-۳۶۳

(۳) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۹ صفہ ۵۲۷



چالیس سال یا اس سے زیادہ عرصہ تک چھپتا رہا۔ اس کی مشہور و معروف کتاب کا نام

(Experimental Researches on Electric) ہے۔ فرائڈ سے بجلی کی ایجادات کے سلسلے میں

(۱)

بڑی شہرت رکھتا ہے۔ اس کا انتقال ۲۵۔ اگست ۱۸۶۷ء کو ہوا۔

کھڑے ہیں دور وہ عظیم فزائے تنہائی

(صفحہ ۹۶)

منار خواب گہ شہسوار جفتائی

"خواب گہ شہسوار جفتائی"۔ اشارہ ہے جہانگیر کے مقبرہ کی طرف۔

یہ مقبرہ ۱۰۳۷ء میں شاہ جہان نے تعمیر کرایا اور لاکھوں روپیہ کا سامان جھاڑ

فانوس قندیل شامیانے اور خیمے شاہانہ مراتب کے مقدار یہاں پر رکھا گیا۔ یہ مقبرہ دریائے

راوی کے کنارے پر واقع ہے۔ سکھوں نے اپنے عہد حکومت میں اس مقبرہ کو بہت نقصان پہنچایا۔

اور ہمیشہ قیمت جواہرات یہاں سے نکال کر لے گئے اور ان جواہرات سے امرتسر میں اپنے گردوارہ

(۲)

کو آراستہ کیا۔

کہیں اپنے بھی نظارہ کیا ہے تو نے اے مجنون!

کہ لیلیٰ کی طرح تو خود بھی ہے محمل نشینوں میں (صفحہ ۱۰۷)

"مجنون"۔ مجنون کا اصلی نام قیس تھا مگر عشق کی دیوانگی کے سبب اس کو مجنون کہا

گئے تھے۔ ملوح بن فراحم جو قبیلہ بنی عامر کا رئیس و سردار تھا اس کا باپ تھا اور یہ مجد

واقع عرب کا باشندہ تھا۔ قیس نے اپنے بچپن میں لیلیٰ کو دیکھا تھا اسی دن سے اس پر عاشق

ہو گیا تھا۔ آخر میں یہ بات اس کے والدین کو معلوم ہو گئی تھی اور وہ چاہتے تھے کہ قیس کی شادی

لیلیٰ سے ہو مگر ہر طرح کی کوشش کے باوجود ناکام رہے۔ ادھر قیس پر اس عشق کا کچھ ایسا غلبہ

ہوا کہ اس نے گھر کے الموان نعمت کو ٹھکرا کر صحرا نوردی اختیار کی اور اسی صحرا نوردی میں جان

دے دی۔ قیس صاحب دیوان شاعر تھا۔ اس کے عربی دیوان سے اس کے عشق کی داستان مرتب کی

(۱) ایسا ٹیکلوپیڈ یا برٹانیکا ج ۹ صفحہ ۷۰-۷۰

(۲) کنہیا لال - تاریخ لاہور

(۱)

جاسکتی ہے۔ قہر کا زمانہ هشام بن عبدالملک (۷۲۴ء) کا عہد تھا۔

"لیلی"۔ لیلی ایک شریف گھرانے کی لڑکی تھی۔ ہر چند کہ اسے قہر سے محبت تھی لیکن خاندان کی ناموس کی خاطر وہ زبان سے کچھ کہہ نہ سکتی تھی۔ اس کا عقد ایک اور شخص سے کر دیا گیا لیکن یہ وہاں خوش نہ رہ سکی۔ کہا جاتا ہے کہ لیلی سیاہ ظام تھی لیکن مجنون پھر بھی اس پر

(۲)

حد درجہ فریفتہ تھا۔

خاک اس بستی کی ہو کہوں کر نہ ہمد و شادوم

جس نے دیکھے جانشینان پسر کے قدم (صف ۱۵۶)

"ارم"۔ مراد باغ ارم سے ہے۔ باغ ارم ایک مشہور کافر بادشاہ شداد نے بنوایا تھا اور یہ بادشاہ خدائی کا دعویٰ بھی کرتا تھا۔ یہ باغ بہشت کی بجائے تعمیر کیا گیا تھا اور اس میں حوروں کی جگہ خوبصورت عورتیں اور غلامانوں کے عوض حسین امرو تھے۔ جس وقت باغ تیار ہوا اور شداد اس کو دیکھنے کے لئے گیا تو خدا کے حکم سے گھوڑے کی رکاب میں سے ہوا اتارنے بھی نہ پایا تھا کہ روح قہر ہو گئی اور سارا دعویٰ خدائی رکھا ہی رہا۔ اس باغ کے تین طبقہ تھے اور ہر طبقہ ایک نئے انداز پر راستہ کیا گیا تھا۔

(۳)

ہے ہزاروں قافلون سے آشنا بہ رہگذر

چشم کوہ نور نے دیکھے ہیں کتنے تاجور! (صف ۱۶۴)

"کوہ نور"۔ کوہ نور ہندو پاکستان کے ایک بہت بڑے اور مشہور ہیرے کا نام جس کے برابر تمام دنیا میں اس وقت تک کوئی ہیرا دستیاب نہیں ہوا۔ اگرچہ اس ہیرے کی نسبت عام طور پر یہ مشہور ہے کہ حضرت عیسیٰ سے تین ہزار ہوس پشتر راجہ کون انگہ جو مہابھارت کے مشہور سورماؤں میں سے تھا پہننا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ ہیرا راجہ بکرماجیت والی اجین کی ملکیت میں آگیا تھا۔ جب تک

(۱) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۲ صف ۹۶

سید احمد دہلوی - فرہنگ آصفیہ ج ۲ صف ۲۹۵-۲۹۸

(۲) سید احمد دہلوی - فرہنگ آصفیہ ج ۲ صف ۲۴۲

(۳) " " " " " " ج ۳ صف ۱۷۱

مسلمانوں کی حکومت نہیں آئی یہ ہیرا راجگان مالوہ کے قبضہ میں رہا۔ مگر اس کے نام کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ یا تو مہابھارت کے زمانے میں اس ہیرے کا یہ نام نہ ہوگا یا بعد میں یہ حکایت اس سے متعلق کی گئی ہوگی۔ غرض یہ ہیرا کسی زمانے میں گولکڈھ سے برآمد ہوا تھا جس کی نسبت محمد ظہیر الدین بابر نے اپنی تزک بابر میں لکھا ہے کہ گوالیار کے ایک راجہ نے جو اس زمانے میں سلطان ابراہیم لودھی کی بجائے آگرہ میں حکمرانی کر رہا تھا لوٹ سے محفوظ رہنے کے شکرے میں میرے بیٹے نصیر الدین ہمایوں کی نذر کیا تھا۔

ہندوستان میں دو ہیرے مشہور تھے۔ ایک کوہ نور دوسرا دریائے نور۔ یہ دونوں ہیرے ۱۷۳۹ء میں پانی پت کی لڑائی کے بعد دہلی کی لوٹ سے نادر شاہ کے تصرف میں آئے تھے اور وہ انہیں ایران لے گیا تھا۔ جن میں سے دریائے نور تو ایران کی ملکہ ہو گیا اور کوہ نور ملکہ ایزتہ دوم کے تاج کی زینت بنا۔

۱۸۲۹ء میں یہ ہیرا انگریزوں کے قبضہ میں آیا اور ۲۔ جولائی ۱۸۵۰ء کو قیصر ہند کے حضور میں پیش ہوا۔ اب اس کا وزن صرف  $102\frac{1}{4}$  قیراط رہ گیا ہے۔ (۱)

تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا در خیبر کس نے؟

شہر قیصر کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے؟ (صف ۱۷۹)

"در خیبر" ۷۷ھ (۱۶۲۸ء) میں خیبر پر فوج کشی ہوئی یہاں یہودیوں کے بڑے بڑے مضبوط قلعے تھے جن کا فتح کرنا آسان کام نہ تھا پہلے حضرت ابو بکر صدیق اور ان کے بعد حضرت عمر اس مہم پر روانہ کئے گئے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ آخر میں حضرت علی نے اس قلعہ کو فتح کیا۔ قیصر کا شہر حضرت عمر کے عہد میں فتح ہوا۔ (۲)

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے!

بحر ظلمات میں دوڑا دیشے گھوڑے ہم نے! (صف ۱۸۱)

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۳ صفحہ ۲۷۲۔ سید احمد دہلوی۔ فرہنگ آصفیہ ج ۳ صفحہ ۵۹۸۔ ۵۹۹

(۲) حاجی معین الدین ندوی۔ خلفائے راشدین صفحہ ۲۷۹-۲۸۰

اس شعر میں عقبہ میں نافع کی فتوحات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۶۲ھ (۶۸۱ء) میں یزید نے ان کو افریقہ کا والی مقرر کیا۔ وہاں پہنچے تو انہوں نے جہاد کا سلسلہ شروع کیا اور اپنی اولاد کو اس سلسلے میں جمع کر کے کہا کہ "میں نے اپنی جان کو خدا تعالیٰ کے ہاتھ پر بیچ دیا ہے۔ لہذا جب تک زندہ رہوں گا کفار سے جہاد کرتا رہوں گا۔ چنانچہ وہ فتوحات کرتے ہوئے اور دشمن کو شکست فاش دیتے ہوئے آگے بڑھتے گئے یہاں تک کہ خشکی کی حد ختم ہوگئی اور بحر ظلمات کے کنارے پہنچ گئے تو انہوں نے کہا "اے میرے خدا! اگر یہ بحر زخار درمیان میں حائل نہ ہو جاتا تو میرے راستہ میں جہاد کرتا ہوا اسی طرح آگے بڑھتا ہوا چلا جاتا۔" (۱)

ہے رام کے وجود پہ ہندوستان کو ناز اہل نظر سمجھتے ہیں اس کو امام ہند تلوار کا دھنی تھا شجاعت میں فرد تھا پاکیزگی میں جوش محبت میں فرد تھا (صفحہ ۱۹۵)

"رام" کا پورا نام راجندر تھا۔ یہ اجودھیا کے راجہ دشرتھ کے بڑے لڑکے تھے ان کا حال تفصیل سے رامائن میں درج ہے۔ سناٹن دھری ہندوان کو خدا کا ساتواں اوتار مانتے ہیں۔ انہوں نے لنکا کے راجہ راون کو شکست دی۔ رام بہت بہادر پاک طینت اور اپنے باپ کے فرمانبردار بھی تھے چنانچہ انہوں نے باپ کی خواہش پر چودہ سال کے لئے بن باس اختیار کیا اور دنیا کے سامنے اتباع والدین کا ایک قابل قدر نمونہ پیش کیا۔ (۲)

کوئی قابل ہو تو ہم شان کنی دیتے ہیں ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں (صفحہ ۲۲۲)

"ڈھونڈنے والوں" اشارہ کولمبس کی طرف ہے۔

کرسٹوفر کولمبس (Christopher Columbus) ۱۴۹۲ء میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ

دولتمند تاجر تھا۔ کچھ عرصہ اس نے بھی اپنے باپ کا تجارت میں ساعدہ دیا۔ اس نے کچھ وقت

(۱) ابن اثیر ج ۲ صفحہ ۴۳۔ قاضی زین العابدین۔ تاریخ ملت ج ۳ صفحہ ۹۷-۱۰۰

(۲) سید احمد دہلوی۔ فرهنگ آصفیہ ج ۲ صفحہ ۳۴۴

پے رہا ( Pavia ) کی یونیورسٹی میں گذرا جو وہ سال کی عمر میں اس نے بحری سفر اختیار کیا اس زمانے کے ملاح اچھے سپاہی تھے چنانچہ اس کو بھی ایک جنگ میں حصہ لینا پڑا۔ اس کے ابتدائی بحری سفروں کا حال بہت کم معلوم ہے۔ ۱۴۷۲ء میں کولمبس نے ہندوستان پہنچنے کا عزم کیا۔ اس سفر کے سلسلہ میں اس کو ایک عالم ہمیشہ کی بھی ٹائید حاصل تھی۔ کولمبس نے متعدد بحری سفر کئے۔ اگرچہ کولمبس ہندوستان نہ پہنچ سکا لیکن امریکہ (نئی دنیا) کی دریافت کا سہرا اس کے سر رہا۔ اس سفر میں اس کے بعض عزیز بھی شریک تھے جو اس کی طرح مدد کرتے رہنے لگے کولمبس کا انتقال ۲۰ مئی ۱۵۰۶ء کو ہوا۔<sup>(۱)</sup>

حیدری فقر ہے یہ دولت عثمانی ہے تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے (صفحہ ۲۲)  
 "حیدری فقر" حضرت علی جب کوفہ تشریف لائے تو دارالامارت کی بجائے ایک میدان میں فروکش ہوئے اور فرمایا کہ عمر بن خطاب نے ہمیشہ ان طالبان محلات کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا ہے مجھے بھی اس کی حاجت نہیں میرے لئے میدان کافی ہے۔<sup>(۲)</sup>

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن زبیر آپ کے ساتھ کھانے میں شریک تھے دسترخوان پر کھانا نہایت معمولی اور سادہ تھا انہوں نے کہا علی آپ کو پرند کا گوشت پسند نہیں ہے۔ حضرت علی نے جواب دیا۔ عبداللہ خلیفہ وقت کو مسلمانوں کے مال میں صرف دو پہا لون کا حق ہے۔ ایک خود کھائے اور اپنے بچوں کو کھلائے اور دوسرا خلق خدا کے سامنے پیش کرے۔<sup>(۳)</sup>

"دولت عثمانیہ"۔ حضرت عثمان خلیفہ سوم عرب میں سب سے زیادہ دولت مند تھے۔ اس کے ساتھ خدا نے فیاض طبع بھی بنایا تھا چنانچہ انہوں نے اپنی فیاضی اور مال و دولت سے اس وقت اسلام کو فائدہ پہنچایا جب اسلام میں کوئی دوسرا ان کا ہمسر موجود نہ تھا۔ آپ کی فیاضی کا سب سے نمایان کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے غزوہ تبوک کی موقع پر ہزاروں روپیہ کے صرف سے سامان جنگ سے مجاہدین کو آراستہ کیا۔ یہ فیاضی اسی وقت میں ظاہر ہوئی جب کہ عام طور پر مسلمان عسرت اور تنگی سے

(۱) Chambers's Encyclopaedia vol. III pp 368-369

(۲) حاجی حسین الدین لدوی - خلائع راشدین صفحہ ۲۵۷

پرمشان تھے اور دوسری طرف قیصر روم کی جنگی تیاریوں سے خود رسول کوہم کو تشویش تھی۔<sup>(۱)</sup>

فاطمہ ! تو آبروئے امت مرحوم ہے ذرّہ ذرّہ تیری مشّت خاک کا معصوم ہے (صف ۲۳۹)

ستمبر ۱۹۱۱ء میں اطالیہ نے طرابلس پر حملہ کیا تو اس وقت ترکی کے قبضہ میں صرف دو جنگی جہاز تھے اور وہ بھی خراب حالت میں ! جہان نہ ترکی کی بڑی فوج کا تعلق ہے اس کا راستہ بھی اطالیہ کے ساتھی ملک برطانیہ نے مصر کی ناکہ بندی کر کے روک دیا تھا۔ اس لئے شیخ سنوسی مرحوم نے جو طرابلس عربوں کے دینی اور سیاسی قائد تھے اسلام کی عظمت و فتنہ کو قائم رکھنے کے لئے جہاد کا حکم دیا اور مسلمان اس بے سروسامانی کی حالت میں بھی شوق جہاد میں میدان جنگ میں کود پڑے۔ اس بے سروسامانی کا کچھ حال اس امر سے بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ فاطمہ بنت عبداللہ ایک عرب لڑکی میدان جنگ میں مشکیزہ لئے ہوئے زخمیوں کو پانی پلاتی پھر رہی تھی۔ اس وقت فاطمہ کی عمر صرف چودہ سال کی تھی لیکن اس میں ہمت و جرأت بے پناہ تھی۔ بالآخر وہ زخمیوں کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہوئی۔<sup>(۲)</sup>

گرد صلیب گرد قبر حلقہ زن ہوئی شکاری حصارِ درنہ میں محصور ہو گیا (صف ۲۴۲)

"شکاری"۔ اشارہ ہے غازی شکاری پاشا کی طرف۔

شکاری پاشا ۱۸۵۴ء میں بمقام روم پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان فوجی خدمات کے لئے مشہور رہا ہے۔ شکاری نے آستانہ کے مشہور مدرسہ حریمیہ میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۸۸۵ء میں ترکی فوج میں لفٹننٹ مقرر ہوئے بعد ازاں ان کو فنون حریمیہ کی تکمیل کے لئے جرمنی بھیجا گیا۔ قیصر ولیم اول ان کی جنگی صلاحیتوں کا بڑا مداح تھا۔ شکاری نے جنگ بلقان میں غیر معمولی بہادری دکھائی اور ابتدا میں بلغاریوں کو شکست دینے میں کامیاب بھی ہوئے۔ لیکن کسی وجہ سے یہ جنگ کچھ عرصہ کے لئے ملتوی کر دی گئی۔ آخر ۲۔ فروری ۱۹۱۲ء کو ایڈمرال نوہل پر گولہ باری سے یہ جنگ پھر شروع ہو گئی بالآخر بلغاریوں نے ۲۶۔ مارچ کو اس پر قبضہ کر لیا اور شکاری پاشا مدد اپنی فوج کے

(۱) حاجی مہین الدین ندوی - خلفائے راشدین صف ۲۶۰-۲۶۱

(۲) مولانا ابوالکلام آزاد - الہلال ۱۳۔ نومبر ۱۹۱۲ء

گرفتار ہوئے۔ بعد ازاں بلغاروی اور ترکی افواج میں ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے طرفین کے جنگی قیدی چھوڑ دیئے گئے چنانچہ شکری پاشا کو بھی رہا کر دیا گیا۔<sup>(۱)</sup>

رہیلہ کس قدر ظالم جفا جو کہنے پرور تھا

نگاہیں شاہ تیموری کی آنکھیں نوک خنجر سے (صف ۲۴۳)

"رہیلہ" غلام قادر خان، رہیلہ نواب ضابطہ خان کا بیٹا اور امیرالامرا وکیل مطلق نواب نجیب الدولہ کا پوتا تھا۔ نواب نجیب الدولہ نے مرہٹوں کا اقتدار ختم کرنے کی غرض سے احمد شاہ ابدالی کو دعوت دی تھی چنانچہ پانی پت کی تیسری مشہور اور فیصلہ کن جنگ کے بعد ہندوستان میں مرہٹوں کا اقتدار بالکل ختم ہو گیا۔

جب تک نواب نجیب الدولہ زندہ رہے مرہٹوں کو ان کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ ان کے بعد ان کے لڑکے سے انتقام لینے کی غرض سے شاہ عالم ثانی کے وزیر نجف خان کو جو رہیلہ ہشمانوں سے للہیں بغض رکھتا تھا اپنے ساتھ ملایا بعد ازاں شاہ عالم ثانی کو بھی اپنے ہمراہ کر لیا۔ ۱۷۷۲ھ میں شاہ عالم نے مرہٹوں کا دست واس بن کر وہیلوں پر حملہ آور ہوا اور ان کو شکست فاش دی۔ اس شکست میں رہیلہ سرداروں کی خواتین کی بھی بے عزتی کی گئی۔ اس وقت غلام قادر خان کی عمر تقریباً ۱۳ سال کی تھی۔ اس نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ جب شاہ عالم مرہٹوں اور افغانوں کی امداد سے محروم ہو گیا تو غلام قادر خان نے اس سے انتقام لیا اور وہ اس طرح کہ اس کی آنکھیں نکلوا کر اپنے دل کی بھڑاس کو بچھا یا۔ غلام قادر خان رہیلہ کا انتقال ۱۷۸۸ء میں ہوا۔<sup>(۲)</sup>

"شاہ تیموری" اشارہ شاہ عالم ثانی کی طرف ہے۔

شاہ عالم کا اصلی نام عالی گہر تھا۔ تاریخ پیدائش ۱۵ جون ۱۷۲۸ء ہے۔ ۱۷۵۸ء میں اس خوف سے کہ عماد الملک غازی الدین خان وزیر مملکت کہیں قید نہ کر لے شاہ عالم قسمت آزمائی

(۱) عبدالحمید عتیقی۔ ترکان اصرار صف ۱۷۸-۱۸۲

(۲) سید الطاف علی۔ حیات حافظ رحمت خان

کے لئے دہلی چھوڑ کر بنگال پہنچا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ انگریزوں نے بنگال کے نواب سراج الدولہ کو معزول کر کے میر جعفر کو مسند نشین کیا تھا۔ ہا نی پت کی لڑائی کے بعد احمد شاہ ابدالی نے شاہ عالم ثانی کی بادشاہت کا اعلان کر دیا جو اس وقت دلی میں موجود نہ تھا۔ یہ واقعہ ۲۵-دسمبر ۱۷۵۹ء کا ہے۔ شاہ عالم نے بہار کو واپس لینے کے لئے انگریزوں سے جنگ کی لیکن بکسر کی مشہور جنگ میں شکست کھا کر ان سے صلح کر لی اور الہ آباد چلا آیا۔ یہاں ۱۲-اگست ۱۷۶۵ء کو بنگال کی مسند ایسٹا نڈیا کمپنی کو ادا کی۔ کمپنی نے بنگال بہار اور اڑیسہ کے محاصل میں سے ۲۲ لاکھ روپیہ سالانہ بادشاہ کو ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ ۱۷۷۱ء تک شاہ عالم الہ آباد میں بیٹھا رہا۔ اسی سال کے آخر میں ۲۵-دسمبر کو دہلی پہنچا۔ شاہ عالم غارس میں شعر بھی کہتا تھا۔ (۱)

آفتاب تخلص تھا۔

ارشاد سن کے فوط طرب سے عرا اٹھے اس روز ان کے پاس تھے درہم کئی ہزار (صفہ ۲۵۰)

اس شعر میں غزوہ تپوک کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

حضرت عمر زیادہ دولت مند نہ تھے تاہم جو کچھ انہوں نے خدا کی راہ میں صرف کیا وہ ان کی حیثیت سے کہیں زیادہ تھا۔ ۹ھ (۶۳۰ء) میں رسول کریم نے غزوہ تپوک کی تیاری کی تو اکثر صحابہ نے جنگ کے لئے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں حضرت عمر نے اس موقع پر اپنے تمام مال و اسباب میں سے نصف لے کر پیش کیا۔ (۲)

یروانیہ کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس (صفہ ۲۵)

صدیقؓ اقبال نے اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے جب کہ رسول اکرمؐ نے غزوہ تپوک کی تیاری کی تو اکثر صحابہ نے جنگ کے لئے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق رقمیں پیش کیں۔ اس موقع پر حضرت ابو بکرؓ نے اپنا کل مال و قناع رسول کریمؐ کی خدمت میں پیش کیا اور کہا کہ میرے لئے بس آپ کی رفاقت کافی ہے۔ (۳)

(۱) The Cambridge History of India vol. IV pp. 443-444

(۲) مبین الدین ندوی - خلفائے راشدین صفہ ۹۵-۱۸۲

(۳) حاجی مبین الدین ندوی - خلفائے راشدین صفہ ۱۲-۹۴



گرونانک تلونڈی ضلع لاہور میں ۱۲۶۹ء میں ایک کھتری خاندان میں پیدا ہوئے۔ وفات ۱۵۲۹ء میں مقام موضع کرتار پور پائی۔ سکھوں کے فرقے کے بانی تھے۔ بچپن ہی سے گرونانک کو بت پرستی اور توحید سے نفرت تھی۔ جو روپیہ ان کے ہاتھ لگتا وہ فریہوں اور محتاجوں کو دے دیتے۔ آخر میں سروسپاحہ کے لئے نکلے افغانستان ایران ترکستان وغیرہ کا سفر کیا۔ اکثر ہندو نصائح میں مصروف رہتے۔ گرونانک تمام عمر توحید اور مساوات کا سبق دیتے رہے۔<sup>(۱)</sup>

تاریخ کہہ رہی ہے کہ رومی کے سامنے

دعویٰ کیا جو پورس و دارا نے خام تھا (صفہ ۲۷۲)

"پورس"۔ اسکندر رومی نے ۳۲۱ ق م میں ارمینیا کے مقام پر ایران کے بادشاہ دارا کو شکست دی اس کے بعد اس نے ہندوستان کا رخ کیا۔ ۳۲۶ ق م میں سکندر نے اٹک کے قریب دریائے سندھ کو عبور کیا اور جہلم کے نزدیک پنجاب کے راجہ پورس کو شکست دی۔<sup>(۲)</sup>

نہ ستیزہ گاہ جہان نئی نہ حرید پنجہ فگن نئی

دہی فطرت اسد اللہی دہی مرحی دہی عنتری (صفہ ۲۸۵)

"مرحی اور عنتری" کا اشارہ مرحب اور عنتر کی طرف ہے۔

۷۷ (۶۲۸ع) میں خیبر پر فوج کشی ہوئی۔ یہاں یہودیوں کے بڑے بڑے مضبوط قلعے تھے جن کا مفتوح ہونا آسان نہ تھا۔ حضرت علی نے جب خیبر فتح کیا تو اس وقت جہان اور یہودیوں سے لڑنا پڑا وہاں ان کے ایک بہادر سردار مرحب سے بھی مقابلہ کرنا پڑا۔ جب مرحب حضرت علی سے لڑنے کے لئے میدان جنگ میں آیا تو بڑے جوش و خروش سے رجز پڑھتا ہوا نکلا حضرت علی اس متکبرانہ رجز کا جواب دیتے ہوئے آگے بڑھے اور جھپٹ کر ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ مرحب شام بھی تھا۔<sup>(۳)</sup>

(۱) جام اللغات ج ۲ صفہ ۶۸۶

(۲) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۸ صفہ ۲۹۷

(۳) سیرۃ ابن ہشام بہا مشال الروض الانف ج ۲ صفہ ۲۲۸ جیوش انسائیکلو پیڈیا ج ۸ صفہ ۳۳۰

"عنتری"۔ عنتر خیبر کا ایک پهلوان جو جنگ خیبر میں مرحب کی طرح حضرت علی کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

رجز ابواللیث عنتر در غزا خیبر

انا ابواللیث واسی عنتر شاکی السلاح وبلادی خیبر

میں ابواللیث ہوں اور میرا نام عنتر ہے۔ میں ہتھیار باندھنے والا ہوں اور میرا وطن خیبر ہے۔

جواب رجز عنتر بالہام خدای اکبر

اختار اللہ الملی الاکبر الیوم یرضیہ ویختزی عنتر (۱)

خدائے بزرگ و برتر نے یہ پسند کیا کہ آج کا دن اس کو خوش اور عنتر کو رسوا کرے

ساحرالموط نے تجھ کو دیا ہرگ حشیش

اور تو اے میرے خیبر سمجھا اسے شاخ نبات! (صف ۲۹۷)

"ساحرالموط" مراد حسن بن صباح ہے۔

حسن بن صباح چوتھی صدی ہجری کے شروع میں طوس میں پیدا ہوا۔ خواجہ حسن نظام

الملک مشہور وزیر دربار سلجوقی کا ہم مکتب اور دوست تھا۔ نظام الملک کی سفارش سے الپ ارسلان

سلجوقی کے دربار میں مور نقیب مقرر ہو گیا لیکن بعد میں وہ خود اپنے محسن نظام الملک کا دشمن

بن گیا اور دربار سے نکالا گیا۔ شام میں پہنچ کر فرقہ اسمعیلیہ کے پیشوا کی ملازمت میں داخل

ہو گیا اور تمام عمر اسی فرقے کے عقائد کی تعلیم و تلقین کرتا رہا۔ اس نے کوہ البوز کے شاداب علاقہ

میں دس ہزار فٹ کی بلندی پر قلعہ الموط میں ایک جنت ارضی بنائی جس میں جارجیا اور کوہ قاف

کی حسین عورتیں جمع کی تھیں۔ اس کے عقیدہ میں جو دور و دراز سے اس کے پاس آتے وہ ان کو

بھنگے کے نشہ میں سرشار کر کے اس جنت ارضی کی سیر کراتا۔ اس کی جماعت کی تعداد روز بروز بڑھتی

گئی اور جب یہ تعداد کئی لاکھ تک پہنچ گئی تو اس نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا۔ ۱۰۸۹ء میں ایک

مضبوط اور ناقابل تسخیر قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ جو لوگ اس کے مرید تھے وہ باطنی یا فدائی کہلاتے

(۱) میر حسن مہمذی۔ شرح دیوان امیر المومنین صف ۲۳۰ مطبوعہ فخرالمطالیم لوہا رو ۱۲۹۳ھ

تھے اور ہمیں بدل کر اپنے مخالفین کو کسی نہ کسی طرح قتل کر دیتے۔ حسن بن صباح نے اپنا یہ کام ایک جماعت کے سپرد کر دیا تھا اس جماعت نے اس کام کو جاری رکھا۔ ظاہر ہے اس کی مخالفت اسلام ہی کی طرف سے ہوسکتی تھی اس لئے اسلام کو حسن بن صباح کی ذات سے سخت نقصان پہنچا۔ ۱۱۲۲ء میں اس کا انتقال ہوا۔<sup>(۱)</sup>

یہ مشتاقانِ حدیث خواجہ بدر و حنین اور

تصرف ہائے پنہانش بچشم آشکار آمد (صفحہ ۲۱۵)

"خواجہ بدر و حنین" اشارہ رسول کریم صلعم کی طرف ہے۔ بدر سے جنگ بدر مراد ہے جو ۲ھ (۶۲۳ء) میں ہوئی اور حنین سے جنگ حنین کی طرف اشارہ ہے جو ۸ھ (۶۲۹ء) میں وقع پذیر ہوئی۔

رسول کریم عرب کے مشہور خاندان قریش سے تھے۔ کعبہ کی کلید برداری ہمیشہ سے آپ کے خاندان میں چلی آتی تھی۔ آپ کا خاندان عرب کا نہایت معزز خاندان تھا۔ آپ کی ولادت ۵۷۰ء میں ہوئی۔ آپ کے والد عبداللہ نے آپ کی ولادت کے تھوڑے ہی عرصہ بعد انتقال کیا اور آپ کی والدہ نے بھی ۶ سال کی قلیل مدت کے بعد آپ کے عہد طفلی میں رحلت کی۔ آپ کی پرورش اور تربیت آپ کے چچا ابوطالب نے کی۔ آپ اسی تھے یعنی کسی سے تعلیم نہیں پائی تھی۔ بچپن سے صادق امین اور ہمدرد بنی نوع انسان رہے۔ آپ کی راستبازی اور امانت کے شہرہ کی بنا پر حضرت خدیجہ نے آپ سے نکاح کیا۔ آپ کو بہت بوسنی سے ہمیشہ نغمہ رہی۔ آپ عبادۃ الہی کی غرض سے غار حرا میں تشریف لے جایا کرتے۔ سب سے پہلے وحی الہی یہیں نازل ہوئی اور آپ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر کا اکتالیسواں سال تھا۔ آپ دین حق کی تبلیغ میں مصروف رہنے اور مکہ کے لوگ طرح طرح کی تکالیف پہنچانے۔ آخر کچھ لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اپنے چچا کے انتقال کے بعد آپ طائف تشریف لے گئے وہاں بھی لوگوں نے پیروی اور پیروی سے

کام لیا۔ نبوت کے بارہویں سال واقعہ معراج پیش آیا۔ جب کفار مکہ کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو آپ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی۔ اسی وقت سے مسلمانوں کا سنہ ہجری شروع ہوتا ہے۔ مدینہ پہنچ کر آپ نے دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا اور لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے۔ مدینہ پہنچنے کے بعد بھی کفار سے مقابلے ہوتے رہے۔ کذار کے مقابلہ میں عزوہ بدر میں اسلام کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ ہجرت کے دسویں سال حجۃ الوداع واقع ہوا اور آپ مکہ تشریف لے گئے جہاں آپ نے مسلمانوں کو خطبہ کے ذریعہ سے مختلف ہندو نصائح فرمائے۔ ان خطبوں میں زور اخلاص عمل مسلمانوں کی جماعت میں شرکت اور مسلمانوں کی خیر خواہی پر تھا۔ ۱۲۔ ربیع الاول ۱۱ھ (۶۳۲ء) کو ۶۳ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ نے مسلمانوں کے درمیان ان کی ہدایت کے لئے قرآن چھوڑا جو وقتاً فوقتاً آپ پر خدا کی طرف سے نازل ہوا تھا۔ قرآن حضرت عثمان کے عہد خلافت میں مدون کیا گیا جو آج تک بغیر کسی تغیر و تبدل کے دنیا میں ہی نوع انسان کی رہبری کے لئے موجود ہے۔ (۱)

بے خطر کود بڑا آتش نمرود میں عشق عقل ہے محو نمائشائے لب بام ابھی (صف ۳۱۸)  
 "نمرود"۔ نمرود کا ذکر توریت میں بھی آتا ہے۔ بڑا جاہل بادشاہ تھا۔ اس کی حکومت بابل کے گرد و نواح میں تھی۔ اشعاروین صدی قبل مسیح میں نمرود کے مورت اعلیٰ نے بابل کو فتح کیا تھا۔ اس نے چند شہر آباد کئے جن میں نینوا بہت مشہور ہے۔ میر (Meyer) کا کہنا ہے کہ لیبیا میں نمرود نام عام ہے۔

حضرت ابراہیم کے زمانے میں عراق کے بادشاہ کا لقب نمرود ہوتا تھا اور یہ رعایا کے صرف بادشاہ ہی نہیں تھے بلکہ خود کو ان کا رب اور مالک جانتے تھے اور رعایا بھی دوسرے دیوتاؤں کی طرح اس کو اپنا خدا اور معبود جانتی اور اس کی بھی اس طرح پرستش کرتی تھی جس طرح دوسرے دیوتاؤں کی بلکہ ان سے بھی زیادہ پاس و ادب کے ساتھ اس لئے کہ وہ صاحب عقل و شعور بھی ہوتا

تھا اور صاحب تخت و تاج بھی۔ اس سرود نے حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈلوا دیا تھا لیکن آگ خدا کے حکم سے حضرت ابراہیم کے لئے سلامتی کا موجب بن گئی تھی۔<sup>(۱)</sup>

حضرت کوزن کو اب فکر مداوا ہے ضرور حکم برداری کے بعد میں ہے در دلا بلاق (صفہ ۲۳۲ "کوزن"۔ کوزن جنوری ۱۸۹۹ء میں ہندوستان کا گورنر جنرل مقرر ہوا۔ اس کو آزاد قبا تل سے بڑی دلچسپی تھی چنانچہ اس نے ایک نیا صوبہ شمالی مغربی سرحدی صوبہ کے نام سے بنایا۔ جنوری ۱۹۰۲ء میں لارڈ کوزن نے شاہ ایڈورڈ ہفتم کی تاجپوشی کے سلسلے میں دلی دربار کی صدارت کی۔ کوزن دوبارہ ہندوستان کا گورنر جنرل مقرر کیا گیا۔ لارڈ کچنر سے کوزن کا فوجی معاملہ میں اختلاف ہوا اس اختلاف کی بنا پر کوزن ۱۹۰۵ء میں استعفیٰ دے کر انگلستان واپس چلا گیا۔ وہ ۱۹۰۷ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی کا چانسلر مقرر ہوا اور کئی نئی تجاویز یونیورسٹی آفین کے بارے میں عمل میں لایا۔ کوزن ہی کے زمانے میں تقسیم بنگال کا مسئلہ پیدا ہوا لیکن اس کے جانے کے بعد ۱۹۱۱ء میں یہ مسئلہ خود بخود حل ہو گیا کیونکہ تمام ملکہ بنگال کی تقسیم کے خلاف متحد تھا۔ کوزن کا سال پیدائش ۱۱۔ جنوری ۱۸۵۹ء اور سال وفات ۲۰۔ مارچ ۱۹۲۵ء ہے۔<sup>(۲)</sup>

کہا خوب امیر فیصل کو سنوسی نے پیغام دیا

تو نام و نسب کا حجازی ہے پر دل کا حجازی بن نہ سکا (صفہ ۲۳۶)

"امیر فیصل"۔ براد فیصل الحسین شریف حسین کے تیسرے لڑکے سے ہے۔

"سنوسی"۔ محمد بن علی بن سنوسی ہاشمی فرقہ سنوسیہ ایک بزرگ تھے جنہوں نے افریقہ میں

فرقہ سنوسیہ قائم کیا تھا۔ ان کا سال پیدائش ۱۷۸۷ء اور سال وفات ۱۸۵۹ء ہے۔ سنوسی

تحریک وہاں تحریک سے متاثر تھی۔ محمد علی سنوسی کے دو لڑکے تھے محمد شریف اور المہدی۔

المہدی چھوٹا تھا لیکن جانشینی اسی کو نصیب ہوئی۔ یہ ۱۸۲۵ء میں پیدا ہوا۔ اس نے کبھی مہدی

بوعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اگرچہ اس کے بعض پیرو ایسا خیال کرتے رہے۔ المہدی کے انتقال کے

(۱) مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی۔ قصص القرآن ج ۱ صفہ ۱۷۲-۱۸۳۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا

ج ۱۶ صفہ ۲۶۱ مطبوعہ ۱۹۵۰ء

(۲) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۶ صفہ ۹۰۰-۹۰۱

وقت اس کے لڑکوں کی عمر بہت کم تھی چنانچہ اس کا ایک بھتیجا احمد الشرف جانشین ہوا۔ سیدی احمد ترکوں کے ساتھ اطالوی فوج کا مقابلہ کرتا رہا۔ ترک اس کی شجاعت کے بڑے مداح تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد سیدی احمد کو المہدی کے لڑکے سید محمد ال ادویس کے حق میں دستبرددار ہونا پڑا۔ اور یہ اس وقت ہوا جب کہ ۱۸۷۱ء میں ترک اور جرمن اقتدار کم ہونے لگا تھا۔ سنوسی فرقہ کی انقلابی سرگرمیاں اس حد تک بڑھ گئی تھیں کہ فرانس اور برطانیہ کو اس کی جانب سے بڑا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ امیر فیصل ترکوں کے ساتھ بغاوت میں باغیوں کی امداد میں پیش پیش تھا اور یہ بات سنوسی کے لئے ناقابل برداشت تھی چنانچہ اس نے غیرت ملی کو کام میں لانے کے لئے پیغام (۱) بھیجا۔

---

(۱) DeLacy O'Leary, Islam at the Crossroads pp.44-46

۱۹۲۸ء  
(طہم چہارم ستمبر)

زبور عجم

آن فقر کہ میرے تہنے صد کشور دل گیرد

از شوکت دارا بہ از قر فریدون بہ (صفہ ۳۲)

"فریدون"۔ فریدون قدیم زمانے میں فارس کا بادشاہ تھا۔ اس کا دور حکومت بعد طویل بتایا گیا ہے ضحاک ظالم بادشاہ فارس کو قتل کر کے فریدون نے سلطنت حاصل کی جب کہ ضحاک کے مظالم حد سے بڑھ چکے تھے۔ فریدون کا عہد حکومت عمدگی اور خوشحالی سے گذرا۔ اس کے تین بیٹے تھے سام تور اور ایرج۔ تخت کے لئے ان میں جنگ ہوئی اور آپس میں قتل ہوئے۔ نتیجہ میں فریدون (۱) کا پوتا منوچہر تخت نشین ہوا۔

خیزد کار ایبک و سوری نگر وائسا چشمے اگر داری نظر (صفہ ۲۶۲)

"ایبک"۔ قطب الدین ایبک ہندوستان کا پہلا بادشاہ تھا۔ اصل میں یہ شہاب الدین غوری کا غلام تھا جس نے پہلے اس کو فوج میں ایک اعلیٰ عہدہ پر مامور کیا بعد ازاں اس کو ۱۱۹۲ء میں اپنا نائب مقرر کیا۔ اسی سال قطب الدین نے مہرٹھ اور دہلی کو فتح کیا اور بنگال کی حکومت کی توسیع کی۔ ۱۲۰۶ء میں ایبک نے سلطان کا لقب اختیار کیا اور دہلی پایہ تخت بنایا۔ ہندوستان کا پہلا اسلامی بادشاہ بھی ہے اور مورخین جس پہلے شاہی خاندان کو خاندان غلامان کہتے ہیں اس کا بانی بھی ایبک ہی تھا۔ اس نے ایک عالیشان مسجد قطب الاسلام کے نام سے تعمیر کرائی جسے قوت الاسلام بھی کہتے ہیں۔ ایبک ۱۲۱۰ء میں گھوڑے سے گر کر بمقام لاہور فوت ہوا (۲) اور یہیں دفن ہوا۔ وہ بڑا سخی بادشاہ تھا۔

"سوری"۔ مراد شیر شاہ سوری سے ہے۔

شیر شاہ سوری کا اصلی نام فرید تھا۔ اس کا باپ حسن خان خاندان سور کا ایک افغان تھا۔

(۱) پروفیسر آر تھر کرسٹن سین - مترجم ڈاکٹر محمد اقبال - ایران بعہد ساسانیان صفہ ۶۷۸  
(۲) Sir Percy Sykes, A History of Persia, vol. I p. 135  
The Cambridge History of India, vol. III pp 41-48  
Dr. Syed Moinul Haq, A Short History of the Delhi Sultanate  
pp 65-74

شیر شاہ نے اپنی ذاتی قابلیت کی وجہ سے ترقی کی۔ ابتدا میں وہ محمد لوہانی بادشاہ بہار کے ہاں ملہزم رہا۔ یہیں اس نے ایک شہر کا شکار کیا جس پر شیر خان خطاب ملا اور شیر شاہ مشہور ہوا۔ شیر شاہ ۱۶۷۲ء میں پیدا ہوا اور ۲۲ مئی ۱۵۴۵ء کو انتقال کیا۔ اس نے ہندوستان پر تقریباً پانچ سال حکومت کی اور نہایت لائق و کامیاب حکمران ثابت ہوا۔ اس کا دور حکومت گو قلیل عرصہ رہا تاہم اس نے بہت کچھ کیا۔ شیر شاہ سوری نظام سلطنت میں اکبر کا پیشرو ہے کہ اکبر نے بہت سی اصلاحات شیر شاہ ہی کے نظام سلطنت سے لے کر اور ان میں ضروریات زمانے کے مطابق تبدیلی کر کے قبول کیں۔<sup>(۱)</sup>

---

(۱) Dr. R.C. Majumdar, An Advanced History of India, pp. 434-443.



ضرب قلندری بہار سد سکندری شکن

رسم کلیم تازہ کن رونق ساحری شکن (صف ۲۵)

"سد سکندری" - سد سکندری سکندر اعظم نے نہین ہلکے ذوالقرنین نے بنوائی تھی۔

محققین تاریخ نے فارس کی تاریخ کو تین عہدوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک حملہ اسکندر سے پہلے کا عہد دوسرا طوائف الملوک کا عہد اور تیسرا ساسانی سلاطین کا عہد اور یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ ان تینوں عہدوں میں سے فارس کی عظمت اور اس کے عروج کا عہد خورس (سائرس) کے عہد حکومت سے شروع ہوتا ہے۔ اس بادشاہ کو یہودی خورس یونانی سائرس (Cyrus) فارسی گورشا اور کے ارش اور عرب کہخسرو کہتے ہیں۔

قرآن میں ذوالقرنین کا واقعہ (۱۸/۸۳-۹۹) تفصیل سے درج ہے۔ قرآن نے جس ذوالقرنین کا ذکر کیا ہے اس کا اطلاق خورس کے سوا اور کسی شخصیت پر نہین ہوتا۔ خدا نے اپنے فضل و کرم سے ذوالقرنین کو حکمرانی عطا فرمائی تھی۔ اس کی بڑی مہمیں تین تھیں۔ پہلے مغربی ممالک فتح کئے پھر مشرقی پھر ایک ایسے مقام تک فتح کرتا ہوا چلا گیا جہاں پہاڑی درہ تھا اور اس کی دوسری طرف سے یا جوج ماجوج آکر لوٹ مار مچایا کرتے تھے اس نے وہاں ایک نہایت محکم سد تعمیر کر دی اور یا جوج و ماجوج کی راہ بند ہو گئی۔

تمام عرب مورخین کا بیان ہے کہ نوشیروان نے یہ دیوار تعمیر کی تھی۔ لیکن جب ہم قبل از اسلام عہد کے تاریخی نوشتوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ نوشیروان کے عہد سے بہت پہلے یہاں ایک دیوار موجود تھی اور اس نے شمال سے جنوب کا راستہ روک رکھا تھا۔

جوزلفیس اور پروکوپیس (Procopius) دونوں یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ان استحکامات کا بانی سکندر تھا حالانکہ سکندر کی فتوحات کا کوئی واقعہ تاریخ کی نظر سے پوشیدہ نہین ہے اور کہیں سے بھی ثابت نہین ہوتا کہ وہ اس علاقہ میں آیا ہو یا یہاں کوئی جنگ کی ہو۔

اصل یہ ہے کہ استحكامات سکندر سے دو سو برس پہلے سا ٹرس نے تصور کئے تھے اور درہ دارپال کی سدوہی ہے جس کا ذکر قرآن نے کیا ہے۔

سا ٹرس ۵۵۰ ق م میں تخت نشین ہوا اور ۵۲۹ ق م میں فوت ہوا۔ مذہباً زردشتی تھا اور زردشت کا ہم عصر بھی (۱)۔

از جمال زہرہ بگداختی دل بہ جاہ ہایلے انداختی (صفہ ۲۶)

مشہور ہے کہ دو فرشتے ہاروت اور ماروت زہرہ پر عاشق ہو گئے تھے اور فضل بد کے مرتکب ہوئے جس کی پاداش میں دونوں فرشتے جاہ ہایل میں آج تک القے لٹک رہے ہیں اور زہرہ ان فرشتوں سے اسم اعظم سیکھ کر اس کی برکت سے آسمان پر چڑھ گئی اور ستارہ کی صورت میں مسخ کر دی گئی۔ ہر چند کہ ہاروت و ماروت اور زہرہ کا یہ قصہ بعض احادیث میں مروی ہے مگر باتفاق محدثین وہ احادیث شاذ و ضعیف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ یہ قصہ یہود کی کتابوں میں سے ہے اور ان کے بہتانات میں ہے۔ (۲)

آزمائش کردن اہرمین زرتشت را (صفہ ۵۱)

"زرتشت"۔ نواح مشرق کے اس حصہ میں جو اب سرزمین افغانستان میں شامل ہے غالباً ساتویں صدی قبل مسیح میں زرتشت (زرائشترا) ایک اصلاح شدہ مزدائیت کا پیغمبر بن کر آیا۔ زرتشت کا مذہب ایک ناکامل توحید ہے ربانی ہستیوں کی وہاں کثرت ہے اس طرح پر کہ مزدا گویا ذات ہے اور وہ سب اس کی تجلیات یا صفات ہیں اور ساتھ ہی وہ اس کی مشیت کو کہ وہی مشیت ایزدی ہے نافذ کرنے والی ہیں۔ مزدا کی ذات لاشریک ہے اور ثنویت کا عقیدہ محض ظاہری ہے کیونکہ دو عالمگیر روحوں (یعنی روح خیر اور روح شر) کے درمیان جو جنگ جاری ہے وہ بالآخر روح خیر کی فتح پر منتہی ہوگی۔

(۱) مولانا ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن ج ۲ صفہ ۲۹۹-۳۰۰

مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی۔ قصص القرآن ج ۳ صفہ ۱۳۲-۱۴۴

Herodotus-vol.I Book I pp.352; Xenophon-The Persian Expedition, Book I pp.17-59; The Historians', History of the World, vol.II pp687-600

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۶ صفہ ۹۳۹-۹۴۰

جیوش انسائیکلو پیڈیا ج ۴ صفہ ۲۰۲-۲۰۵

(۲) مولانا محمد نذیر عرش۔ مفتاح العلوم ج ۱ صفہ ۲۲۴-۲۲۵

زرتشت کی تعلیم کا عملی پہلو سب سے زیادہ اہم ہے اس لیے مذہب کو محض ایک قوی اور  
ملکی مذہب کی شان نہیں دی بلکہ انفرادی زندگی کا روزانہ دستور العمل بنادیا۔ نفس کی طہارت  
اور اعمال کی درستگی اس کی تعلیم کا اصل محور ہے۔ پروفیسر گرٹھی کے لفظوں میں اس کا مذہب  
حقیقت اور عمل کا مذہب تھا۔ یونانی مذہب کی طرح محض رسوم اور ریتوں کا مذہب نہ تھا۔ اس لیے  
مذہب کو ایرانیوں کی روزانہ زندگی کی ایک حقیقت بنادیا اور اخلاق اس مذہب کا مرکزی عنصر تھا۔<sup>(۱)</sup>  
زرتشت کی تعلیم سر تاسر خدا پرستی اور نیک عملی کی تعلیم تھی اور آتش پرستی اور ثنویت کا اعتقاد  
اس کا پیدا کیا ہوا اعتقاد نہیں ہے بلکہ قدیم میدوی مجوسیت کا رد عمل ہے۔

چوتھی صدی قبل مسیح کے بعد زرتشتی مذہب کا نقول شروع ہو گیا۔ ایک طرف قدیم مجوسی  
مذہب نے آہستہ آہستہ سر اٹھایا دوسری طرف خارجی اثرات بھی کام کرنے لگے۔ پھر سکندر اعظم  
کی فتوحات کا سیلاب اٹھا اور وہ ایران کی دو صد سالہ شہنشاہی میں نہیں بلکہ اس کا مذہب بھی  
بہالے گیا۔ زرتشت کا سال و ذات تقریباً ۵۵۰ ق م سے لے کر ۵۸۳ ق م تک ہونا چاہیے۔<sup>(۱)</sup>

آن فلاطوس آن صلیب آن روئے زرد زہر گردون تو چہ کردی او چہ کردا (صف-۵۶)

"فلاطوس" فلاطوس (Pontius Pilate) پانچواں رومی حاکم تھا جس نے ۲۶ء سے

۳۶ء تک حکومت کی۔ حضرت عیسیٰ کو مصلوب اسی کے زمانے میں کیا گیا۔ لوقا کی انجیل میں اسی کا ذکر

موجود ہے۔ فلاطوس کے بارے میں بڑے قصے مشہور ہیں جن کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانا مشکل ہے

بلکہ بعض تو افسانوی حیثیت رکھتے ہیں جو اس کی زندگی اور خود کشی کے متعلق ہیں۔<sup>(۲)</sup>

اعجبی را اصل عدنانی کجا ست گنگہ را گفتار سبحانی کجا ست (صف-۵۹)

"عدنانی"۔ مراد عدنان سے ہے۔

(۱) پروفیسر آر تھر کرسٹن سین۔ مترجم ڈاکٹر محمد اقبال بھٹہ ساسانیان صف-۲۲-۲۳  
Professor Grundy, Universal History of the World vol. II p. 1130

(۲) James Hastings, Dictionary of the Bible pp. 729-730

حضرت اسمعیل نے بارہ لڑکے چھوڑے تھے جن میں ایک کا نام قہدار تھا۔ قہدار کی اولاد میں ایک شخص عدنان نامی ہوئے۔ عرب کے وہ قبائل جو نبی اسمعیل کہلانے میں زیادہ تر عدنان ہی کی اولاد میں اس لئے بنی اسمعیل کو عدنانی بھی کہا جاتا ہے آگے چل کر انہیں بنی عدنان کی ایک شاخ بنو قریش کہلائی۔ عدنان کی کنیت ابو معد تھی۔ رسول کریم کا نسب نامہ ان تک مسلسل پہنچتا ہے۔<sup>(۱)</sup>

ہمل و مردوخ و یحوق و نسر و نسر رم خن و لات و منات و عسر و غسر (صفہ ۹۹)

"ہمل"۔ شاہی قوم کا معبود تھا۔ قرآن نے بھی اسی ضمن میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ہمل کے لغوی معنی قوت کے ہیں۔ اس سے مجازاً آقا کے معنی اور اس کے بعد شوہر کے معنی میں یہ لفظ مستعمل ہوا۔ عرب کا مشہور دیوتا ہمل جو قریش کا خدائے اعظم تھا اسی ہمل کی تحریف ہے۔

"مردوخ"۔ اس کی پرستش اہل بابل کرتے تھے۔ اس کا ذکر توریت میں بھی ہے۔  
 "یحوق" عوق سے (روکنا) مضارع کا صیغہ ہے۔ اہل یمن میں یہ بت پوجا جاتا تھا۔ یحوق کے معنی روکنا ہے یعنی مصیبتوں کو روکنا ہے۔ اس کی حمدان میں بھی پرستش ہوتی تھی۔  
 "نسر"۔ نسر کے لغوی معنی گدہ کے ہیں۔ اسی شکل کا ایک مجبوعہ کواکب آسمان میں ہے جس کو نسر کہتے ہیں۔ نسر دیوتا کی حیثیت سے سامی قوموں میں بہت مدت سے پوجا جاتا تھا۔ اس کے متعلق یہ تحقیق ثابت ہے کہ وہ ایک آسمانی شکل کا نام ہے۔ ایک پرندہ کی شکل پر تھا نسر حمیر کے خاندان ذی الکلاع کا بھی معبود تھا۔

"عسر"۔ عسر ( Osiris ) مصریوں کا معبود اعظم تھا۔

"غسر"۔ رم خن اور غسر یہ تینوں فرضی نام ہیں۔<sup>(۲)</sup>

اے فواد اے فیصل اے ابن سعود تاکجا پر خویش پیچیدن جو دودا (صفہ ۱۱۰)

(۱) شیخ عبداللہ ہستانی۔ البستان ج ۲ صفہ ۱۵۳۵ ہجرت طہم اول ۱۹۳۰ء  
 امین بغدادی۔ سہائک الذهب صفہ ۱۹

(۲) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۲ صفہ ۷۸۲-۷۸۳ ج ۱۹ صفہ ۱۲۱ ج ۸ صفہ ۵۸-۶۱

فواد کا اشارہ شاہ طرذوق کے والد اسماعیل فواد کی طرف ہے۔ فیصل سے مراد موجودہ شاہ

عراق کے والد فیصل الحسین اور ابن سعود سے مرحوم ابن سعود مراد ہیں۔

"فواد" اسماعیل فواد ۱۹۱۷ء میں تخت نشین ہوا۔ ۱۹ جولائی ۱۹۲۸ء کو اس نے پارلیمنٹ

پر خاست کی دی اور خود حکومت کرنے کا عزم کر لیا۔ جمہوریت اور وفد پارٹ کا دشمن تھا۔ انگریزوں کے

(۱)

اشاروں پر کام کرتا تھا۔ ۱۹۳۶ء میں انتقال کیا۔

"فیصل" فیصل الحسین (۱۸۸۵-۱۹۳۳ء) عراق کا بادشاہ طائف میں پیدا ہوا۔ شریف حسین کا

تیسرا لڑکا تھا۔ اس کا شجرہ نسب حضرت فاطمہ سے جا ملتا ہے۔ ۱۹۱۳ء میں جدہ کا حاکم مقرر

ہوا اور عربوں کی قومی تحریک میں آگے بڑھ کر خود کو پیش کیا۔ ۱۹۱۴ء میں اس نے اپنے باپ کی

فوج کی مکہ کے قریب قہادت کی۔ ۱۹۱۵ء میں شام کے ترکی گورنر کے دوش بدوش لڑتا رہا لیکن ذمہ

سال نو کے آغاز میں حجاز کی طرف چلا آیا جہاں اس نے عربوں کی بغاوت میں نمایاں حصہ لیا۔ یہ

عرب فوج کا سپہ سالار اعلیٰ تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس نے شام کی ریاست کا نظم و نسق سنبھالا

اور پھر اس کی امن کانفرنس میں شرکت کے بعد اپریل ۱۹۱۹ء میں شام واپس ہوا۔ ۱۹۲۰ء میں شام

کا بادشاہ مقرر ہوا لیکن فرانس سے اختلاف پر اس نے جولائی ۱۹۲۰ء میں شام کو چھوڑ دیا۔ بعد

ازان عراق پہنچا جہاں کثرت رائے سے جون ۱۹۲۱ء میں بادشاہ بنا۔ فیصل پہلی جنگ عظیم میں

(۲)

انگریزوں کے ساتھ رہا۔ ۸ ستمبر ۱۹۳۳ء کو انتقال کیا۔

"ابن سعود" عبدالعزیز ابن عبدالرحمن ابن فیصل ابن سعود شاہ حجاز نجد کے دارالخلافہ

ریاض میں ۱۸۸۰ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا انتقال ۱۹۲۸ء میں ہو گیا تھا۔ عبدالرحمن سلطان

نجد امیر فیصل کے چار لڑکوں میں سب سے چھوٹا تھا۔ باپ کے انتقال کے بعد اس کے دو بڑے لڑکے

تخت نشینی کے لئے باہم جنگ کرنے لگے اور اس جنگ نے ایسی نازک صورت اختیار کر لی کہ یہ نظم

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۸ صفحہ ۶۶-۱۰۰ الذ طبع ۱۹۵۰ء

(۲) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۲ صفحہ ۵۸۷-۵۹۱

تمام وسط ایشیا میں پھیل گئی۔ ابن رشید کا حریف خاندان شمالی نجد سے جنوب کی طرف بڑھنا شروع ہوا یہاں تک کہ ۱۸۹۱ء میں وہاں خاندان کو نکال باہر کیا اور خود ریاض پر قابض ہو گیا۔

۱۶۰۰ء میں ابن سعود کے باپ عبدالرحمن نے اپنے والد کے تخت کو حاصل کرنے لڑنے عزم صمیم کیا اس کو شکست ہوئی۔ وہ اپنے لڑکے کے حق میں دست بردار ہو گیا چنانچہ عبدالعزیز نے دوسرے ہی سال دو سو آدمیوں کے ہمراہ حملہ کر دیا اور نجد پر قبضہ کر لیا۔ یہ ابن سعود کی بہادری کا غیر معمولی کارنامہ ہے۔ اس کے بعد انہوں نے نجد کی حکومت کو فروغ دینا شروع کیا اور اس طرح عربوں میں اتحاد پیدا کر کے عرب سلطنت قائم کی۔

ابن سعود کو استحکام سلطنت کی خاطر ترکوں سے بھی نبود آزما ہونا پڑا۔ ترک مشرقی عرب پر قابض تھے۔ جب لڑائی ہوئی تو ان کو ابن سعود کے حق میں دھان سے ہٹا پڑا۔ ترکوں کے بعد ابن سعود نے اپنے دو قدیم حریفوں کی طرف توجہ مبذول کی۔ ایک تو ان میں ابن رشید کا خاندان تھا اور دوسرا حجاز کا شاہ حسین۔ ابن سعود نے ان دونوں کو زیر کیا۔ ۸۔ جنوری ۱۹۲۶ء کو ابن سعود نے حجاز کا بادشاہ ہونے کا اعلان کیا۔ ایک سال کے بعد ان کو نجد اور اس کے متعلقات کا بادشاہ تسلیم کر لیا گیا۔

جنگ عظیم میں ان کی ہمدردی انگریزوں کے ساتھ تھی۔ انہوں نے حکومت بڑے انصاف اور مستعدی سے کی۔ ان کے حکومت میں سعودی عرب نے ہر طرح کی ترقی کی۔ وہ شدت سے قرون اولیٰ کے اسلام پر عامل تھے اور اپنے کو خدا کا خدام کہتے تھے۔ ابن سعود نے ۹۔ نومبر ۱۹۵۲ء کو ۷۳ سال کی عمر میں انتقال کیا اور طائف کے قریب دفن کئے گئے۔<sup>(۱)</sup>

جعفر ایزمنگال و صادق از دکن ننگ آدم ننگ دین ننگ وطن! (صف ۱۶۶)

"جعفر"۔ جعفر علی خان تاریخ میں مہر جعفر کے نام سے مشہور ہے۔ انگریزوں نے منگال کے نواب

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۲ صف ۳۴

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۲ صف ۴۱۴-۴۱۸

سراج الدولہ کو شکست دے کر میر جعفر کو ۱۷۵۷ء میں بنگال کا نواب بنادیا تھا۔ مگر وہ انتظام سلطنت کی اہلیت نہ رکھتا تھا اس وجہ سے معزول کر دیا گیا اور انگریزوں نے اس کی معقول پنشن مقرر کر دی۔ اس کے بعد اس کا داماد میر قاسم علی خان مسند نشین ہوا۔ میر قاسم نے اس کے بعد انگریزوں کی مخالفت کی اس لئے انگریزی فوج کو اس سے لڑنا پڑا آخر کار میر قاسم نے ۱۷۶۳ء میں شکست کھائی۔ اس واقعہ کے بعد انگریزوں نے پھر میر جعفر کو گدی پر بٹھایا۔ میر جعفر اپنے ولی نعمت نواب سراج الدولہ سے غداری کر کے انگریزوں سے مل گیا تھا چنانچہ اس نے نواب کے تمام بھید انگریزوں کو بتادینے اس طرح نواب کو انگریزوں کے ہاتھوں شکست ہوئی اور بنگال کی اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ میر جعفر کا ۵۔ فروری ۱۷۶۵ء کو انتقال ہوا۔<sup>(۱)</sup>

"صادق"۔ میر صادق حیدر علی کا معتمد خاص اور وزیر تھا۔ میسور میں عام طور پر مشہور ہے کہ حیدر آباد کے میر عالم کا بھائی تھا۔ مذہباً شیعہ اور عجمی النسل سید تھا۔ سلطان حیدر علی سے صادق کی دشمنی کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ سلطان نے اس کو معزول کر دیا تھا۔ اور بعد میں بحال بھی کر دیا تھا لیکن یہ میرزادہ اپنی توہین کا درپردہ انتقام لینے پر تلا ہوا تھا۔ میسور کی تیسری جنگ کے بعد سلطان نے اصلاحات جاری کیں اور ملک میں مجلس شوری قائم کی اور اس کا نام "زمرہ غم نباشد" رکھا۔ اس مجلس کے قیام کی غرض یہ تھی کہ رعایا میں سلطنت کی ذمہ داری کا احساس پیدا ہو لیکن صادق نے اپنے رسوخ سے اس مجلس شوری کو بے کار بنادیا میر صادق کے اثر و رسوخ کا عالم یہ تھا کہ یہ سلطان تک کوئی خبر نہ پہنچنے دیتا تھا۔ اسی وجہ سے سلطان کو میسور کی تیسری اور چوتھی لڑائی میں بے درہے شکست اٹھانی پڑی سرنگا پٹم کے محاصرہ کے آخری دن یعنی ۴۔ مئی ۱۷۶۶ء کو انگریزوں کے آنے کی خبر سن کر جب سلطان لڑی دروازے سے باہر نکلا تو میر صادق نے دروازے کو اندر سے بند کرادیا تھا۔ اس غدار کو خوف تھا کہ کہیں سلطان واپس آکر انگریزوں سے صلح نہ کر لے۔ دروازے بند کر دینے کے بعد اسی غدار نے فصیل قلعہ پر سلطان کی موجودگی سے انگریزی فوج کو اطلاع دے دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام انگریزی

فوج سمٹ کر تین طرف سے فاصلہ قلعہ پر گولیاں برسنا شروع کر دیں اور سلطان شہید ہو گیا۔

(۱)

اس طرح مور صادق کی غداری سے مہسور کی اسلامی سلطنت ختم ہوئی۔

گفت "این کاشانه شرف النساء است مرغ بامش باملائکہ ہم نواست" (صف ۱۸۱)

"شرف النساء"۔ شرف النساء نواب خان بہادر خان کی بیٹی اور نواب عبدالصمد خان کی بیٹی تھیں

یہ دونوں باپ بیٹے بہادر شاہ اور شاہ عالم کے زمانے میں یکے بعد دیگرے پنجاب کے گورنر تھے۔

شرف النساء کا مقبرہ اشعار میں صدی ہمسوی کے وسط میں بنایا گیا۔ مقبرہ کی عمارت اپنے عہد

کے فن تعمیر کا ایک عمدہ نمونہ خیال کی جاتی ہے۔ یہ مقبرہ لاہور میں سرد والا مقبرہ کے نام سے

مشہور ہے۔ (۲)

آن فروغ دودہ عبدالصمد فقر او نقشے کہ ماند تا ابد (صف ۱۸۲)

"عبدالصمد"۔ عبدالصمد خان الملک بہ نواب شمس الدولہ بہادر جنگ ولد خواجہ عبدالکریم خواجہ

عبداللہ احرار کی اولاد سے تھے۔ ان کے والد سمرقندی تھے مگر یہ آگرہ میں پیدا ہوئے۔ بچپن

میں والد کے ساتھ سمرقند جا کر تحصیل علم کی۔ اورنگ زیب کے عہد میں واپس آئے شش صدی کا منصب

ملا اور چند ہی روز میں پانزدہ صدی پر ترقی ہوئی۔ خان کا خطاب عطا ہوا۔ جہاندار شاہ کے عہد

میں ہفت ہزاری منصب او عالی جنگ کا خطاب ملا۔ فرخ سیر کے عہد میں لاہور کے صوبہ دار مقرر ہوئے

سکھوں کے مقابلے کے لئے فوج لے کر گئے ان کو شکست دی اور ان کے سردار ہندہ کو گرفتار کیا۔

محمد شاہ نے ملتان کا صوبہ دار بنایا اور شمس الدولہ کا خطاب دیا۔ ۱۷۳۹ء میں انتقال (۳) ہوا۔

عمر ہا گل رخت ہرست و کشاد خاکہ ما دیگر شہاب الدین نژاد (صف ۱۸۸)

"شہاب الدین"۔ سلطان شہاب الدین اپنے باپ کے بعد کشمیر کے تخت کا مالک ہوا۔ شجاعت اور

اخلاق پسندیدہ رکھتا تھا۔ فاتح اور اولوالعزم تھا۔ جس روز کہیں سے فتح کی خوشخبری نہ آتی

(۱) محمود خان محمود ہنگویری۔ تاریخ سلطنت خداداد (مہسور) صف ۳۸۰-۳۸۲

(۲) S.M. Latif-its history, architectural remains and antiquities, Lshore, 1892 pp 135-136

(۳) مآثر الامرا ج ۲ صف ۵۱۲-۵۱۷

Thomas William Beale-An Oriental Biographical Dictionary p.14



اس دن رنجیدہ رہتا اور سمجھتا کہ ایک دن عمر کی مدت سے کم ہو گیا۔ ۱۲۵۶ء میں فتوحات کا سلسلہ شروع کیا اور دس سال کی مدت میں تبت کا شہر بدخشان اور کابل کو فتح کیا اس کے بعد ہندوستان پر فوج کشی کی۔ فیروز سلطان دہلی سے مقابلہ ہوا دریائے ستلج پر اس کو شکست دی (۱) اس کے بعد کشمیر واپس چلا آیا۔ ۱۹ سال حکومت کرنے کے بعد ۱۲۷۶ء میں انتقال کیا۔

(صف ۲۰۱)

سطوت ایران و افغان و دکن

خسروان مشرق اندر انجمن

اس شعر میں مشرق کے علی الترتیب تین حکمران کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ نادر شاہ احمد شاہ ابدالی المعروف بہ لاجپت شاہ درانی اور ٹیپو سلطان۔

”نادر شاہ“۔ نادر قلی نام تھا۔ خراسان میں ۱۶۸۷ء میں پیدا ہوا۔ جوانی میں یہ ڈاکوؤں کا سردار

تھا اور لوٹ مار کیا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کی قوت بڑھتی گئی۔ ادھر ایران کی صفوی حکومت زوال

کی طرف مائل اور ابدالی قبائل کے حملوں کا نشانہ بنی ہوئی تھی۔ ۱۷۲۰ء میں طہماسپ دوم نے

اپنے دشمن کی سرکوبی کے لئے اس کی مدد چاہی اس نے طہماسپ شاہ ایران کو دشمن سے نجات

دلائی اور قندھار تک افغانوں کا پیچھا کیا۔ اس اثنا میں شاہ ایران نے نادر کی مرضی کے خلاف

ترکون سے معاہدہ کر لیا اس پر نادر نے بادشاہ کو معزول کر دیا اور شیرخوار شہزادہ کو ۱۶۔ اگست

۱۷۲۲ء کو عباس سوم کے لقب سے تخت نشین کیا اور انصرام حکومت اپنے ہاتھ میں لیا اور ۱۷۲۶ء میں

خود مختار ہو کر خود بادشاہ بن بیٹھا۔ بعض افغان سردار ہندوستان بھاگ آئے تھے نادر شاہ نے

محمد شاہ سے ان کا مطالبہ کیا۔ اس مطالبہ پر کچھ توجہ نہ کی گئی۔ نادر شاہ نے کابل کو جو

مغلیہ حکومت کا ایک صوبہ تھا حملہ کر کے فتح کر لیا۔ پھر ۱۷۳۹ء میں سندھ کو پار کر کے لاہور پر

قبضہ کرتا ہوا دلی پہنچا اور وہاں قتل عام کیا دہلی کی بادشاہت اس حملہ سے بہت کمزور ہو گئی

دور دراز کے صوبے خود مختار ہو گئے۔ دلی سے ایران واپس ہونے کے بعد نادر شاہ کے مزاج میں

ظلم و تکبر بہت بڑھ گیا تھا۔ اس سے نادری دربار کے اراکین بد دل ہوئے اور اس کے خلاف سازش

کر کے اسے ۱۰ مئی ۱۷۷۷ء کو قتل کر دیا۔ نادری حکومت ۲۰ سال رہی (۱)۔

احمد شاہ درانی ہرات کے قریب و جوار میں فوقہ ابدال کا سردار زادہ تھا۔ نادشاہ نے  
 بچپن میں اس کو قید کر لیا اور گرزہرداری پر مامور کیا۔ رفتہ رفتہ فوج کے بڑے عہدہ پر پہنچ گیا۔  
 ۱۰ مئی ۱۷۷۷ء کی رات کو مادشاہ کے قتل کے بعد احمد شاہ نے ایران کی فوج پر ازبکوں کی  
 مدد سے حملہ کیا لیکن پسپا ہو گیا۔ پسپائی کے بعد احمد شاہ نے فوج کو چھوڑ دیا اور قندھار کی  
 طرف بڑھ کر شہر پر قبضہ کر لیا اور وہ خزانہ جو کابل اور سندھ سے فارس کی فوج کو جا رہا تھا  
 جھین لیا۔ ان ذرائع کی مدد سے اس نے ایک سلطنت کی بنیاد رکھی جو بہت جلد طاقتور ہو کر گرد  
 و نواح کی سلطنتوں کے لئے ایک خطرہ بن گئی۔ احمد شاہ نے کابل اور قندھار کے علاوہ پشاور پر  
 بھی قبضہ کر لیا اور اس فتح سے دلیر ہو کر اور مغلیہ سلطنت کی کمزوری دیکھ کر اس نے ہندوستان  
 فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ ۱۷۷۸ء میں لاہور سے کوئٹہ اور شہزادہ احمد سے مقابلہ ہوا شہزادہ  
 کے ہمراہ وزیر قمر الدین کے مارے جانے سے مغل فوج منتشر ہو گئی اور فریقین کا بہت نقصان ہوا۔  
 ۱۷۵۷ء میں مرہٹوں کی طاقت ہندوستان کے تقریباً تمام صوبوں میں پھیل گئی تھی۔ نجیب الدولہ  
 شجاع الدولہ بلکہ ہندو بھی متفق ہو گئے اور احمد شاہ کو دلی پر قبضہ کرنے کی دعوت دی اور خود  
 مدد کا وعدہ کیا۔ احمد شاہ اس دعوت پر بہت خوش ہوا اور دہلی کے قریب پہنچ کر پانی پت کے  
 میدان میں مرہٹوں کو شکست فاش دی۔ یہ مشہور لڑائی ۶ جون ۱۷۶۱ء کو ہوئی۔ اس کے بعد وہ  
 اپنے ملک کو واپس ہوا۔ احمد شاہ درانی نے ۲۶ سال حکومت کرنے کے بعد ۱۷۷۲ء میں وفات پائی  
 (۲)  
 "شیہو سلطان"۔ ابوالفتح فتح علی شیہو سلطان ۱۷۵۲ء میں بمقام دیون ہلی پیدا ہوا۔ سلطان حیدر  
 علی کو ارکا کے مشہور درویش شیہو مستان سے بڑی عقیدت تھی چونکہ سلطان حیدر علی کے کوئی  
 اولاد نہ تھی اور یہ لڑکا درویش ہی کی دعا سے سلطان کے ہاں پیدا ہوا تھا اس لئے سلطان

(۱) Sir Percy Sykes-A History of Persia vol.II pp 247-274

(۲) Sir Percy Sykes-A History of Persia vol.II pp 275-276

حیدر علی نے درویش کے نام پر ہی اس کا نام اہوالفتح فتح علی ٹیپو سلطان رکھا ٹیپو کے معنی کناری زبان میں جیتنے کے ہیں۔ ٹیپو سلطان ۱۷۸۲ء میں اپنے باپ کی جگہ میسور کا والی ہوا۔ وہ انگریزوں کا سخت دشمن تھا۔ اس نے انگریزوں سے کئی مرتبہ جنگ کی اور ان کو ملے سے نکالنے کی انتہائی کوشش کرتا رہا لیکن بعض مقامی عناصر کی غلط حکمت عملی کی وجہ سے ناکام رہا۔ ٹیپو سلطان ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو کیرنگا پٹم کے محاصرہ میں شہید ہوا اور بمقام لال باغ اپنے باپ کے مقبرہ میں دفن ہوا۔

ٹیپو سلطان علوم و فنون کا بڑا قدردان تھا۔ اس نے اپنے محل میں ایک قطب خانہ قائم کیا تھا جس میں سنسکرت کی کتابیں قرآن کی تفسیریں شاہان مغلیہ کی فتوحات کی تاریخ کے مسودے اور ہندوستان کے تاریخی وقائع موجود تھے۔ یہ سارا ذخیرہ بعد کو کلکتہ کے کتب خانہ میں منتقل کر دیا گیا۔

ٹیپو سلطان کا ہر تاؤ اپنی رعایا کے ساتھ غیر جانبدارانہ تھا۔ اس نے مندروں کے لئے بڑے بڑے عطیہ دیئے۔ (۱)

دورِ مہمان بنشستہ ہو اور نگ زر خسروان جسم حشم بہرام فزا (صفہ ۲۰۲)

"بہرام" - بہرام اول ساسانی خاندان کا چوتھا بادشاہ اور ہونز کا لڑکا تھا۔ ۲۷۳ء میں ایران کے تخت پر بیٹھا۔ رحمدل اور فیاض تھا۔ رعایا اس سے بہت محبت کرتی تھی۔ اس کے عہد کا مشہور واقعہ مصرماتی کا قتل ہے جو فرقہ مانویہ کا بانی تھا۔ بہرام نے صرف تین سال تین مہینے حکومت کی اس کے بعد اس کا لڑکا بہرام ثانی ۲۷۶ء میں تخت نشین ہوا۔ (۲)

کارآن وارفتہ ملکہ و نسب ذکر شاہ پر است و تحقیر عرب ! (صفہ ۲۰۳)

"شاہ پر" - شاہ پر اول خاندان ساسانیان کا بادشاہ اردشیر بابکان کا لڑکا ۲۴۰ء میں ایران کے

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۲۲ صفہ ۲۴۰

محمود خان محمود بنگلوری - تاریخ سلطنت خداداد (میسور)

B. Bowring-Haider Ali X Tipu Sultan

Sir Percy Sykes- A History of Persia, vol.I pp 405-407 (۲)

تخت پر بیٹھا۔ اس نے ۲۴۰ء ہی میں رومی سلطنت پر حملہ کیا اور کئی فتوحات حاصل کیں۔

ایوانی مورخین کے بیان کے مطابق شاہ پر نے ۳۰ سال حکومت کی۔ شاہ پر ایک اچھا سپہ سالار

ہی نہ تھا بلکہ ایک عقلمند اور فیاض حکمران بھی تھا۔ اس نے ۲۷۲ء میں انتقال کیا اور اس

(۱)

کے بعد اس کا لڑکا ہرمز اول اس کا جانشین ہوا۔

ما وطن پیوست و از خود درگذشت دل بہ رستم داد و از حیدر گذشت! (صفہ ۲۰۴)

"رستم" ایران کا مشہور پہلوان تھا۔ اس کا نام فارسی ادب میں ہیکرت آیا ہے۔ شاہنامہ فردوسی

اس کے کارناموں سے بھرا پڑا ہے جس میں اس کو رستم داستان کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اس

کو رستم زابلی بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ زابلستان کا حاکم بھی تھا۔ اس کے باپ کا نام زال بتایا

جاتا ہے اور داماد کا نام نریمان۔ رستم بہمن کے مقابلہ میں جو کہانی خاندان کا ساتواں بادشاہ

تھا لڑا اور مارا گیا۔ (۲)

بایزید و شبلی و ہوزر از دست امثالکرا طغرل و سنجر از دست (صفہ ۲۲۶)

"طغرل" طغرل بیگ میکائیل بن سلجوق کا لڑکا تھا اور خاندان سلجوق کا پہلا بادشاہ۔ اس

نے ۱۰۳۸ء میں سلطان مسعود اول بن سلطان محمود کو شکست دی اور نیشاپور کا بادشاہ

بن گیا۔ اس نے عراق اور بغداد کو فتح کیا اور تسخیر بغداد کے بعد خلیفہ قائم ہالگہ کو بھی

شکست دی جس نے طغرل کو خراسان کا بادشاہ بنادیا۔ سلجوق خاندان تیس شاخوں میں تقسیم

ہو گیا تھا جو ہمدان کرمان اور روم میں آباد تھا۔ طغرل بیگ نے ۲۶ سال حکومت کی اور ستر

سال کی عمر میں ۱۰۶۳ء میں انتقال کیا۔ الپ ارسلان اس کا بھتیجا جانشین ہوا۔

طغرل بیگ کے کمالات اور اوصاف جہاں مانی خود اس کی زندگی سے ظاہر ہیں۔ اس

نے اپنی قوت بازو سے ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیاد رکھی اور مخالف طاقتوں کو مغلوب کر کے

(۱) Sir Percy Sykes-A History of Persia, vol.I pp 412-426

(۲) Sir Percy Sykes-A History of Persia, vol.I pp.136-137 and 495-496.

اس کو اس قدر مضبوط کرگیا کہ اس کے جانشینوں نے اس کی بنیاد پر عظیم الشان سلجوقی سلطنت قائم کی۔

طغرل ایک واسخ العقیدہ اور دیندار مسلمان اور پاکیزہ متقی فرمان روا تھا۔ مسجدوں کی تعمیر سے شغف تھا کہا کرتا تھا کہ مجھے خدا سے شرم معلوم ہوتی ہے کہ کوئی عمارت بناؤں اور اس کے پہلو میں مسجد نہ ہو۔<sup>(۱)</sup>

سلطان سنجر ملکہ شاہ سلجوقی کا تیسرا لڑکا تھا۔ ۱۰۹۲ء میں خراسان پر قابض ہوا بعد ازاں دارا کا بادشاہ تسلیم کیا گیا۔ اس نے غزنوی خاندان کے بادشاہ بہرام شاہ کو اپنا خراج گزار بنایا۔ علاء الدین بادشاہ غور نے بہرام شاہ کو شکست دی اور غزنی کو لیے بعد میں علاء الدین بھی سنجر کا مطیع ہوا۔ ۱۱۵۷ء میں سلطان سنجر کا انتقال ہوا۔ اس کو مرو میں دفن کیا گیا۔ اس کے بعد خراسان میں سلجوقی خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

سلطان سنجر سلجوقی خاندان کی عظمت و ناموس کا محافظ تھا اور تمام خاندان اس کو اپنا سرپرست اور مربی مانتا تھا۔ اس کی حکومت خراسان غزنہ خوارزم اور ماورالنہر تک پھیلی ہوئی تھی اور اران آرمینہ آذربائیجان موصل دیار ربیعہ دیار بکر اور حرمین تک میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اور "سلطان اعظم" کے لقب سے مشہور تھا۔ سلطان سنجر کی شان و شوکت اور عظمت و سطوت اس کے عہد میں ضرب المثل تھی۔<sup>(۲)</sup>

سورے از اسرار دین ہو گویم داستانے از مظفر گویم (صف ۲۴۰)

"مظفر"۔ نواب ہدایت محی الدین خان نام مظفر جنگ سعد اللہ خان خطاب تھا۔ آصف جاہ اول کا نواسہ متوکل خان کا بیٹا اور بیجاپور کا صوبیدار تھا۔ اس کو اپنے بھانجا کی وراثت کا دعویٰ تھا۔ اس لئے اس نے نظام کے ملکہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے اپنے ماموں ناصر جنگ کے خلاف چڑھائی کر دی۔

(۱) عماد الدین اصفہانی۔ دولت آل سلجوق صف ۶۲

شاہ معین الدین احمد ندوی۔ تاریخ اسلام حصہ چہارم صف ۹۵

(۲) عماد الدین اصفہانی۔ دولت آل سلجوق صف ۱۱۰

ابن خلکان ج ۱ صف ۲۱۷۔ شاہ معین الدین احمد ندوی۔ تاریخ اسلام حصہ چہارم

چندا صاحب جو دوست علی نواب ارکاٹ کا داماد اور رفیق تھا ۲۳ جولائی ۱۷۴۹ء کو فرانسیسیوں کی مدد سے ارکاٹ پر حملہ آور ہوا نواب انورالدین کو قتل کیا۔ ناصر جنگ اس لڑائی کی خبر سن کر آگے بڑھا مگر مظفر جنگ بھاگ <sup>ریا</sup> اور بالآخر قید ہوا۔ ۱۷۵۰ء میں ناصر جنگ شہید ہوا اس کے بعد مظفر جنگ مسند نشین ہوا اور صرف دو ماہ حکومت کی۔ ۱۷۵۱ء میں اسی ہمت خان بندوچی نے جس نے ناصر جنگ کو شہید کیا تھا اس کو بھی شہید کر دیا۔ صلابت جنگ اس کی جگہ بیٹھا۔ مظفر جنگ ایک راسخ العقیدہ اور دیندار مسلمان حکمران تھا۔

(۱)

(طہم دوم مئی ۱۹۲۱ء)

ہال جبریل

فقیر راہ کو بخشے گئے اسرار سلطانی

بہا مہری نوا کی دولت پرویز ہے ساقی (صفہ ۱۶)

"پرویز" - خسرو دوم پرویز ہرمزد بادشاہ ایران کا لڑکا تھا۔ ۵۹۰ء میں تخت نشین ہوا۔ روما کے بادشاہوں سے اس کی جنگ رہی۔ درا اڈیسا وغیرہ کو اس نے فتح کیا۔ شام فلسطین اور بیت المقدس پر بھی قبضہ کیا۔ ۳۸ سال تک حکومت کی۔ اس کے پیشروؤں کو ایسی کامیابی کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ پرویز کے عہد کے اختتام کے قریب ہرقلس بادشاہ روم نے ایران پر حملہ کیا اور اس کو شکست دی۔ اس کے تمام شاہدار محلات ہرباد کردیئے اور خزانہ لوٹ لیا۔ اس واقعہ سے خسرو پرویز کی رعایا میں اس کی طرف سے بددلی پیدا ہوگئی۔ ان کا خیال تھا کہ اس تھا ہی و ہربادی کا سبب پرویز ہی ہے۔ رعایا نے اس کے خلاف سازش کی جس میں اس کا لڑکا شیروہ بھی شریک تھا۔ خسرو پرویز کا انتقال ۶۲۸ء میں ہوا۔

خسرو دوم کی طبیعت کی نمایاں ترین خصوصیت حرص اور زر پرستی تھی۔ اپنی ۳۸ سال کی حکومت میں اس نے ہر ممکن طریقے سے بے اندازہ دولت جمع کی اور اسے وفاء کے کاموں سے بجا کر اپنے خزانوں میں بھرا۔ اس کی حکومت کے تیسویں سال میں اس کے خزانے کی مقدار ایک ارب ساٹھ کروڑ مثقال تک پہنچ گئی جو ایک ارب تیس کروڑ طلائی فرانک کے برابر ہوتی ہے۔ لڑائیوں کا مال غنیمت اس کے علاوہ تھا۔ فردوسی نے خسرو کی دولت کا حال شاعرانہ تفصیل کے ساتھ الگ الگ بیان کیا ہے اور اس کے ساتھ "خزانوں" کی ایک فہرست بھی دی ہے۔ (۱)

کرم تیرا کہ ہے جوہر نہیں میں      غلام طغزل و سنجر نہیں میں  
جہان بینی مری فطرت ہے لیکن      کسی جمشید کا ساغر نہیں میں (صفہ ۱۶)

"جمشید" - حضرت عیسیٰ سے ۸۰۰ سال پہلے خاندان پشرد ادیان سے فارس کا بادشاہ تھا۔  
(۱) پروفیسر آرتھر کرشن سین - مترجم ڈاکٹر محمد اقبال - ایران معہد ساسانیان صفہ ۵۹۸-۶۶۸

اس کا جام جمشید جسے جام جم بھی کہتے ہیں اور تخت جمشید بہت مشہور ہیں۔ جام جمشید کا شمار دنیا کے عجائبات میں تھا۔ کہا جاتا ہے کہ شراب جمشید ہی نے ایجاد کی تھی۔ مختلف علوم و فنون کی ایجاد کا سہرا جو آگے چل کر تہذیب و تمدن کا خسرو بنے جمشید ہی کے سر ہے۔  
(۱)  
ضحاک نے اس کو قتل کیا۔

کبھی آوارہ رہے خانہان عشق کبھی شاہ شہان نوشیروان عشق  
کبھی میدان میں آتا ہے زہ پوش کبھی عریان وہ تیغ و ستان عشق (صفہ ۲۰)  
"نوشیروان"۔ نوشیروان عادل فارس کے بادشاہ کیقباد کا لڑکا تھا۔ ۵۳۱ء میں تخت نشین ہوا۔  
روم کے بادشاہ کو شکست دی بغداد کو دارالسلطنت بنایا۔ نہایت منصف اور عدل پسند بادشاہ تھا۔  
اس کا انصاف آپ تک ضرب المثل ہے۔ ۲۸ سال حکومت کرنے کے بعد ۵۷۹ء میں فوت ہوا۔ اس کے  
(۲)  
بعد اس کا لڑکا هرمز جانشین ہوا۔

یہ نکتہ میں نے سیکھا ابوالحسن سے کہ جان مرنی نہیں مرگ بدن سے  
چمک سورج میں کیا باقی رہے گی اگر ہزار ہواہنی کون سے (صفہ ۲۶)  
ابوالحسن یا ابوالحسن حضرت علی کی کہتے ہیں۔ اقبال کے شعر یہ نکتہ الخ میں آپ ہی کی  
ذات مراد ہے۔ حضرت علی کا ایک قول نہج البلاغہ میں منقول ہے۔ اند بیوت من مات مناویس  
(۳)  
بہت (جو مرجاتا ہے وہ انسانوں کے نزدیک مرجاتا ہے لیکن اس کی روح نہیں مرنی)۔

احکام تھے حق میں مگر اپنے مفسر تاویل سے قرآن کو بناسکتے ہیں ہاژند ! (صفہ ۲۳)  
"ہاژند"۔ متن اوستا کی پهلوی "تشریح" ژند کہلاتی ہے۔ اسی طرح پهلوی ژند کی "تشریح مکر"  
ہاژند کہلاتی ہے۔ تشریح مکر میں جو رسم الخط استعمال کیا گیا ہے وہ پهلوی رسم الخط سے کم  
مہم ہے اور اس کے الفاظ ہزاروں کی بجائے مناسب فارسی الفاظ ہیں۔ اس نقل و تفسیر کے لئے جب

Sir Percy Sykes - History of Persia, vol. II p. 180 (۱)  
۵۹۲

(۲) پروفیسر آر تھر کرشن سین - مترجم ڈاکٹر محمد اقبال - ایران بعہد ساسانیان صفہ ۲۸۲ اور

(۳) نہج البلاغہ - حصہ اول صفہ ۱۸۵ مطبوعہ دارالکتب العربیہ الکبریٰ بمصر



اوستانی حروف کام میں لائے جاتے ہیں تو نتیجہ پاژند کہلاتا ہے اور جب فارسی (یعنی عربی) حروف اختصار کئے جاتے ہیں تو پارس کہلاتا ہے۔ پہلوی کی نقل خواہ پاژند ہو خواہ فارسی دونوں سے جدید یا بعد الاسلاوی فارسی کی قدیم یا قدیم نما شکل پیدا ہو جائے گی اور آراہی عنصر بالکل معدوم۔ متعدد کتابیں مثلاً مہوشے خرد (پروج فراست) اس وقت ایسی موجود ہیں جن کے پہلوی اور پاژند دونوں قبیل کے نسخے ملتے ہیں۔ لیکن پاژند میں جس قدر تحریریں ہیں وہ اصل تصنیف نہیں بلکہ پہلوی اصل کی (گو بعض بعض اصل کم ہیں) نقل ہیں۔ اس لئے کہ تفسیر مکرر کی ضرورت تب ہی محسوس ہوئی جب مدتوں تک متروک رہنے باعث لوگ پہلوی کی اصلیت کو بھولنے لگے اور کاتھان پہلوی یا پاپ اور عالمان پہلوی مقتود ہونے لگے۔<sup>(۱)</sup>

رہے نہ ابیک و غوری کے معرکے باقی ہمیشہ تازہ و شہرین ہے نغمہ خسرو (صفحہ ۱۰۷) "غوری"۔ مراد سلطان شہاب الدین غوری ہے۔

سلطان غوری کا نام معزالدین محمد سام تھا۔ غوری ۱۱۷۳ء میں غزنی کا حاکم مقرر ہوا اس نے غزنوی خاندان کے آخری بادشاہ خسرو ملکہ کو شکست دے کر قید کر لیا اور خراسان اور ہندوستان کے بڑے حصہ کو فتح کیا۔ اجمیر اور قنوج کے ہندو راجاؤں سے جنگ کی اور انہیں شکست دی اور ۱۱۹۳ء میں ہندوستان میں اسلامی حکومت قائم کی۔ غوری نے غزنی غور اور ہندوستان پر تین سال حکومت کی۔ ۱۲۰۶ء کو قوم گھکرنے جب وہ غزنی واپس جا رہا تھا راستے میں قتل کر دیا۔ نعرہ غزنی پہنچی اور وہیں دفن کی گئی۔<sup>(۲)</sup>

دیکھ چکا الہی شورش اصلاح دین جس نے نہ جھوڑے کہیں نقش کہن کے نشان (صفحہ ۱۳۴)

"اصلاح دین"۔ مراد سولہویں صدی کا مذہبی انقلاب یعنی (ریفارمیشن) Reformation جس نے مغرب کی عیسائیت کو دو جماعتوں میں تقسیم کر دیا۔ کیتھولک اور پروٹیسٹنٹ اس انقلاب کے

(۱) پروفیسر ایڈورڈ براؤن - مترجم سید سجاد حسین - تاریخ ادبیات ایران صفحہ ۱۲۴-۱۲۵

(۲) Dr. Ignaz Franz Goldziher, pp 123-124.

اسباب مختلف تھے مثلاً اخلاقی اقتصادی سیاسی اور عقائد سے متعلق۔ ان میں اخلاقی رجحان کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ جرمنی میں مارٹن لوتھر نے اس تحریک کے مابین سب سے نمایاں حصہ لیا۔ اس نے کہا کہ گرجا پادریوں کی مداخلت سے الگ ہونا چاہئیے اور یہ بھی کہا کہ عبادت خانوں کا معائنہ متروکہ دن اور زیارت کے ایام کا تعین اور پادریوں کی شادی کا انتظام بھی ہوتا کہ وہ کسی سے بڑے فعل کے مرتکب نہ ہوں۔ یہ تحریک تقریباً تمام یورپی ممالک میں پھیلی۔ جرمنی اس تحریک سے سب سے زیادہ متاثر ہوا۔ جرمنی کے علاوہ جن ممالک میں اس تحریک کو فروغ حاصل ہوا ان میں برطانیہ عظمی سوئٹزرلینڈ فرانسریدرلینڈ ڈنمارک اٹلی اسپین آئرلینڈ اور اسکاٹ لینڈ شامل ہیں۔ گولوتھر کو اس تحریک کی بنا پر کلیسا سے خارج کر دیا گیا لیکن اس نے نصف عیسائی دنیا کو کلیسا کی غلامی سے نجات دلادی<sup>(۱)</sup>

جسٹ فرانسس بھی دیکھ چکی انقلاب جس سے دگرگون ہوا مغربیوں کا جہان (صفحہ ۱۳۵)

"انقلاب"۔ مراد انقلاب فرانس (French Revolution) ہے۔

انقلاب فرانس ۱۴ جولائی ۱۷۸۹ء کو رونما ہوا۔ اس انقلاب کے بعد فرانس میں ایک نئی زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ ہر سال اہل فرانس ۱۴ جولائی کا دن اپنی قومی آزادی کا دن خیال کرتے اور بڑی شان و شوکت سے مناتے ہیں۔ یہ انقلاب نہ صرف فرانس کے لئے بلکہ تمام یورپ کے لئے بڑا اہمیت رکھتا ہے۔ اس انقلاب نے یورپی اقوام میں جمہوریت قومیت اور اجتماعیت کی روح پھونک دی۔ اس انقلاب کے بعد فرانس ملوکیت کی لعنت سے پاک ہو گیا۔ انقلاب کو کامیاب بنانے میں فرانس کے اہل قلم کا بڑا ہاتھ تھا۔ جن مصنفین نے انقلاب کے لئے ذہنوں کو تیار کیا ان میں روسو سیکو کا نام سرفہرست نظر آتا ہے۔<sup>(۲)</sup>

(صفحہ ۱۳۷)

قید خانہ میں معتد کی فریاد

"معتد"۔ ہشام کی معزولی کے بعد اندلس کی وسیع سلطنت چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستوں میں

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۹ صفحہ ۲۲-۲۳

(۲) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۹ صفحہ ۸۰۲-۸۰۵

منقسم ہو گئی تھی چنانچہ بنی عباد نے اشبیلیہ میں اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی۔ المعتمد  
 باللہ ۲۶۱ھ (۱۰۶۸ء) میں تخت نشین ہوا۔ المعتمد بلاشبہ بڑا بہادر بادشاہ تھا۔ لیکن اس  
 زمانے میں مسلمان حکمران آپس میں ایک دوسرے کے خلاف نبود آزما رہتے تھے اور عیسائی بادشاہوں  
 سے امداد کے طالب ہوتے تھے چنانچہ المعتمد نے بھی ایک عیسائی سردار الفانسو نامی سے  
 دوستی کی اور اسے خراج دینا منظور کیا۔ ۲۷۵ھ (۱۰۸۲ء) میں المعتمد نے الفانسو کے سفیر کو  
 جو خراج لینے آیا تھا قتل کرادیا۔ اس بات پر ناراض ہو کر الفانسو نے اشبیلیہ پر حملہ کر دیا۔  
 المعتمد کی فوجی طاقت الفانسو کے مقابلہ میں کم تھی اس لئے المعتمد نے یوسف ابن تاشفین سے  
 کمک طلب کی چنانچہ یوسف نے المعتمد کی امداد کی اور الفانسو کو شکست دے کر واپس چلا گیا۔  
 ساتھ ہی یوسف نے المعتمد کی کمزوری کا پوری طرح اندازہ کر لیا تھا دوسرے سال یوسف نے  
 المعتمد پر حملہ کیا اور اس کو قید کر کے افریقہ لے گیا اور اشبیلیہ کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔  
 یوسف نے قید خانہ میں المعتمد کی جملہ ضروریات کا خیال رکھا لیکن جب ۲۸۸ھ (۱۰۹۵ء) میں  
 المعتمد کا لڑکا جو اس کے ساتھ قید تھا قید خانہ سے فرار ہو گیا اور یوسف کے دشمنوں سے مل گیا  
 جو اس کو معزول کرنا چاہتے تھے تو یوسف نے ہرانگیختہ ہو کر المعتمد کو سر سے پاؤں تک فولادی  
 زنجیروں میں جکڑ دیا۔ المعتمد سے یہ تکلیف برداشت نہ ہو سکی اور رنج و غم کی حالت میں اس کی  
 زبان سے چند اشعار نکلے۔ المعتمد عربی زبان کا صاحب دیوان شاعر تھا۔  
 (۱)

عبدالرحمن اول کا ہوا ہوا کھجور کا پھلا درخت سرزمین اندلس میں (صف ۱۲۸)

"عبدالرحمن اول"۔ عبدالرحمن اول خاندان بنی امیہ کے خلیفہ ہشام کا پوتا تھا۔ عباسیوں کے  
 ہاتھوں تنگ آکر ہسپانیہ چلا گیا تھا۔ اہل یمن جو حکمران خاندان کے مظالم کا شکار تھے اس کے  
 گرد جمع ہو گئے اور حاکم ہسپانیہ کو جو ہوائے نام خلفائے عباسیہ کا ماتحت تھا زیر کر کے خود خلیفہ  
 بن گیا اور خلفائے عباسیہ کی ماتحتی سے قطع تعلق کر کے خود مختار بادشاہ بن کر شاہ قرطبہ

(۱) Rough at Dany- Sp nash Isl m pp 637-736

کا لقب اختیار کیا۔ ۳۲ سال حکومت کرنے کے بعد ۱۷۷۲ء (۱۷۶۰ء) میں انتقال کیا۔ عبدالرحمن اول ہی سلطنت اندلس کا بانی ہے۔<sup>(۱)</sup>

شوکت سنجر و سلیم تھرے جلاں کی نمود فقر جنید و ہایزید تھوا جمال پرے نقاب!  
(صفہ ۱۵۲)  
"سلیم"۔ سلطان ہایزید دوم کا دوسرا لڑکا سلطان سلیم اول دولت عثمانیہ کے نامور ترین سلاطین میں ہوا ہے۔ اس کی بہادری کے کارنامے تاریخ میں ضرب المثل کے طور پر مشہور ہیں۔ سلطان سلیم اپنے باپ کے بعد ۱۶ ویں ۱۵۱۲ء کو تخت نشین ہوا اور ۳۷ سال حکومت کرنے کے بعد ۲۱۔ ستمبر ۱۵۲۰ء کو وفات پائی۔ ۱۵۱۷ء میں سلیم کے عہد حکومت میں مصر فتح ہوا اور مصر کے بعد شام فلسطین اور حجاز بھی اس کے زیر نگین آگئے۔ فارس پر حملہ کیا آرمینیا کو ترکی کا ایک صوبہ بنایا۔ ہنگری کی فوج کو شکست دی۔ سلطان سلیم کو حجاز کی فتح کے بعد "خادم الحر میں الشریفین" کا لقب ملا۔ یہ پہلا عثمانی سلطان تھا جو اس لقب سے نوازا گیا۔<sup>(۲)</sup>

اسی میں حفاظت ہے انسانیت کی کہ ہوں ایک جنتی و وارد شیوی (صفہ ۱۶۰)  
"ارد شیوی"۔ منسوب بہ ارد شیر۔ ارد شیر (Artaxerxes Ardshir) ساسانی خاندان کا بانی تھا۔ اس کے عہد حکومت کے بارے میں بہت کم معلومات بہم پہنچی ہیں۔ یونانی اور رومی مصنفین ارد شیر کی پارتھین قوم پر فتح اور رومیوں سے اس کی جنگ کا ذکر کرتے ہیں۔ ارد شیر ہاپک کا دوسرا لڑکا تھا۔ ہاپک اور اس کے بڑے لڑکے شاپور کی وفات کے بعد ارد شیر تخت نشین ہوا۔ اس کی تخت نشینی کا سال تقریباً ۲۱۲ء بتایا جاتا ہے۔ وہ ساسانی خاندان کا بڑا اولوالعزم بادشاہ تھا۔ اس کا انتقال ۲۴۱ء میں ہوا۔ اقبال کے ہاں محض بادشاہ کے معنی میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔  
نیپولین کے مزار پر (صفہ ۲۰۱)

"نیپولین"۔ نیپولین بونا پارٹ (Napoleon Bonaparte) کا شمار دنیا کے مشہور ترین

(۱) French & Fozy-Spanish Isl. m pp 161-229

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۱ صفہ ۵۴-۵۵

(۲) ڈاکٹر محمد عزیز۔ دولت عثمانیہ ج ۱ صفہ ۱۵۸-۱۸۴

(۳) پروفیسر آر تھر کرشن سین۔ مترجم ڈاکٹر محمد اقبال۔ ایران پسند ساسانیان صفہ ۱۰۶-۱۲۳

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۲ صفہ ۳۰۷-۳۰۸

فانچین مین ہے۔ وہ ۱۵۔ اگست ۱۷۶۹ء کو پیدا ہوا۔ ۱۷۷۹ء میں پیوس کے فوجی اسکول میں داخل ہوا اور ۱۷۸۵ء میں سیکنڈ لفٹیننٹ کی حیثیت سے اس کی فوجی زندگی کا آغاز ہوا۔ فوج میں اس نے غیر معمولی لیاقت کا ثبوت دیا چنانچہ جلد ہی اس کو جنرل کا عہدہ دے دیا گیا۔ ۱۸۰۵ء میں نپولین نے روس آسٹریا اور انگلستان کے خلاف نہروڈ آزمائی شروع کی۔ ۱۸۔ مئی ۱۸۰۲ء کو اس نے "شہنشاہ" کا لقب اختیار کیا۔ اس نے قلیل مدت میں یورپ کے بیشتر حصہ کو فتح کر لیا لیکن روس پر حملہ اس کے زوال کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ بالآخر نپولین کو اپنے لڑکے کے حق میں ۱۱۔ اپریل ۱۸۱۲ء کو تخت چھوڑنا پڑا۔ نپولین حکومت سے کھارہ کشی کرنے کے بعد ایلہا میں اقامت کریں ہو گیا تھا۔ لیکن دوسری مرتبہ پھر اس نے یکم مارچ ۱۸۱۵ء کو فرانس پر قبضہ کر لیا جس پر یورپ کے تقریباً تمام ممالک نے جن میں انگلستان اور جرمنی پیش پیش تھے اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا چنانچہ واٹر لو کے میدان میں اس کو شکست فاش ہوئی اور اس نے انگریزوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ انگریزوں نے اس کو ایک جزیرہ میں نظر بند کر دیا اور اسی قید و بند کی حالت میں اس نے ۵۔ مئی ۱۸۲۱ء کو انتقال کیا۔ (۱)

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

جس کے نفس گم سے ہے گوشتِ احرار (صفہ ۲۱۱)

"جہانگیر"۔ جہانگیر مغل شہنشاہ دہلی ۱۶۰۵ء میں اپنے باپ اکبر کے بعد جانشین ہوا۔ اس کا نام سلیم تھا لیکن تخت نشینی کے بعد اس نے جہانگیر کا لقب اختیار کیا۔ ۹۹۔ ۱۵۹۸ء جب اکبر دکن پر حملہ آور ہوا تو اس نے کئی بغاوتوں کو تقویت پہنچائی۔ ۱۶۰۲ء میں باپ ہیٹھے میں مصالحت ہو گئی اور جہانگیر کو جنوبی اور مغربی ہند کا وائسرائے بنادیا گیا اور آگرہ میں ولی عہد کی حیثیت سے رہنے کی اجازت دے گئی۔ ۲۲۔ اکتوبر ۱۶۰۵ء کو تخت نشین ہونے کے بعد جہانگیر نے اس طرح ہر دلعزیزی حاصل کی کہ دفعۃً اپنے کٹر مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا۔ لیکن

اس کا یہ جوش ایمانی رفتہ رفتہ کم ہونے لگا اور وہ عیسائیوں اور ہندوؤں کو مراعات دینے لگا۔ اکتوبر ۱۶۲۷ء میں کشمیر سے واپس آتے ہوئے اس نے انتقال کیا اور لاہور کے قریب شاہدرہ میں دفن ہوا۔ اس کو فنون لطیفہ سے بڑا شغف تھا۔ فارسی کا بہترین انشا پرداز تھا۔ اس کی نزک اس کی شاہد ہے۔ اس کے دور حکومت میں نور جہان کا بہت عمل دخل رہا۔ نورالدین محمد جہانگیر مذہب کے معاملہ میں خاصا آزاد تھا اس کی تصدیق اس کی خود نوشت نزک سے ہوتی ہے۔ وہ اپنی شراب نوشی کا ذکر بڑی مہم کی سے کرتا ہے۔<sup>(۱)</sup>

---

(۱) The Cambridge History of India, vol. ۵v pp 156-182, Cambridge University Press 1937

## مسافر

(طہم سوم ۱۹۴۷ء)

خوشا نصیب کہ خاک تو آرہی اینجا کہ این زمین زطلسم فرنگ آزاد است (صفہ ۱۶)

اس شعر میں اشارہ شہنشاہ بہار کی طرف ہے۔

مشہور فاتح ہند اور ہند میں مغلیہ سلطنت کا بانی ظہیر الدین محمد بہار ۱۲۸۳ء میں پیدا ہوا۔ یہ تیموری خاندان کا چشم و چراغ تھا۔ اس کے باپ کا نام عمر شیخ تھا جو فرغانہ کا حاکم تھا۔ ۱۲۹۵ء میں بہار اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ ۱۵۲۱ء میں دہلی کے سلطان ابراہیم سے وہاں کے امرا نے بدظن ہو کر بہار کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ اس نے فوراً اس طرف توجہ کی اور بارہ ہزار کی جمیعت سے ۲۱۔ اپریل ۱۵۲۶ء کو پانی پت کے میدان میں ابراہیم کو ایک لاکھ فوج کے ساتھ شکست دی اور آگرہ پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں بہار کا مقابلہ میواڑ کے رانا سانگا سے ہوا۔ ۱۰۔ مارچ ۱۵۲۷ء کو بہار نے بڑی مشکل سے رانا سانگا کو شکست دی اور تمام شمالی ہندوستان کا مالک بن بیٹھا۔ باقی سال اس نے اپنی حکومت کے استحکام میں صرف کئے اور اپنے پایۂ تخت آگرہ کو آباد کرنے میں۔ ۲۸۔ سال کی عمر میں ۲۶۔ دسمبر ۱۵۳۰ء کو بہار نے انتقال کیا۔ اس کی خود نوشت سوانح تزک بہاری بڑی اہم تصنیف ہے۔ (۱)

ترہت آن خسرو روشن ضمیر از ضمیرش ملغی صورت پذیر  
"خسرو روشن ضمیر"۔ احمد شاہ بابا سے مراد احمد شاہ ابدالی ہے۔

مثل فاتح آن امیر صف شکن سگہ زد ہم ہا قلم سخن  
"فاتح" اشارہ سلطان محمد فاتح فاتح قسطنطنیہ کی طرف ہے۔

محمد ثانی الملک بہ سلطان محمد فاتح دولت عثمانیہ کا ساتواں فرمانروا ۱۲۵۱ء سے ۱۲۸۱ء تک حکمران رہا۔ اس کا سال پیدائش رجب ۸۳۲ھ (اپریل ۱۴۲۹ء) ہے۔ ۱۴۴۴ء میں

(1) The Cambridge History of India, vol. IV p. 1-20

اپنے بھائی کے انتقال کے بعد تخت نشین ہوا۔ باقاعدہ تخت نشینی سے پہلے دؤ مرتبہ ادرونہ کا گورنرہ چکا تھا۔ یوں تو اس کی تمام عمر فلوحات ہی میں صرف ہوئی لیکن اس کی اصل فتح قسطنطنیہ کی فتح ہے جو ۱۲۵۳ء میں واقع ہوئی۔ ۳۔ مئی کو اس کا انتقال ہوا۔ وہ علوم و فنون کا بڑا قدردان تھا اس کے دربار سے متعدد ترکی شعرا کو وظیفے ملتے تھے۔<sup>(۱)</sup>

فاشرگوبا پور نادر فاشرگوے      باطن خود را بہ ظاہر فاشرگوے (صف ۳۵)  
 یہاں اشارہ محمد ظاہر شاہ والی افغانستان کی طرف ہے۔  
 محمد ظاہر شاہ ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوا۔ اپنے والد کے قتل کے بعد ۸۔ نومبر ۱۹۳۳ء کو تخت نشین ہوا۔

از نوائے سرمایہ فتح و ظفر      تخت احمد شاہ را شانے دگر (صف ۳۶)  
 پہلے مصرع میں اشارہ محمد نادر شاہ غازی کی طرف ہے اور دوسرے مصرع میں احمد شاہ سے احمد شاہ ابدالی مراد ہے۔  
 محمد نادر شاہ غازی ۱۰۔ اپریل ۱۸۸۰ء کو پیدا ہوا۔ ۱۹۲۹ء میں امان اللہ خان کے تخت چھوڑنے کے بعد نادر شاہ نے ہجہ سقہ کو شکست دی اور تخت نشین ہوا۔ ۱۹۳۳ء میں اس کو قتل کر دیا گیا۔  
 اس کے بعد اس کا لڑکا محمد ظاہر شاہ تخت نشین ہوا۔<sup>(۲)</sup>

(۱) ڈاکٹر محمد عزیز۔ دولت عثمانیہ ج ۱ صف ۱۰۳-۱۲۵

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۳ صف ۶۵۸-۶۵۹

(۲) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۶ صف ۵۵ طبع ۱۹۵۰ء



(طہم ششم مئی ۱۹۴۶ء)

ضرب کلمہ

خون رگہ معمار کی گری سے ہے تعمیر میخانہ حافظ ہو کہ بتخانہ بہزاد (صفہ ۱۳۱)  
 "بتخانہ بہزاد" کمال الدین بہزاد ایران کے مشہور ترین مصوروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ مختصر  
 تصاویر بنانے میں بڑا کمال رکھتا تھا۔ اس نے تیمور نامہ اور بوستان سعدی میں تصاویر بنائی تھیں۔  
 شاہ ایران اسماعیل صفوی اس کا قدردان تھا۔ بہزاد ۱۵۲۴ء میں زندہ تھا۔ بہزاد کے شاگردوں  
 میں شیخ زادہ خراسانی اور مظفر علی کو شہرت نصیب ہوئی۔ (۱)

خود ابوالہول نے یہ نکتہ سکھایا مجھ کو وہ ابوالہول کہ ہے صاحب اسرار قدیم  
 (صفہ ۱۴۶)

"ابوالہول" - مصری دیو مالا کی رو سے ابوالہول (Sphinx) ایک دیو ہیکل بت ہے۔  
 اس کی مختلف شکلیں بتائی گئی ہیں جن میں ایک سب سے زیادہ مشہور ہے اور جس کا خلیہ یہ  
 ہے۔ جسم شیر کا اور چہرہ انسان کا۔ یہ شکل قوت اور ذہانت کا مظہر خیال کی جاتی ہے۔ عرب  
 سیاح اور مورخ عبداللطیف نے اہرام مصر اور ابوالہول کے بارے میں نہایت دلچسپ اور پر از معلومات  
 باتیں فراہم کی ہیں۔ لیکن جدید تحقیقات نے عبداللطیف کے بیانات میں بہت کچھ ترمیم کر دی ہے۔  
 ابوالہول کا بت اہرام مصر سے ۱۸۰۰ فٹ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ بت تقریباً ۳۵۰۰ ق م میں بنایا  
 گیا تھا۔ (۲)

(۱) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۱ صفہ ۷۱۷

(۲) انسائیکلو پیڈیا امریکانا ج ۲۵ صفہ ۲۰۳ - ۲۰۴ مطبوعہ ۱۹۴۷ء

## ارمغان حجاز

(طبع سوم نومبر ۱۹۲۶ء)

تو اے بہا مان از عرب خیز      ز نعل مصریان موجی ہر انگیز

مکو فاروق را پیغام فاروق      کہ خود در فقر و سلطانی بہامیز (صفہ ۱۰۹)

"فاروق" - شاہ فاروق اول ۱۱ - فروری ۱۹۲۰ء کو پیدا ہوا۔ ۲۸ - اپریل ۱۹۳۶ء کو اپنے باپ کے انتقال کے بعد تخت نشین ہوا۔ حکومت کے انتظام کے لئے جتنی توجہ دے گا، وہی فاروق نے اتنی توجہ نہیں دی ہمیشہ پسندانہ زندگی گزارنے کا خوگر تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فوج اور عوام اس سے ہزار ہونے اور انہوں نے بغاوت کی اور اس کو ۲۶ - جولائی ۱۹۵۲ء کو ملک چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ ۱۸ - جون ۱۹۵۳ء کو مصر ایک جمہوریہ قرار دیا گیا۔ (۱)

ز شام ما ہرون آور سحر را      بہ قرآن باز خوان اہل نظر را

تو میدانی کہ سوز قرأت تو      دگر گون کرد تقدیر عمر را (صفہ ۱۳۳)

"دگر گون کرد تقدیر عمر را" یہاں اشارہ حضرت عمر کے اسلام لانے کی طرف کیا گیا ہے۔ قریش کے سربراہان اور وہ اشخاص جن میں ابوجہل اور حضرت عمر اسلام اور بانی اسلام کی دشمنی میں سب سے زیادہ سرگرم تھے اس لئے رسول کریم صلعم نے خصوصیت کے ساتھ انہیں دونوں کے لئے اسلام کی دعا فرمائی لیکن یہ دعا حضرت عمر کے حق میں قبول ہوئی اور اس کا اثر یہ ہوا کہ اسلام کا سب سے بڑا دشمن سب سے بڑا دوست اور سب سے بڑا جان نثار بن گیا یعنی حضرت عمر کا دامن دولت ایمان سے بھر گیا۔ تاریخ و سیر کی کتابوں میں حضرت عمر کی تفصیلات اسلام میں اختلاف ہے۔

ایک مشہور واقعہ جس کو عام طور پر ارباب سیر لکھتے ہیں یہ ہے کہ جب حضرت عمر اپنی انتہائی سختیوں کے باوجود ایک شخص کو بھی اسلام سے بد دل نہ کر سکے تو آخر کار مجبور ہو کر (نمود باللہ) خود بانی اسلام کے قتل کا ارادہ کیا اور تلوار کمر سے لگا کر سیدھے رسول اکرم کی طرف چلے۔ راستہ میں اتفاقاً نعیم بن عبداللہ مل گئے اور ان کے تہور دیکھ کر پوچھا خیر تو ہے

بولے محمد صلعم کا فیصلہ کرنے جاتا ہوں انہوں نے کہا پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو خود تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام لاجکے ہیں۔ فوراً لپکے اور بہن کے یہاں پہنچے وہ قرآن پڑھ رہی تھیں ان کی آٹھ پا کر چپ ہو گئیں اور قرآن کے اجزا جھپٹتے لیکن آواز ان کے کانوں میں پڑ چکی تھی۔ بہن سے پوچھا یہ کیا آواز تھی بولیں کچھ نہیں انہوں نے کہا میں سن چکا ہوں تم دونوں مرتد ہو گئے ہو یہ کہہ کر بہنوئی سے دست و گریبان ہو گئے اور جب ان کی بہن بچانے کو آئیں تو ان کو بھی مارا یہاں تک کہ ان کا جسم لہولہاں ہو گیا لیکن اسلام کی محبت پر ان کا کچھ اثر نہ ہوا بولیں عمر جو بن آئے کرو لیکن اسلام اب دل سے نہیں نکل سکتا۔ ان الفاظ نے حضرت عمر کے دل پر خاص اثر کیا بہن کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھا ان کے جسم سے خون جاری تھا دیکھ کر اور بھی رقت ہوئی فرمایا تم لوگ کچھ پڑھ رہے تھے مجھ کو بھی سناؤ۔ فاطمہ نے قرآن کے اجزا سامنے لاکر رکھ دیئے۔ اٹھا کر دیکھا تو یہ سورت تھی۔

سُبْحَ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَہُوَ الْعَزِیْزُ      جو مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے خدا کی تسبیح  
الحکمۃ      ۱/۵۷      کرتی ہے اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

ایک ایک لفظ پڑھ کر دل مرعوب ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے  
امنوا باللہ ورسولہ  
(تو) خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

تو یہ اختیار پکار اٹھے کہ اشعدان لالہ اللہ واشعدان محمد رسول اللہ

یہ وہ زمانہ تھا کہ رسول کریم ارقم کے مکان میں جو کوہ صفا کے نیچے واقع تھا پناہ گزین تھے حضرت عمر نے آستانہ مبارک پر پہنچ کر دستک دی چونکہ شمشیر بکف تھے صحابہ کو تردد ہوا لیکن حضرت امیر حمزہ نے کہا آئیے دو مخلصانہ آہا ہے تو بہتر ہے ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔ حضرت عمر نے اندر قدم رکھا تو رسول کریم خود آگے بڑھے اور ان کا دامن پکڑ کر فرمایا "کہوں عمر کمر ارادہ سے آئیے ہو؟"۔ نبوت کی بر جلال آواز نے ان کو کھپکا دیا۔ نہایت خضوع سے عرض کی کہ "ایمان لانے کے لئے" رسول کریم اور صحابہ نے یہ ساختہ اللہ اکبر کا نعرہ اس زور سے مارا کہ

مکہ کی تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں۔

یہیں روایت تھوڑے سے تغیر کے ساتھ دارقطنی حاکم ابولہلی اور بیہقی میں حضرت انس سے مروی ہے۔ (۱)

ہو مبارکہ اس شہنشاہ نکو فرجام کو جس کی قربانی سے اسرار ملوکیت میں فاش (صفحہ ۲۲ "شہنشاہ نکو فرجام" اشارہ ایڈورڈ ہشتم کی طرف ہے۔

ایڈورڈ ہشتم جارج پنجم کا سب سے بڑا لڑکا ۲۳۔ جون ۱۸۹۲ء کو پیدا ہوا۔ تعلیم آکسفرڈ میں پائی۔ ۱۹۱۰ء میں اس کو پرنس آف ویلز بنا دیا گیا۔ شاہ ایڈورڈ ہشتم کی مختصر حکومت میں بڑے بڑے کام انجام پذیر ہوئے۔ حکومت سنبھالنے کے کچھ دن بعد سے یہ خبر امریکی پریس میں اڑنے لگی کہ شاہ برطانیہ مسز سمپسن سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ مسز سمپسن امریکہ کے عوامی طبقہ سے تعلق رکھتی تھی۔ انگلستان کا قانون اس کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ ایڈورڈ نے محبت کو بادشاہت پر ترجیح دی اور تاج و تخت سے دستبردار ہو گیا۔ ۳۔ جون ۱۹۲۴ء کو اس نے اپنی محبوبہ سے شادی کی۔ یہ عورت (مسز سمپسن) اس سے قبل دو شوہروں کو طلاق دے چکی تھی اسی لئے حکومت برطانیہ کو اعتراض تھا لیکن شاہ کہتا تھا کہ جس عورت کو میں چاہتا ہوں اس کے بغیر حکومت نہیں کر سکتا۔ (۲)

(۱) مبین الدین ندوی - خلفائے راشدین صفحہ ۴۲-۵۳

(۲) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۸ صفحہ ۱۲-۱۸ مطبوعہ ۱۹۵۰ء

## باقیات اقبال

(طہم اول ۱۹۵۲ء)

ہاں سلام اے مولد ہوناسف گوتم، تجھے اب فضا تیری نظر آتی ہے نامحرم مجھے  
(صفحہ ۱۵۰)

"ہوناسف" بعض اہل علم کے نزدیک ہوناسف گوتم بدھ کا نام ہے۔ دوسروں کے خیال میں یہ مذہب  
صاہی کا بانی تھا۔ لفظ ہوناسف بہت کے معنی میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔<sup>(۱)</sup>

باب ششم

سیاسی تعلیمات

(طبع سوم ۱۹۲۸ء)

روز بیخودی

آن فلاسافت باطل پرست سرمہ او دہدہ مردم شکست (صف ۱۳۲)

"فلاسافت باطل پرست" اشارہ میکاؤلی کی طرف ہے۔

نکولو میکاؤلی ( Niccolò Machiavelli ) مشہور اطالوی سیاست دان اور مصنف

۳۔ مئی ۱۴۶۹ء کو مقام فلانس پیدا ہوا۔ اس کی ابتدائی زندگی اور تعلیم کی بابت بہت کم

معلوم ہے۔

میکاؤلی نے ارسطو فنیز ( Aristophanes ) کے نمونہ پر ایک طریقہ نظم ( Le

Maschere ) لکھی۔ اس نے ایک اور کتاب تاریخ فلانس کے نام سے مرتب کی۔ وہ صاحب

طرز ادیب تھا۔ اس کی تصانیف متعدد ہیں۔ ان سب سے مشہور کتاب ( Il Principe

(کتاب الملوک) ہے۔ اس میں میکاؤلی نے چند بنیادی مسائل پر اظہار خیال کیا ہے۔ اس نے

اخلاقیات کے مقابلہ میں سیاسیات کو غیر معمولی اہمیت دی ہے۔ اسی کتاب میں میکاؤلی نے اہل

اطالیہ کی زہون حالی کا صرف ایک حل تجویز کیا ہے اور وہ یہ کہ اطالیہ متحد ہو اور اس میں کوئی

طاقتور جابر پیدا ہو۔ میکاؤلی نے فطرت انسانی کا مطالعہ بڑی دقت نظر سے کیا تھا۔ وہ تمام

اشیا کے قدرتی اسباب پر زیادہ غور و خوض کرتا تھا یا پھر ان اسباب کو وہ قسمت سے متعلق کر

دیتا تھا۔ اس طرح اس نے ارسطو کے طریق فکر کو زندہ کیا۔ اس کے نزدیک صحت مند قومیت کا

انحصار اس بات پر ہے کہ انسان اپنے طور پر راست باز ہو۔ میکاؤلی کا عقیدہ تھا کہ مذہب سیاست

سے الگ کوئی اور چیز ہے۔ وہ عوام کو قوم کی روح خیال کرتا ہے لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی دیکھنا

چاہتا ہے کہ عوام سیاست دان کے ہاتھ میں کھلونا ہوں ان کی تمام ضروریات سیاست دان

کے قبضہ قدرت میں ہوں اور سیاست دان بھی کوئی جابر ہوا میکاؤلی کا انتقال ۲۰ جون ۱۵۲۷ء

کو ہوا۔

میکاولی کی تعلیم کا خلاصہ اختصار کے ساتھ اس طرح پیش کیا جا سکتا ہے کہ اس نے مذہب اور اخلاق کو سیاست سے خارج کر دیا وطن کی پرستش انسانوں کی زندگی کا جزو قرار دیا اور ارباب سیاست کو مذہب سے بے تعلق کر دیا۔<sup>(۱)</sup>

---

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۴ صفحہ ۵۴۵-۵۴۸

اقبال میکاولی کے اس عقیدہ سے سخت اختلاف کرتے ہیں کہ مذہب اور سیاست دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ انہوں نے تو صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ اگر مذہب کو سیاست سے الگ کر دیا جائے تو پھر وہ صرف غارتگری کا ایک آلہ بن کر رہ جاتا ہے۔

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے جنگیزی

خطاب بہ مصطفیٰ کمال پاشا ایدہ اللہ

(صفحہ ۱۶۱)

"مصطفیٰ کمال پاشا" - مصطفیٰ اتاترک ۱۲ - مارچ ۱۸۸۱ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۱ء میں فوج میں بھرتی ہوئے۔ دمشق میں فوجی خدمات انجام دینے کے بعد اتاترک کو مقدونیہ بھیج دیا گیا۔ وہ انجمن اتحاد و ترقی کے سرگرم کارکن رہے۔ ۱۹۱۱ء میں طرابلس پہنچ کر عربوں کی ایک باقاعدہ فوج تیار کی۔ ترکی کے پیرے درپے انقلابات کے بعد اتاترک نے ۱۹۲۰ء سے انگورہ کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ متعدد لڑائیوں میں بہ حیثیت سپہ سالار اعظم حصہ لیا اور خاصی کامیابی اور نیک نامی حاصل کی۔ ۱۹۲۴ء میں خلافت کو ختم کیا اور سلطان عبدالحمید خان کو جلا وطن کر دیا۔ سلطان کے بعد اتاترک کو ترکی جمہوریہ کا پہلا صدر تسلیم کیا گیا۔ مصطفیٰ کمال کے فوجی کارناموں میں قسطنطنیہ کو اتحادی فوجوں سے آزاد کرانا اور فتح سرنا کا واقعہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اتاترک کا انتقال استنبول میں ۱۰ - نومبر ۱۹۳۸ء کو ہوا۔<sup>(۱)</sup>

(صفحہ ۲۳۳)

#### جمعیت الاقوام

"جمعیت الاقوام" - جمعیت الاقوام (League of Nations) پہلی جنگ عظیم کے بعد معرض وجود میں آئی۔ اس غرض سے کہ دنیا کی تمام اقوام مل جل کر اپنے اختلافات بغیر جنگ کے طے کریں۔ کچھ عرصہ کے بعد ہی جمعیت الاقوام کا اثر کم ہونے لگا کیونکہ اس میں جو طاقتور اقوام تھیں وہ کمزور قوموں سے بڑی طرح تعاون نہیں کرتی تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۳۵ء میں جمعیت الاقوام ختم ہو گئی۔ جمعیت الاقوام کا صدر مقام جنیوا تھا۔ اب اس کی جانشینی کا حق تنظیم اقوام متحدہ (U. N. O.) انجام دے رہی ہے۔<sup>(۲)</sup>

(۱) انسائیکلو پیڈیا امریکانا ج ۱۶ صفحہ ۳۲۶-۳۲۷

شروع شروع میں اقبال کو مصطفیٰ کمال سے بڑی عقیدت رہی لیکن جون جون زمانہ گذرتا گیا وہ مصطفیٰ کمال کی لادینی اور مغربیت سے ہزار ہونے لگے۔

(۲) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۳ صفحہ ۸۲۹-۸۳۲ طہم ۱۹۵۰ء



(طہم یازدہم مارچ ۱۹۲۷ء)

ہانگ درا

ہے رہو وطن مازنی کے میدانوں جہاز پر سے تمہیں ہم سلام کرتے ہیں (صف ۱۲۹)

"مازنی" اشارہ اٹالیہ کے مشہور محب وطن گد سب مزی کی طرف ہے۔

کی سب مزی (Giacopo Mazzini) جیوا میں ۲۲۔ جون ۱۸۰۵ء کو پیدا ہوا۔

ابتدا ہی سے بڑا ہونہار تھا۔ ۱۹ سال کی عمر میں وکالت شروع کر دی تھی۔ ۱۸۲۱ء میں اس نے

اپنے ہم وطنوں کا حال زار دیکھ کر یہ تہیہ کر لیا کہ اپنے عزیز ملک اٹالیہ کو آزاد کرانا چاہیے

اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے اسے ادبی مشاغل ترک کرنے پڑے۔ ۱۸۲۹ء میں اس نے

ملک کی ایک سیاسی جماعت میں شرکت کی جو اس جماعت کی پرفریب جالوں کا یہ شکار ہوا اور اس کو

قید برداشت کرنی پڑی۔ جون ہی یہ قید سے رہا ہوا اس نے اٹالیہ کے نوجوانوں کی ایک جماعت

بنائی جس کا واحد مقصد اپنے ملک کو آزاد کرانا تھا۔ اس نے ملک کی آزادی کی خاطر بڑے بڑے

مصائب برداشت کئے۔ بالآخر اٹالیہ کو آزاد کرانے میں کامیاب ہوا۔ ۱۰۔ مارچ ۱۸۷۲ء کو انتقال

کیا۔ مزی کا نام اٹالیہ کی جنگ آزادی کے سلسلہ میں سنہری حروف میں لکھا جاتا ہے۔<sup>(۱)</sup>

(صف ۲۸۶)

اسپیری

یہ نظم علامہ اقبال نے اس وقت سپرد قلم کی جب کہ دسمبر ۱۹۱۹ء میں علی برادران

(مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی) قید فرنگ سے آزاد ہو کر امرتسر پہنچے اور ان کی تشریف

آوری کے موقع پر خلافت کمیٹی کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔

(صف ۲۸۶)

دربوزہ خلافت

پہلی جنگ عظیم میں ترکوں کو عربوں کی غداری کی وجہ سے شکست و اشرارستانی پڑی چنانچہ

انہوں نے غیر مشروط طور پر اتحادیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ انگریزوں نے ہندی مسلمانوں

سے جو وعدے کئے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ترکی سالمیت بہر طور برقرار رکھی جائے

کی اگرچہ عمل اس کے برعکس ہوا۔ ترکی کی اس تباہی پر تمام ہندوستان میں صف ماتم بچھ گئی مسلمانوں نے تمام ملکہ میں احتجاجی جلسے کئے اور اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ ان جلسوں کے بعد دسمبر ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں خلافت کانفرنس کا اجلاس ہوا اور یہ طے پایا کہ جنوری ۱۹۲۰ء میں انگلستان کو ایک وفد روانہ کیا جائے چنانچہ وفد روانہ کیا گیا لیکن آٹھ ماہ کے بعد وفد ناکام واپس ہوا۔ علامہ لاہال نے اپنی دور رس نگاہوں سے بھانپ لیا تھا کہ حکومت برطانیہ جو خود زوال خلافت کی سب سے زیادہ آرزومند ہے وہ بھلا کب وفد کے مطالبات پر توجہ کرے گی۔ اس لئے انہوں نے یہ مبلغ نظم تحریر کی -

یہ آیہ نوحیل سے نازل ہوئی مجھ پر گیتا میں ہے قرآن تو قرآن میں گیتا (صفحہ ۲۲۲) ۱۹۲۲ء میں گاندھی جی نے جیل سے ایک مضمون اشاعت کی غرض سے اپنے اخبار کے لئے تحریر کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن اور گیتا کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دونوں کتابوں کی تعلیم یکساں ہے اس لئے اسلام اور ہندو مذہب دونوں سچے ہیں۔ گویا گاندھی جی نے "وحدت ادیان عالم" کا سبق دہرا کر اسلام کی برتری پر ایک کاری ضرب لگائی۔ اس کے بعد ملکہ میں کئی اور حضرات نے اس قسم کی کتابیں لکھیں۔ اقبال نے اس کے مضمر اثرات کو محسوس کیا اور یہ اشعار لکھے۔

---

(۱) سید طفیل احمد منگلوری علیہ السلام - مسلمانوں کا روشن مستقبل - مطبوعہ نظامی پریس ہدایوں

سید السادات مولانا جمال زندہ از گفتار او سنگ و سقال (صفحہ ۶۵)

"جمال" - اشارہ جمال الدین الحسینی کی طرف ہے۔

مولانا سید جمال الدین افغان شعبان ۱۲۵۲ھ (۱۸۳۹ء) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد

سید صفدر اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے۔ افغان کے مولد کیے بارے میں دو مختلف رائیں ہیں۔

کچھ لوگ ان کو ایرانی نژاد مانتے ہیں بعض کی رائے میں وہ افغانستان میں پیدا ہوئے تھے۔

انیسویں صدی میں مسلمانوں کی سیاسی اور اخلاقی ابتوری سے ان کو سخت صدمہ ہوا۔ اور انہوں

نے اپنی تمام عمر مسلمانوں کے جمود و تعطل کو دور کرنے میں صرف کی اور اتحاد اسلام (Pan-

Islamism) میں مسلمانوں کی فلاح کا راز پایا۔ ۱۸ برس کی عمر میں وہ ہندوستان آئے پھر

حج کو چلے گئے ۱۸۵۸ء میں پھر افغانستان حکومت سے متعلق ہو گئے۔ ۱۸۶۹ء میں دوسری بار

ہندوستان آئے۔ یہاں سے مصر گئے۔ ۱۸۷۰ء میں استنبول پہنچے۔ وہاں علی شاہ نے ان کا

استقبال کیا اور "انجمن دانش" کا رکن بنایا۔ وہاں سے وہ مصر چلے گئے جہاں ریاض پاشا نے

ان کا خیر قدم کیا۔ وہاں انہوں نے ۱۸۷۱ء سے ۱۸۷۶ء تک فلسفہ اور دینیات کا درس دیا۔ وہ

جس ملک میں جاتے وہاں کا حکمران طبقہ شروع میں ان کا خیر مقدم کرتا بعد کو مخالف ہو جاتا۔

علما ان کے اجتہادی رجحانات سے خائف تھے۔ ان مخالفتوں کی بنا پر وہ کسی ایک ملک میں جم

کر نہ بیٹھ سکے۔ انہوں نے انگلستان فرانس جرمنی روس امریکہ وغیرہ کی سیر کی تھی اور مغربی

تہذیب کا مطالعہ کیا تھا۔ پھر سے انہوں نے اپنا رسالہ "مروۃ الوثقی" جاری کیا۔ ان کے شاگردوں

میں مفتی محمد عہدہ کو خاص مرتبہ حاصل ہے۔ ۹- مارچ ۱۸۹۷ء کو استنبول میں انتقال کیا ۱۹۲۰ء

(۱)

میں ان کے جسد خاکی کو ترکی سے افغانستان منتقل کر دیا گیا۔

(۱) قاضی محمد عبدالغفار - آثار جمال الدین افغانی - مطبوعہ انجمن ترقی اردو ہند

رضا ہمدانی - حیات جمال الدین افغانی - مطبوعہ لاہور۔

انسائیکلو پیڈیا اسلام ج ۱ صفحہ ۱۰۰۸-۱۰۱۱

(صفہ ۶۵)

ترک سالار آن حلیم درد مند فکر اور مثال مقام اور بلند

"حلیم"۔ مراد سعید حلیم پاشا سے ہے۔

سعید ترکی سیاستدان حلیم پاشا کا لڑکا اور محمد علی کا پوتا موجودہ مصری حکومت کا بانی قاہرہ میں پیدا ہوا۔ ترکی اور جینیوا میں تعلیم حاصل کی۔ چونکہ اسے نوجوان ترک تحریک سے ہمدردی تھی اس لئے جلاوطن کیا گیا۔ بعد ازاں اس نے اپنا رابطہ برس کی (Committee of Union and Progress) سے پیدا کر لیا۔ ۱۹۰۸ء کے انقلاب کے بعد استنبول واپس ہوا اور سینیٹ کا رکن بنایا گیا۔ ۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۸ء تک مختلف عہدوں پر مامور رہا۔ ۱۲۔ جون ۱۹۱۳ء کو وزیر اعظم بنایا گیا۔ اپنے عہد وزارت میں سعید حلیم نے رفاہ عام کے لئے نمایاں خدمات انجام دیں۔ اس نے یونانیوں سے خوشگوار تعلقات رکھنے کی کوشش کی۔ سعید حلیم پاشا ترک جرمن اتحاد کا علمبردار تھا باہن ہمہ ترکی کو پہلی جنگ عظیم میں غیر جانبدار رکھنا چاہتا تھا۔ جنگ عظیم میں ترکی کی شرکت کی بنا پر استعفیٰ دے دیا استعفیٰ منظور نہیں کیا گیا۔ بالآخر فروری ۱۹۱۷ء تک وزارت کا کام چلایا۔ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو سعید حلیم کو انگریزوں نے مالٹا میں قید کیا ۱۹۲۱ء میں اس کو رہا کیا گیا۔ بعد ازاں ۶۔ دسمبر ۱۹۲۱ء کو روم میں قتل کیا گیا۔<sup>(۱)</sup>

(صفہ ۲۱۱)

پہلوی آن وارث تخت قباد ناخن اور عقدہ ایران کشاد

"پہلوی"۔ اشارہ رضا شاہ پہلوی کی طرف ہے۔

رضا خان نام تھا۔ ۱۸۷۷ء میں ایک فوجی افسر کے ہاں پیدا ہوا۔ ۱۹۱۷ء میں تہران پہنچا ۱۹۲۱ء میں چار ہزار فوج کے ساتھ تہران پر قبضہ کیا۔ بعد ازاں ایران کی فوج کا سپہ سالار اعظم مقرر ہوا۔ ۱۹۲۳ء میں وزیر اعظم کے عہدہ پر فائز ہوا اور ۱۹۲۵ء میں ایران کا شہنشاہ تسلیم کیا گیا۔ اس طرح ایران کی شہنشاہیت پہلوی خاندان میں منتقل ہوئی۔ اگست ۱۹۳۱ء میں ہرطا نہ

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۹ صفہ ۸۱۸

اور روس نے ایران میں فوجیں داخل کر دیں کہ کہیں ایران پر جرمنی کا قبضہ نہ ہو جائے  
 چنانچہ رضا خان کو تخت چھوڑنا پڑا۔ رضا کے بعد اس کا لڑکا محمد رضا پهلوی تخت نشین ہوا۔  
 (۱)  
 رضا خان کا انتقال ۲۶ جولائی ۱۹۲۲ء کو ہوا۔

---

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۱ صفحہ ۳۳۹ طبع ۱۹۵۰ء

ہال جہریل

(طہم دوم مئی ۱۹۲۱ء)

رشی کے قانون سے ٹوٹا نہ بوجھن کا طلسم

عما نہ ہو تو کلیں ہے کار ہے بنیاد (صفہ ۱۰۲)

"رشی" - رشی کا اشارہ مہاتما گاندھی کی طرف ہے۔

بوجھن داس کریم چند گاندھی ۱۲ - اکتوبر ۱۸۶۹ء کو کاٹھیاواڑ کے ایک مقام پوربندر میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا پوربندر کی ریاست کے دیوان تھے۔ گاندھی جی ۱۷ سال کی عمر میں میٹرک پاس کرنے کے بعد ولایت گئے اور وہاں سے بیروٹری کا امتحان پاس کر کے راج کوٹ واپس آئے جہاں ان کے والدین رہتے تھے۔ ۱۸۹۳ء میں ایک مقدمہ کی پیروی میں ان کو جنوبی افریقہ جانا پڑا اور اس طرح ان کی افریقہ کی زندگی کا آغاز ہوا۔ افریقہ میں انہوں نے ہندوستانیوں کے حقوق کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا اور اپنے مقدور بھر ان کی خدمت کی۔ افریقہ سے واپس پر انہوں نے ہند کی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا۔ تحریک عدم تعاون تحریک خلافت انڈین نیشنل کانگریس وغیرہ میں نمایاں کام کیا۔ گاندھی جی کی حکمت عملی کا بنیادی تصور عدم تشدد تھا۔ وہ ہر قسم کی مشکلات کا مقابلہ اپنی اس حکمت عملی سے کرتے تھے۔ انہوں نے ملک کی آزادی کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ گاندھی جی سیاسی تحریکوں میں حصہ لینے کی وجہ متعدد بار گرفتار ہوئے۔ ان کی زندگی کا بڑا قیمتی وقت جیلوں میں گزرا۔ ملک کی تقسیم کے بعد ایک کڑھندو نے ان کو دلی میں ۳۰ - جنوری ۱۹۴۸ء کو ہلاک کر دیا۔ مہاتما گاندھی بلاشبہ ہندو قوم کے مسلمہ لیڈر تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں اچھوتوں کے لئے بھی بڑا کام کیا۔ وہ تمام عمر اچھوتوں کی فلاح و بہبود کے لئے کوشاں رہے اور اسی سلسلہ میں ایک مرتبہ انہوں نے ذات پات کی تفریق کو مٹانے کے لئے ہوت رکھا مگر اس کے باوجود برہمنوں نے یہ تفریق بدستور قائم رکھی اور گاندھی جی کے ہوت کا کوئی اثر نہ ہوا۔

(۱)

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۰ صفہ ۱۵

C.F.Andrews- Mahatma Gandhi's Ideas  
Romain Rolland- Mahatma Gandhi.

بینٹو مسلوینی ( Benito Mussolini ) اٹالیہ کے صوبہ فارلی کے ایک

قصبہ میں ۲۹-جولائی ۱۸۸۳ء کو پیدا ہوا۔ مسلوینی اٹالیہ کا وزیر اعظم اور امر مطلق تھا۔

اس نے اپنی تعلیم کا زمانہ بڑی دشواریوں کے ساتھ پورا کیا۔ اس نے کچھ عرصہ اونتی (Avanti)

نامی رسالہ کی ادارت کی اس رسالہ کا مقصد صرف حکومت کی خرابیاں بیان کرنا تھا۔ پہلی جنگ

عظیم میں مسلوینی اتحادیوں کے ساتھ رہا جنگ ختم ہونے پر اٹالیہ میں اشتراکیت کی تحریک بڑے

زوروں پر پھیل گئی۔ مسلوینی نے سختی کے ساتھ اس تحریک کو ختم کیا اور ایک نئی تحریک کا آغاز

کیا جسے فاشزم ( Fascism ) کہتے ہیں۔ جس طرح اشتراکیت ایک عوامی تحریک تھی

اسی طرح فاشزم ایک غیر عوامی تحریک تھی فاشزم کی تحریک مارچ ۱۹۱۹ء میں عالم وجود میں آئی

اور اس تحریک کا مرکز میلان ( Milan ) تھا۔ مسلوینی نے ملک کی حالت کو سدھارا اور آخر کار

اہل اٹالیہ کا سردار بن گیا۔ ۳۰-اکتوبر ۱۹۲۲ء کو وزیر اعظم مقرر ہوا۔ وزارت سنبھالنے ہی اس نے

ملک کی اقتصادی حالت درست کرنے کے بعد اصلاحات شروع کیں۔ اس دوران میں ایک بڑی تعداد اس

کی مخالف بن گئی۔ اس مخالفت کے باوجود مسلوینی ۲۵-جولائی ۱۹۲۳ء تک وزارت کے عہدہ پر فائز

رہا۔ بالآخر دوسری جنگ عظیم میں اتحادیوں کی فتح نے اس کو مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا کیونکہ

وہ محوری طاقتوں کے ساتھ تھا اور محوری طاقتیں شکست کھا چکی تھیں۔ ۲۶-اپریل ۱۹۴۵ء کو

(۱)

مسلوینی گرفتار ہوا اور دو روز کے بعد عدالت میں اسے سزا سنائی گئی۔

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۶ صف ۲۸-۳۱

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱ صف ۱۰۱-۱۰۶ مطبوعہ ۱۹۵۰ء

C.F. Andrews- Mahatma Gandhi's Ideas  
Romain Rolland- Mahatma Gandhi.

(طبعہ ششم مئی ۱۹۲۶ء)

ضرب کلیم

(صفحہ ۱۲۱)

ابن سینا

جب ۱۸۔ اگست ۱۹۳۵ء کو اخباروں میں یہ خبر شائع ہوئی کہ اٹلی نے بلا وجہ ابن سینا

پر حملہ کر دیا ہے تو علامہ اقبال کو بہت افسوس ہوا اور انہوں نے اپنے تاثرات قلبی کا اظہار

اس نظم (ابن سینا) کی صورت میں کیا۔



(نقش اول جنوری ۱۹۵۲ء)

رخت سفر

گاندھی سے ایک روز یہ کہتے تھے مالوی

کمزور کی کہند ہے دنیا میں نارسا

(صفحہ ۱۳۷)

"مالوی" اشارہ پنڈت مدن موہن مالوی کی طرف ہے۔

پنڈت مدن موہن مالوی نے ہندوستان کی آزادی کے سلسلہ میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ انہیں گاندھی جی کی حکمت عملی سے اتفاق تھا۔ وہ آزادی عدم تشدد کے ذریعہ حاصل کرنے کے قائل تھے۔ پنڈت مالوی ہندوستان کے ماہرین تعلیم میں شمار ہوتے تھے۔ ان کی تعلیمی خدمات بھی ہندو قوم کے لئے کسی سے کم نہیں۔ وہ بنارس ہندو یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی رہے۔ انتقال نومبر ۱۹۲۶ء میں کیا۔

لندن کے جرج نادرہ دن سے پہاڑ پر اتنے مسیح بن کے محمد علی جناح (صفحہ ۱۴۲)

"محمد علی جناح"۔ محمد علی جناح ۲۵۔ دسمبر ۱۸۷۶ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ یہ کراچی کی خوجہ جماعت کے ایک مشہور تاجر خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ مشن ہائی اسکول کراچی سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۸۹۲ء میں لندن پہنچے جہاں آپ نے لنکن ان (Lincoln Inn) سے چار سال کی مدت میں قانون کی تعلیم حاصل کی اور ۱۸۹۶ء میں امتیاز کے ساتھ بیرسٹری کی ڈگری حاصل کی۔ بیرسٹری کا ابتدائی زمانہ بڑی تنگدستی میں بسر کیا لیکن اپنے بلند عزائم پر قائم رہے اور کبھی جدوجہد سے منہ نہ موڑا۔ بالآخر مقدمات میں کامیاب ہوئے لگے۔ اسی طرح وہ دس سال تک ایک معمولی بیرسٹر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کا شمار ملکہ کے ممتاز بیرسٹروں میں ہونے لگا۔ ان کا سیاسی شعور اسی زمانہ میں بیدار ہو چکا تھا جب وہ لندن میں بیرسٹری کی تعلیم پا رہے تھے۔ شادی بھی ان کے ایک مشہور گھرانے میں کی۔ بیگم جناح کے بعد ان کی ہمیشہ مر فاطمہ جناح نے امور خانہ داری کی ذمہ داری سنبھال لی۔ ان کی سیاسی زندگی ایک قوم پرست کی حیثیت سے شروع ہوئی۔ بعد ازاں ۱۹۱۳ء

میں انہوں نے مولانا محمد علی مرحوم اور سید وزیر حسین کی استدعا پر مسلم لیگ میں شرکت قبول کر لی اور اس کے باقاعدہ ممبر بن گئے۔ مسلم لیگ کو زندگی آپ ہی کی شہانہ روز کوششوں سے حاصل ہوئی۔ دس سال مسلم لیگ کے صدر رہے۔ مسلم قوم نے ان کی خدمات کے پیش نظر ان کو قائد اعظم کہا۔ ۱۹۴۰ء میں لاہور کے ایک اجلاس میں لیگ نے پاکستان کی قرار داد منظور کی۔ کانگریس نے اس قرار داد کی مخالفت پوری شد و مد کے ساتھ کی۔ آخر کار مجبور ہو کر اس کو قبول کیا اور ملک کی تقسیم ۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء کو عمل میں آئی اور پاکستان معرض وجود میں آیا۔ قائد اعظم محمد علی جناح اس ملک کے پہلے گورنر جنرل مقرر ہوئے۔ ابھی وہ گورنر جنرل ہی تھے کہ ۱۱۔ ستمبر ۱۹۴۸ء کو داعی اجل کو لبیک کہا اور کراچی میں مدفون ہوئے۔<sup>(۱)</sup>

---

(۱) صفیہ سلطانہ انور - قائد اعظم مہر، نظر میں -

(طبع سوم ۱۹۲۸ء)

باب ہفتم

اقبال کے کلام میں شعرائے مشرق و مغرب کا ذکر

اسرار خودی

(صفحہ ۷)

دفتر سر بستہ اسرار علوم

باز ہر خوانم ز فیض پیر روم

"پیر روم" آپ کا نام محمد اور لقب جلال الدین تھا۔ والد کا نام بہاؤ الدین تھا جو سلطان الملک

کے نام سے مشہور تھے آپ کا مولد بلخ تھا ۶- ربیع الاول ۶۰۲ھ (۳۰- ستمبر ۱۲۰۷ء) آپ کا

سال ولادت ہے۔ رومی نے ابتدا میں تعلیم اپنے والد سے حاصل کی پھر دیگر اساتذہ کی طرف

رجوع ہوئے آپ نے حصول علم کے لئے مختلف مقامات کے سفر کئے ۱۸ سال کی عمر میں تکمیل کا درجہ

حاصل کیا۔ جب شمس تبریزی جو بابا کمال الدین کے خلیفہ تھے اپنے پیر کے ایما سے قونہ جاکر

مولانا سے رومی سے ملے تو مولانا نے ان سے فیض حاصل کیا اس سے پہلے مولانا پر علوم ظاہری کا جو

رنگ غالب تھا اس کے بعد ان اشغال میں کمی آگئی اور شمس تبریزی کی صحبت کے سوا کوئی شے ان کو

بھلی نہ معلوم ہوئی تھی اب محویت اور استغراق کا غلبہ ہو گیا کئی کئی دن بلا خور و نوش سماع

کی کیفیت میں گذر جاتے۔ بالآخر ۵- جمادی الثانی ۶۷۲ھ (۱۷- ستمبر ۱۲۷۳ء) کو بمقام قونہ

انتقال کیا۔ رومی کا دیوان خطوط کا مجموعہ اور مثنوی ان کی زندہ جاوید تصانیف ہیں۔ مثنوی

کی مقبولیت کا کچھ اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کو عہدِ قرونِ در زمان پہلوی

کہا گیا ہے۔ مثنوی کے مختلف زبانوں میں ترجمے بھی ملتے ہیں جو اس کے قبول عام کا بین ثبوت

ہیں۔ اقبال کو رومی سے والہانہ عقیدت تھی اسی لئے وہ کہیں ان کو پیر رومی اور کسی جگہ

میرشد رومی کہتے ہیں۔<sup>(۱)</sup>

(صفحہ ۱۰)

خرمن از صد رومی و عطار کرد

نذر کشت و آفتاب اہلار کرد

(۱) شبلی۔ سوانح مولوی روم

آقای دکنو، رضا زادہ شفق۔ تاریخ ادبیات ایران صفحہ ۱۲۱-۱۲۷

E.G.Btowne-A Litary History of Persia, vol.II pp. 515-525

"عطار"۔ اصلی نام محمد لقب فرید الدین اور عطار تخلص تھا جو دوا سازی کے پیشے کی نسبت سے اختیار کیا تھا۔ آپ بمقام شاد باج جو نیشاپور کا ایک گاؤں ہے ۵۱۳ھ (۱۱۱۹ء) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شمار اکابر صوفیہ میں ہے۔ معرفت اور تصوف میں بہت سی تصانیف ہیں۔ آپ نے طویل عمر پائی۔ نیشاپور کے قتل عام میں جو چنگیز خان کے حکم سے ہوا تھا ۲۶۔ اپریل ۱۲۳۰ء کو شہید ہوئے۔ عطار کی چند مشہور تصانیف کے نام یہ ہیں۔ نید نامہ الہی نامہ اور منطق السطر۔ ان کے علاوہ نثر میں تذکرۃ الاولیاء بھی عطار کی تصنیف ہے۔ عطار فارسی کے ممتاز شعرا میں سے ہیں۔ رومی جیسا شاعر و صوفی ان کے کمال شاعری کا معترف ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

ع ما از پیئے سنائی و عطار آمدیم<sup>(۱)</sup>

کشفہ انداز ملا جامیم نظم و نثر او علاج خامیم (صف ۲۲)

"جامی"۔ نور الدین عبدالرحمن جامی فارسی کے مشہور صوفی اور شاعر تھے۔ ولادت ۲۲۔ شعبان ۸۱۷ھ (۷۔ نومبر ۱۴۱۲ء) کو ہرات کے قریب موضع جام میں واقع ہوئی۔ اسی مناسبت سے انہوں نے اپنا تخلص جامی رکھا۔ جامی نہایت خوش خلق اور شریف الطہم انسان تھے۔ ان کی وسعت معلومات کا حال یہ تھا کہ اس زمانے میں کوئی دوسرا عالم ان کا مد مقابل نہ تھا۔ سلطان ابوسعید مرزا سے ان کے تعلقات نہایت دوستانہ تھے جو اس کے مرتے دم تک قائم رہے۔ جامی کثیر التصانیف تھے۔ ان کو بہت وقت فارسی نظم و نثر پر بڑی قدرت تھی اور اس کے ساتھ عربی کے ایک جید عالم تھے۔ جامی کی بعض مشہور تصانیف کے نام یہ ہیں ہفت اورنگ (سات مثنویاں) اور کلیات قصائد و غزلیات۔ ان کے علاوہ نفحات الانس، بہارستان لوائح جامی شواہد النبوة اور شرح ملا جامی مقبول عام ہیں۔ سال وفات ۱۸۔ محرم ۸۹۱ھ (۶۔ نومبر ۱۴۸۶ء) ہے۔<sup>(۲)</sup>

(۱) شہلی - شعر العجم ج ۲ صف ۸-۱۶

E.G.Browne- A Literary History of Persia, vol.II pp.507-514

(۲) آئی ڈی دکنر رضا زادہ شفق - تاریخ ادبیات ایران صف ۳۲۰-۳۲۸

E.G.Browne-A Literary History of Persia, vol. III pp. 507-548

خسرو شیرین زبان رنگین بیان      نغمہ      ہائشراز ضمیر کن فکان      (صفہ ۲۸)

"خسرو" - خواجہ ابوالحسن امیر خسرو ہندوستان کے نہایت مشہور صوفی شاعر تھے۔ ان کا لقب طوطی ہند تھا۔ انہوں نے بہت سے سلاطین دہلی کے ہاں ملازمت کی اور درباری شاعر رہے۔ ان کے والد امیر سیف الدین لاجپن قوم کے ترکہ تھے جو بلخ سے ہندوستان آئے تھے۔ امیر خسرو پشمالی ضلع ایٹہ میں ۱۲۵۲ء میں پیدا ہوئے۔ آٹھ سال کی عمر میں سایہ پداری سر سے اٹھ گیا۔ تربیت و تعلیم ان کے نانا عباد اللہ کے زیر کی۔ ۹ سال کی عمر میں شاعری شروع کی دی تھی۔ ان کے کلام میں ایک خاص قسم کا سوز و گداز پایا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ ان کے پیارے محبوب الہی نظام الدین اولیا کی دعا کا اثر تھا۔ امیر خسرو کو اپنے پیارے سے بڑی عقیدت تھی اور پھر بھی بدرجہ غایت ان سے محبت کرتے تھے۔ امیر خسرو کا انتقال ستمبر ۱۳۲۵ء میں ہوا اور محبوب الہی کے مزار کے قریب دلی میں دفن ہوئے۔ ان کی بعض مشہور تصانیف یہ ہیں۔ غرۃ الکمال اشت بہشت آئینہ سکندری اعجازی خسروی خزائن الفتوح لیلی مجنون مطہم الانوار قرآن السعدین نہ سپہر شیرین خسرو اور تغلق نامہ۔ امیر خسرو کی بعض تصانیف کا دوسری زبانوں میں ترجمہ بھی کیا جا چکا ہے۔ وہ اپنی قادر الکلامی کی وجہ سے فارسی شاعری میں ایک ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ (۱)

"خوشتر آن باشد کہ سر دلبران      گفتہ آید در حدیث دیگران"      (صفہ ۶۰)

یہ شعر روی کا ہے۔

"درد رونم سنگ و اندر سنگ نار      آب را بر نار من نبود گزار"      (صفہ ۶۸)

روی کا اصل شعر یوں ہے۔

(۱) شبلی - بیان خسرو

شبلی - شعرا المعجم ج ۲ صفہ ۱۰۷-۱۱۵

آقای دکن، رضا زادہ - شفق - تاریخ ادبیات ایران صفہ ۲۸۹-۲۹۲

Professor Mohammad Habib - Hazrat Amir Khusran of Delhi.

سنگ و آہن در درون دارند نار۔ آپ را ہر نارشان نبود گزار  
 چیست یاران بعد ازین تدبیر ما رخ سوئے میخانہ دارد پیر ما (صفہ ۷۹)  
 یہ شعر خواجہ حافظ کی "مندر جہ ذیل شعر سے ماخوذ ہے۔  
 دوش از مسجد سوی میخانہ آمد پیر ما چیست یاران طریقت بعد ازین تدبیر ما  
 " ہر کسے از ظن خود شد یار من از درون من نجست اسرار من" (صفہ ۸۸)  
 یہ شعر رومی کا ہے۔

(طہم سوم ۱۹۴۸ء)

رموز پیخودی

باز خوانم قصہ پارینہ ات تازہ سازم داغہائے سینہ ات (صفہ ۹۵)

اس شعر کا مضمون مندرجہ ذیل شعر سے لیا گیا ہے۔

تازہ خواہی داشتن گرداغہائے سینہ را

گاہ گاہے باز خوان این قصہ پارینہ را

"نککہ ہا چون تیغ فولاد است تیز گونی نہیں ز پیش ما گریز" (صفہ ۱۰۰)

یہ شعر روی کے ہاں اس طرح ہے۔

نککہ ہا چون تیغ فولاد است تیز گونداری تو سپر واپس گریز

امش در حوز دیوار حرم نعرہ زن مانند شیوان در اجم (صفہ ۱۱۶)

یہ شعر قصیدہ بردہ کے مندرجہ ذیل شعر سے ماخوذ ہے۔

احل امتہ فی حوز ملتہ کاللیت حل ما الاشمال فی اجم

یعنی یہ کہ رسول کریم نے اپنی قوم کو اپنے دین کے مضبوط قلعے میں اتارا جیسے شیوان نے مجون

کو ساند لے کر اپنی کچھار میں فروکش ہوتا ہے۔

رونق از ما محفل ایام را اورسل را ختم و ما اقوام را (صفہ ۱۱۸)

یہ شعر قصیدہ بردہ کے اس شعر سے ماخوذ ہے۔

لما دعا اللہ داعینا لطاعتہ یا کرام الرسل کما اکرم الامم

مطلب یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول کریم کو جو ہمیں اللہ کی اطاعت کی طرف بلاتے ہیں سب

رسولوں کا سردار کہہ کر پکارا تو ہم (قدرتی طور پر) سب قوموں کے سردار ہوئے۔

بہر حق در خاک و خون غلطیدہ است پس پنائے لالہ گردیدہ است (صفہ ۱۲۴)

"لالہ" اشارہ اس مشہور رباعی کی طرف ہے۔

شاہ است حسین و پادشاہ است حسین دین است حسین و دین پناہ است حسین

سرداد و نداد دست در دست یزید حقا کہ پنائے لالہ است حسین

پیش پیغمبر جو کعب پاک زاد      ہدیہ آورد از ہانت سعاد

در ثنا پیش گوهر شب تاب سفت      سیف مسلون از سیوف الہند گفت (صف ۱۲۹)

"کعب"۔ کعب بن زہیر عرب کے مشہور شاعر رسول اکرم کو بہت اذاد یا کرتے تھے فتح مکہ کے بعد مکہ سے بھاگ کر طائف چلے گئے تھے۔ وہاں سے قصیدہ ہانت سعاد لکھ کر رسول کریم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنی بچھلی غلطیوں کی معافی مانگی آپ نے کعب کو معاف کر دیا اور قصیدے کے صلے میں اپنی چادر مبارک عطا فرمائی۔ اس قصیدے میں کعب بن زہیر نے رسول اکرم کو ہندوستان کی تلواروں میں سے ایک کھنچی ہوئی تلوار سے تشبیہ دی چونکہ رسول کریم اپنی ذات کو کسی خاص ملک سے وابستہ کرنا پسند نہیں فرماتے تھے کیونکہ آپ ساری دنیا کے ہادی ہیں اس لئے آپ نے کعب سے ارشاد فرمایا کہ سیف من سیوف الہند کے بجائے "سیف من سیوف اللہ" کہو۔ قصیدہ ہانت سعاد حضور اکرم کے دیوہو اور صحابہ کی موجودگی میں پڑھا گیا تھا۔ یہ قصیدہ رسول کریم کو بہت پسند آیا۔ اس قصیدے میں ۵۷ اشعار ہیں۔ اس کی مختلف زبانوں میں شرحیں بھی موجود ہیں۔ کعب بن زہیر صاحب دیوان اور بڑے بزرگ شاعر تھے عبدالحق نے اپنی کتاب الاستیعاب میں کعب کی بزرگوئی کا ذکر کیا ہے۔ قصیدہ ہانت سعاد اس طرح شروع ہوتا ہے۔

ہانت سعاد فقلبی الیوم متبول      مہم عندہا لم یفد مکبول (۱)

میری محبوبہ (سعاد) مجھ سے جدا ہوگئی اس لئے میرا دل آج ہر قسم کی خوشی سے محروم ہے اس کی جدائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں اس غلام کی مانند ہوں جو ذلیل و خوار ہو اور اس کا فدیہ کسی نے ادا نہ کیا ہو۔

آتش از شعر عراقی در دلش      در نی سازد ہقرآن محفلش (صف ۱۴۲)

(۱) یوسف الیان سرکیم۔ معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ صف ۱۵۶۲

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۲ صف ۵۸۲



"عراقی"۔ ہوا نام شیخ فخرالدین ابراہیم ہے۔ ہمدان کے نواح میں پیدا ہوئے۔ صفر سنہ میں قرآن حفظ کیا ہمدان کے لوگ ان کی خوش گلوئی پر فریفتہ تھے ۱۷ سال کی عمر میں ہمدان کے مدرسے سے بدقولات منقولات پڑھ کر فارغ ہوئے۔ ایک روایت یہ ہے کہ وہ ہمدان سے بغداد آئے اور شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں رہ کر روحانی تعلیم پائی اور ان سے شرف بیعت حاصل کیا اور ان کے پاس پوسون عبادت و ریاضت کرتے رہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے اسی مدت میں ان کو عراقی تخلص عطا فرمایا اور عندوستان جانے کا حکم دیا۔ یہاں پہنچ کر وہ شیخ بہا الدین زکریا کی خدمت میں ملتان آئے اور ان کے فیض صحبت سے روحانی اور باطنی دولت حاصل کی۔ وفات کے وقت عمر ۸۸ سال کی تھی۔ میخانہ ۱ اور نفحات الانس میں سال وفات ۶۸۸ھ (۱۲۸۹ء) درج ہے۔ عراقی کی تصانیف میں لمعات کے علاوہ ایک مثنوی اور ایک دیوان بھی ہے۔ مثنوی کا نام عشاق نامہ ہے۔ ان کا شمار فارسی کے مشہور شعرا میں ہے۔<sup>(۱)</sup>

حرف چون طائر بہ پرواز آورد      نغمہ را بے زخمہ از ساز آورد (صفہ ۱۶۸)

غالب کا اصل شعر اس طرح ہے جو اس نے انگریزوں کی تعریف میں کہا ہے۔

نغمہ ہا بے زخمہ از ساز آورد      حرف چون طائر بہ پرواز آورد<sup>(۲)</sup>

"نور حق را کبر بجوید زاد بود      خلعت حق را جہ حاجت تار و پود" (صفہ ۱۹۰)

یہ شعر رومی کا ہے۔

اے بصیری را ودا بخشند      برہط سلما مرا بخشند (صفہ ۱۹۵)

"بصیری"۔ بصیری کا ہوا نام شرف الدین ابو عبد اللہ ابن سعید الضہاجی المعروف بہ البوصیری

ہے۔ بوصیر مصر میں ایک بستی ہے وہاں پیدا ہوئے اسی لئے/بصیری کہلاتے ہیں۔ بعض ان

کا وطن دلاص بتاتے ہیں اسی لئے ان کو دلاصی بھی کہا جاتا ہے۔ بصیری نے مرض قالج کی حالت

(۱) شبلی - شعرا العجم ج ۵ صفہ ۱۲۸

سید صباح الدین عبدالرحمن - ہزم صوفیہ صفہ ۱۵۳-۱۷۰

E.G.Browne- A Literary History of Persia, vol.III pp. 124-139

(۲) کلیات غالب فارسی مطبوعہ نولکشور صفہ ۱۰۰

میں ایک قصیدہ الکواکب الدریہ فی مدح خیرالہویہ کے نام سے لکھا جو رسول کریم کی مدح میں تھا۔ آنحضرت صلم بھری کے پاس عالم رویا میں تشریف لائے اور ان کو اپنی چادر سے ڈھانپ لیا جس کی ہرکت سے بھوری نے فالح کے مرض سے شفا پائی اور اسی لئے اس قصیدے کا نام ہردہ پڑا کہ چادر کو عربی میں ہردہ کہتے ہیں۔ قصیدہ ہردہ ۱۶۲ اشعار پر مشتمل ہے۔ بھوری نے کئی اور قصیدے بھی لکھے لیکن سب سے زیادہ شہرت قصیدہ ہردہ ہی کو ملی اس قصیدے کی ۹۰ سے زیادہ شرحیں لکھی گئیں قصیدہ مذکور کا پہلا شعر یہ ہے۔

امن تذکر جیوان یبذی سلم فرقت دعا جوی من مقلہ بدم

کیا ذی سلم کے پڑوسیوں کی یاد میں میرے گوشہ چشم سے خون کے آنسو بہ رہے ہیں۔  
 بھوری کے حالات زندگی بہت کم معلوم ہیں۔ صوفی ابوالعباس احمد المصری کے دور میں بھوری شریک ہوا کرتے تھے۔ علم حدیث میں انہوں نے بڑی شہرت حاصل کی۔ بھوری یکم شوال ۶۰۸ھ (۷-مارچ ۱۲۱۳ء) کو بمقام بوصیر پیدا ہوئے۔ ان کی تاریخ وفات میں بڑا اختلاف ہے سیوطی ۶۹۵ھ (۱۲۹۵-۹۶ء) بتاتے ہیں۔ مقریزی اور ابن شاکر ۶۹۶ھ (۱۲۹۷-۹۸ء) کہتے ہیں۔ (۱)  
 اور بعض کے نزدیک ۷۹۲ھ (۱۲۹۴-۹۵ء) ہے۔

(۱) یوسف الیان سرکس۔ معجم المطبوعات العربیہ والمغربہ صفحہ ۶۰۲-۶۰۵

انسائیکلو پیڈیا اسلام ج ۱ صفحہ ۸۰۲

Philip K. Hitti=History of the Arabs pp. 689-690

پیام مشرق

طبع پنجم ۱۹۲۶ء

او جو بلبل در جمن "فردوس گوش" من مصحرا چون جرس گوم خروش (صف ۲)

"فردوس گوش"۔ یہ ترکیب غالب کے مندرجہ ذیل شعر سے لئی گئی ہے۔

لطف خرام ساقی و ذوق صدائے جنگ یہ جنت نگاہ وہ فردوس گوش ہے۔

تو اے کود کہ منش خود را ادب کن مسلمان زادہ! ترکہ نسب کن

ہرنگ احمر و خون و رگ و پوست عرب نازد اگر ترکہ عرب کن (صف ۵۲)

"ترکہ نسب کن"۔ یہ ترکیب جلی کے حسب ذیل شعر سے ماخوذ ہے۔

بندہ عشق شدی ترکہ نسب کن جلی کاندھیں راہ فلان ابن فلان چیز نیست (۱)

عجم از نغمہ ام آتش بجان است صدائے من درائے کاروان است

حدی را تیز تر خوانم جو عرفی کہ رہ خوابیدہ و محفل گوان است (صف ۸۱)

"عرفی"۔ جمال الدین نام عرفی تخلص وطن شیراز فارسی کا مشہور شاعر تھا۔ وہ وطن سے آگرہ

آماجہان کی سال تک حکیم ابوالفتح گیلانی کا مصاحب رہا۔ ۱۵۸۹ء میں عبدالرحیم خان خانان

نے اس کو شہنشاہ اکبر کے دربار میں پیش کیا۔ دو سال کے بعد ۱۵۹۱ء میں ۳۶ سال کی عمر

ہا کر لاہور میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوا۔ بعد ازاں اس کی ہڈیاں ماہر اصفہان نے نجف کو

بھیج دیں کیونکہ عرفی وہیں دفن ہونا چاہتا تھا اور اس کی یہ خواہش اس کے ایک قصیدے

کے ایک شعر سے ظاہر ہوئی ہے۔ اس کی چند تصانیف ہیں مگر قصائد اور دیوان بہت مشہور ہیں

عرفی کے ہاں خیالات میں بلندی اور طرز بیان میں بڑا زور پایا جاتا ہے۔ (۲)

باراق سینا نشین گرفتہ بسیرہ دہدہم از فسفہ فارپایی (صف ۱۱۹)

(۱) اسی ضمن کو کبیر نے یوں ادا کیا ہے۔

جات پات پوچھے نا کوئی ہر کو بھیجے سو ہر کا ہوئے

(۲) شبلی۔ شعرا العجم ج ۳ صف ۸۳-۱۳۳

آقای دکنو رضا زادہ شفق۔ تاریخ ادبیات ایران صف ۲۲۶-۲۲۷

"فاربا ہی"۔ ابوالفضل طاہر بن محمد ظہیر الدین فارباہی بلخ کے ایک قصہ فارباہ میں پیدا ہوا۔ وہ جوانی ہی سے شعر و ادب اور تحصیل علم کا شائق تھا۔ اس نے نجوم میں بڑی مہارت پیدا کی نیشاپور مازندران اور آذربائیجان کی سیاحت کی۔ اپنے زمانے کے امرا و سلاطین کی مدح سرائی کیا کرتا تھے۔ اس کے قصائد استادانہ ہیں لیکن وہ انوری اور خاقانی کے ہم پلہ نہیں یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کے بعض قطعات خوب ہیں۔ وہ صاحب دیوان شاعر تھا۔ ظہیر نے (۱) آخر عمر میں قصیدہ گوئی ترک کر دی تھی۔ اس کا انتقال تہریز میں ۵۹۸ھ (۱۲۰۱ء) میں ہوا۔

"ہمکے قطروہ باران زاہرے چکید  
خجل شد جو پھٹائے دریا بدید  
کہ جائے کہ دریاست من کیستم  
گر او هست حقاً کہ من نیستم" (صف ۱۳۰)

یہ اشعار سعدی کے ہیں۔

(صف ۱۵۰)

زندگی و عمل

(در جواب نظم ہائنا موسم بہ سوالات)

گیتے اور شلر کے بعد جرمن ادبیات کی مشہور ترین شخصیت ہائرش ہائنے (Heinrich

Heine) ۱۲ نومبر ۱۷۹۷ء کو پیدا ہوا۔ بچپن میں اسے نپولین اور اس کے

ساتھیوں کے حالات سے بڑی دلچسپی تھی۔ ۱۸۱۵ء میں اس کو فرینک فرٹ ہینکگہ کی تعلیم کے

لئے بھیجا گیا لیکن اس نے اس کو فوراً ہی ترک کر دیا کیونکہ اسے تعلیم سے دلچسپی نہ تھی

بعد ازاں اس نے تجارت شروع کی اس میں بھی ناکام رہا اسی اثنا میں اس کو اپنے مالدار چچا کی

لڑکی سے عشق ہو گیا اس لڑکی کے تغافل کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہائنے شعری تخلیق کی طرف

متوجہ ہو گیا۔ ۱۸۱۹ء میں اس کے چچا نے اس کو ہون ہونہورسٹی میں تعلیم کے لئے بھیجا۔

وہاں اور اس کے بعد برلن اور گوتنجن میں اس نے قانون کا مطالعہ کیا اور ۱۸۲۵ء میں گوتنجن

سے قانون میں ڈاکٹریٹ حاصل کی لیکن اس کی طبیعت شاعری کی طرف زیادہ مائل تھی۔ ہائنے

(۱) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اقبال زلت قلم سے بہان فارابی کی جگہ فارباہی لکھ گئے ہیں

آقای دکتر رضا زادہ شوق - تاریخ ادبیات ایران صف ۹۷-۹۸

کے بہت سے نغمے جرمن قوم کو بڑے عزیز ہیں - Das Buch der Lieder اور  
(Reisbilder) ہائیرے کے شاہکار ہیں تقریباً اس کی تمام تصنیفات ہنگامی ہیں لیکن ان  
دو نظموں میں دواہی اقدار بھی پائے جاتے ہیں جنہیں مدت العمر بھلا یا نہیں جا سکتا۔  
اس کو نظم اور نثر دونوں پر یکساں قدرت حاصل تھی۔ گو وہ مذہب سے تسخیر کرتا تھا تاہم اس  
کے دل میں بائبل کی بڑی قدر تھی۔ اس کے تلاقات پورس کے جوئی کے ادیبوں سے تھے۔ ۱۷- فروری  
۱۸۵۶ء کو اس نے انتقال کیا<sup>(۱)</sup>

غنی آن سخن گوئے بلبل صغیر نوا سنج کشمیر مینو نظیر (صف ۱۶۰)  
"غنی"۔ مرزا محمد طاہر نام غنی تخلص تھا اس کا وطن کشمیر تھا۔ فارسی ادب میں غنی کشمیری  
کے نام سے مشہور ہے۔ شیخ محسن قانی کے ارشد تلامذہ میں تھا۔ غنی کی شہرت اس کے دیوان  
سے ہے۔ ۱۶۶۸ء میں غنی کا انتقال ہوا۔ اس وقت اس کے استاد محسن قانی زندہ تھے۔ غنی  
انتقال کے وقت جوان تھا اور اس کی شاعری عروج پر تھی۔ کبھی کبھی طاہر بھی تخلص کرتا تھا۔  
غنی کے ہاں تکلف و تصنع کا رنگ نمایاں ہے۔ یہ ایک خاص طرز کا ترجمان تھا اس کے  
اشعار سمجھنے کے لئے ذہن پر بڑا زور ڈالنا پڑتا ہے۔ غنی کی دوسری خصوصیت "مثالیہ نگاری"  
ہے۔ شہلی لکھتے ہیں۔ "مثالیہ مضمون پہلے بھی خال خال پائے جاتے تھے لیکن کلیم مرزا  
صائب اور غنی نے گویا اس کو ایک خاص فن بنادیا۔ چونکہ یہ تینوں شاعر کشمیر میں مدت تک ساتھ  
عم قدم و ہم قلم رہے تھے اور باہم مشعرے دھتے تھے۔ اس لئے قہار یہ ہے کہ ہم صحیحی کے  
اثر نے اس طرز کو مشترک جولانگہ بنادیا۔ علی قلی سلیم بھی مثالیہ میں کمال رکھتا ہے اور  
اس کی وجہ بھی شاید یہی ہو کہ سلیم بھی یہیں مدفون ہے۔" غنی کے ہاں مثالیہ میں سب  
سے زیادہ غلو ملتا ہے۔

غنی اور صائب کی ملاقات ہوئی تو غنی نے اپنا حسب ذیل شعر پڑھا۔ صائب اس شعر پر

(۱) Chamberss' Encyclopaedia, vol.V pp 622-623

(۱)

اپنا دیوان قربان کرنے کو تیار تھا۔

حسن سہزے بہ خط سبز مرا کرد اسیر دام ہم رنگ زمین بود گرفتار شدم

ہملکہ جم ندہم مصوع نظیری را "کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلہ مانہست"

(صفحہ ۱۸۸)

"نظیری"۔ محمد حسین نام نظیری تخلصاً در نیشاپور وطن تھا۔ فارسی کا مسلم الثبوت شاعر مانا جاتا ہے۔ اپنے وطن سے ہندوستان چلا آیا تھا۔ عبدالرحیم خان خانان اس کا مرید تھا۔ نظیری ۱۶۰۲ء میں حج کو گیا اور واپس ہونے پر پھر خان خانان کی سرکار سے منسلک ہو کر احمد آباد میں رہنے لگا۔ ۱۶۱۲ء میں انتقال کیا اس نے فارسی دیوان یادگار چھوڑا۔

نظیری کا اصل میدان غزل ہے۔ اس کے کلام میں حافظ یا خسرو کا سوز و گداز اور جذبات کی فراوانی نہیں اس کی توجہ لفظوں کے انتخاب اور ترکیبوں کی تراش خراش پر زیادہ رہتی تھی۔ نظیری اس طرزِ نغزل کا امام ہے۔ نازک خیالات اور وارداتِ عشق کا لطیف بیان اس کی خصوصیات میں ہیں۔ (۲)

ہملکہ جم ندہم مصوع نظیری را "کسے کہ کشتہ نشد از قبیلہ مانہست" (صفحہ ۱۸۸)

نظیری کا پورا شعر یوں ہے۔

گزید از صف ماہر کہ مرد غوغا نیست کسے کہ کشتہ نشد از قبیلہ مانہست  
در دشت جنون من جویہل زہون صیدے یزدان بہ کند آوریے عمت مردانہ (صفحہ ۱۹۸)  
یہ شعر رومی کے مندرجہ ذیل شعر سے ماخوذ ہے۔  
ہزیر کنگرہ کہو یا ش مردانند فرشتہ صید و پیمبر شکار و یزان دان گیر  
شعلہ در گیزد ہر خسرو خاشاک من مرشد رومی کہ گنت منزل ما کہو یا است" (صفحہ ۲۰۴)

(۱) مولانا آزاد بلگرامی - سروآزاد صفحہ ۱۰۳

شیخ محمد اکرام - ارمغان پاک صفحہ ۴

Dr.G.M.D.Sufi, Kashmir-Bung the Cultural History of Kashmir as Influencial by Islam pp 210-220

(۲) شبلی - شعرا المجمع ج ۳ صفحہ ۱۲۲-۱۶۲

سید صباح الدین عبدالرحمن - ہزم تیموریہ صفحہ ۱۰۲-۱۰۳

شیخ محمد اکرام - ارمغان پاک صفحہ

"منزل ما کہو یا است"۔ یہ ٹکڑا رومی کے مندرجہ ذیل شعر سے لیا گیا ہے۔

ما ز فلک بر تویم و زمکہ افزون تویم      زمین دو چرا نگدیم منزل ما کہو یا است

بیا بمجلس اقبال ویکہ دو ساغر کش اگرچہ سر بتراشد قلندری داند (صفہ ۲۱۱)

مصرع ثانی حافظ کے مندرجہ ذیل شعر سے ماخوذ ہے۔

ہزار نکتہ باریک ترز مواہجاست      نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

"نزدہ صبح درین تیوہ شبانم دادند      شمع کشتند و زخو شید نشانم دادند" (صفہ ۲۲۳)

یہ شعر غالب کا ہے۔

خباں اوچہ پریخانہ بنا کرد است      شہاب غش کند از جلوہ لب بامش (صفہ ۲۲۰)

اس شعر میں انگریزی کے مشہور شاعر ہائٹن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

جارج گارڈن ہائٹن (George Gordon Byron) انگلستان کا مشہور شاعر

۲۲۔ جنوری ۱۷۸۸ء کو لندن میں پیدا ہوا۔ وہ ایک دولت مند خاندان کا فرد تھا۔ اس نے ہیرو

اور کیموج میں تعلیم حاصل کی۔ ہائٹن نے کثرت سے اشعار لکھے اور متعدد کتابیں تصنیف کیں۔

انگریز نقادوں نے اس کو صفا اول کا شاعر مانا ہے۔ اس کے ہاں زہر بیان کی فراوانی ہے۔ ہائٹن کا

انتقال ۱۹۔ اپریل ۱۸۲۲ء کو ہوا۔ اس کی چند مشہور نظموں کے نام یہ ہیں۔ The Dream

اور Darkness۔ اس نے اپنی ایک نظم سے تمام یورپ کو ترکی کے خلاف یونانیوں کی حمایت

(۱)

کے لئے جنگ برآمدہ کر دیا تھا۔

بنوائے خود گم استی سخن تو مرقد تو      بہ زمین نہ باز رفتی کہ تو از زمین نہ بودی !  
(صفہ ۲۴۳)

اس شعر میں پٹوفی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

سینڈر پٹوفی (Sandor Petofi) ہنگری کا جوان مرگ شاعر یکم جنوری ۱۸۲۳ء

کو پیدا ہوا۔ اس نے اپنی زندگی میں مختلف پیشے اختیار کئے۔ پہلے وہ ایکٹر بنا اس کے بعد سپاہی اور

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۲ صفہ ۲۷۸-۲۸۲ طبع چہارم

سب سے آخر میں ادبی کام میں منہمک ہوا۔ ۱۸۴۴ء میں بہ حیثیت شاعر کے اس کی خاصی شہرت ہو چکی تھی۔ ۱۸۴۸ء میں پٹوئی نے انقلابی مہم کا حصہ لیا اور بڑی تعداد میں رزمیہ اشعار لکھے۔ اس کی شاعری قوی جذبات سے مملو ہے۔ ہنگری کی شاعری میں پٹوئی سے قبل ہندو نصیحت بہت تھی اس نے ہنگری کی شاعری میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ ۳۱۔ جولائی ۱۸۴۹ء کو جنگ میں کام آیا۔ (۱)

"میں آدم اعنائے یکدیگر اند" همان نخل را شاخ و برگ و براند (صف ۲۴۴)

پہلا مصرع سعدی کا ہے اور پورا شعر ہون ہے۔

میں آدم اعنائے یکدیگر اند کہ در آفرینش زیکہ جوهر اند

طائر عقل فلک پرواز او دانی کہ چیست ؟ "ماکان کز زور مستی خایہ گہود ہے خروس" (صف ۲۴۵)

مصرع ثانی دھقان علی شطرنجی کے قطعہ ذیل سے لیا گیا ہے۔

اے برادر گر عروس خوبت آہستن شدہ است اندرین مدت کہ بودی غایب از نزد عروسی  
بر عروست بد گمان گشتن نباید بہر آنکہ ماکان چون نیکہ باشد خایہ گہود ہے خروس (۱)

ہر پشت بود بادہ سر جوش زندگی آب از خضر بگیوم و در ساغر انگم (صف ۲۵۲)

اقبال نے اس شعر میں ہر اوننگ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

رابرٹ براؤننگ (Robert Browning) انگلستان کا مشہور شاعر ۷۔ مئی ۱۸۱۲ء

کو بمقام کمبرول پیدا ہوا۔ اس نے ۱۹ سال کی عمر میں ایک ڈراما مافی نظم Pauline

لکھی جو ۱۸۳۳ء میں شائع ہوئی براؤننگ نے ایک اور نظم Paracelsus لکھی جس سے اس

کی صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا تھا۔ اس کی مقبول عام دو نظموں کے نام یہ ہیں The Pied Piper

How they Brought the Good News from Ghent to Aix اور of Hamelin

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۷ صف ۶۵۸

(۲) محمد عوفی۔ لباب اللہاب ج ۲ صف ۲۰۶ مطبوعہ پریل لیڈن ۱۹۰۳ء



۱۸۵۰ء میں براؤٹنگ نے اپنے بہترین کارنامے پیش کئے جن کے نام یہ ہیں -

- (1) Fra Lippo (2) Childe Roland (3) Andrea del Sarto (4) Evelyn Hope (5) Holy Cross Day (6) Up at a Villa

۱۸۶۹ء میں اس نے اپنا شاہکار The Ring and the Book پیش کیا۔ اس نے ایک

نظم Rabbi ben Ezra بھی لکھی جس میں موسیقی فلسفہ اور ابدی زندگی

پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ براؤٹنگ کے ہاں یہ خصوصیات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ ڈرامائی

اسلوب کا نبھانا فطرت انسانی کی ہوقلمونیوں پر روشنی ڈالنا اور حیات انسانی کا بالغ نظر مہر

(۱)

ہونا ۱۲ - دسمبر ۱۸۸۹ء کو طویل عمر پا کر اس نے وینس میں انتقال کیا۔

کے تواند گفت شرح نگار زار زندگی "ی پر درنگش حیا ہے چون بدربیا بشکد" (صف ۲۶۲)

مصرع ثانی سرخوش کا ہے اور ہوا شعر یوں ہے -

کے توام دید زاهد جام صبا بشکد "ی پر درنگم حیا ہے گر بدربیا بشکد" (۲)

(۱) انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۲ صفحہ ۲۴۵-۲۴۹

(۲) محمد افضل سرخوش - کلمات الشعراء صفحہ ۲ (مطبوعہ مبارک علی لاہور ۱۹۴۲ء)

ہاتھ درا

(طبع یازدہم مارچ ۱۹۲۷ء)

مرزا غالب

(صفہ ۹)

مرزا اسد اللہ غالب ۱۷۱۷ء میں بمقام آگرہ پیدا ہوئے۔ اقبال نے غالب کی خصوصیات شاعری پر جو تبصرہ کیا ہے وہ مختصر سہی لیکن غالب کی اہم خصوصیات شاعری کا حامل ضرور ہے۔ اقبال کے نزدیک غالب کی خصوصیات شاعری مختصراً یہ ہیں۔ غیر معمولی رفعت تخیل قوت فکر حسن مطلق کا عشق کلام کی شوخی اسلوب بیان کی دلکشی ذہانت اور جدت پسندی۔

غالب اردو شعر و ادب میں ایک ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ ان کے خطوط اردو نثر کا نادر نمونہ ہیں۔ غالب کو فارسی شعر و ادب میں بھی خاص اہمیت حاصل ہے۔ وفات ۱۸۶۹ء میں دلی میں پائی اور وہیں مدفون ہیں۔

(۱)

آہ! تو اجڑی ہوئی دلی میں آرامیدہ ہے

گلشن ویر میں تیرا ہم نوا خوابیدہ ہے (صفہ ۱۰)

"گلشن ویر" مراد گیتے کی اہدی خواب گاہ۔ اقبال کے نزدیک انیسویں صدی میں اگر دنیا میں کوئی شاعر غالب کا ہمسر تھا تو وہ صرف گیتے ہی تھا اس لئے کہ ان دونوں میں بعض مشترکہ خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

یوہان ولف گانگ گیتے (Johann Wolfgang Goethe) جرمنی کے عظیم ترین ادیبوں میں

سے تھا۔ اس کو بہت وقت مختلف علوم میں دستگاہ حاصل تھی۔ گیتے نہ صرف اپنے عہد ہی کا ممتاز شاعر و ادیب تھا بلکہ موجودہ زمانے میں بھی اس کی عظمت مسلم ہے۔ اس کا ڈراما فاؤسٹ دنیائے ادب میں بڑی شہرت رکھتا ہے اس کا ترجمہ دنیا کی مختلف زبانوں میں ہو چکا ہے جس سے گیتے کی عظمت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے وہ ڈراما نگاری شاعری اور مضمون نگاری کا امام تھا۔ اس نے اپنے مشہور و معروف ڈرامے فاؤسٹ میں حکیم فاؤسٹ اور شیطان کے عہد پیمان کی قدیم

(۱) حالی۔ یادگار غالب

شیخ محمد اکرام۔ آثار غالب

روایات کے پیرائے میں انسان کے امکانی نشوونما کے تمام مدارج اس خوبی سے بتائے ہیں کہ اس سے بڑھ کر کمال فن خیال میں نہیں آسکتا۔ گیارے سال پیدائش و وفات ۲۸۔ اگست ۱۷۹۹ء اور ۲۲۔ مارچ ۱۸۳۳ء ہے۔ (۱)

ایک پہاڑ اور گلہری (ماخوذ از ایمرسن) (صف ۱۵)

اس نظم میں اقبال نے بچوں کو جو نصیحت کی ہے وہ مشہور امریکی شاعر ایمرسن کے کلام سے ماخوذ ہے۔ رالف والڈ ایمرسن (Ralph Waldo Emerson) مشہور امریکی شاعر اور انشا پرداز ۲۵۔ مئی ۱۸۰۳ء کو بمقام ہوسٹن پیدا ہوا۔ اس نے کئی مرتبہ یورپ کی سیاحت بھی کی۔ ۱۸۳۶ء میں ایمرسن نے اپنے خطبات کو شائع کیا جنہیں اس کی ابتدائی نظموں کی طرح کم لوگوں نے پڑھا اور بہت کم لوگوں نے سمجھا لیکن اس مجموعے سے جس کا نام Nature تھا اس کی آئندہ تصانیف پر کافی روشنی پڑتی تھی کہ وہ کس معیار کی ہوں گی۔ اس کے بعد ایمرسن کی نظموں کے کئی مجموعے شائع ہوئے۔ اس نے طویل عمر پا کر ۲۷۔ اپریل ۱۸۸۲ء کو انتقال کیا۔ (۲)

ہمدردی (ماخوذ از ولیم کوپر) (صف ۲۰)

ولیم کوپر (William Cowper) مشہور انگریزی شاعر ۲۶۔ اپریل ۱۷۳۱ء کو پیدا ہوا اور ۲۵۔ اپریل ۱۸۰۰ء کو فوت ہوا۔ کوپر کے احباب میں شاعر جرجل اور وارن ہیسٹنگز قابل ذکر ہیں۔ اٹھارویں صدی میں انگلستان میں اس کی نظمیں بہت مقبول تھیں۔ کوپر کی نظموں میں To My Mother's Picture اور My Mary شاہکار کا درجہ رکھتی ہیں۔ اس نے دوسری زبانوں کے شہ پارے بھی انگریزی میں منتقل کئے۔ (۳)

ہمجونیے از بیستان خود حکایت می کنم بشنوائے گل! از جدائیہا شکایت می کنم! (صف ۲۱)

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۰ صف ۲۶۱-۲۷۵ طبع چہارم

(۲) " " " " ج ۸ صف ۲۹۱-۲۹۲

(۳) " " " " ج ۶ صف ۲۶۲-۲۶۳

یہ شعر روی کے اس شعر سے ماخوذ ہے۔

بشنو از نئے چون حکایت می کند      روز جدائیہا شکایت می کند

پیام صبح (ماخوذ از لانگ فیلو) (صفحہ ۲۷)

ہنری وڈ سورتھ لانگ فیلو (Henry Wadsworth Longfellow) مشہور امریکی

شاعر جس نے انگلستان میں بھی خاصی شہرت حاصل کی ۲۷۔ فروری ۱۸۰۷ء کو بمقام پورٹ لینڈ

پیدا ہوا۔ ۱۸۳۶ء میں اس کو ہرورڈ یونیورسٹی میں پروفیسر مقرر کیا گیا جہاں وہ تقریباً ۱۸ سال

تک پروفیسری کے فرائض انجام دیتا رہا۔ اس نے تحصیل علم کی غرض سے یورپ کا سفر کیا اور فرانس

اسپین اٹلی اور جرمنی میں تین سال تک مقیم رہا لانگ فیلو کا انتقال ۲۲۔ مارچ ۱۸۸۲ء کو ہوا۔ (۱)

عشق اور موت (ماخوذ از ٹینی سن) (صفحہ ۲۸)

الفرڈ ٹینی سن (Alfred Tennyson) انگلستان کا مشہور شاعر ۶۔ اگست ۱۸۰۹ء

کو پیدا ہوا۔ ورڈ سورتھ کی وفات کے بعد ۱۸۵۰ء میں انگلستان کی ملکہ نے اس کو ملکہ الشعرا کے

ممتاز عہدہ پر فائز کیا۔ اسی سال اس کی مشہور نظم (In Memorium) شائع ہوئی جس

کی وجہ سے ٹینی سن کا شمار صد اول کے شعرا میں ہونے لگا۔ Idylls of the King

ظاہراً اس کا شاہکار ہے جس میں اس کی بھرپور شخصیت جھلکتی ہے۔ اس کا انتقال ۶۔ اکتوبر

(۲)

۱۸۹۲ء کو ہوا۔

ہابند کی احکام شریعت میں ہے کیسا      گو شعر میں ہے رشک کلیم ہمدانی (صفحہ ۵۱)

"کلیم ہمدانی" ابوطالب کلیم ہمدان میں پیدا ہوا اور ۱۶۵۱ء میں وفات پائی۔ قدس کے بعد

شاہ جہان نے اس کو ملکہ الشعرا کے عہدہ پر فائز کیا۔ کلیم نے بادشاہ کی تعریف میں کئی قصیدے

لکھے۔ اس نے اپنے عہد کے دوسرے شعرا کی طرح مضمون آفرینی اور خیال بندی پر بڑا زور صرف

کیا لیکن اس کے باوجود اس کے اشعار میں ایک خاص شخص رنگ جھلکتا ہے۔ مایوسی، غم، شکایت اینٹاٹے

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۲ صفحہ ۳۷۸-۳۷۹ طبع چہار دہم

(۲) " " " " ج ۲۱ صفحہ ۹۳۸-۹۳۹ " " " "

روزگار کے مضامین کثرت سے بیان کرتا ہے اور یہی اس کا رنگ طبیعت معلوم ہوتا ہے۔ اس کی یادگار ایک کلیات ہے جو غزلیات قصائد اور دوسری اصناف شعر پر مشتمل ہے۔<sup>(۱)</sup>

"نہمگردید کوئے رشتہ معنی رہا کردم حکایت بودہ پامان بخاموشی ادا کردم"  
(صف ۷۳)  
یہ شعر نظیری کا ہے۔

"تاز آغوش و دامن داغ حیرت چہدہ است ہمچو شمع کشتہ در چشم نگ خوابیدہ است"  
(صف ۷۴)  
یہ شعر مرزا عبدالقادر بیدل کا ہے۔

"تاب گویاشی نہیں رکشتا دھن تصویر کا خامشی کہنیے ہیں جس کو ہے سخن تصویر کا"  
(صف ۷۵)  
یہ شعر امیر مینائی کا ہے۔

عظمت غالب ہے اک مدت سے پھوند زمین مہدی مجروح ہے شہر خموشان کا مکین  
(صف ۸۹)  
"مہدی مجروح"۔ میر مہدی مجروح غالب کے محبوب اور عزیز شاگرد دلی کے دھننے والے تھے۔  
مجروح کو ابتدا ہی سے شعر و شاعری کا ذوق تھا اور شروع ہی سے انہوں نے اپنے کلام غالب کو دکھایا۔ میر مجروح کی زبان نہایت صاف و سادہ اور شیریں ہے جھوٹی بحر و مین ان کا کمال بوجہ احسن معلوم ہوتا ہے۔ خیالات میں ندرت اور مضامین میں جدت ان کے کلام میں نہیں ہے مگر طرز استادانہ ہے اور اشعار عیوب شاعری سے پاک ہیں۔ حالی ان کے بڑے مداح تھے۔ انتقال  
(۲)  
۱۹۰۲ء میں ہوا۔

تورڈالی موت نے غمت میں مینائے امیر چشم محفل میں ہے اب تک کیف صہبائے امیر  
(صف ۸۹)  
"امیر"۔ امیر احمد مینائی نام امیر تخلص ۱۸۲۸ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ حضرت مخدوم شاہ مینا کے جن کا مزار لکھنؤ میں مرحوم خاص و عام ہے خاندان میں تھے اسی تعلق سے مینائی

(۱) شبلی۔ شعرا العجم ج ۳ صف ۲۰۵-۲۲۰

شیخ محمد اکرام۔ ارمغان پاک صف ۲-۳

(۲) عسکری۔ تاریخ ادب اردو صف ۲۲۰-۲۲۱ مطبوعہ نولکشور  
E.G.Browne-A Literary History of Persia vol. IV pp 258-263

کہلاتے تھے۔ شعر و سخن کا شوق بچپن ہی میں پیدا ہو گیا تھا۔ آپ منشی مظفر علی اسیر کے شاگرد تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ اپنی ہمہ دانی اور طبیعت کی روانی سے اپنے استاد سے بھی بڑھ گئے۔ ۴۳ برس کی عمر میں حیدرآباد دکن میں انتقال کیا۔ داغ کے ہم عصر تھے۔ ان کی مشہور تصانیف یہ ہیں نور تجلی۔ ابر کرم۔ صبح ازل۔ مرآۃ الغیب سرمۃ بصیرت۔ لیلۃ القدر اور امیر اللغات۔ امیر اللغات مرحوم کا شاہکار ہے مگر افسوس کہ نامکمل رہا۔ صرف دو چلندین شائع ہوئیں وید الف مکمل ہے۔<sup>(۱)</sup>

جل بسا داغ آہ ! اہمیت اس کی زیب دوش ہے!

آخری شاعر جہان آباد کا خاموش ہے! (صف ۸۹)

"داغ"۔ نواب مرزا خان نام داغ تخلص ۱۸۳۱ء میں دلی میں پیدا ہوئے وفات ۱۹۰۵ء میں حیدرآباد دکن میں پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ قلعہ دہلی میں شعر و سخن کا چرچا بہت تھا داغ کی منجلی طبیعت پر اپنے گرد و پیش کا بڑا اثر ہوا اور یہ بھی شاعری کی مقناطیس قوت سے متاثر ہو گئے۔ ابتدا میں فارسی اور عربی کی تعلیم بھی حاصل کی تھی شعر کا شوق ان کو جہلی تھا اور طبیعت چونکہ مناسب پائی تھی اسی لئے تھوڑے ہی دنوں کی مشق سے پختہ کار شاعر ہو گئے۔

داغ اپنے عہد کے بڑے مشہور شاعر تھے۔ ان کی زبان میں فصاحت و سادگی اور بیان میں ایک خاص قسم کی شوخی اور بانگین ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے معاصرین امیر۔ جلال۔ تسلیم وغیرہ سے زیادہ مشہور ہوئے۔ چار دیوان ان سے یادگار ہیں۔ گلزار داغ۔ آفتاب داغ مہتاب داغ اور یادگار داغ۔<sup>(۲)</sup>

اشد گئے ساقی جو تھے میخانہ خالی رہ گیا

یادگار ہنرم دہلی ایک حالی رہ گیا (صف ۹۱)

(۱) عسکری۔ تاریخ ادب اردو صف ۲۵۸-۳۶۱ مطبوعہ نولکشور

(۲) " " " " صف ۲۶۹

جس کے دم سے دلی و لاہور ہم پہلو ہوئے آہ اے اقبال وہ بلبل بھی اب خاموش ہے  
(بانگ درا صف ۳۷۱) اس شعر میں بھی اقبال نے داغ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

"حالی"۔ خواجہ الطاف حسین نام حالی تخلص ۱۸۳۷ء میں پائی بہت میں پیدا ہوئے۔ وفات

۱۹۱۲ء میں پائی۔ حالی کی شاعری کی ابتدا دہلی میں ہوئی۔ دلی میں وہ مرزا غالب کی صحبت

میں اکثر آتے جاتے تھے اور انہی کے سامنے زانوئے ادب نہ کیا تھا۔ مرزا غالب کو حالی پر بڑا ناز

تھا۔ حالی اردو کے بہترین نقاد کامیاب شاعر اور سلیس نثر کے ماہر تھے۔ ان کی زیادہ مشہور

نثری تصانیف مقدمہ شعرو شاعری پیادگار غالب حیات سعدی اور حیات جاوید ہیں۔ منظومات

میں ان کی زندہ جاوید نظم مسدس ہے مسدس کے علاوہ چپ کی داد مناجات بیوہ ہرکھار

اور نشاط امید بھی قابل ذکر ہیں<sup>(۱)</sup>۔

"ہر چہ دور دل گذرد وقت زہان دارد شمع

سوختن نیست خیالے کہ نہان دارد شمع" (صف ۱۴۱)

یہ شعر مرزا عبدالقادر بیدل کا ہے۔

نالہ کش شیراز کا بلبل ہوا بغداد پر داغ رویا خون کے آنسو جہان آباد پر

آسمان نے دولت غرناطہ جب برہاد کی ابن بدرون کے دل ناشاد نے فریاد کی

(صف ۱۴۲)

بلبل شیراز سے مراد شیخ سعدی ہیں جنہوں نے خلافت عباسیہ کی تباہی و برہادی پر ایک دل

ہلا دینے والا دردناک مرثیہ لکھا ہے جس کو انہوں نے اس شعر سے شروع کیا ہے۔

آسمان و احق بود گر خون بیبارد ہر زمین ہرزوال ملک مستعصم امیر المؤمنین

اس کے بعد اقبال نے مرزا داغ دہلوی کے "شہر آشوب" کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فلک زمین و ملائکہ جناب تھی دلی بہشت و خلد میں بھی انتخاب تھی دلی

جواب کا ہے کو تھا لا جواب تھی دلی۔ مگر خیال سے دیکھا تو خواب تھی دلی

پڑی ہیں آنکھیں وہاں جو جگہ تھی نور کس کی

خبر نہیں کہ اسے کھا گئی نظر کس کی

بہان تک تو ان مرثیوں کے ادبی حوالے جات سے انکار نہیں مگر اس کے بعد غرناطہ کی  
 برہادی پر جس عربی شاعر نے خون کے آنسو بہائے ہیں وہ افسوس کہ ابن بدرون نہیں بلکہ  
 ابو محمد عبد المجید ابن عہدوں الفہری ہے۔ اس کی پیدائش بمقام ہاہر (Evora) ہوئی  
 مزاج میں شعریت بچھن ہی سے تھی جب جوان ہوئے تو شعرا کی صف میں ایک ممتاز جگہ دی  
 گئی اور ان کا تذکرہ ہی کیا ہے خود ہاہر کا صوبیدار عموالمتوکل ابن الافطس اس کے کلام کا عاشق  
 تھا۔ اسی جوش عقیدت کا نتیجہ تھا کہ جب متوکل بطلیموس کا خود مختار حکمران بن بیٹھا تو اس  
 نے ابن عہدوں کو اپنا مشیر خاص بنایا۔ یہ واقعہ ۴۷۳ھ (۱۰۸۰ء) کا ہے۔ بنوافطس کی تباہی  
 کے بعد ابن عہدوں نے ابن ہکر کے بہان جو اس وقت ۴۸۵ھ (۱۰۹۲ء) سپہ سالار تھا ملازمت  
 اختیار کر لی۔ اس کے پندرہ برس بعد پھر ۵۰۰ھ (۱۱۰۶ء) میں اس کو "مشیر خاص" کی حیثیت  
 سے دربار "مراہطین" میں اسی آن بان سے جلوہ گر پائے ہیں۔

ابن عہدوں نے یون تو سینکڑوں نظمیں لکھیں مگر جس نظم نے اس کو دنیا کے شاعری میں  
 ایک لازوال جگہ دی ہے وہ اس کا مصرعہ الارا مرثیہ "الہامہ" ہے جس میں افطس کی تباہی  
 پر عربی خور کے بیتاب اور گرم قطروں کو غرناطہ کی وادیوں میں روکر بہایا ہے۔ "الہامہ" کا  
 صوتی زیر و بم الفاظ کی موزونیت سلاست زبان جوش اور درد نے اس میں چار چاند لگا دیئے ہیں  
 اس مرثیہ کے ۶۷ شعر ہیں اور اسے ڈروزی نے ۱۸۴۸ء میں تصحیح کے بعد لیڈن سے  
 چھپوا کر شائع کیا۔ اس کا پہلا شعر یہ ہے۔

الدھر یفجم لجد العین بالاثر وما البکا علی الاشباح والصور  
 (زمانہ افراد کو نہیں ان کے کارناموں کو (باد کر کے) روتا ہے۔)

اور آخری شعر یہ ہے۔ قرطت آذان من فیہا مقاصد علی الحسان حصا لیا قوت والدرر  
 (میں نے حسنان شہر کے کانوں میں ٹوٹی ہوئی بالیاں اس طرح پہنا دی ہیں جس طرح کہ یاقوت  
 اور موتی پہنائے جاتے ہیں)



ابن عبدون کے اس غیوظانی مرثیہ کی متعدد شرحیں مشرقی اور مغربی زبانوں میں لکھی

جاچکی ہیں۔ عربی میں اس کا بہترین شارح عبدالملک بن عبداللہ الحضری ہے جو عربی ادب

میں ابن بدون کے نام سے مشہور ہے۔

علامہ اقبال کو یہاں سہو ہوا ہے۔ غرناطہ کے مرثیہ میں اشارہ شارح کی طرف ہے اور ہونا چاہئے

(۱)

شاعر کی طرف۔

تضمین پر شعر انہیں شاملو (صف ۱۶۷)

"انہیں شاملو" انیس علی قلی بیگ شاملو اگرچہ ترکی الاصل تھا لیکن ایران میں پیدا ہوا۔ اس

نے اپنی عمر کا ابتدائی حصہ ایران ہی میں بسر کیا۔ جوانی میں دوسرے ایرانی شعرا کی طرح

ہندوستان آیا اور نظموں کے توسط سے عبدالرحیم خان خانان والی گجرات کے ہاں ملازم ہو گیا۔

خان خانان نے انہیں شاملو کی بڑی قدر و منزلت کی اور قصہ محمود و یاز کو نظم کرنے پر مامور کیا

چنانچہ اس نے قصہ مذکور کو نظم کرنا شروع کیا لیکن موت نے اس کو مکمل نہ ہونے دیا۔ اس نے

۱۰۱۵ھ (۱۶۰۶ء) میں بمقام پورہاں پور وفات پائی۔ انہیں کے ہاں صاحب اور غنی کا رنگ پایا جاتا

(۲)

ہے۔

آئیے عشاق گئے وعدہ فردا کے کر اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر (صف ۱۸۳)

مصطفیٰ ثانی ذوق کے اس شعر سے ماخوذ ہے۔

مجھ سے مشتاق جمال ایک نہ پاؤ گے کہیں۔ گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

"عاقبت منزل ماوا دئی خاموشان است حالہا غلغلہ در گہد افلاک انداز" (صف ۱۹۵)

یہ شعر حافظ کا ہے۔

سمان القتر فخری کارہا شان امارت میں "ہا آب و رنگ و خال و خط جہ حاجت روئے زیبارا"

(صف ۱۹۸)

(۱) دہخدا۔ لغت نامہ ج ۱ صف ۲۲۸ طبع ایران

علی گوہ میگزین ۱۹۳۶ء

(۲) آذر اصفہانی۔ آشکدہ آذر صف ۱۹-۲۰

نواب سید محمد صدیق حسن۔ شمع انجمن صف ۲۵-۲۶

مصراع ثانی حافظ کا ہے اور پورا شعر یوں ہے۔

ز عشق ناتمام ما جمال یار مستغنی ست - باآپ و رنگ و خال و خط جہ حاجت روئے زیہارا

کہہ گئے عین شاعری جزویست از پیغمبری

ہاں سنادے محفل ملت کو پیغام سروشا (صفحہ ۲۰۹)

پہلا مصراع شعر سے ماخوذ ہے۔

شاعری جزویست از پیغمبری جاہلانہ کفر خوانند از خری

تو اگر خود دار ہے منت کش ساقی نہ ہو

عین دریا میں حباب آسا نگون پیمانہ کر (صفحہ ۲۱۱)

یہ شعر اقبال ہی کے مندرجہ ذیل شعر سے ماخوذ ہے۔

چون حباب از غیرت مرداؤ باشر ہم بہ بحر اندر نگون پیمانہ باش

تضمین پر شعر ملا عرش (صفحہ ۲۳۳)

ملا عرش نہودی کا اصلی نام طہماسپ قلی بیگ تھا۔ ملا عرش کا وطن تبریز تھا۔ وہ ابتدا

میں عہدی تخلص کرتا تھا بعد ازاں عرش تخلص اختیار کیا۔ اس کی طبیعت دشوار گوئی کی

طرف زیادہ مائل تھی۔ اس کے دیوان کی ضخامت خاص ہے کہا جاتا ہے کہ اس میں دس ہزار

شعر سے زائد اشعار ہیں۔ ملا عرش نے اپنی تمام عمر شاہ طہماسپ صفوی کی خدمت میں بسر کی (۱)

مزا تو یہ ہے کہ یوں زیر آسمان رہتے "ہزار گونہ سخن درد ہاں و لب خاموش" (صفحہ ۲۳۴)

مصراع ثانی حافظ کا ہے اور پورا شعر یوں ہے۔

شد آنکہ اہل نظر ہر کارہ میرفتند ہزار گونہ دہن درد ہاں و لب خاموش

یہی اصول ہے سرماچہ سکون حیات "گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش" (صفحہ ۲۳۴)

مصراع ثانی حافظ کا ہے اور پورا شعر یوں ہے۔

روز مملکت خویش خسروان دانند گدای گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

پیام مرشد شیراز بھی مگر سن لے کہ ہے یہ سرداران خانہ ضمیر سرورش (صفہ ۲۳۵)  
 "مرشد شیراز"۔ مراد حافظ شیرازی سے ہے۔

خواجہ حافظ کا نام محمد لقب شمس الدین اور حافظ تخلص تھا۔ وہ ۷۱۵ھ (۱۳۱۵ء) میں بمقام شیراز پیدا ہوئے۔ گوان کا ابتدائی زمانہ شیخ حسین حاکم شیراز کے عہد میں گذرا مگر ان کی زندگی میں کئی بادشاہ یکے بعد دیگرے حکمران ہوئے۔ حافظ اپنے زمانے میں بڑے ہر دلعزیز تھے وہ سلاطین کے درباروں میں بھی آتے جاتے تھے۔ ان کی علمی و ادبی قابلیت اعلیٰ درجے کی تھی وہ حافظ قرآن بھی تھے۔ خواجہ حافظ کا تمام کلام حسن ادا اور لطافت شعری سے ملبو ہے۔ وہ فارسی شاعری میں غزل گو کی حیثیت سے منفرد ہیں۔ حافظ کو "سان الغیب" کہا جاتا ہے۔ لوگ ان کے دیوان سے فال نکالتے ہیں۔ سال وفات ۷۶۱ھ (۱۳۸۸ء) ہے۔ مزار شیراز میں ہے۔ تاریخ وفات کسی نے خوب کہی ہے۔

جو در خاک مصلی یافت مسکن بجو تاربخشراز خاک مصلی (۱)

شہلی کو رو رہے تھے ابھی اہل گلستان حالی بھی ہو گیا سوئے فردوس۔ وہ نور (صفہ ۲۴۸)  
 "شہلی"۔ شہلی نعمانی ۱۸۵۷ء میں موضع مندول ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۱۲ء میں وفات پائی۔ شہلی کا مسلم قوم پر بڑا احسان ہے۔ انہوں نے اپنی تصانیف کے ذریعہ سے مشاہیر اسلام کو دنیا سے روشناس کیا ندوہ کی بنیاد ڈالی جو آج تک بدلتے ہوئے حالات میں ملک و ملت کی خدمت انجام دے رہا ہے۔ شہلی کی تصانیف کی فہرست خاصی طویل ہے۔ ان کی چند مشہور تصانیف کے نام یہ ہیں۔ سیرت النبی۔ شعرا العجم۔ النعمان۔ الفاروق۔ الغزالی اور موازنہ انہیں و دہیر۔ شعرا العجم فارس کے شعرا کا تذکرہ ہے۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود اہل ایران نے اس کو اپنی زبان میں منتقل کیا۔

شہلی بیک وقت ایک شاعر فلسفی مورخ ناقد ماهر تعلیم معلم واعظ مصلح جریدہ نگار فقیہ اور

محدث تھے۔ یہ ان کی وہ خصوصیات ہیں جو ایک شخص میں بمشکل پائی جاتی ہیں۔<sup>(۱)</sup>

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز جراح مصطفوی سے شرار ہو لہیں (صف ۲۲۹)  
مصرع ثانی حافظ کے اس شعر سے ماخوذ ہے۔

ازین چمن گل بیخار کس نجید آری جراح مصطفوی باشرار ہو لہیں ست  
"مغان کہ دانه انگور آب می سازند ستاره می شکند آفتاب می سازند"<sup>(۲)</sup> (صف ۲۲۹)  
یہ شعر فرخ اللہ شوشتری کا ہے۔

تضمین پر شعر فیضی (صف ۲۵۱)

"فیضی" فیضی کا پورا نام ابوالفیض تھا۔ شیخ مبارک ناگوری کا بیٹا اور ابوالفضل وزیر شہنشاہ اکبر کا بڑا بھائی تھا۔ ۱۵۴۷ء میں پیدا ہوا۔ ملک الشعراء غزالی مشہدی کے انتقال کے بعد اکبر کے دربار میں ملک الشعراء کے عہدے پر فائز ہوا اور شہزادوں کی اتالیقی کا کام بھی اس کے سپرد ہوا۔ تاریخ فلسفہ طب اور انشا پردازی میں کمال رکھتا تھا سنسکرت زبان کا بھی جید عالم تھا۔ مختلف مذاہب کی تعلیم پر بھی عبور رکھتا تھا۔ یہ فارسی کا بلند پایہ شاعر تھا۔ عربی زبان میں بھی کامل دستگاہ رکھتا تھا۔ اس کی تصانیف کی تعداد خاص ہے۔ مشہور خمسہ نظامی کے نمونے پر اس نے پانچ کتابوں کا ایک مجموعہ تیار کیا جس میں صرف مرکز دوار اور نل دمن پایہ تکمیل کو پہنچیں۔ اس نے کئی سنسکرت کی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ قرآن کی تفسیر پر نقط جسے سوا طم الالہام کہا جاتا ہے اسی کی لکھی ہوئی ہے۔ فیض کی انشائیہ فیض بھی مشہور ہے۔ ۱۵۹۵ء میں آگرہ میں انتقال کیا۔<sup>(۳)</sup>

تضمین پر شعر میر وری د انش (صف ۲۷۱)

میر وری دانش مشہد شاہ جہان کے زمانے میں اپنے باپ کے ساتھ ہندوستان آیا اور بادشاہ

- 
- (۱) مولانا سید سلیمان ندوی - حیات شبلی - شیخ محمد اکرام - شبلی نامہ ۱۲۹۳ھ  
(۲) نواب سید محمد صدیق حسن - شمع انجمن - صف ۳۷۲ مطبعہ رئیس المطابع شاہجہانی بھوپال  
(۳) شبلی - شعر العجم ج ۲ صف ۷۲ - مولانا محمد حسین آزاد - دربار اکبری -

کی خدمت میں ایک قصیدہ لکھ کر پیش کیا۔ بادشاہ نے دو ہزار روپیہ انعام میں دہیے۔ کچھ عرصہ کے بعد شاہ جہان کو چھوڑ کر دارا شکوہ کی ملازمت اختیار کی دارا شکوہ نے میروسی دانش کو ذیل کے شعر پر اس کے لاکھ روپیہ انعام دیا۔

(۱)

نات را سرسبز کن اے ابر نیسان در بہار قطره تا می تواند شد چرا گوهر شود

(صف ۲۴۳)

تضمین پر شعر ملک قوی

ملک قوی ایران کے شہر قم کا رہنے والا تھا ابتدائی تعلیم کے بعد کاشان آیا اس کے بعد

چار سال تہ قزوین میں رہا ۹۸۴ھ (۱۵۷۹ء) میں دکن کا رخ کیا کیونکہ ابوالہم عادل شاہ

والی بیجا پور شعرا کا بہت قدردان تھا چنانچہ ابوالہم عادل شاہ نے اس کو اپنا دوبارہ شاعر

بنایا اور بہت عزت افزائی کی۔ ملا ظہوری اس کی قابلیت کا بڑا مداح تھا۔ خود فیض جیسا ہاکمال

(۲)

بھی اس کی بڑی تعریف کرتا تھا۔ ملک قوی نے ۱۰۲۲ھ (۱۶۱۵ء) میں انتقال کیا۔

(صف ۲۴۵)

تضمین پر شعر صائب

"صائب"۔ صائب کا پورا نام مرزا محمد علی تھا۔ وہ تبریز میں پیدا ہوا اور اصفہان میں تعلیم

حاصل کی۔ بعد ازاں ظفر خان صوبیدار کابل کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک قصیدہ لکھ کر

پیش کیا۔ ظفر خان صائب کی بہت قدر کی اور فکر معاش سے بے نیاز کر دیا۔ صائب آخر میں اصفہان

واپس چلا گیا اور ۱۰۸۰ھ (۱۶۶۹ء) میں وفات پائی۔ ایک ضخیم کلیات اس سے یادگار ہے جس

(۳)

میں تمثیلی اور اخلاقی شاعری کا عنصر نمایاں ہے۔

ہاتف نے کہا مجھ سے کہ فردوس میں اک روز

(صف ۲۴۶)

حالی سے مخاطب ہوئے یوں سعدی شیراز

"سعدی شیراز"۔ آپ کا نام شرف الدین لقب مصلح اور سعدی تخلص وطن شیراز تھا۔ سال ولادت

(۱) محمد یوسف علی۔ روز روشن صف ۲۳۸ مطبع شاہجہانی بمبھال ۱۲۹۷ھ

(۲) نواب سید محمد صدیق حسن۔ شمع انجم صف ۲۲۰-۲۲۱

(۳) شبلی۔ شعرا العجم ج ۳ صف ۱۸۹۔ رضا قلی ہدایت۔ مجمع الفصاح ج ۲ صف ۲۳-۲۴

آقای دکتر رضازادہ شفق۔ تاریخ ادبیات ایران صف ۲۲۴-۲۲۹

۵۸۹ھ (۱۱۹۳ء) اور سال وفات ۶۹۱ھ (۱۲۹۱ء) ہے۔ وہ سعد زنگی بادشاہ فارس کے عہد میں تھے شیخ سعدی کے والد عبداللہ شہوازی اتابک سعد زنگی کے ہاں کسی خدمت پر مامور تھے۔ غالباً اسی لئے آپ نے اپنا تخلص سعدی رکھا۔ مدرسہ نظامیہ بغداد میں تعلیم حاصل کی علامہ ابوالفضل عبدالرحمن ابن جوزی آپ کے اساتذہ میں تھے۔ باطنی تعلیم شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں وہ کر پائی۔ تعلیم سے فارغ ہو کر آپ نے ایشیا کی سیاحت کی اور عمر کا بڑا حصہ سیروسیاحت میں بسر کیا۔ فلسفہ اور حکمت کی طرف بہت کم توجہ کی زیادہ تر دینیات علم سلوک اور علم ادب کی طرف متوجہ رہے۔ شیخ سعدی فارسی غزل کے پیغمبر مانے جاتے ہیں ان کی فصاحت و بلاغت کا شہرہ ان کی زندگی ہی میں ممالک دور دراز میں پھیل گیا تھا۔ سعدی کی تصانیف میں گلستان اور بوستان کو بڑا قبول عام حاصل ہوا۔ ان کی گلستان فارسی نثر کا میرے مثال نمونہ خیال کی جاتی ہے۔ بعض لوگوں نے اس کا جواب بھی لکھا لیکن وہ گلستان کی گرد کو بھی نہ پا سکیے۔ گلستان کا دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے جس سے اس کی مقبولیت پر خاصی روشنی پڑتی ہے۔

(۱)

تضمین پر شعر میرزا بیدل (صف ۲۷۷)

"بیدل" نام عبدالقادر اور تخلص بیدل تھا۔ اس کا اصلی وطن نوران تھا لیکن پیدا بخارا میں ہوا بیدل نو عمر ہی تھا کہ شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں ہندوستان آیا اس کی تعلیم و تربیت ہندوستان میں ہوئی اس لئے اس کا شمار اہل زبان شعرا میں نہیں ہے۔ بیدل شہزادہ محمد اعظم ہمایوں کی سرکار میں ملازم ہوا شہزادہ نے اپنی مدح میں قصیدہ کی فرمائش کی وہ خفا ہو کر دہلی چلا آیا۔ بیدل فارسی زبان و ادب کا ماہر نہایت نازک خیال اور قائم شخص تھا۔ اس کی تصانیف میں چہار عنصر بیدل نکات بیدل و قصات بیدل اور دیوان فارسی شامل ہیں۔

(۲)

بیدل کے کلام میں تصوف کا رنگ کثرت سے ملتا ہے۔ اس کا انتقال ۱۷۲۰ء میں ہوا۔

(۱) حالی۔ حیات سعدی

(۲) انسائیکلو پیڈیا اسلام ج ۱ صف ۷۱۳۔ خواجہ عباد اللہ اختر۔ بیدل

شیخ محمد اکرام۔ ارمغان پاکستان صف ۷-۸

## شیکسپیر

(صف ۲۸۳)

ولیم شیکسپیر (William Shakespeare) ۲۶-اپریل ۱۵۶۴ء کو پیدا ہوا۔ اور

۱۶۱۶ء میں فوت ہوا۔ شیکسپیر انگریزی زبان کا مشہور ترین ڈراما نگار اور شاعر تھا۔ اس کے

ڈرامے دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکے ہیں جن سے ان کی مقبولیت کا اندازہ لگایا

جا سکتا ہے۔ شیکسپیر کے ڈراموں کے سینکڑوں جملے زبان زد ہو گئے ہیں۔ شیکسپیر بڑا نباض فطرت

تھا۔ اس کے ڈراموں میں بڑی زندگی اور بڑی مصیبت ملتی ہے۔ اس کے بعض ڈراموں کے نام یہ ہیں۔

ہیملیٹ (Hamlet)، رومیو جولیٹ (Romeo and Juliet)، مکیتھ (Macheth)

کنگ هنری چہارم (King Henry IV) اور دی تمپسٹ (The Tempest)

شیکسپیر کے ڈرامے طرہ بہ طرہ ہیں اور المیہ بھی۔ اس کے ڈراموں کے بعض کردار بہت مشہور

(۱)

ہو چکے ہیں۔ مثلاً فال اسٹاف اور شاتی لاک۔

"شہر زاغ وزغن در بند قید و صید نیست این سعادت قسمت شہباز و شاہین کردہ اند"

(صف ۲۸۶)

یہ شعر حافظ کا ہے۔

"مرا از شکستن چنان طارناید کہ از دیگران خواستن مومبائی" (صف ۲۸۷)

عبادی کا اصل شعر یوں ہے۔

(۲)

مرا از شکستن چنان درد ناید کہ از ناکھان خواستن مومبائی

گفت روی ہر بنائے کہنہ کا باد ان کند بی ندانی اول آن بنیاد را ویران کند؟

(صف ۳۰۰)

روی کا اصل شعر یوں ہے۔

ہر بنائے کہنہ کا باد ان کند نے کہ اول کہنہ را ویران کند

اے کہ نشانی غنی را از جلی ہشیار باش۔ اے گرفتار ابوبکر و علی ہشیار باش (صف ۳۰۲)

اس شعر کا مضمون مندرجہ ذیل شعر سے ماخوذ ہے۔

سر حق کے بر تو گردد منجلی اے گرفتار ابوبکر و علی

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۲۰ صف ۲۳۳-۲۵۲

(۲) علی اکبر دہنیدا۔ کتاب امثال و حکم صف ۱۵۰۷ مطبع مجلس طہران ۱۳۱۰ھ

اثر کچھ خواب کا غنچون میں باقی ہے تو اے بلبل

"نوارا تلخ تر می زن جو ذوق نغمہ کم بائی" (صفہ ۳۰۴)

مصراع ثانی عرقی کا ہے اور پورا شعر یون ہے۔

نوارا تلخ تر می زن جو ذوق نغمہ کم بائی حدی را نیز تر می خوان جو محمل را گران بینی

رہود آن ترک شیرازی دل توہیز و گاہل را

صبا کرتی ہے ہوئے گل سے اپنا ہم سفر پیدا! (صفہ ۳۰۵)

پہلا مصراع حافظ کے اس شعر سے ماخوذ ہے۔

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

بہا پیدا خریدار است جان ناتوانی را "پس از مدے گذار افتاد ہر ما کاروانی مارا" (صفہ ۳۱۴)

مصراع ثانی نظیری کا ہے اور پورا شعر یون ہے۔

بہر جنسی کہ میگردد اخلاص و وفا خوب است پس از عمری گذار افتاد ہر ما کاروانی را

"بہا ناگل بیفشانیم و می درسافر اندازیم فلک راسقف ہشگافیم و طرح دیگر اندازیم" (صفہ ۳۱۵)

یہ شعر حافظ کا ہے۔

جو میں سرسجدہ ہوا کبھی تو زم سے آنی لگی صدا

ترا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں (صفہ ۳۲)

یہ شعر عراقی کے اس شعر سے ماخوذ ہے۔

بز میں چو سجدہ کردم ز زمین ندا برآمد کہ مرا خراب کردی تو بہ سجدہ ربائی

"اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے۔" غالب کا قول سچ ہے تو پھر ذکر غیر کیا

(صفہ ۳۲۸)

غالب کا پورا شعر یون ہے۔

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے۔ حیوان ہو پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

میرزا غالب خدا بخشے بجا فرما گئے "ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہیں کھائیں گے کہا؟"

(صفہ ۳۳۰)

پورا شعر اس طرح ہے۔

ہے اب اس معہورہ میں قحط غم الفت اسد ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہیں کھائیں گے کہا



زہرِ عجم

(طبع چہارم ۱۹۲۸ء)

جہ عجب اگر دو سلطان بہ ولائے نہ گنجند

عجب این کہ ہی نگجید و عالمے تقیے ! (صفہ ۱۳)

بہان اس شعر کا مضمون سعدی کے اس مقولے کی طرف اشارہ کرتا ہے جو گلستان میں اس طرح ہے

دہ درویش در گلیمے بہ خسپند و دو بادشاہ در اقلیمے نگجند

بامید ایک کہ روزے بشکار خواہی آمد زکمند شہر پاران دم آہوانہ دارم (صفہ ۲۹)

اس شعر کا پہلا مصرع امیر خسرو کے مندرجہ ذیل شعر سے ماخوذ ہے۔

ہمہ آہوان صحرا سرخود نہادہ برکف بامید این کہ روزے بشکار خواہی آمد

دل گیتی انا المسموم انا المسموم فریادش خرد نالان کہ ماعدی بتریق ولا راقی (صفہ ۳۹)

یہ شعر یزید ابن معاویہ کے اس شعر سے ماخوذ ہے۔

انا المسموم و ماعدی بتریق ولا راقی ادرا کا ساونا ولھا الاہا الہا الساقی

عشق کا زہر میرے اندر سرایت کرچکا ہے اور میرے پاس نہ تو اس زہر کا کوئی تریاق ہے اور نہ

کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے۔ اس لئے اے ساقی! شراب کا دور شروع کر اور ہاتھ بڑھا کر پیالہ

مجھے دے (تاک اس زہر کا اثر زائل ہو)۔

"تو در زہر درختان ہمجو طفلان آشیان بینی"

یہ پرواز آگہ صید مہر و ماہی ہی توان کردن (صفہ ۱۵۱)

پہلا مصرع عرفی کا ہے اور پورا شعر یوں ہے۔

بدام اندر کشیدند اہل مدنی طائر دولت تو در زہر درختان ہمجو طفلان آشیان بینی

بطور دیگر از مقصود گفتم جواب نامہ محمود گفتم (صفہ ۲۰۳)

"محمود" نام شیخ محمود والد کا نام عبدالکریم بن یحییٰ بہ علم و زہد میں بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔

تہریز سے ۸ فرسنگ کے فاصلے پر ایک مقام شہسور کے نام سے مشہور ہے۔ شیخ محمود یہیں پیدا

ہوئے اور اس نسبت سے شہسوری کہلائے لقب سعد الدین نجم الدین تھا ابتدائی تعلیم اپنے والد

سے پائی جوان ہو کر تہریز آئے اور ایک بزرگ شیخ امین الدولہ سے علوم ظاہری و باطنی حاصل

کئے بہت بھی انہیں سے کی۔

آغا باقر سلجانی نے لکھا ہے کہ شہستری کی پیدائش ہلاکو خان کے عہد میں ہوئی۔  
تاریخ و طاعت ۷۲۰ھ (۱۳۲۰ء) ہے آل جنگیز کے آخری فرمانروا سلطان ابوسعید کے زمانے میں  
تھے۔ محمود شہستری کا سال پیدائش ۱۲۵۰ء ہے۔

مختلف تذکروں سے محمود شہستری کی چار تصانیف کا پتہ چلتا ہے۔ گلشن راز حق المیقین  
فی معرفتہ رب العالمین سعادت نامہ اور رسالہ شاہد۔

گلشن راز کی تصنیف کا واقعہ نہایت دلچسپ ہے یہ بیان کیا جاتا ہے کہ رکن الدین حسین  
بن ابی الحسن الحسینی غوری ہراتی الملقب بہ فخر السادات و مشہور بہ سید حسینی کی طرف  
سے ایک قاصد آیا اور ۱۵ سوال منظوم لایا۔ شیخ نے وہیں اس کا مختصر جواب نظم کر دیا جس سے  
ان کے تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے بعد میں کسی قدر اضافے کے ساتھ مثنوی گلشن راز مکمل کی۔  
پروفیسر براؤن نے تاریخ ادبیات عجم ج ۳ صفحہ ۱۲۷ پر گلشن راز کا سنہ تصنیف ۷۱۰ھ  
(۱۳۱۱ء) لکھا ہے۔ براؤن کی اس تاریخ میں کلام ہے کیونکہ ہندوستان ایران اور یورپ کے  
مطبوعہ نسخوں نیز مہیشی کے قلمی نسخے صفحہ ۲ پر یہ مصرع صاف لکھا ہے۔

ع گذشتہ ہفتہ و دہ از ہفتصد سال - معلوم نہیں پروفیسر براؤن نے کہاں سے اور کس بنا پر  
وہ تاریخ لکھنی ہے۔

گلشن راز کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ مشرق و مغرب کے نکتہ دانوں اور صاحب ذوق  
ارباب علم نے اپنی بیشتر توجہ اسی کتاب کی جانب مبذول کی ہے اور نہایت جانفشانی سے متون  
اور شرحوں کو شائع کیا ہے۔

محمود شہستری بڑے زبردست صوفی اور عالم تھے۔ انہوں نے پہلے اجمالاً اور پھر تفصیلاً  
نہایت جامعیت سے ان سوالات کا جواب لکھا ہے اور اس زمانے کے عقائد و خیالات کی ترجمانی کی ہے  
پروفیسر براؤن نے تاریخ ادبیات عجم میں شہستری کو خوب سراہا ہے اور جلد ۳ صفحہ ۱۲۸  
پر لکھا ہے کہ "گلشن راز تصوف کے بہترین مقالوں میں سے ایک مقالہ ہے"۔ شبلی نے بھی گلشن راز

کو اہم مانا ہے۔

گلشن راز کی کئی شرحیں مختلف زبانوں میں لکھی گئی ہیں۔ مولانا جلالی نے لکھا ہے کہ کم و بیش ۲۸ شرحیں ان کی نظر سے گذری ہیں۔ سب سے مشہور شرح محمد بن یحییٰ بن علی لاہجی کی ہے۔

یورپ کا وہ طبقہ جو فارسی اور تصوف سے دلچسپی رکھتا ہے گلشن راز کی سیر سے محروم نہیں ہے۔ سب سے پہلے جس نے اس کتاب کو یورپ سے روشناس کرایا وہ ٹولکے ہے۔ یورپ کی متعدد زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے ہیں ان میں ہامبروگس ٹال اور وین فیلڈ کے جرمنی اور انگریزی ترجمے قابل ذکر ہیں۔

مثنوی گلشن راز اس شعر سے شروع ہوتی ہے۔

بنام آنکہ جان را فکر آموخت چراغ دل بنور جان ہر فروخت

باقی سلمان نے گلشن راز کے سوالات کی تعداد ۱۷ بتائی ہے جو صحیح نہیں کیونکہ اصلی (۱) کتاب میں صرف ۱۵ سوال پائے جاتے ہیں۔

"مرا زین شاعری خود عار ناید کہ در صد قرن یک عطار ناید" (صفحہ ۲۰۵)

یہ شعر محمود شبستری کا ہے۔

---

(۱) E.G.Browne, A Literary History of Persia, vol.III pp 146-150  
F.Lederer- The Secret Rose Garden.

"وان كنت قد ازفت صرى فاجملی" (اور اگر تو نے جدائی کا پختہ ارادہ کر لیا ہے تو اس کو خوش اسلوبی سے عمل میں لانا)

اموالقیس بن حجر والکندی اہل نجد سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے اپنی محبوبہ فاطمہ کی شان میں بہت اشعار لکھے ہیں۔ اس پر اس کے باپ نے اموالقیس کو گھر سے باہر نکال دیا۔ عربی میں پہلی مرتبہ اموالقیس نے نازک اور لطیف مضامین شعر میں باندھے یہ ان سات مشہور شعرا میں سے ایک ہے جو دور جاہلیت میں شعروسخن میں ممتاز تھے۔ اس کا ایک قصیدہ اپنے محاسن کی وجہ سے سبب مصلحہ میں شامل اور اس کو خانہ کعبہ پر آویزان کیا گیا۔ اموالقیس کا انتقال ۵۳۰ء اور ۵۴۰ء کے درمیان ہوا۔ وہ عہد جاہلی کے مشہور ترین شعرا میں تھا۔

آدی را دید و چون گل پر شکفت در زبان طوسی و خیام گفت (صف ۱۱۸)

"خیام" خیام کا نام عمر تھا کنیت ابو الفتح اور ابو حفص لقب غیاث الدین باپ کا نام ابراہیم تھا۔ عمر خیام فارسی کا مشہور شاعر اصلاً خیبرہ دور تھا جیسا کہ اس کے تخلص "خیام" سے ظاہر ہے۔ اس کی رباعیات اپنی طرز خاص میں مشہور ہیں جن کا یورپ تک میں شہرہ ہے اور انگریزی میں اس کا ترجمہ اور اصل کی مرتبہ چھپ چکی ہیں۔ عمر خیام صرف شاعر ہی نہ تھا بلکہ حکیم اور عالم ہیئت بھی تھا۔ نیشاپور میں تقریباً ۱۰۵۰ء میں پیدا ہوا۔ حسن بن صباح کا ہم عصر تھا۔ علوم فلسفہ میں بلند پایہ رکھتا تھا۔ رباعیات کے علاوہ علوم حکمت و ہندسہ میں بھی تصانیف اس سے یادگار ہیں۔ تاریخ وفات میں اختلاف ہے بعض نے ۱۱۲۳ء اور بعض نے ۱۱۲۱ء لکھی ہے۔

غالب و حلاج و خاتون عجم شورا افگندہ در جان حرم! (صف ۱۳۵)

"خاتون عجم" اشارہ قرة العین کی طرف ہے۔

(۱) ابن قتیبہ - کتاب الشعر والشعراء صف ۳۴-۵۶

حسن السیدونی - شرح دیوان اموالقیس صف ۱۲۸ مطبوعہ قاہرہ

مصطفی الفلابینی رجال المعلقات العشر صف ۹۴ مطبوعہ بیروت

نواب محمد یار جنگ بہادر - احسن السبک صف ۵۵ مطبوعہ حیدرآباد دکن

اسنائیکلوپیڈیا آف اسلام ج ۲ صف ۲۴۴

(۲) شبلی - شعر المعجم ج ۱ صف ۱۸۸-۲۲۱، 111p K.Hitti-History of the Arabs, 93-94

قرۃ العین ایران کی وہ مشہور خاتون جس نے ہائی فرقہ بابیہ کی بڑی سرگرمی سے یہودی کی اور اس مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں نمایاں حصہ لیا۔ وہ شاعرہ بھی تھی۔ جناب طاہرہ اور زہین تاج کے نام سے بھی مشہور ہے۔ بڑی حسین و جمیل تھی۔ ۱۸۵۲ء میں قرۃ العین طاہرہ کو کچھ اور بابیوں کے ساتھ قتل کیا گیا۔ اس کی غزلوں میں جوش بہان سرفی اور زور اس قدر ملتا ہے کہ کم شعرا کو نصیب ہوا ہوگا۔<sup>(۱)</sup>

"قمری کف خاکستر و پلہل قفس رنگہ اے نالہ نشان جگر سوختہ چیست" (صف ۱۲۵)  
 یہ شعر غالب کا ہے اقبال نے اس کے مصرع میں خفیف سا تصرف کر دیا ہے۔ اصل شعر غالب کا یوں ہے  
 قمری کف خاکستر و پلہل قفس رنگہ اے نالہ نشان جگر سوختہ کیا ہے

خلق و تقدیر و ہدایت ابتدا است رحمتہ للعالمین انتہا ست ! (صف ۱۲۸)

اقبال نے یہ شعر غالب کے اس شعر سے متاثر ہو کر کہا ہے۔

ہر کجا ہنگامہ عالم بود رحمتہ للعالمین ہم بود<sup>(۲)</sup>

ہانسیم آوارہ بودم در نشاط بشنواز نے ہی سرودم در نشاط (صف ۱۸۸)  
 بشنواز نے الخ دیکھئیے صف ۲۷۷

نکدہ آرائے کہ نامش بہتری است فطرت او چون سحاب آذری است ! (صف ۱۹۷)

"بہتری" - راجہ بہتری ہری راجہ بکرماجیت کے بھائی تھے یہ عالم اور شاعر تھے انہوں نے راج چھوڑ دیا تھا یہ چھٹی صدی عیسوی کے بعد ہوئے ہیں۔ ان کی کتاب بہتری ہری شکر ہے جس میں سیاست عشق اور زہد کے مضامین ہیں۔ جوڈ کے بیان کے مطابق بہتری ہری ہرش وردھن کے ہر باری شعرا میں ایک ممتاز مقام رکھتا تھے۔<sup>(۳)</sup>

(۱)

Encyclopaedia of Religion & Ethics-vol.II pp 300-302

E.G.Browne-Materials for the Study of the Babi Religion pp 343-351

(۲) نیرنگ خیال - اقبال نیر صف ۲۲۵

(۳) J.M.Kennedy-Wise Sayings of Bhartrihari

C.E.M.Joad-Story of Indian Civilization p.98

ابومعین ناصر بن خسرو علوی گیارہویں صدی کے مشہور ترین فارسی شعرا میں سے تھا۔ وہ بلخ کے قریب ۳۹۲ھ (۱۰۰۳ء) میں پیدا ہوا۔ ایرانی مورخ عام طور پر اس کو علوی کہتے ہیں۔ اس نے مختلف اساتذہ سے تحصیل علم کی اور مروجہ علوم میں کمال پیدا کیا۔ ۱۰۲۵ء میں دفتند اس کی زندگی میں ایک انقلاب رونما ہوا جس کے صحیح اسباب معلوم نہیں لیکن ناصر نے خود انہیں الہامی طور پر بیان کیا ہے۔ اس نے خواب کے بعد دیاری و جاہت کو چھوڑ کر حج کا ارادہ کیا اور چار مرتبہ کعبہ کا طواف کیا۔ یہ سفر ناصر کے لئے بہت اہمیت رکھتا تھا۔ اس نے ایران اس وقت چھوڑا جب کہ ایران میں مختلف سلاطین تخت کے لئے ہوس رہے تھے اور یہ ایران کی تاریخ میں ایک نازک وقت تھا۔ اس نے دوران سفر میں تقریباً تمام اسلامی ممالک میں بھی حالت دیکھی البتہ مصر میں یہ کشمکش نہ تھی۔ مصر میں اس وقت اسماعیلی خاندان حکمران تھا ناصر نے سوچا کہ اس کی بدولت اسلام کی محافظت ہوسکتی ہے اور بھی خاندان اس وقت اسلام کی زہون حالی کو دور کرسکتا ہے۔ اس نے حکمران خاندان کے متعدد ممتاز عہدہ داروں سے ملاقات پیدا کی اور آخر کار اس مذہب کو قبول بھی کر لیا اس طرح اس نے خلیفہ المستنصر کی ہمدردی حاصل کی۔ بلخ واپس ہونے کے بعد ناصر نے اسماعیلی فرقے کی تبلیغ شروع کی لیکن سلجوقیوں نے جلد ہی محسوس کر لیا کہ ناصر کی تبلیغی سرگرمی ہمارے مفاد کے خلاف ہے۔ بالآخر اس کو بلخ سے بھاگنا پڑا۔ پہلے وہ مازندران پہنچا لیکن وہاں بھی عافیت نہ دیکھی بعد ازاں بدخشان کے پہاڑوں کی طرف نکل گیا جہاں اس نے اپنی عمر کے آخری ایام بسر کئے یہیں اس نے اپنی اہم تصانیف مکمل کیں اور ۵۲-۵۳ھ (۱۰۶۱-۱۰۶۲ء) میں انتقال کیا۔

ناصر کی تصانیف کی تعداد خاصی ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کی تصانیف نہایت درجہ غریب و بوط انداز میں باقی جاتی ہیں۔ اس کی تصانیف میں دیوان و روشنائی نامہ جو فلسفیانہ مباحث میں موعلی سینا کے مقالات سے بہت مشابہت رکھتا ہے اور سعادت نامہ میں مطلق العنان حکومت

کی مذمت اور کسانوں کی حکومت کو سراہا گیا ہے۔ اس کی سب سے مشہور نثری تصنیف سفرنامہ ہے جو مکہ کے سفر پر مشتمل ہے۔ اس میں قاری کو گران بہا معلومات مل جاتی ہیں۔ اس کی تصانیف میں زاد المعاد (۱) سفرنامہ، روشنائی نامہ اور سعادت نامہ مشہور ہیں۔

خوش سرود آن شاعر افغان شناس آنکھ پید باز گوید ہے ہر اس! (صفحہ ۲۰۷)

"شاعر افغان شناس"۔ مراد خوشحال خان خطک سے ہے۔

خوشحال خان خطک پشتو زبان کا مشہور وطن دوست شاعر ۱۰۲۲ھ (۱۶۱۳ء) میں پیدا ہوا۔ اس کے باپ کا نام شہباز خان تھا۔ خوشحال خان اپنے باپ کے بعد خطک قوم کا سردار تسلیم کیا گیا۔ شاہ جہان نے اس کی قابلیت اور اثر کا پورا اندازہ کر لیا تھا چنانچہ مغل حکمت عملی کے مطابق اس کی مدد کی گئی تاکہ ہندوستان اور افغانستان کے درمیان وصل و وسائل کا سلسلہ بند نہ ہونے پائے۔ اورنگ زیب نے تخت نشین ہونے کے بعد کسی وجہ سے خوشحال خان کی گرفتاری کا حکم جاری کیا چنانچہ اس کو گرفتار کر کے گوالیار کے قلعہ میں تقریباً سات سال رکھا گیا۔ اسیری کے زمانے میں اس نے بہت سی نظمیں لکھیں۔ بعد ازاں اس کو رہا کر دیا گیا۔ رہا ہونے کے بعد وطن پہنچ کر اس نے تقریباً تمام افغان قبائل کو مغلوں کے خلاف ہرانگیختہ کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے مغلوں کو افغانستان سے نکال دیا خوشحال خان نے ۷۸ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ (۲)

(۱) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۳ صفحہ ۸۶۹-۸۷۰

آقای دکتور رضا زادہ شفیق - تاریخ ادبیات ایران صفحہ ۱۳۸-۱۴۳

(2) H.G.Raverty-The Poetry of the Afghans, pp 142-248

ہال جہیل

(طہم دوم مئی ۱۹۴۱ء)

حدیث پر خیران ہے تو بازمانہ بساز زمانہ باتوں سازد تو بازمانہ ستیز! (صفہ ۲۶)  
"تو بازمانہ بساز" مسعود سعد سلمان کا پورا شعر اس طرح ہے۔

اگر سپہر بگردد زحالی خود تو موگر و گرزمانہ سازد تو بازمانہ بساز (۱)

"ما از پئے سنائی و عطار آمدیم!" (صفہ ۳۷)

یہ مصرع دوس کا ہے اور پورا شعر یوں ہے۔

عطار روح بود و سنائی دو چشم دو - ما از پئے سنائی و عطار آمدیم

حکیم سنائی کے جس قصیدہ کی پہروی میں اقبال نے یہ اشعار لکھے ہیں اس میں ۶۲ شعر ہیں۔  
اس قصیدہ کا پہلا اور آخری شعر حسب ذیل ہے۔

مکن درجسم و جان منزل کہ این دوست و آن والا

قدم زین هر دو بیرون نه نه اینجا باشو نه آنجا

(۲)

بہر چہ از اولیا گویند رزقی و رزقی بہر چہ از انبیا گویند آما و صد قنا۔

ندا آتی کہ آشوب قیامت سے یہ کیا کم ہے

"گرفتہ چینیان احرام و مکی خفته در بطنحا!" (صفہ ۳۹)

مصرع ثانی سنائی کا ہے اور پورا شعر یوں ہے۔

جو علمت هست خدمت کن جو ہے علماں کہ زشت آبد

گرفتہ چینیان احرام و مکی خفته در بطنحا

عجب کیا گرمہ و یوہن مے نخچیر ہو جائین کہ ہر فترا کہ صاحب دولتی ہستم سر خود را (صفہ ۴۰)

مصرع ثانی بہ ادنیٰ تغیر صائب کا ہے اور پورا شعر اس طرح ہے۔

(۳)

ازان غور شد ہر گرد جہان سرگشتہ می گردد کہ ہر فترا کہ صاحب دولتی ہند و سر خود را

(۱) علی اکبر دہخدا۔ کتاب امثال و حکم ج ۲ صفہ ۹۱۳

(۲) مدروس رضوی۔ دیوان سنائی صفہ ۲۸-۵۴

(۳) کلیات صائب صفہ ۷۴ مطبوعہ نولکشور



سنائی کے ادب سے میں نے غواصی نہ کی ورنہ

ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوئے لالا ! (صف ۴۱)

"سنائی"۔ ابوالمجد مجدد ابن آدم سنائی کا وطن غزنی تھا۔ ان کی زندگی کے حالات تذکرہ نگاروں نے بہت کم لکھے ہیں۔ یہ بہرام شاہ بن مسعود شاہ غزنوی کے زمانے میں تھے۔ سنائی کی مشہور تصنیف جو انہوں نے بہرام شاہ کے سامنے پیش کی حدیقہ یا حدیقہ الحقیقت ہے۔ یہ کتاب ۱۳۳۱ء میں ختم ہوئی اور اسی سال مصنف کا انتقال ہو گیا۔ سنائی اوائل عمر میں قصیدہ نگار تھے اور بہرام شاہ کے درباری شاعر بھی۔ مگر چند واقعات نے ان پر ایسا گہرا اثر کیا کہ انہوں نے مدح سرائی ترک کر دی اور اپنے لئے دوسرا میدان تلاش کر لیا جس کی وجہ سے آج تک ان کا نام زندہ ہے۔

صوفیانہ خیالات کو مثنوی کی صورت میں پیش کرنے والوں میں سنائی صفا اول میں آتے ہیں۔

انہوں نے متعدد مثنویاں لکھی تعین جن میں حدیقہ سب سے زیادہ مقبول ہوئی (۱)۔

ذرا سی بات تھی اندیشہ عجم نے اسے بڑھا دیا ہے فقط زیب داستان کے لئے (صف ۷۲)  
مصرع ثانی شیفتہ کے مندرجہ ذیل شعر سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔

فسانے اپنی محبت کے سچ میں پر کچھ کچھ بڑھا بھی دیتے ہیں ہم زیب داستان کے لئے

ہے یاد مجھے نکتہ سلمان خوش آہنگ دنیا نہیں مردان جفا کش کے لئے تنگ (صف ۱۰۹)

"سلمان"۔ مسعود سعد سلمان ۱۰۲۶ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ باپ کا نام سعد سلمان تھا

جو شاہ غزنی کی طرف سے لاہور اور دوسرے مقامات میں بہت سی جائداد کا مالک تھا۔ اس کے مرنے

پر لوگوں نے سلمان کو اس جاگیر سے محروم کر دیا یہ داد خواہی کے لئے غزنی پہنچا وہاں اس کے

مخالفین نے غلط الزامات لگا کر اس کو قید کر دیا۔ اس نے شاہ غزنی کی شان میں ایک قصیدہ لکھا

جس میں اپنی تکالیف کا بھی اظہار کیا بادشاہ خوش ہوا اور سلمان نے قید سے نجات پائی۔

سلمان مرثیہ بھی خوب لکھتا تھا اس کا انتقال ۱۱۲۲-۱۱۲۵ء میں ہوا اس کے حبیبہ

قصائد تاثیر اور درد کے لحاظ سے جواب نہیں رکھتے۔ تمام تذکرہ نگاروں نے اس کو اپنے عہد کا بڑا شاعر تسلیم کیا ہے۔<sup>(۱)</sup>

عشق کی مستی سے ہے پیکر گل تابناک عشق ہے صہائے خام عشق ہے کاس الکرام (صفہ ۱۲۸)  
"کاس الکرام"۔ یہ ترکیب رومی کے اس شعر سے ماخوذ ہے۔

جرعہ ہر ریختی زان خفہ جام ہر زمین خاک من کاس الکرام<sup>(۲)</sup>

اور یہی ترکیب عربی کے مندرجہ ذیل شعر میں بھی آتی ہے۔  
شریناواہر قنات من الہا جرعہ وللاضر من کاس الکرام نصیب  
(مطلب یہ ہے کہ جب ہم نے شراب ہی اس کا ایک گھونٹ زمین پر بھی بہا دیا پس ثابت ہوا کہ  
سخی کے پیالے میں زمین یعنی دوسروں کا حصہ بھی ہوتا ہے۔)

حق را بسجودے صنمان را بطوافے! بہتر ہے جواغ حرم و دیو بجہاد و! (صفہ ۱۵۰)  
"حق را بسجودے"۔ یہ ترکیب غالب کے مندرجہ ذیل قطعہ سے ماخوذ ہے۔ اقبال کے مصرعہ اولیٰ  
میں "فرہند" محذوف ہے۔

فرصت اگر دست دہد مغنم انگار ساقی و مغنی و شراب و سرودے  
زنہار ازان قوم بناشی کہ فرہند حق را بسجودے ونہی را درودے

دوبخ آدم زان ہمہ بوستان تہی دست رفتن سوئے دوستان (صفہ ۱۵۱)  
یہ شعر سعدی کا ہے۔

سرخ و کبود بدلیان چھوڑ گیا سحاب شب کوہ اضم کو دے گیا رنگ ہرنگہ طبلستان!  
گرد سے پاک ہے ہوا ہرگہ نخیل دھل گئے رنگہ نواح کاظمہ نوم ہے مثل یونہان! (صفہ ۱۵۱)  
"اضم اور کاظمہ" اقبال نے یہ دونوں لفظ عربی کے مشہور قصیدے ہردہ سے لئے ہیں۔ قصیدہ ہردہ کا وہ شعر یہ ہے۔

ام ہبت الريح من تلقا کاظمہ واومض الہرق فی الظلما من اضم  
(مطلب یہ کہ یا تو مقام کاظمہ کی طرف سے محبت کی ہوا چل پڑی اور یا پھر ہوضم اضم کی جانب

سے بھلی کوئی)

(۱) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۳ صفہ ۲۰۲-۲۰۳۔ شیخ محمد اکرام۔ ارمغان پاک صفہ ۲-۳۔

(۲) مثنوی معنوی دفتر پنجم صفہ ۲۶ مطبوعہ نولکشور

"فرصت کشمکش مدہ این دل ہے قرار یک دوشکن زیادہ کن گیسوئے تابدار" (صف ۱۵۴)

یہ شعر زبور عجم کا ہے جو صفحہ ۷ پر ہے۔

'اگر یک سروشنے ہو تو بروم 'فروغ تجلے مسوزد بروم'! (صف ۱۴۴)

یہ شعر سعدی کا ہے۔

"جاتا ہوں تھوڑی دور ہر اک راہرو کے ساتھ

پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہرو کو میں" (صف ۱۹۹)

یہ شعر غالب کے اس شعر سے ماخوذ ہے۔

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیزرو کے ساتھ

پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہرو کو میں

کہتے ہیں کبھی گوشت نہ کھاتا تھا مہری

پھل پھول پہ کرتا تھا ہمیشہ گذراوقات (صف ۲۰۹)

"مہری" مہری کا پورا نام ابوالعلا احمد بن عبداللہ التتوخی تھا وہ بمقام مصر ۱۹۴۳ء میں پیدا

ہوا اور ۱۹۵۴ء میں وفات پائی اس نے شام میں یونانی حکمت اور ہندی فلسفہ کی تعلیم پائی۔

اس کے بعد بغداد پہنچا جہاں اس نے اپنے لٹریچر ادب میں ایک مقام پیدا کیا۔ مہری کے

جوانی کے اشعار بہت مبالغہ آمیز ہیں اور وہ کی تقلید کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اس کے

اشعار میں غلی اصطلاحات کی بڑی کثرت ہے۔ اس کے ہاں مہم تراکیب بہت زیادہ پائی جاتی

ہیں۔ وہ بیک وقت شاعر اور فلسفی تھا۔ غفران اور لزومیات اس کی تصانیف ہیں۔<sup>(۱)</sup>

یہ کہتا ہے فردوسی دیدہ ور عجم جس کے سرمے سے روشن بحر (صف ۲۱۳)

"فردوسی" - فردوسی کا پورا نام ابوالقاسم حسن بن اسحق بن شرف تھا اور فردوسی تخلص وہ

تقریباً ۱۰۲۱ء میں پیدا ہوا اور ۱۰۲۰ء یا ۱۰۲۵ء میں فوت ہوا۔ اس کا شمار ایران کے مشہور

ترین شعرا میں ہوتا ہے۔ وہ دور غزنویہ کا سب سے بلند پایہ شاعر تھا۔ فردوسی اپنے زندہ جاوید شاہنامہ کی وجہ سے غیر معمولی شہرت کا مالک ہے۔ شاہنامہ کی ابتدا دقتیقی نے کی لیکن مکمل اس کو فردوسی نے کیا۔ شاہنامہ ایک بحر زخار ہے فردوسی نے شاہنامہ ۲۵ سال کی مسلسل کاوش کے بعد مکمل کیا اس کا آغاز طوس میں ہوا تھا اور تکمیل غزنی میں ہوئی۔ فردوسی کو فارسی ناقدون نے مثنوی کا پیغمبر مانا ہے اور ہر زمانے میں اس کا کلام عزت کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔<sup>(۱)</sup>

نکتہ دل پذیر تھے لئے کہہ گیا ہے حکیم قاتنی (صف ۲۱۷)

"قاتنی"۔ قاتنی کا پورا نام مرزا حبیب اللہ تھا اور قاتنی تخلص۔ وہ ۱۸۰۷ء میں بمقام شیواز پیدا ہوا اور ۱۸۵۲ء میں وفات پائی۔ شاعری اس کو ورثہ میں ملی تھی اوائل عمر میں قاتنی نے اپنی ذہانت سے پورا فائدہ اٹھا کر تحصیل علم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور حکمت و بلاغت اور علوم و فنون میں کامل دستگاہ پیدا کی۔ اکتساب علم سے فراغت کے بعد قاتنی نے اپنی توجہ شاعری کی طرف مبذول کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی شیرویں کلام کی وجہ سے دور و نزدیک مشہور ہو گیا۔ قصیدے میں اس نے متقدمین کی پیروی کی اور ان کے طرز کو پایۂ کمال تک پہنچایا۔<sup>(۲)</sup>

(۱) شبلی - شعرا المعجم ج ۱ صف ۷۸-۱۵۱

آقای دکتر رضا زادہ شفق - تاریخ ادبیات ایران صف ۷۸-۹۹

E.G. Browne - A Literary History of Persia, vol. II pp. 129-149

(۲) آقای دکتر رضا زادہ شفق - تاریخ ادبیات ایران صف ۲۶۱-۲۶۵

(طبع سوم ۱۹۲۷ء)

مسا فر

چشم صائب از سواد ش سرمہ چین روشن و پائندہ باد آن سرزمین (صفہ ۱۲)

"از سواد ش سرمہ چین" پورا شعر صائب کا اس طرح ہے۔

خوشا وقتے کہ چشم از سواد ش سرمہ چین گردد

شوم چون عاشقان و طارقان از جان گرفتارش (۱)

ہزار مرتبہ کابل نکوتر از دلی است کہ آن عجوزہ عروس ہزار داما داست (صفہ ۱۴)

مصرع ثانی حافظ کا ہے اور پورا شعر یوں ہے۔

موجود رستی عہد از جہان سست نہاد کہ این عجوزہ عروس ہزار داما داست

دولت محمود رازیا عروس از حنا بندان و دانائے طوس (صفہ ۱۸)

"دانائے طوس" اشارہ فردوسی کی طرف ہے اور یہ ترکیب نظامی کی ہے۔

سخن گوئے پیشینہ دانائے طوس کہ آراستہ زلف سخن چون عروس

آن حکیم غیب آن صاحب مقام ترک جوش روی از ذکرش تمام (صفہ ۱۸)

"حکیم غیب" اور "ترک جوش" کی ترکیبیں ردی سے لی گئی ہیں

ترک جوشی کردہ ام من نیم خام از حکیم غزنوی ہشتون تمام (۲)

درالہی نامہ گوید شرح این آن حکیم غیب و فخر العارفین

دین مجاور کتب اے بے خبر علم و حکمت از کتب دین را نظر (صفہ ۲۱)

یہ شعر اکبر الہ آبادی کے مندرجہ ذیل شعر سے ماخوذ ہے۔

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

نکھ سنج طوس را دیدم ہرم لشکر محمود را دیدم ہرم (صفہ ۲۵)

"نکھ سنج طوس" اشارہ فردوسی کی طرف ہے۔

(۱) کلیات صائب صفہ ۶۹۲ مطبوعہ نولکشور

(۲) مثنوی معنوی - دفتر سوم صفہ ۲۵۶ مطبوعہ نولکشور

صدق واخلاص وصفا باقی نمائد "آن قدح بشکست و آن ساقی نمائد" (صفہ ۲۷)

مصرع ثانی عطار کا ہے اور پورا شعر اس طرح ہے۔

(۱) از جمال شذرہ باقی نمائد      آن قدح بشکست و آن ساقی نمائد

او بہ بند نقرہ و فرزند وزن      گرتوانی سومناہ اوشکن (صفہ ۲۷)

"نقرہ و فرزند وزن"۔ یہ الفاظ روی کے اس شعر سے لئے گئے ہیں۔

(۲) چہست دنیا از خدا غافل بدن      نیسے قماش و نقرہ و فرزند وزن

---

(۱) مصیبت نامہ مطہر نور مشہد ذی قعدۃ الحرام ۱۳۵۵ ھ ق صفہ ۲۳۹

(۲) مثنوی معنوی۔ دفتر اول صفہ ۸۹ مطبوعہ نولکشور

(طبع سوم ۱۹۲۷ء)

پس چہ باید کرد

حمد بیحد مر رسول پاک را      آن کہ ایمان داد مشہ خاک را<sup>۱</sup> (صفحہ ۵۳)  
اصل شعر عطار کا یوں ہے۔

حمد بیحد مر خدائے پاک را      آن کہ ایمان داد مشہ خاک را  
بہر یک نان نشتر لا و نعم      منہ صد کس برائے یک شکم (صفحہ ۶۶)  
"لا و نعم" اشارہ ہے عرفی کے مندرجہ ذیل شعر کی طرف  
اقبال کرم میگردار با پ ہم را      ہمت نخورد نیشتر لا و نعم را

(طہم ششم مئی ۱۹۲۶ء)

ضرب کلیم

ہمیں یہاں ہمہ سرمایہ بہار از من 'کہ گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند' (صف ۱۱)

مصرع ثانی طالب آملی کا ہے اور پورا شعر یوں ہے۔

ز غارت چمن بہ بہار منت ہاست کہ گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند

آوازہ حق افہام ہے کہ اور کہ ہر سے 'مسکین دلکم ماندہ درین کشمکش اندر' (صف ۲۰)

مصرع ثانی قافی کا ہے اور پورا شعر یوں ہے۔

(۱)

آن مہر د شراز چپ و این میکشد از است مسکین دلکم ماندہ درین کشمکش اندر

عشق ناپید خورد مے گرد ش صورت مار عقل کو تابع فرمان نظر کر نہ سکا (صف ۶۷)

بہلا مصرع زہر عجم کا ہے پورا شعر صف ۱۳۱ پر اس طرح ہے۔

عشق ناپید و خورد مے گرد ش صورت مار گرچہ در کاسہ ز لعل روانی دارد

(صف ۸۷)

نایاب نہیں متاع گفتار صدا نوری و ہزار جای

"انوری" - محمد نام اوحد الدین لقب اور انوری تخلص تھا اپنی ذہانت اور خداداد طہم رسائی

وجہ سے شاعری میں نام پیدا کیا انوری سلطان سنجر سلجوقی کا مداح تھا سلطان اس کی بہت

عزت کرتا تھا۔ رشید اور ظہیر اس کے ہم عصر تھے انوری کا فارسی نظم میں بہت بڑا درجہ ہے۔

قصیدہ گوئی اور ہذالہ سنجی میں وہ اپنے معاصرین میں ممتاز تھا جیسا کہ کہا گیا ہے۔

در شعر مہ تن پیمبرانند ہر چند کہ لانی و بعدی

ایہات و قصیدہ و غزل را فردوس و انوری و سعدی

(۲)

اس کی وفات تقریباً ۱۱۹۱ء میں ہوئی۔ دیوان و قصائد انوری اب تک مقبول ہیں۔

(صف ۸۷)

اپنے نور نظر سے کیا خوب فرمائیے ہیں حضرت نظامی

"نظامی" - نظام الدین نام نظامی تخلص شہر گجہ کے رہنے والے تھے۔ فارسی شاعری کے مسلم الثبوت

(۱) کلیات دیوان حکیم قافی شیرازی صف ۶۰ چاپ خانہ علی تہران ۱۳۱۸ خورشیدی

(۲) شبلی - شعرا المعجم ج ۱ صف ۲۲۲-۲۲۳

آقای دکتر رضا زادہ شفق - تاریخ ادبیات ایران صف ۱۶۹-۱۷۵



استاد مانے جاتے ہیں ان کی کتاب سکندر نامہ بہت مشہور و مقبول ہے۔ خمسہ نظامی یعنی پانچ کتابوں کا مجموعہ فارسی میں بہت وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جس میں مخزن الاسرار لیلی و مجنون خسرو و شیرین ہفت پیکر اور سکندر نامہ شامل ہیں۔ ان کی پیدائش ۱۱۲۶ء میں ہوئی وفات ۱۱۹۹ء میں پائی۔ ایک دیوان بھی یادگار ہے۔

(۱)

آپا کہاں سے ہالہ نے مہن سرور سے اصل اس کی نے نواز کا دل ہے کہ چوہ نے۔ (صفحہ ۱۱۳)

یہ شعر رومی کے اس شعر سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔

دم کہ مرد نائی اندر نائے کرد درخوردائے است نے در خورد مرد

وہ صاحب تحفۃ العراقین ارباب نظر کا قرة العین (صفحہ ۱۱۹)

”صاحب تحفۃ العراقین“ مراد خاقانی۔ ایران کا مشہور قصیدہ نگار خاقانی منوچہر بادشاہ کے سروان کے عہد میں گذرا ہے اس کو سلطان الشعرا کا خطاب ملا تھا۔ اس کا نام افضل الدین ابراہیم بن علی سروانی تھا سروان کا رہنے والا ابوالعلا گنجوی کا شاگرد تھا اسی نے اس کو خاقانی کا تخلص عطا کیا تھا۔ تحفۃ العراقین کا مصنف ہے جس میں عراق عجم اور عراق عرب کا حال نظم کیا گیا ہے۔ ایک ضخیم مجموعہ قصائد اور ایک دیوان غزلیات اور مثنوی تحفۃ العراقین اس سے یادگار ہیں۔ بمقام تہریز ۱۱۸۶ء میں وفات پائی۔ اس کے قصائد رفعت خیال اور مشکل پسندی کے لحاظ سے بہت مشہور ہیں۔ نعت رسول سے اس کو خاص شغف تھا اسی لئے حسان العجم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

(۲)

(۱) شبلی۔ شعرا العجم ج ۱ صفحہ ۲۴۳-۲۹۷

(۲) آقائی دکنر رضا زادہ شفق۔ تاریخ ادبیات ایران صفحہ ۱۹۶-۲۱۳

(طہم سوم نومبر ۱۹۲۶ء)

ارمغان حجاز

صہنت الکاس عتّا ام عمرو      وکان الکاس مجراھا الیمینا  
اگر امین است رسم دوستداری      بدیوار حرم زن جام و مینا (صف ۶)

عمرو امین کلثوم شاعر مہلقات سردار بنی تغلب مشہور جاہلی شاعر تھا۔ وہ ۶۰۰ء میں تھا۔ اس کی پیدائش و وفات کی صحیح تاریخ کا علم نہیں لیکن یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ۱۵۰ سال زندہ رہا۔ اس کی ماں تغلبی شاعر کی لڑکی تھی۔ اس نے اپنی ماں کی پر غزنی کا انتقام شہزادہ عمرو بن ہند سے لیا۔ (۱)

ادب کا ہمست زیر آسمان از عرش نازک تر      نفس گم کردہ می آید جنمید و بازید اینجا  
(صف ۲۵)

اقبال نے عزت بخاری کے اس شعر کو ایک عنوان بنایا ہے۔

سید عبدالولی نام عزت تخلص باپ کا نام سعد اللہ تھا جو نہایت نیک عالم اور اورنگ زیب کے ہمدرد علیہ تھے۔ عزت اپنے والد کی وفات کے بعد مرشد آباد چلے آئے اور الہ وردی خان نے ان کی مدد کی۔ اپنے مری کی وفات کے بعد ۱۷۵۶ء میں یہ ملکہ دکن پہنچے اور وہیں انتقال کیا۔ یہ صاحب دیوان تھے۔ (۲)

"الایا خیمگی خیمہ فروہل      کہ پیش آہنگ بیرون شدز منزل"  
خود از راندن محمل فرومانم      زمام خویش دادم در کف دل ! (صف ۲۷)

"منوچہری" منوچہری غزنوی دور کا شاعر ہے اور تمام تذکرہ نگاروں نے اس کی قصیدہ نگاری کو سراہا ہے اس کے کلام کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ علوم متداولہ اور عربی ادب میں دستگاہ کامل رکھتا تھا۔

(۱) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۱ صف ۲۳۵

یوسف الیاس سرکس۔ معجم المطبوعات العربیہ والمغربیہ صف ۱۳۸۲-۱۳۸۳

Reynold A. Nicholson-A Literary History of the Arabs pp.109-113  
Philip K. Hitti, History of the Arabs pp.83, 93

(۲) نظامی بدایونی۔ قاموس المشاہیر ج ۲ صف ۸۳

اس کی کہیت ابوالنجم نام احمد اور تخلص منو جہری تھا۔ وہ امیر منو جہری کے دربار سے تعلق رکھتا تھا اس لئے منو جہری تخلص اختیار کیا۔ بعد کو غزنوی دربار کا متوسل ہوا۔ آخر ۴۳۲ھ (۱۰۴۰ء) میں وفات پائی۔ اس کے قصائد میں عربی محاشرت کی موقع کشی ملتی ہے اور وہ قصیدہ نگاروں میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔<sup>(۱)</sup>

گناہ عشق و مستی عام کردند  
دلایل پختگان را خام کردند  
بآہنگ حجازی می سرایم  
'نخستین بادہ کاندہ جام کردند'  
(صف ۳۰)

چوتھا مصرع عراقی کا ہے اور پورا شعر یون ہے۔

نخستین بادہ کاندہ جام کردند  
ز چشم مست ساقی وام کردند  
حرم جز قبلہ قلب و نظر نیست  
طواف او طواف ہام و در نیست  
میان ما و بیت اللہ زمزم نیست  
کہ جہر ہل امین را ہم خبر نیست!

(صف ۱۴۸)

دوسرا شعر مندرجہ ذیل شعر سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔  
میان عشق و معشوق زمزم نیست  
کراما کا تبہیں را ہم خبر نیست

فرنگ آئین رزاقی بداند  
بہ شیطاں آنچنان روزی رساند  
کہ یزدان اندر آن حیوان بماند  
بہا بن بخشد از روائی ستاند  
ان اشعار کا بنیادی تصور سعدی کے حسب ذیل اشعار سے لیا گیا ہے۔

(صف ۲۰۹)

اگر روزی بداند در نزدی  
زنادان تنگ تر روزی بنودی  
بنادان آنچنان روزی رساند  
کہ دانا اندر ان حیوان بماند

وہ کلمہ ہے تجلی! وہ مسیح ہے صلیب! نیست پیغمبر و لیکن در بخل دارد کتاب!

(صف ۲۱۸)

مصرع ثانی اس شعر سے ماخوذ ہے۔

من چه گویم وصف آن عالی جناب  
نیست پیغمبر ولی دارد کتاب

(صف ۲۳۱)

”شاہان چه عجب گر بنوازند گدارا!“  
اخلاص عمل مانگہ بہاگان کہن سے

مصرع ثانی ہلالی کا ہے اور پورا شعر یوں ہے۔

(۱) گریہ کنڈ میل ہلالی عجیبی نیست شاہان چہ عجب گریہ نواز ند گدارا  
"صدائے تہشہ کے ہر سنگہ میخورد دگر است"

خبر بگیر کے آواز تہشہ و جگر است " (صفہ ۲۷۶)

یہ شعر مرزا مظہر جان جاناں کے "خریطہ جواہر" سے ہے۔

مرزا مظہر جان جاناں کے والد مرزا جان شاعر تھے گویا شاعری مظہر جان جاناں کو

روثہ میں ملی تھی۔ مرزا مظہر کا دیوان مشہور ہے اس کو اہل تصوف قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۱۱۱۰ھ (۱۶۹۸ء) میں بمقام آگرہ پیدا ہوئے زیادہ حصہ عمر کا دلی میں بسر کیا اور وہیں ۱۰ محرم

(۲)

۱۱۹۵ھ (۶ جنوری ۱۷۸۱ء) کو انتقال کیا۔

(۱) دیوان ہلالی صفہ ۲ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ

(۲) نظامی ہدایوںی۔ قاموس المشاہیر ج ۱ صفہ ۱۶۶

## باقیات اقبال

(طبع اول ۱۹۵۲ء)

الهدد سید مکی مدنی المرینی      دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقیں (صفہ ۲۶)  
 یہ شعر قدسی کا ہے۔

نہری الفت کی اگر تھو نہ حراوت دل میں  
 آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا (صفہ ۲۷)

مصرع ثانی غالب کا ہے اور پورا شعر یوں ہے۔  
 بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا      آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا  
 خاک ہو کر یہ ملا اوج تری الفت میں      کہ "فرشتوں نے لیا بہر نیم مجھ کو" (صفہ ۳۱)  
 مصرع ثانی داغ دہلوی کا ہے اور پورا شعر اس طرح ہے۔

دیکھائے وادی ایمن مجھے وہ خاک ہوں میں  
 کہ فرشتوں نے لیا بہر نیم مجھ کو

موج خون سرد و نہریزی و منصور سے      کس قدر رنگین ہے پارہ داستان اہل درد (صفہ ۱۰۱)  
 "سرد" - سرد آرمنیا کے رہنے والے ایک شاعر تھے۔ مذہباً یہودی یا عیسائی مگر نوجوانی ہی  
 میں مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے ان کا خاندانی نام معلوم نہیں نہ یہ پتہ چلتا ہے کہ قبول اسلام  
 کے بعد کیا نام رکھا گیا وہ اپنے تخلص سرد ہی سے مشہور ہیں اور یہی نام قدیم تذکروں میں بھی  
 پایا جاتا ہے۔ علم و فضل میں درمہ کمال رکھتے تھے۔ عربی زبان میں بد طولی حاصل تھا۔ ابتدائی  
 پیشہ تجارت تھا۔ اسی سلسلے میں شاہ جہان کے عہد میں ایران سے ہندوستان آئے۔ شہر ٹھٹھ  
 (سندھ) میں بھی گذر ہوا۔ یہاں ایک ہندو لڑکے پر عاشق ہو گئے۔ یہ عشق مجازی حقیقت کا زہد  
 ثابت ہوا۔ عقل و حواس جاتے رہے جذب و جنون طاری ہو گیا سندھ کے رہگزاروں میں بلا لحاظ سرد و  
 گرم عربان پھرنے رہے آخر میں شاہ جہان آباد پہنچے شہزادہ داراشکوہ سے ملاقات ہوئی وہ ان  
 کا معتقد ہو گیا۔ جب عالمگیر مالک تاج و تخت ہوا تو برہنگی کی خبریں اس کے کان تک پہنچائی گئیں

بادشاہ نے قاضی القضاۃ کو سرمد کے پاس برہنگی کی وجہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا جواب ملا  
ع دزدے عجیبے برہنہ کر دست مرا۔ بادشاہ نے یہ سن کر سرمد کو مجمع عام میں بلایا اور ان سے  
لباس پہننے کے لئے کہا گیا لیکن کچھ التفات نہ کیا۔ اس پر عالمگیر نے علما<sup>۱</sup> سے کہا کہ محض  
برہنگی وجہ قتل نہیں ہو سکتی۔ ان سے کلمہ طیبہ پڑھنے کے لئے کہا جائے چنانچہ کلمہ پڑھوایا  
گیا لیکن انہوں نے لالہ دیکھ ہی پڑھا اور فرمایا کہ میں ابھی نفی میں مستغرق ہوں درجۃ اثبات  
تک نہیں پہنچا اس پر علما<sup>۲</sup> نے کفر کا فتویٰ دیا چنانچہ ان کو قتل کر دیا گیا یہ واقعہ ۱۶۶۰ء کا  
(۱)  
ہے اور جامع مسجد دہلی کے قریب گذرا ہے۔

تبریزی کا اشارہ شمس تبریزی کی طرف ہے۔

درس گیر از گرای ہمہ درد کہ برید از خود و ہا و پیوست (صف ۱۲۷)

"گرای"۔ شیخ غلام قادر گرای جالندھر کے ایک قصبہ میں ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک  
مقبول خاندان کے فرد تھے انہوں نے تعلیم کی ابتدا جالندھر ہی میں کی بعد ازاں وہ لاہور  
چلے آئے جہاں منشی فاضل امتیاز کے ساتھ ہاسر کیا۔ شعر و شاعری کا ذوق بچپن ہی سے تھا۔  
گرای نے اسکول کی ماسٹری بھی کی اور پولیس کی ملازمت بھی۔ رام پور بھی گئے اور حیدرآباد بھی۔  
وہ حیدرآباد دکن میں کوئی پینتیس برس رہے۔ حیدرآباد کے قیام ہی میں گرای دہلیار دکن کے شاعر  
خاص رہے۔ ۱۹۱۵ء میں دکن کو خیرباد کہہ کر ہوشیار پور چلے آئے اور وہیں ۲۶۔ مئی ۱۹۲۷ء  
کو انتقال کیا۔ گرای کے کلام میں مغلیہ شعرا کا رنگ جھلکتا ہے زبان میں پختگی اور شائستگی ہے  
(۲)  
اور بعض جگہ نہایت نفیس خیالات بڑے دلاویز طریقے سے نظم کئے ہیں۔

دریغ کہ رخت از جہان بست اکبر حیاتش بحق بود روشن دلہے (صف ۱۳۰)

"اکبر"۔ خان بہادر سید اکبر حسین اکبر آباد<sup>الہ</sup> میں ۱۶۔ نومبر ۱۸۴۶ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۸۶۷ء میں

(۱) شیخ محمد اکرام - موج کوثر صف

نظامی ہدایونی - قاموس المشاہیر ج ۱ صف ۲۸۷-۲۸۸

(۲) شیخ محمد اکرام - ارمغان پاک صف

شخصیات نمبر - صف ۵۶-۶۲

وکالت کا سرٹیفکٹ حاصل کیا ۱۸۸۰ء میں منصف۔ ۱۸۸۸ء میں سب جج اور ۱۸۸۲ء میں جج ہوئے۔ فن شاعری سے خاص لگاؤ تھا وحید الہ آبادی کے ماہر ناز تلامذہ میں تھے۔ مغربی خیالات کو ایشیائی لباس پہنانا اور انگریزی الفاظ کو اردو میں ضم کرنا اور ظرافت کے پہلو میں مغربی تعلیم و تہذیب کے برے اثرات کا خاکہ اڑانا ان کا رنگ خاص تھا۔ ان سے چار دیوان یادگار ہیں۔ ۲۔ سنہ ۱۹۲۱ء کو انتقال کیا۔ (۱)

لیکن شہیدہ کے دم گردش شراب پھر عجم چہ گفت ہرندان مے پرست (صف ۱۳۵)  
دانا کہ دید شہیدہ چرخ حقہ باز ہنگامہ بازچید و گفتگو بہ بست  
پھر عجم کا اشارہ حافظ کی طرف ہے اور دوسرا شعر حافظ کا ہے لیکن اس طرح ہے۔  
دانا جو دید بازی این چرخ حقہ باز ہنگامہ بازچید و گفتگو بہ بست

الوداع اے سہوگاہ شیخ شہراز الوداع اے دیار بالمیک نکلے پرواز الوداع (صف ۱۵۰)  
"بالمیک"۔ والمیک درون کا لڑکا تھا۔ ادھیاتا رامائن کی رو سے اگرچہ والمیک پرمہن تھا لیکن وہ چوروں اور ڈاکوؤں کے ساتھ رہا کرتا تھا اور والمیک کو وھزنی میں خاص مہارت ہوگئی تھی اور اس کا یہ مشغلہ ایک مدت تک جاری رہا۔ ایک روز والمیک کا سابقہ ایک صاحب کرامات بزرگ سے بڑا۔ اس نے حادثے کے مطابق اس بزرگ کو قتل کی دھمکی دی اور اس کا مال و اسباب چھیننا چاہا۔ لیکن اس صاحب کرامات بزرگ نے کہا کہ تو پہلے اپنے گھر جا اور اپنی بیوی اور بچوں سے مشورہ کر کہ آیا وہ تیری اس لوٹ مار کی زندگی میں شریک ہیں۔ چنانچہ والمیک اپنے گھر پہنچا اور جواب نفی میں ہا کر مایوس واپس ہوا۔ اس بزرگ نے اسے ایک لفظ مارا بار بار پڑھنے کی تلقین کی (مارا رام کی بگڑی ہوئی صورت) اور خود غائب ہو گیا۔ یہ صاحب کرامات بزرگ ایک طویل مدت کے بعد واپس ہوا تو اس نے دیکھا کہ ڈاکو والمیک مسلسل اس کا ورد کر رہا ہے۔ آخر کار یہ ڈاکو اس بزرگ کی دعا اور اس ورد کے صلہ میں خود بھی پاکمال ہوا۔ صاحب کرامات والمیک صاحب تصنیف بھی تھا۔ اس کی غیر فانی تصنیف رامائن ہے۔ (۲)

(نقش اول جنوری ۱۹۵۲ء)

رخت سفر

"نقش فریادی ہے تہری شوخی تحریر کا"

"کاغذی ہے پھر ہن ہر پیکر تصویر کا" (صفحہ ۸)

غالب کے شعر میں معمولی سا تصرف کیا گیا ہے۔ اصل شعر یوں ہے۔

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا کاغذی ہے پھر ہن ہر پیکر تصویر کا

کردیا قدرت نے پیدا ایک دونوں کا نظیر

داغ یعنی وصل فکر مرزا و درد و مر (صفحہ ۹)

"مرزا و درد و مر" کا اشارہ بالترتیب مرزا سودا خواجہ مر درد اور مر تقی مر کی طرف ہے

"مرزا"۔ مرزا محمد رفیع نام سودا تخلص غالباً ۱۱۲۵ھ (۱۷۱۲ء) میں پیدا ہوئے۔ مرزا کی تصانیف

بکثرت ہیں جن میں دیوان اردو زیادہ مشہور ہے۔ سودا اپنے زمانے کے بڑے استاد مانے گئے ہیں

ان خدمات زبان اور شاعری بہت قابل قدر ہیں۔ ان کی اصلاح زبان کا اثر بہت گہرا اور دیر پا

ہے۔ ان کے اردو قصائد بڑے بڑے فارسی استادوں کے قصائد کے فکر کے ہیں۔ نزاکت خیال اور

طرفتی مضامین میں وہ اگر اہل عجم سے کوئی سبق لے گئے ہیں۔ مرزا نے ہجوون کے دفتر کے دفتر

لکھ کر رکھ دیئے ہیں۔ ان لوگوں پر تو ضرور افسوس ہوتا ہے جن کے دلوں پر یہ آئے چلے ہوں گے

مگر ہمارے واسطے وہ ایک زعفران زار چھوڑ گئے ہیں جو ابد الابد تک سرسبز و شاداب رہے گا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس صنف سے ان کو خلقی مناسبت بلکہ قدرتی خصوصیت تھی۔ مرزا کو زبان

پر بڑی قدرت اور شعر پر بڑی حکومت حاصل تھی۔ مشکل سے مشکل زمین ان کے سامنے پانی اور

ادق سے ادق مضامین ان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے۔ ان کا بیشتر کلام تصوف کی

جاشنی سے خالی ہے لطف غزل ان میں کم ہے یعنی ان کی غزلوں میں وہ سوز و گداز اور سادگی

(۱)

نہیں جو غزل کی جان ہے۔ ۱۱۹۵ھ (۱۷۸۰ء) میں انتقال کیا۔

(۱) مرزا محمد عسکری - تاریخ ادب اردو صفحہ ۱۰۸-۱۲۲ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ بار دوم



"درد"۔ سید خواجہ میر نام درد تخلص خواجہ محمد ناصر عندلیب کے خلف الصدق تھے۔

میر درد کا سنہ ولادت ۱۱۳۳ھ (۱۷۲۰ء) ہے۔ انہوں نے اپنے والد ہی کی آغوش میں تحصیل علوم سے فراغت حاصل کی۔ قرآن حدیث تفسیر اور تصوف میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ جوانی میں دنیاوی معاملات میں حصہ لیتے اور اپنی جاگیر کے کاموں کو بھی دیکھتے تھے۔ مصحفی اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ سپاہی پیشہ تھے مگر والد کے حکم سے نوکری چھوڑ کر فقر اختیار کیا۔ ۲۸ برس کی عمر میں دنیا چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گئے اور جب باپ نے سفر آخرت اختیار کیا تو ۳۹ برس کے سن میں سجادہ نشین اور قائم مقام ہوئے۔ خواجہ میر درد کی تصانیف کی تعداد گیارہ ہے جن میں ان کا دیوان اردو بھی شامل ہے۔ خواجہ میر درد کی زبان اور طرز ادا وہی ہے جو میر کی ہے عبارات صاف سلیس فصیح ہر شخص کی سمجھ میں آسانی سے آتی ہے۔ درد و اثر کوٹ کوٹ بھرا ہوا ہے۔ غزلین زبان کی سادگی اور صفائی میں میر کے کلام کا مزہ دیتی ہیں۔ عرفان اور تصوف کے پیچیدہ اور مشکل مضامین اس حسن و خوبی سے بیان کئے ہیں کہ دل وجد کرتا ہے سنہ وفات (۱) ۱۱۹۹ھ (۱۷۸۴ء) ہے۔

"میر"۔ میر محمد تقی نام میر تخلص اردو زبان و ادب کے ماہر فن کی تاریخ پیدائش و وفات میں اختلاف ہے سال پیدائش تقریباً ۱۱۳۷ھ (۱۷۲۴ء) سال وفات ذکر میر کے حوالے سے ۱۱۹۷ھ (۱۷۸۲ء) ہوتا ہے۔ میر کی تصانیف میں ذکر میر نکات الشعرا اور جہ ضخیم دیوان غزلوں کے زیادہ مشہور ہیں۔ میر اردو غزل کے مسلم الثبوت استاد تھے۔ ان کے اشعار صاف سادہ فصیح اور نیر و نشتر کا کام دینے والے درد و اثر سے مملو ہوتے ہیں۔ اظہار جذبات جستی بندش اور ترنم میں وہ اپنی آپ نظر ہیں۔ ان کے کلام میں جو حزن و ملال حسرت و مایوسی ہے وہی ان کی شاعری کی جان ہے۔ میر شاعری اور زبان دانی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ میر کی شہرت خاص کر ان کی غزلوں اور مثنویوں پر مبنی ہے۔ غزلوں میں تو فی الحقیقت ان کا جواب نہیں۔ میر کے کلام کی حلاوت و دل آویزی

ان کے اشعار کا درد و اثرا در رنگینی آج تک مشہور ہیں بلکہ جب تک اردو زبان باقی ہے مشہور  
(۱)  
رہیں گی۔

زندگی جزو کی ہے کل میں فنا ہو جانا

"درد کا حد سے گزرنا ہے درا ہو جانا" (صفہ ۱۳۶)

مصراع ثانی غالب کا ہے اور ہوا شعریوں ہے۔

عشرت قطره ہے دریا میں فنا ہو جانا      درد کا حد سے گزرنا ہے درا ہو جانا

### باپ ہشتم

اقبال کے کلام میں بعض خاص شخصیتوں کا ذکر

(طبع سوم ۱۹۴۸ء)

اسرار خودی

عاشقی آموز و محبوبی طلب چشم نوحے قلب آیوبی طلب (صفحہ ۱۹)

"نوحے" اشارہ حضرت نوح کی طرف ہے۔

حضرت نوح بن لامخ (بالمکہ) عراق میں ایک نہایت قدیم پیغمبر گذرے ہیں۔ حسب روایت تورات حضرت آدم سے دسویں پشت میں تھے۔ آپ گریہ و زاری بہت کیا کرتے تھے۔ عمر ۹۵۰ سال لگائی۔<sup>(۱)</sup>  
 "ایوبی" اشارہ حضرت ایوب کی طرف کیا گیا ہے۔

حضرت ایوب اسرائیلی تو نہ تھے لیکن اسحاقی و ابراہیمی تھے یعنی حضرت ابراہیم سے پانچویں پشت میں۔ حضرت اسحاق کے بیٹے صاحبزادے عیسیٰ کی اولاد میں تھے۔ تورات میں ہے کہ عوض کی سرزمین کے رہنے والے تھے اور عوض سے متعلق علما فرنگ کی تحقیق ہے کہ یہ عرب کے شمال مغرب میں فلسطین کی مشرقی سرحد کے قریب کا ملک تھا۔ زما نہ آپ کا متعین نہ ہو سکا۔ علما یہود کا بیان ہے کہ آپ کی عمر ۲۱۰ سال کی ہوئی اور آپ فرزندان یعقوب کے ہم عصر ہیں۔ پیغمبر ہونے کے ساتھ ہی آپ امیر کہیں بھی تھے اور کثیر الاولاد بھی۔  
 تورات میں ہے۔

"عوض کی سرزمین میں ایوب نام ایک شخص تھا۔ وہ شخص کامل اور راستہ باز تھا اور خدا سے ڈرتا اور ہدی سے دور رہتا تھا۔ اس کے ہاں سات بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ اس کے پاس سات ہزار بھیڑیں اور تین ہزار اونٹ اور پانچ سو جوڑی بیل اور پانچ سو گدھیاں اور بہت سے نوکر<sup>(۲)</sup> چاکر تھے ایسا کہ اہل مشرق میں وہ سب سے بڑا آدمی تھا۔"

کامل بسطام در تقلید فرد اجتناب از خوردن خربوزہ کرد (صفحہ ۲۲)

"بسطام"۔ مراد خواجہ بایزید بسطامی ہیں۔ حضرت بایزید بسطام کے مشہور ترین صوفی تھے۔

(۱) مولانا عبدالماجد دریاہادی۔ تفسیر ماجدی ج ۱ صفحہ ۱۲۰ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور و کراچی  
 تورات۔ پیدائش۔ باپ ۹۔ آپت ۲۹۔  
 (۲) ایوب۔ باپ ۱۔ آپت ۱۔ ۳۔

ان کا اصلی نام طیفوری تھا۔ اسی وجہ سے بعض ان کو ہایزید طیفوری البسطامی بھی کہتے ہیں ان کے دادا گہر تھے بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ ہایزید اپنے زمانے کے ممتاز صوفیہ میں شمار ہوتے تھے۔ ان کی عبادت زہد و تقویٰ اور فنا فی الرسول ایسی چیزیں تھیں جو آنے والے صوفیہ اور اولیا کے لئے مشعل راہ ثابت ہوئیں۔ ہایزید کو رسول کریم کی ذات گرامی سے والہانہ عشق تھا اس کا کچھ اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے تمام عمر اس خیال سے خرپوزہ نہیں کھایا کہ معلوم نہیں رسول اکرم نے کس طرح اس کو تراش کر کھایا ہے۔ آپ چھوٹی سے چھوٹی سنت بھی ترک نہیں کرتے تھے۔ ۲۶۱ھ (۸۷۵ء) میں انتقال کیا۔ ابن خلکان کے نزدیک ہایزید کا سال وفات ۸۷۷ - ۸۷۸ء ہے۔<sup>(۱)</sup>

ہا تو ہی گویم حدیث ہو علی در سواد ہند نام لا و جلی (صفحہ ۲۷)

"ہوعلی" نام شیخ شرف الدین اور لقب ہوعلی قلندر تھا۔ امام اعظم ابوحنیفہ کی اولاد سے تھے۔ ان کے والد ۶۰۰ھ (۱۲۰۳ء) میں عراق سے ہندوستان آئے۔ وہ جید عالم تھے۔ شیخ ہوعلی قلندر ۶۰۵ھ (۱۲۰۸ء) میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔ کسلی میں تمام علوم ظاہری حاصل کئے اور بیس برس تک دہلی میں قطب مینار کے پاس ان کا درس جاری رہا لیکن جب تصوف کی طرف مائل ہوئے اور عبادت و ریاضت کی توجہ و سرگرمی کی حالت میں علوم و فنون کی تمام کتابیں دریا میں ڈال کر جنگل کی راہ لی اور پانی پت کے مضافات اور کرنال کے نواح میں آخر وقت تک مقیم رہے لیکن اس جذب و سرگرمی کی حالت میں بھی آپ تبلیغ و اشاعت اسلام میں مصروف رہے۔ چنانچہ ڈاکٹر آرنلڈ نے اپنی زندہ جاوید تصنیف "پروجیکٹ آف اسلام" میں لکھا ہے کہ بہت سے راجپوت خاندان آپ ہی کی وجہ سے اسلام لائے۔ حضرت ہوعلی قلندر کے ہم عصر سلاطین کو ان سے بڑی عقیدت تھی۔ ان سلاطین میں جلال الدین خلجی اور علاء الدین خلجی کے نام قابل ذکر ہیں۔

(۱) شبلی۔ سوانح مولوی روم صفحہ ۹

فرید الدین عطار - تذکرۃ الاولیاء اردو صفحہ ۱۲۲ - ۱۵۲

جامی - نجات الانس اردو صفحہ ۶۲ - ۶۵

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۱ صفحہ ۶۸۶

ان کا انتقال ۷۲۲ھ (۱۳۲۳ء) میں ہوا اور کرنال میں مدفون ہوئے لیکن ان کے بعض افراد نے پوشیدہ طور پر تشر کو پانی پت میں لے جا کر دفن کر دیا۔ قلندر پانی پتی صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ ان کی بعض تصانیف کے نام یہ ہیں (۱) مکتوبات بنام اختیا والدین (۲) قلم نامہ شرف الدین (۳) مثنوی کز الاسرار اور (۴) رسالہ عشقہ - حضرت بوعلی قلندر ہندوستان کے ممتاز صوفیہ میں سے ہیں۔ رسالہ عشقہ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

(۱)

مرحبا اے بلبل باغ کہن از گل رعنا بگو یا ما سخن

ماہی راز سینہ تاسر آدم است جون بنات آشیان اندریم است (صف ۳۹)

"بنات آشیان" - سمندر کی تین پرہیز جن کو انگریزی میں سائرز (Sirens) اور عربی میں بنات البحر کہتے ہیں۔ ہومر (Homer) کے ہاں ان کی تعداد دو ہے اور متاخرین کے ہاں بالعموم تین۔ ملاحوں کے توہمات کی رو سے ان کا آدھا جسم مچھلی کا ہے اور آدھا انسان کا اور جہازران ان کے پرکیف نغموں سے بے راہ ہو کر دریا میں ڈوب جاتے ہیں۔ ابتدائی ادب میں ان پرہیز کی ہیئت یون بھی آتی ہے کہ یہ چڑیاں ہیں جو عورتوں جیسا سر رکھتی ہیں۔ بعد ازاں ان کی تعریف یہ بھی کی گئی کہ وہ ایسی عورتیں ہیں جن کے ہر چڑیوں کی طرح ہیں اور بازو ہیں بھی اور نہیں بھی۔

دل بہ سلطای عرب باید سپرد تادم صبح حجاز از شام کرد (صف ۴۲)

"سلطی" - ادبیات عرب میں ایک معشوقہ کا نام ہے۔ دوسرے مصرع میں شیخ حسام الدین ضیا

الحق کے مقولے کی طرف اشارہ ہے۔

لکھنے کے مقولے کی طرف اشارہ ہے۔

امیت کر دیا واصحب عربیا  
مطلب یہ کہ رات ہی رات کے اندر خدا کے فضل سے وہ علوم و معارف حاصل ہو گئے کہ صبح ہونے ہی ایک جاہل و نادان انسان فاضل اجل اور خازن اسرار الہی بن گیا۔

(۱) سیر الاقطاب صف ۹۰ - خزینۃ الاصفیاء ج ۱ صف ۳۲۸

سید صاحب الدین عبدالرحمن - ہزم صوفیہ صف ۲۳۵-۲۶۰

(۲) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۲۰ صف ۷۱۸-۷۱۹ طبع چہار دہم

شیخ صلاح الدین زوکوب کی وفات کے بعد مولانا روم نے حسام الدین چلی کو جو مولانا کے معتقدان خاص میں تھے ہمدرد و ہمواز بنالیا تھا اور جب تک وہ زندہ رہے انہی سے دل کو تسکین دیتے رہے۔ تاوجودیکہ وہ مولانا کے مرید تھے لیکن مولانا ان کے ساتھ اس طرح پیش آتے تھے کہ دیکھنے والوں کو گمان ہوتا تھا کہ شاید یہ مولانا کے پیرو مرشد ہیں۔ مثنوی کی تصنیف کے اصلی محرک حسام الدین ہی تھے۔ مثنوی کے سلسلہ تصنیف میں حسام الدین کو خاص دخل رہا ہے۔ چنانچہ مثنوی کے چھ دفتروں میں سے ہر دفتر اول کے ہر دفتر ضیاء الحق (۱) حسام الدین کے نام سے مزین ہے۔

سید ہجویر مخدوم ام مرقد او پیر سنجر را حرم (صف ۵۷)

"سید ہجویر"۔ ابوالحسن کبیر اور علی نام تھا۔ ہجویر اور جلاب غزنین کے دو گاؤں ہیں۔ شروع میں ان کا قیام بہمن رہا۔ اس لئے ہجویری اور جلابی کہلائے۔ آخر زندگی میں لاہور آکر رہے اس لئے لاہوری بھی مشہور ہوئے۔ ولادت ۴۰۰ھ (۱۰۰۷ء) میں ہوئی اور وفات ۴۶۵ھ (۱۰۷۲ء) میں۔ لاہور میں بھائی دروازہ کے قریب آپ کا مزار ہے۔ آپ نے روحانی کسب کمال کے لئے تمام اسلامی ممالک شام، عراق، بغداد، فارس، قہستان، آذربائیجان، طبرستان، خوزستان، کرمان، خراسان، ماوراءالنہر اور ترکستان کا سفر کیا اور وہاں کے اولیاء اور صوفیہ سے مستفیض ہوئے۔ باطنی اور روحانی تعلیم ابوالفضل محمد بن الحسن غفلی سے پائی جو چند یہ سلسلہ میں منسلک تھے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے آپ کے مزار پر چلہ کشی کی جو سید ہجویر کے اعلیٰ روحانی کمال کی دلیل ہے۔ جب چلہ سے فارغ ہوئے تو یہ شعر پڑھا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا ناقصان را پیر کا مل کا ملان را رہنما

عوام سید ہجویر کو داتا گنج بخش کے نام سے جانتے ہیں۔

(۱) شبلی۔ سوانح مولوی روم صف ۱۶

جامی۔ نفعات الانساردو صف ۴۶۷-۴۶۸

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۲ صف ۷۸۲

علی جمہوری صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ آپ کی تصانیف کے نام یہ ہیں۔ (۱) منہاج الدین (۲) کتاب المنطق والہقا (۳) اسرار الخرق والمونات (۴) کتاب الہیان لاهل العیان (۵) بحر القلوب (۶) الرعاۃ لحقوق اللہ اور (۷) کشف المحجوب۔ ان میں سے صرف کشف المحجوب ہی ملتی ہے۔ باقی کتابیں مفقود ہیں۔ کشف المحجوب ہی میں آپ کے ایک دیوان کا بھی ذکر ملتا ہے۔ کشف المحجوب فارسی زبان میں تصوف کی پہلی کتاب ہے۔ یہ کتاب ہر زمانے میں اپنی نوعیت کے اعتبار سے بے مثل سمجھی گئی ہے (۱)

"پیر سنجر"۔ اشارہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی طرف ہے۔

ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے بانی خواجہ معین الدین حسن چشتی ستجری سجستان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سید غیاث الدین حسن ستجری ایک نہایت صاحب جاء و ثروت بزرگ تھے۔ پندرہ برس کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ترکہ میں ایک باغ ملا اس کی نگہبانی کرتے تھے۔ ایک روز ابراہیم قلندر نامے ایک مجذوب باغ میں آئے۔ ان بزرگ کی صحبت سے خواجہ معین الدین علائق دنیا کو چھوڑ کر خدا کی طلب میں مشغول ہو گئے اور سمرقند پہنچے۔ یہاں قرآن حفظ کیا اور علوم ظاہری کی تعلیم میں منہمک رہے۔ سمرقند سے نکل کر عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ قصہ ہارون میں شیخ عثمان ہارونی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے شرف بیعت حاصل کیا۔ آپ کا شمار ہندوستان کے مشہور ترین صوفیہ میں ہے۔ آپ کے کمال ظاہری و باطنی اظہار من الشمس ہیں۔ آپ ۵۶۱ھ (۱۱۶۵ء) میں اجمیر وارد ہوئے۔ آپ کا

سال وفات ۶۲۲ھ (۱۲۲۵ء) ہے اور آپ اجمیر میں مدفون ہیں۔ خواجہ معین الدین

کی کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے۔ مگر ان کے نام سے کئی تصانیف منسوب ہیں مثلاً رسالہ درکب

(۲)

نفس رسالہ وجودیہ حدیث المعارف گنج الاسرار دیوان معین انہر الارواج اور دلیل العارفین

(۱) جامی - نغحات الانساردو صف ۳۴۷-۳۴۸

سید صباح الدین عبدالرحمن - ہزم صوفیہ صف ۱-۳۴

انسائیکلو پیڈیا اسلام ج ۱ صف ۱۲۷

(۲) سید صباح الدین عبدالرحمن - ہزم صوفیہ صف ۳۵-۶۲

ماندہ ایم از جادہ تسلیم دور      توز آذر من ز ابراہیم دور (صف ۶۶)

"آذر" تاریخ اور تہذیب میں حضرت ابراہیم کے والد کا نام تاج آتا ہے اور قرآن عزیز میں آذر۔ اس باب میں علما اور مفسرین نے بے در را ہین اختیار کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ دونوں ناموں کے درمیان مطابقت ہو جائے اور یہ اختلاف جاتا رہے اور دوسرے یہ کہ تحقیق کے بعد فیصلہ کن بات کہی جائے کہ ان دونوں میں کون صحیح اور کون غلط یا دونوں صحیح ہیں مگر دو جدا جدا ہستیوں کے نام ہیں۔ اصلی بات یہ ہے کہ "آذر" کلدی زبان میں بڑے بھاری کو کہتے ہیں اور عربی میں بھی آذر کہلا یا۔ تاج چونکہ بہت تراش اور سب سے بڑا بھاری تھا اس لئے "آذر" کے نام سے مشہور ہو گیا۔ حالانکہ یہ نام نہ تھا بلکہ لقب تھا اور جب کہ لقب نے نام کی جگہ لے لی تو قرآن عزیز نے بھی اس نام سے بکارا۔<sup>(۱)</sup>

"ابراہیم" حضرت ابراہیم بڑے جلیل القدر پیغمبر گذرے ہیں۔ تہذیب میں آپ کا نام ابراہیم اور ابراہیم دونوں طرح سے آیا ہے۔ سال ولادت سر چارلس مارشٹن محقق اثبات کی جدید ترین تحقیق کے مطابق ۲۱۶۰ ق م ہے اور آپ کی عمر تہذیب میں ۱۷۵ سال درج ہے۔ سال وفات اس حساب سے ۱۹۸۵ ق م ٹھہرتا ہے۔ والد کا نام تاج تھا یا عربی تلفظ میں آذر۔ نام کا تلفظ قدیم زبانوں میں کئی کئی طرح آیا ہے وطن آماشی ملک بابل کے کلدانیہ (انگریزی تلفظ میں کالڈیا) تھا۔ جدید جغرافیہ میں اسی ملک کو عراق کہتے ہیں۔ جس شہر میں آپ کی ولادت ہوئی اس کا نام تہذیب میں اور (Ur) آیا ہے۔<sup>(۲)</sup>

حضرت شیخ میانمیر ولی      ہر خفی از نور جان او جلی (صف ۷۰)

"میانمیر"۔ شیخ میان میر قادری سلسلہ کے بہت مشہور بزرگ ہوتے ہیں۔ آپ کا اصلی نام میر محمد تھا اور لقب میان میر۔ آپ خلیفہ دوم حضرت عمر کی اولاد میں سے تھے۔ شیخ میان میر

(۱) محمد حفظ الرحمن سیوہاروی۔ قصص القرآن ج ۱ صف ۱۲۲-۱۲۵۔ مطبوعہ ندوۃ المصنفین طبع دوم ۱۹۲۶ء

(۲) مولانا عبدالماجد دریاہادی۔ تفسیر ماجدی ج ۱ صف ۲۸۔ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور و کراچی

تہذیب۔ پیدائش۔ باب ۲۵۔ آیت ۸



تھے کے قریب ۱۶۵۷ھ (۱۵۵۰ء) میں پیدا ہوئے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ سیستان میں پیدا ہوئے اور شیخ سیستان ہی کے خلیفہ تھے۔ نہایت درجہ کے عابد و زاہد تھے۔ سیستان چھوڑ کر لاہور تشریف لائے اور یہیں ۱۰۲۵ھ (۱۶۳۵ء) میں انتقال کیا۔ آپ کا مزار لاہور ہی میں ہے۔ شہنشاہ جہانگیر کئی مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شاہ جہان بھی دو مرتبہ آپ سے ملنے آیا۔ داراشکوہ جس کو آپ سے دلی ارادت تھی کئی مرتبہ حاضر خدمت ہوا۔ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی جو معقولات میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے کئی مرتبہ شیخ میان میر کے پاس آئے اور روحانی فیض حاصل کیا۔ شہزادہ داراشکوہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور فارس میں ایک کتاب شیخ میان میر کی کرامات اور حالات زندگی سے متعلق قلمبند کی۔ اخلاق کی مشہور کتاب ضیاء الصبیون حضرت میان میر ہی کی تصنیف ہے۔  
(۱)

"اندر زمیر نجات نقشبند المعروف بہ بابائے صحرائی لکھنوالی/کہ ہوائے مسلمانان ہندوستان رقم فرمودہ است"

(صف ۷۳)

میر نجات نقشبند : یہ ایک فرض نام ہے۔

(صف ۷۵)

جست راہ مکتب ملا جلال

میر تہریزی زارشاد کمال

"میر تہریزی"۔ مراد شمس الدین محمد تہریزی ہیں۔ شبلی نے ان کے والد کا نام علاء الدین لکھا ہے اور جابجائی نے نفحات الانس میں علی بن ملکہ داؤد تہریزی بتایا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شیخ رکن الدین سنجاسی کے مرید تھے۔ آپ کو شیخ ابوہریر زنبیل باف تہریزی کا بھی مرید کہا گیا ہے اور بابا کمال الدین جندی کا بھی۔ ممکن ہے آپ سب کی خدمت میں پہنچے ہوں اور سب سے فیض حاصل کیا ہو۔ شبلی کے بیان کے مطابق ان کے والد کا بزرگ کے خاندان سے تھے جو فرقہ اسماعیلیہ کا امام تھا۔ لیکن انہوں نے اپنا آبائی مذہب ترک کر دیا تھا۔ شمس نے تہریز میں علوم ظاہری کی تحصیل کی۔ بعد ازاں بابا کمال الدین جندی کے مرید ہو گئے لیکن عام صوفیوں کی طرح پوری مریدی

اور بیعت و ارادت کا طریقہ اختیار نہیں کیا۔ ایک دفعہ مناجات کے وقت دعا مانگی کہ الہی کوئی ایسا بندہ خاص ملتا جو میری صحبت کا متحمل ہو سکتا چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور شمس تہریزی روم کو روانہ ہوئے اور قونیہ پہنچ کر مولانا روم سے ملے۔ بعض وجوہ سے مولانا روم اور شمس تہریز کی ملاقات کا یہ سلسلہ زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا۔ مولانا نے صرف دو سال ان کی صحبت سے فیض اٹھایا شمس تہریز کو مولانا کے بعض مریدوں نے حسد کی وجہ سے قتل کر دیا۔

نفحات الانس میں ۶۲۵ھ (۱۲۲۷ء) شمس کی شہادت کا سال درج ہے۔ مولانا روم شمس تہریز (۱)

کے فیض یافتہ تھے۔

"کمال" مراد بابا کمال الدین جندی ہیں۔ بابا کمال شمس تہریز کے پیر ہیں۔ آپ نے شیخ نجم الدین کی صحبت میں رہ کر علوم ظاہری و باطنی میں درجہ کمال پیدا کیا۔ شیخ نجم الدین ہی کے ارشاد کے بموجب انہوں نے مولانا شمس الدین مفتی کے صاحبزادہ احمد مولانا سے بھی تربیت حاصل کی۔ بابا کمال کے حکم کے مطابق شمس تہریز مولانا روم سے جا کر ملے۔ وہ اپنے عہد کے (۲)

مشہور صوفیوں میں سے تھے۔

از تہمدستان رخ زیبا مہوش عشق سلمان و بلال ارزان فروش (صف ۸۶)

"سلمان" سلمان فارسی کا نسب تعلق اصفہان کے آب الملک خاندان سے تھا۔ مجوسی نام ماہ تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ان کا نام سلمان رکھا گیا اور دربار رسالت سے سلمان الخیر کا لقب عطا ہوا۔ ابو عبد اللہ کہتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے سلمان سے ان کا نسب پوچھا تو انہوں نے جواب دیا۔ سلمان ابن اسلام۔ حضرت سلمان نے اجتہاد و طور پر اکثر مذاہب کو جانچنے کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔ اسلام لانے سے پہلے آپ کا آبائی مذہب مجوسی تھا۔ آپ عبادت میں بہت

(۱) جامی - نفحات الانس اردو صف ۲۶۲-۲۶۷

شہلی - سوانح مولوی روم صف ۷-۱۲

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۲ صف ۲۲۲-۲۲۵

(۲) جامی - نفحات الانس اردو صف ۲۶۲-۲۶۷

غلو سے کام لیتے تھے چنانچہ آتش پرستی میں بھی بڑا اٹھانہ تھا۔ دفعۃً مجوسیت سے نفرت ہوئی، اور نصرانیت کی طرف مائل ہو گئے۔ جب نصرانی ہوئے تو یہاں بھی غلو سے کام لیا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ اس مذہب سے بھی دل برداشتہ ہو گئے۔ بالآخر مذہب حق کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ سفر میں طرح طرح کے مصائب برداشت کئے اور مدینہ پہنچے اور رسول کریم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ آپ غزوہ خندق میں رسول اکرم کے ہمراہ تھے۔ اسی موقع پر رسول کریم نے فرمایا کہ "سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہیں"۔ حضرت سلمان زیادہ وقت رسول اکرم کی خدمت میں بسر کرتے اور لائے قدرتاً آپ علوم و معارف سے کافی بہرہ ور ہوئے۔ حضرت علی آپ کے مبلغ علم کے بڑے مداح تھے۔ فیاضی، رحمدلی، راستبازی اور قناعت آپ کی نمایاں خصوصیات تھیں۔ حضرت سلمان کا انتقال ۳۳ھ (۶۵۳ء) میں بمقام مدینہ ہوا۔

(۱)

"بلا"۔ بلا نام ابو عبد اللہ کعبہ کا والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا۔ یہ حبشی نژاد غلام تھے لیکن پیدا مکہ میں ہوئے تھے۔ آپ امیہ بن خلف کافر کے غلام تھے۔ اس حالت میں اسلام قبول کیا جس کی وجہ سے کافر آقا آپ پر طرح طرح کے ظلم ڈھاتا تھا۔ آخر حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت بلا کو اس کافر سے خرید کر آزاد کر دیا۔ رسول کریم کے عاشق صادق اور خادم خاص تھے اور مسجد نبوی کے موزن بھی۔ رسول اکرم کی وفات کے بعد ہجرت کر کے شام چلے گئے تھے اور وہیں ۳۰ھ (۶۴۱ء) میں حضرت عمر کے عہد میں وفات پائی۔

(۲)

(۱) شاہ حسین الدین احمد ندوی۔ مہاجرین حصہ دوم صفحہ ۸۷-۱۰۳

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۲ صفحہ ۱۱۶-۱۱۷

(۲) حسین الدین ندوی۔ مہاجرین حصہ اول صفحہ ۱۹۶-۲۰۲

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۱ صفحہ ۷۱۸-۷۱۹

رموز بہخودی

(طہم سوم ۱۹۴۸ء)

برعہد آن سید فوج حجاز دروغا غرض زلشکر ہے نیاز (صفہ ۱۲۲)

"برعہد"۔ عامر نام، ابو عبید کہتے ہیں الامت لقب کو والد کا نام عبداللہ تھا لیکن دادا کی طرف منسوب ہو کر ابن الجراح کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت ابو بکر صدیق کی دعوت و تبلیغ پر آپ نے اسلام قبول کیا۔ بعد ازاں رسول اکرم کے صحابہ میں داخل ہوئے۔ حضرت ابو عبیدہ اسلام کے مشہور سپہ سالاروں میں تھے۔ آپ نے مختلف جنگوں میں حصہ لیا اور نمایاں طور پر کامیاب ہوئے۔ جن لڑائیوں میں آپ شریک ہوئے ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ خندق اور بنو قریظہ کی سرکوبی میں بھی پیش پیش رہے۔

حضرت ابو بکر نے مسند نشینی کے بعد ۱۲ھ (۶۳۴ء) میں ملک شام پر کئی طرف سے لشکر کشی کا اہتمام کیا۔ آپ ہی اس فوج کے سپہ سالار عام تھے حضرت ابو عبیدہ جب عرب کی سرحد سے باہر نکلے تو دروی فوج بڑی تعداد میں دیکھی یہ دیکھ کر آپ نے تمام اسلامی فوج کو جمع کر لیا اور دربار خلافت سے عزم کھٹک طلب کی۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید کو آپ کی امداد کے لئے بھیجا گیا۔ بالآخر متحدہ فوج نے دمشق کا محاصرہ کیا اور فتح کر لیا۔ جنگ یرموک میں حضرت ابو عبیدہ نے غیر معمولی بہادری دکھائی۔ یرموک فتح ہونے کے بعد تمام ملک شام مسلمانوں کے زیر اقتدار آنے کو تیار تھا۔ آپ اور حضرت خالد نے حمص اور قنسرين کو فتح کرنے کے بعد شام پر آسانی سے قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں بیت المقدس بھی فتح ہو گیا۔

۱۸ھ (۶۳۹ء) میں تمام مذبحہ ممالک میں نہایت شدت کے ساتھ طاعون کی وبا پھیلی

خصوصاً شام میں اس نے بڑا نقصان پہنچایا۔ اسی طاعون میں مبتلا ہو کر ۵۸ برس کی عمر میں حضرت ابو عبیدہ نے جابیہ میں انتقال کیا اور اس قلیل مدت میں اپنے حیرت انگیز کارنامے دکھا کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حضرت ابو عبیدہ کے اخلاق و عادات کی نمایاں خصوصیات خدا ترسی، اتباع سنت، تقویٰ زہد، تواضع،

مساوات ۱ اور ترجمہ ہیں۔ (۱)

نعرۂ حیدر نوائے ہونہراست      گرچہ از خلق ہلال و قنبر است      (صفہ ۱۲۲)

"ہونہر"۔ جندپ نام اہونہر کہتے "مسیح الاسلام" لقب تھا۔ ان کی والدہ کا نام رملہ تھا اور قبیلہ بنو غفار سے تعلق رکھتی تھیں حضرت اہونہر کا قبیلہ بنو غفار و ہزنی کیا کرتا تھا جاہلیت میں آپ کا پیشہ بھی یہی تھا اور یہ نہایت مشہور و اہزن تھے۔ تن تنہا نہایت جرات اور دلیری سے قبائل کو لوٹتے تھے لیکن کچھ دنوں کے بعد ان کی زندگی میں دفعۃً ایک انقلاب ہوا اور ایسا سخت ہوا کہ و ہزنی بکلخت ترک کر کے ہمہ تن خدا پرستی کی طرف مائل ہو گئے۔ چونکہ اہونہر جاہلیت ہی سے راہ حق کے جوہان تھے اس لئے حق کی ہنگام سننے ہی لپکے کہا۔ چنانچہ انہوں نے اس وقت دعوت حق کو قبول کیا جب چار آدمیوں کے سوا ساری دنیا کی زبانیں اس اعلان حق سے خاموش تھیں۔ اس اعتبار سے اسلام لانے والوں میں ان کا پانچواں نمبر ہے۔ کچھ دن مکہ میں قیام کے بعد رسول کریم نے ان کو ان کے گھر واپس کر دیا اور تاکید کی کہ تم اپنی قوم میں جا کر اسلام کی تبلیغ کرو شاید خاندان کو فائدہ پہنچے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے ارشاد کے مطابق تبلیغ کا فرض ادا کیا۔ پہلے ان کے بھائی امّام مشرف بہ اسلام ہوئے اس کے بعد ان کے قبیلہ کے بہت سے افراد نے اسلام قبول کیا۔ رفتہ رفتہ ان کا تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ ہجرت کے بعد حضرت اہونہر مدینہ چلے آئے تھے۔ مدینہ کے قیام میں ان کا تمام وقت رسول کریم کی خدمت اقدس میں گذرتا تھا۔ چونکہ ہجرت کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اس لئے مہاجرین زیادہ تر اس میں مشغول رہتے تھے۔ غزوات میں حضرت اہونہر کی شرکت کے تفصیلی حالات نہیں ملتے۔ صرف غزوہٴ تبوک میں شرکت کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت اہونہر فطرتاً فقیر منش زہد پیشہ اور عزلت پسند تھے اور اسی لئے رسول اکرم نے ان کو "مسیح الاسلام" کا لقب عطا فرمایا تھا۔ حضرت اہونہر نے ۳۱ھ (۶۵۱ء) میں بمقام ربذہ وفات پائی۔ انتقال کے وقت ان کی ملک میں صرف تین گدھے چند بکریاں اور چند سواریاں

(۱) فتح الباری ج ۱۰ صفہ ۱۵۹

میں الدین ندوی۔ مہاجرین حصہ اول صفہ ۱۵۵-۱۷۱

تھیں۔ آپ کے علم و فضل کے بارے میں حضرت علی سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت ابوذر نے اتنا علم محفوظ کر لیا تھا۔ کہ لوگ اس کے حاصل کرنے سے عاجز تھے۔ حضرت عمر جیسے نقاد آپ کو علم میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے برابر سمجھتے تھے جو اپنی وسعت علم کے لحاظ سے صبرالامہ کہلاتے تھے۔ حضرت ابوذر کے زہد و تقویٰ کے بارے میں رسول کریم نے فرمایا کہ "میری امت میں ابوذر میں عیسیٰ بن مریم جیسا زہد ہے۔" یہی زہد کی زندگی آخر دم تک قائم رہی۔ عموماً زہاد خشک اور رکھے ہوتے ہیں لیکن حضرت ابوذر کی ذات اس سے مستثنیٰ تھی۔  
(۱)  
ان کا اخلاقی بدیون تک کو مسخور کر لیا تھا۔

(۲)  
"قنبر" حضرت قنبر حضرت علی کے غلام تھے اور انہیں اس غلام پر بڑا ناز تھا۔

موسلی و فرعون و شہر و یزید ابن دو قوت از حیات آمد پدید (صفہ ۱۲۷)

"موسلی"۔ موسیٰ بن عمران سلسلہ اسرائیلی کے مشہور و جلیل القدر پیغمبر کا نام ہے۔ توریت میں ہے

کہ عمر ۱۲۰ سال کی پائی۔ آپ کا زمانہ مورخین اور اشرعین کے تخمینہ کے مطابق پندرہویں اور سولہویں صدی قبل مسیح کا تھا سال ولادت غالباً ۱۵۲۰ ق م سال وفات ۱۴۰۰ ق م۔  
(۳)

از خطیب و دیلمی گفتار او باضعیف و شاذ و مرسل کار او (صفہ ۱۴۲)

"خطیب"۔ اشارہ ہے ابوبکر احمد ابن علی خطیب بغدادی کی طرف۔

خطیب ۲۲۔ جمادی الثانی ۳۹۲ھ (۱۰۰۲ء) کو پیدا ہوئے۔ ان کو علم حدیث کی تحصیل

کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ اسی علم کے حصول کے لئے خطیب نے بصرہ، نیشاپور، اصفہان، ہمدان

(۱) شاہ حسین الدین احمد ندوی۔ مہاجرین حصہ دوم صفہ ۶۷-۸۷

(۲) ابن حجر عسقلانی۔ لسان المیزان ج ۴ صفہ ۴۷۵۔ نور اللہ شوستری۔ مجالس المؤمنین صفہ ۱۳۱

(۳) مولانا عبدالماجد دریا بادی۔ تفسیر ماجدی ج ۱ صفہ ۲۲ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور و کراچی  
توریت۔ استثناء۔ باب ۳۲۔ آیت ۷

(۴) ضعیف حدیث اسے کہتے ہیں جس کا کوئی راوی غیر محتاط ہو، شاذ حدیث وہ ہے جو ثقافت کی روایت کے خلاف ہو اور مرسل حدیث وہ کہلاتی ہے جس کی سند کا آخری حصہ ساقط ہو۔

اور دمشق کا سفر کیا۔ بعد ازاں بغداد میں سکونت اختیار کی اور خطابت پیشہ ٹھہرایا اس لئے خطیب بغدادی مشہور ہوئے۔ خطیب کی علم حدیث پر کتنی وسیم نظر تھی اس کا کچھ اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے اکثر ہم عصر محدثین اپنی احادیث کے بارے میں ان ہی کی رائے پر بھروسہ کرتے تھے۔ خطیب امام شافعی کے مقلد تھے۔ ان کی تصانیف کی تعداد تقریباً ایک سو ہے۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور "تاریخ بغداد" ہے۔ اس کتاب میں بغداد کا حال بڑی تفصیل سے درج ہے۔ اس کا ترجمہ فرانسیسی میں بھی ملتا ہے۔ خطیب نے بغداد میں ۷۰۰ ذی الحجہ ۴۶۳ھ (۱۰۷۱ء) کو انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔<sup>(۱)</sup>

"ویلی"۔ ویلی سے مراد حافظ شیروہ بن شہردار ہیں۔

ویلی ہمدان میں پیدا ہوئے۔ علم حدیث کے لئے ہمدان، اصفہان، بغداد اور قزوین کا سفر کیا۔ ان کی تصانیف میں مشہور کتاب "فردوس" ہے جو احادیث کا مجموعہ ہے۔ اس میں احادیث حروف نہجی کے اعتبار سے ترتیب دی گئی ہیں۔ شاہ عبدالعزیز نے "مستان المحدثین" میں ویلی کی فردوس کو "نودۃ واہبیا" بتایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ویلی نے احادیث کے جمع کرنے میں صحیح وسقیم کا لحاظ نہیں کیا ہے۔ ویلی کی ایک اور کتاب "تاریخ ہمدان" کے نام سے مشہور ہے۔ سال وفات ۵۰۹ھ (۱۱۱۵ء) ہے۔<sup>(۲)</sup>

شیخ احمد سید گردون جناب کا سب نور از ضمیر شرافتاپ (صفہ ۱۲۹)

"شیخ احمد" اشارہ شیخ احمد رفاعی کی طرف ہے۔

شیخ احمد رفاعی طریقہ رفاعیہ کے بانی تھے۔ یہ ۵۱۲ھ (۱۱۱۸ء) میں مصر کے نزدیک

ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ۵۴۷ھ (۱۱۵۲ء) میں مسند ارشاد پر بیٹھے اور ۵۷۸ھ (۱۱۸۲ء)

میں انتقال فرمایا۔ شیخ احمد رفاعی عراق کے بڑے مقبول مرشد تھے اور قبلتہ القلوب کے لقب سے مشہور۔

(۱) شمس الدین ذہبی - تذکرۃ الحفاظ ج ۳ صفہ ۳۳۱-۳۴۰

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۲ صفہ ۹۲۹-۹۳۰

(۲) شاہ عبدالعزیز دہلوی - مستان المحدثین صفہ ۶۰-۶۱

نواب سید صدیق حسن - ائحاف النبلا المتقین باحیا مآثر الفقہاء المحدثین صفہ ۲۶۰

شیخ احمد رفاعی کی مدح میں ایک قصیدہ سید محمد الوالہدی نے عربی میں لکھا تھا۔ اس کی شرح سید محمود شہاب الدین الالوسی نے ۱۲۰۵ھ (۱۸۸۴ء) میں الاسرار الالہیہ کے نام سے لکھی جو اسی سال مصر سے چھپ کر شائع ہوئی۔

شیخ احمد رفاعی صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ ان کی تصانیف کی تعداد چار ہے۔ ان میں حکم (الرفاعی) تصوف میں اور ریحق الکونر ملفوظات کے بارے میں زیادہ مشہور ہیں۔<sup>(۱)</sup>

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز (صفحہ ۱۷۷)

"مریم" - حضرت مریم حضرت عمر ان کی صاحبزادی اور حضرت عیسیٰ کی والدہ تھیں۔ ان کی والدہ حقہ نے ان کا نام مریم رکھا تھا۔ سربانی میں اس کے معنی "خادم" کے ہیں۔ چونکہ یہ ہیکل کی خدمت کے لئے وقف کردی گئیں اس لئے یہ نام موزون سمجھا گیا۔ قرآن میں حضرت مریم کا ذکر کئی جگہ اختصار کے ساتھ آیا ہے۔ انتقال ۶۳ ع میں ہوا۔<sup>(۲)</sup>

"عیسیٰ" حضرت عیسیٰ سلسلہ انبیائے بنی اسرائیل کے خاتم ہیں۔ سنہ عیسوی آپ ہی کے نام سے جاری ہے۔ ملکہ شام کے علاقہ ارض گلیل میں ایک قصبہ ناصرہ نامی ہے وہی آپ کا آبائی وطن تھا۔ ولادت بہت المقدس میں ہوئی۔ خاندان یوسف بن یعقوب بن ماشان نامی ایک حکیم کا تھا۔ شام اس وقت وہی مملکت کا ایک نیم خود مختار صوبہ تھا اور اس وقت شام کا حکمران ہیروڈ تھا۔ مسیحی تقویم میں تین سال کی غلطی ابتدا سے چلی آرہی ہے اس لئے آپ کا سال ولادت وہ نہیں جس سے مسیحی تقویم شروع ہوئی ہے بلکہ اس سے تین سال بعد کا ہے اس لحاظ سے کہنا یہ جاہلیہ کے آپ کی ولادت ۳ء میں ہوئی۔ ۳۳ سال کی عمر میں آپ زندہ جمہور اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق (اور مسیحی عقیدہ کے مطابق تین دن کے لئے وفات پا کر) آسمان پر اٹھا لئے گئے۔<sup>(۳)</sup>

(۱) تاریخ ابن الاثیر ج ۱۱ صفحہ ۲۰۰ - ابن العباد - شذرات الذهب ج ۲ صفحہ ۲۵۹

تاریخ ذہبی ج ۲ صفحہ ۶۶ - امام شعرائی - طبقات ج ۱ صفحہ ۱۵۶

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ج ۳ صفحہ ۱۱۵۶-۱۱۵۷

(۲) فتح الباری ج ۶ صفحہ ۲۶۵ - مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی - قصص القرآن ج ۲ صفحہ ۱۷

(۳) مولانا عبدالماجد دریاہادی - تفسیر ماجدی ج ۱ صفحہ ۲۲

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۱۲ صفحہ ۱۵-۲۸ مطبوعہ ۱۹۵۰ء



(طہم پنجم ۱۹۴۶ء)

## پیام مشرق

در مسلمان شان محبوبی نمائند خالد و فاروق و ابوبی نمائند (صفہ ۵)

"خالد" خالد نام ابو سلیمان کہتے اور سیف اللہ لقب تھا۔ آپ کی والدہ کا نام لہابہ تھا۔ یہ ام المومنین حضرت مہمونہ کی عزیزہ تھیں۔ خالد کا خاندان زمانہ جاہلیت سے معزز چلا آتا تھا۔ فوج کی سپہ سالاری اور فوجی کیمپ کے انتظام کا عہدہ انہیں کے خاندان میں تھا اور ظہور اسلام کے وقت خالد اس معزز عہدہ پر ممتاز تھے۔

ان کے اسلام کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں لیکن سب میں مستند روایت مسند احمد بن حنبل کی ہے۔ اس کی رو سے ان کے اسلام کا زمانہ ۶ھ (۶۲۴ء) اور (۶۲۹ء) کے درمیان ہے۔ اسلام لانے کے بعد اول اول حضرت خالد غزوہ موتہ میں شریک ہوئے۔ اس جنگ میں حضرت خالد کے ہاتھ سے ۹ تلواریں ٹوٹی تھیں اور رسول کریم نے اس کے صلہ میں "سیف اللہ" کا معزز لقب ان کو عطا فرمایا تھا۔

حضرت خالد کی زندگی کا بڑا حصہ جہاد ہی میں گزرا۔ تقریباً سو سو لڑائیوں میں شریک ہوئے اور شجاعت کے جوہر دکھائے وہ یقین رکھتے تھے کہ جب تک موت نہ آئے گی میدان جنگ میں بھی بڑے سے بڑے دشمن کے ہاتھ سے قتل نہ ہوں گا یہی عقیدہ ان کی حیرت انگیز شجاعت کی بنیاد تھا۔ جسم میں ایک بالشت حصہ بھی ایسا نہ تھا جو تیروں اور تلواروں کے زخم سے چھائی نہ ہوا ہو۔ اکثر ذوق جہاد میں کہا کرتے تھے کہ مجھے میدان جنگ کی سخت رات جس میں اپنے دشمنوں سے لڑوں اس شب عروسی سے زیادہ مرغوب ہے جس میں میری محبوبہ مجھ سے ہمکنار ہو۔ آخر وقت جب اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے تھے کہتے تھے کہ افسوس میری ساری زندگی میدان جنگ میں گزری۔ آج میں بستر مرگ پر جانور کی طرح ایڑیاں دگڑ کر جان دے رہا ہوں۔ خدا نے آپ کے قدموں میں یہ خاص برکت دی تھی کہ جدھر رخ کیا کبھی ناکام واپس نہ لوٹے خود کہتے تھے کہ میں نے جس طرف کا رخ کیا فتحیاب ہوا۔ اس قول کی صداقت پر تاریخ کا لفظ شہاد

ہے۔ رسول کو ہم کو ان کی شجاعت پر اس قدر اعتماد تھا کہ جب ان کے ہاتھ میں علم آجاتا تو آپ مطمئن ہو جاتے۔ آپ کا انتقال مدینہ میں ۲۲ھ (۶۳۲ء) میں ہوا۔ حضرت عمر آپ کے جنازہ میں شریک تھے۔

رسول اکرم حضرت خالد کے ذوق جہاد کی بہت قدر فرماتے تھے اور متعدد موقعوں پر مدحیہ لہجہ میں ان کا اعتراف فرمایا ہے۔ ایک موقع پر لوگوں سے کہا کہ خالد کو تم لوگ کسی قسم کی تکلیف نہ دو کیونکہ وہ خدا کی تلوار ہے جس کو اس نے کفار پر کھینچا ہے۔

مرا آن پیکر نوری ندادند  
بنوری ذوق مہجوری ندادند

مگو جہیل را از سن پہا می  
دلر تاب و تب ما خاکیان بین

(صفہ ۳۲)

"جبریل" - اسلاوی اصطلاح میں جبریل ایک فرشتہ اعظم کا نام ہے۔ ان کے سرور ایک اہم خدمت انہیں (۲)  
تک وحی الہی پہنچانے کی رہی ہے۔

بخاک ہند نوائے حیات پر اثر است کہ مردہ زندہ نگردد زغمہ داؤد (صفحہ ۱۶۸)

"داؤد" - حضرت داؤد کا زمانہ حکومت ۱۰۱۳ ق م تا ۹۶۳ ق م کا ہے۔ زہور کے نام سے اس وقت جو کتاب حضرت داؤد کی جانب منسوب موجود ہے وہ عہد عتیق کے مجموعہ صحائف میں سے ایک صحیفہ ہے اور اس مجموعہ کے نمبر ۱۹ پر ہے۔ اس میں احکام و مسائل شریعت درج نہیں بلکہ صرف حمد، مناجات، دعائیں وغیرہ ہیں اور جاہلنا آخری نبی کی ہمت پیشگوئیاں بھی پیشگوئیوں کے ٹھکے ہوئے

(۲)

انداز میں موجود ہیں -

دگر از یوسف گم گشته سخن نتوان گفت      تپش خون زلیخا نہ توداری ونہ من (صف ۲۰۲)

"یوسف" - یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابوالہیثم زادہ اور خود بھی پیمبر تھے - شرفِ کبوت خاندان

میں پشتون سرے جلا آ رہا تھا - زمانہ بقول اغلب ۱۹۱۰ یا ۱۸۰۰ ق م - مولد و مسکن ارضِ فلسطین میں

(۱) شاه معین الدین احمد ندوی - مہاجرین حصہ دوم صفحہ ۱۶۱-۱۸۹

(۲) مولانا عبدالماجد دریاہادی - تفسیر ماجدی ج ۱ صفحہ ۳۸ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور و کراچی

۲۳۰ ۲۸-۱ (۲)

میں وادی حبرون تھا جسے اب الخلیل بھی کہتے ہیں اور جو یروشلم سے ۱۸ میل جنوب مغرب میں واقع ہے۔ ولادت حضرت یعقوب کے محبوب ترین محل حضرت راحیل کے بطن سے ہوئی۔ خود بھی حسین و خوبرو اور والد کی نگاہ میں سب اولاد سے زیادہ محبوب تھے۔ آخر آگے چل کر پسماندہ ہوئے والے تھے۔ آثار رشد بچپن ہی سے کیونکر نمایاں نہ ہوئے۔ توریت میں ہے کہ حضرت یوسف نے عمر ۱۱۰ برس کی پائی۔ حموی کہتے ہیں کہ حضرت یوسف کو بلاطہ میں دفن کیا گیا جو فلسطین کے علاقہ نابلس کا ایک گاؤں ہے۔ حضرت یوسف کا نام قرآن نے ۲۶ مرتبہ ذکر کیا ہے۔ اور ان کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ پودا حضرت ابراہیم کی طرح ان کے نام پر بھی قرآن کی ایک سورت سورہ یوسف نازل ہوئی ہے جو ان کے واقعات سے متعلق عبرت و موعظت کا بے نظیر ذخیرہ<sup>(۱)</sup> ہے۔

"زلیخا" عزیز مصر کی بیوی کا نام توریت میں تو نہیں البتہ روایات یہود میں زلیخا آیا ہے اور وہیں سے مسلمانوں میں چل پڑا۔ ان کے لئے عام طور سے مشہور ہے کہ بعد کو حضرت یوسف کے عقد نکاح میں آگئی تھیں لیکن امر کی سند نہ قرآن سے ملتی ہے نہ حدیث صحیح سے نہ توریت سے۔

یٰ خضر ہو ذرۃً یا ہیج و تاب      محشرے درہر دم ما مضی است  
باسکندر خضر در ظلمات گفت      مرگ مشکل زندگی مشکل تر است (صف ۲۵۶)

"خضر" حضرت خضر کے بارے میں چند باتیں قابل بحث ہیں (۱) خضر نام ہے یا لقب (۲) خضر فقط بعد صالح (ولی) ہیں یا نبی یا رسول (۳) ان کو حیات ابدی حاصل ہے یا وفات پا چکے۔

مفسرین کے ہاں ان تینوں سوالات کے جوابات میں بہت سے اقوال منقول ہیں۔ چنانچہ پہلے سوال کے جواب میں بعض کہتے ہیں کہ خضر نام ہے اور اکثر کا قول ہے کہ یہ لقب ہے اور پھر نام کے متعلق بھی مختلف اقوال ہیں مثلاً (۱) بلیا بن ملکان (۲) ایلیا بن ملکان (۳) خضرون،

معمر، الیاس، السیم وغیرہ۔

(۱) مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی - قصص القرآن ج ۱ صف ۲۵۲ - ۲۱۱

توریت - پیدائش - باب ۵۰ آیت ۲۶

(۲) مولانا ابوالکلام آزاد - ترجمان القرآن ج ۲ صف ۲۶۴

دوسرے سوال کے جواب میں بعض کا قول ہے کہ وہ فقط "عہد صالح" تھے اور بعض کہتے ہیں کہ رسول تھے مگر جمہور کا قول یہ ہے کہ وہ نہ رسول تھے اور نہ فقط عہد صالح بلکہ "نبی" تھے۔ اور تیسرے سوال کے جواب میں بعض علما کا خیال ہے کہ ان کو حیات ابدی حاصل ہے اور وہ اب تک زندہ ہیں اور اس سلسلہ میں کچھ روایات و حکایات بھی بیان کرتے ہیں اور جلیل القدر محققین فرماتے ہیں کہ ان کے لئے حیات ابدی کا ثبوت نہ قرآن سے ثابت ہے اور نہ احادیث سے لہذا وہ بھی انسانی دنیا کی طرح اپنی طبیعی موت سے وفات پا چکے۔  
(۱)

---

(۱) مولانا حفیظ الرحمن سیوہاروی - قصص القرآن ج ۱ صفحہ ۵۰۸-۵۱۱

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال حضرت خضر کی حیات ابدی کے قائل ہیں۔

(طہم یازدہم مارچ ۱۹۲۷ء)

بانگ درا

ہاں آشتائے لب ہو نہ راز کہن کہین پھر چھڑ نہ جائے قصہ دارورسن کہین  
(صفحہ ۳۲)

"قصہ دارورسن" اشارہ ہے حسین بن منصور حلاج کے واقعہ دارورسن کی طرف۔

حلاج فارس کے ایک قصبہ میں تقریباً ۲۲۲ھ (۸۵۸ء) میں پیدا ہوئے۔ ان کو حضرت ابوہریرہ

انصاری کے خاندان سے بتایا گیا ہے۔ حلاج نے ۲۶۰ھ تا ۲۸۲ھ (۸۷۳ء تا ۸۹۷ء) کی مدت

گوشہ نشینی میں بسر کی۔ آخر عوام سے رشتہ منقطع کر لیا اور خراسان اور فارس وغیرہ کا سفر کیا۔

۲۹۶ھ (۹۰۸ء) میں وطن واپس ہوئے۔ اس اثنا میں ان کے مريدوں کی تعداد بہت بڑھ چکی تھی۔

صوفیہ کہتے ہیں کہ وہ وحدت الوجود کے قائل تھے اور انا الحق کہا کرتے تھے۔ اس پر اور ان

کی بعض تصانیف پر علماء وقت نے سزائے موت کا فتویٰ دیا چنانچہ ان کو مقتدر خلیفہ بغداد کے حکم

سے پھانسی دی گئی۔ حلاج صاحب تصنیف صوفی تھے۔ ان کی تصانیف عربی میں ہیں اور ان تصانیف

(۱)

کا موضوع فقہ علم کلام اور تصوف پر حاوی ہے۔

(صفحہ ۲۲)

سید کی لوح تربیت

اس نظم میں سرسید احمد خان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اقبال سر سید کی خدمات کے معترف تھے۔ سید احمد خان ۱۷- اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دہلی

میں پیدا ہوئے اور ۲۷- مارچ ۱۸۹۸ء کو دس بجے شب علی گڑھ میں انتقال کیا اور کالج کی مسجد

میں دفن ہوئے۔ سر سید نے رسالہ تہذیب الاخلاق جاری کیا۔ اس کا پہلا شمارہ ۲۲- دسمبر ۱۸۷۰ء

کو نکلا۔ اس پر جسے کے ذریعہ سے اردو صحافت میں انشا پر دازی میں اخلاق و معاشرت میں نظام

معلومات میں اس قدر ترقی اور اتنا اچھا انقلاب پیدا ہوا کہ اس زمانے کے بیسیوں اردو رسائل اور

اخبارات سے نہ ہوسکا تھا۔ سر سید کے علاوہ بہت سے اہل قلم و علم اس کے مضمون نگار تھے۔ لیکن

سر سید کا کام اسی پر ختم نہیں ہو جاتا وہ ایک تحریک کے بانی تھے جس نے مذہب، تعلیم، تہذیب

و معاشرت سب کو متاثر کیا۔ یہاں سرسید کی خدمات کا تجزیہ مقصود نہیں بلکہ کہنا یہ ہے کہ انہوں نے جو کچھ کیا وہ دوسروں سے نہ ہوسکا۔ سید احمد خان نے محمد ن اینگلو ورنٹل کالج کا سنگ بنیاد رکھا جو آج علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے نام سے تمام دنیا میں مشہور ہے۔ اس کالج کے قیام کے سلسلہ میں سرسید کو طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا انہوں نے ان مشکلات و مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ سرسید نے فرقہ بندی کی مذمت کی اور اس کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کیا برعکس اس کے اتحاد قومی کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہے۔ سرسید اظہار حق میں بڑے بہادار تھے وہ حق بات کہنے میں کسی کی پروا نہیں کرتے تھے۔<sup>(۱)</sup>

### نالہ فراق

(صف ۷۴)

(آرنلڈ کی یاد میں)

یہ نظم اقبال نے اپنے شفیع استاد ڈاکٹر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ کی یاد میں لکھی تھی۔ مولانا سید مہر حسن نے جس طرح اقبال کو فارسی ادب اور شعر و سخن کا شیدائی بنادیا تھا اسی طرح آرنلڈ نے اقبال کو فلسفہ کا گرویدہ کیا۔ آرنلڈ ۱۸۸۷ء میں علی گڑھ میں فلسفہ کے پروفیسر تھے۔ ان کی فلسفہ میں قابلیت مسلم تھی۔ علی گڑھ میں انہوں نے شبلی سے عربی ادب کی بعض بلند پایہ کتابیں پڑھیں اور شبلی نے آرنلڈ سے فرنج میکھی تھی۔ غالباً ۱۸۹۷ء میں آرنلڈ علی گڑھ سے لاہور آئے اور یہاں اقبال کو ان کی شاگردی کا موقع ملا۔ ۱۸۹۵ء میں آرنلڈ نے اپنی مشہور کتاب "پریچنگ آف اسلام" شائع کی۔ اس کتاب میں اس اعتراض کو رفع کیا گیا ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔ سرسید کے ایما سے اس کتاب کا اردو ترجمہ عنایت اللہ دہلوی نے کیا اور "دعوت اسلام" نام رکھا۔ آرنلڈ ۱۹۰۲ء کے شروع میں ولایت واپس چلے گئے اور وہیں ۱۹۳۰ء میں انتقال کیا۔<sup>(۲)</sup>

(۱) حالی - حیات جاوید -

حامد حسن قادری - داستان تاریخ اردو صف ۲۷۰-۲۸۰ - شیخ محمد اکرام - موج کوثر صف ۵۶۲۵

(۲) اقبال نمبر - نیرونک خیال

شیخ عبدالقادر - دیباچہ بانگ درا

تجھے نظارے کا مثل کلیم سودا تھا اوپر طاقت دیدار کو ترستا تھا (صفہ-۷۸)

"اویس" - اویس بن عافرقی رسول اکرم کے نادیدہ عاشق تھے۔ آپ کا شمار تابعین میں ہے۔ اور آپ کو رسول کریم سے خیرالتابعین کا لقب عطا ہوا۔ حضرت اویس یمن کے رہنے والے قبیلہ قرن سے تھے۔ حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان جو لڑائی ہوئی تھی اس میں آپ ۳۷ھ (۶۵۷ء) میں شہید ہوئے۔ رسول اکرم نے آپ کی نسبت فرمایا ہے کہ "اویس قرنی احسان و عطف کی رو سے تابعین میں سے بہتر ہیں"۔ حضرت اویس بوجہ غلبہ حال رسول کریم کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکے۔ ان کی والدہ بوڑھی تھیں اور وہ شترمائی کرکے ان کی خدمت پہنچا لاتے تھے۔ رسول اکرم کی وفات کے بعد حضرت عمر اور حضرت علی آپ کے پامن پہنچے اور رسول کریم کے ارشاد ہی کے بموجب ان کا خرقہ حضرت اویس کو دیا۔ (۱)

فوشے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیوا بڑی جناب تری فیض عام ہے تیوا (صفہ-۹۷)

اس شعر میں حضرت نظام الدین اولیا محبوب الہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

نام محمد، القاب محبوب الہی، سلطان المشائخ، سلطان الاولیا، سلطان السلاطین اور نظام الدین اولیا تھے۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیا کا خاندان بخارا سے ہجرت کرکے لاہور آیا پھر وہاں سے ہدایوں میں سکونت پذیر ہوا اور اسی شہر میں حضرت نظام الدین ماہ صفر ۶۳۲ھ (۱۲۳۶ء) میں پیدا ہوئے۔ سن تیز کو پہنچ کر علوم شرعیہ میں کمال اور تحریر پیدا کیا یہاں تک ہر مباحثہ میں آپ ہی کامیاب رہتے۔ بیس برس کی عمر میں دنیوی معاملات سے دست کش ہو کر حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر کی خدمت میں پہنچے اور مرید ہوئے۔ ایک عرصہ تک پیر کی خدمت میں رہے اور فیضانِ اٹھایا۔

شعر و سخن کا بھی مذاق پایا تھا۔ آپ کا انتقال ۷۲۵ھ (۱۳۲۳ء) میں ہوا۔ مزار دہلی میں ہے۔

محبوب الہی کے ملفوظات جن کی حیثیت گویا ان کی تصانیف کی ہے یہ ہیں۔ (۱) فوائد الفواد۔ (۲) فضل الفواد (۲) راحت المحبین اور (۴) سیر الاولیا۔ (۲)

(۱) شاہ معین الدین احمد ندوی۔ تابعین صفہ ۳۳-۴۸

فرید الدین عطار۔ تذکرۃ الاولیا اردو صفہ ۲۲-۲۹

(۲) سید صباح الدین عبدالرحمن۔ ہزم صوفیہ صفہ ۱۸۰-۲۳۳

وہ شمع ہارگہ خاندان مرنضوی رہے گا مثل حرم جس کا آستان مج کو (صفہ ۶۸)  
اس شعر میں شمس العلیا مولانا سید میر حسن سیالکوٹی مرحوم کی طرف اشارہ ہے۔

مولانا سید میر حسن میرے کالج سیالکوٹ میں عربی کے استاد تھے۔ جب اقبال اس کالج میں  
ایئر میجٹ میں داخل ہوئے تو مولانا کے سامنے زانوئے ادب نہ کیا۔ اقبال کو اپنے استاد سید  
میر حسن سے بڑی عقیدت تھی اور ان کے تبحر علمی کے بڑے مداح تھے۔ سید میر حسن اگرچہ  
انگریزی سے ناہل تھے تاہم پرنسپل کالج کے امور میں ان سے مشورہ کیا کرتا تھا۔ سیالکوٹ میں  
شرقا کا طبقہ مولانا سے واقف تھا۔ انہوں نے اقبال کو بڑی محنت سے درس دیا اور اقبال نے بڑی  
فن دہی سے اس درس سے فائدہ اٹھایا۔ آخر میں سید میر حسن اپنے شاگرد پر بڑا ناز کرنے لگے تھے۔  
مولانا مشرقی افلاق کا نمونہ تھے۔ خود دار و وضع داری اور شگفتہ مزاجی ان کے نمایاں اوصاف  
تھے۔ وہ ہر طبقہ میں مقبول تھے۔ ان کا انتقال ۲۵۔ ستمبر ۱۹۲۹ء کو ہوا۔  
(۱)

وہ میرا یوسف ثانی وہ شمع محفل عشق ہوئی ہے جس کی اخوت قرار جان کو (صفہ ۶۹)  
"یوسف ثانی" اشارہ ہے علامہ اقبال کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد کی طرف۔

شیخ عطا محمد اقبال کے برادر اکبر تھے۔ غالباً ۱۸۵۸ء میں پیدا ہوئے۔ شیخ عطا محمد نے  
کچھ مروجہ تعلیم مکب میں حاصل کی اور غالباً تین چار سال سرکاری مدرسہ میں بھی تعلیم پائی۔  
سنہ اشعارہ سال کی عمر ہی میں فوج کے رسالہ میں ملازم ہو گئے کچھ عرصہ کے بعد فوج والوں نے  
انہیں ورڈی انجینئرنگ اسکول میں انجینئرنگ کی تعلیم و ٹریننگ کے لئے بھیج دیا۔ اس تعلیم سے فارغ  
ہونے کے بعد فوج کے محکمہ تعمیر میں ان کی تعیناتی ہو گئی۔ رفتہ رفتہ ترقی کرتے کرتے وہ سب  
ڈویژنل افسر ہو گئے۔ وہیں سے ۱۹۱۲ء کے قریب پنشن پائی۔ نقشہ اور تعمیر کے فن میں بڑے ماہر  
خیال کئے جاتے تھے۔ پنشن پانے کے تین چار سال بعد فوج والوں نے انہیں دوبارہ ملازمت پر بلا لیا  
تھا۔ دو تین سال کے بعد انہوں نے ملازمت ترکہ کر دی۔ بڑی ہارعب شخصیت کے مالک تھے لیکن اپنے

(۱) محمد طاہر فاروقی - سیرۃ اقبال صفہ ۶۸ - ۶۷

محمود نظامی - ملفوظات اقبال ۲۱۲-۲۱۸



دوستوں کی محفلوں میں ان کی ہذلہ شجی مشہور تھی۔

شیخ عطا محمد اقبال سے عمر میں تقریباً پندرہ سال بڑے تھے۔ چالیس سال کی عمر تک ان کے اپنے ہاں کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اس لئے جھوٹے بھائی کو بیٹے کی طرح پالا۔ تعلیم دلائی اور پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان اور جرمنی بھیجا۔ دونوں بھائیوں کو ایک دوسرے سے محبت نہیں عشق تھا۔ علامہ اقبال کے کلام میں اس غیر معمولی تعلق کا ایک سے زائد بار ذکر آیا ہے۔

انگلستان جائے ہوئے درگاہ حضرت نظام الدین اولیا پر جو منظوم دعائیں علامہ اقبال نے کیں ان میں اپنے بڑے بھائی کے لئے بھی ان الفاظ میں دعا کی۔

جلا کے جس کی محبت نے خرمن من و تو      ہوائے عیش میں پالا کیا جوان مجھ کو  
ریاض دھر میں مانند گل رہے خندان      کہ ہے عزیز تر از جان وہ جان جان مجھ کو  
اپنی والدہ مرحومہ کی وفات پر علامہ اقبال نے ایک نظم کہی تھی جس کا عنوان "والدہ مرحومہ کی یاد میں" ہے۔ اس نظم میں بھائی کا ذکر ان اشعار میں کیا ہے۔

وہ جوان قامت میں ہے جو صورت سرو بلند      تیری خدمت سے ہوا جو مجھ سے بڑھ کر بہرہ مند  
کاروبار زندگانی میں وہ ہم پہلو مرا      وہ محبت میں تری تصویر وہ بازو مرا

علامہ اقبال کی وفات کے وقت شیخ عطا محمد کی عمر تقریباً ۸۰ سال کی تھی اور اس عمر کے لحاظ سے ان کی صحت بھی اچھی تھی لیکن بھائی کی وفات کے صدمہ نے ان کی کمزوری دی۔ علامہ اقبال کی وفات کے بعد تقریباً ڈھائی سال زندہ رہے۔ ان ایام میں علامہ اقبال کے کلام کو پڑھنا اور اشکباری کرنا ان کا روز کا معمول تھا۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۲۰ء کو ۸۲ سال کی عمر میں اپنے وطن مالوف سیالکوٹ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

(صف ۱۱۸)

سوامی رام تیوتھ

سوامی رام تیوتھ ۱۸۷۳ء میں صلم گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والدین غریب تھے اس لئے

تعلیم کا زمانہ تنگدستی میں بسر ہوا۔ میٹرک کے بعد وہ گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوئے اور  
اس کے بعد ازان بہمن سے ریاض میں ایم۔ اے۔ بھی کیا اور مشن کالج لاہور میں ریاضی کے

استاد مقرر ہوئے۔ شروع ہی سے ان پر ویدانت کا رنگ غالب تھا۔ جون جون عمر بڑھتی گئی یہ رنگ کچھ اور گہرا ہوتا گیا۔ جب ان پر رام کی محبت کا غلبہ ہوتا تو وہ ہفتوں بارہ دری کا مان (دریائے راوی کے کنارے) میں محویت کے عالم میں بیٹھے رہتے اور بعض اوقات اپنے محبوب کی تلاش میں بہت دور نکل جاتے۔ کچھ دنوں کے بعد ان کی رام بھگتی (رام سے عشق) کا شہرہ ہو گیا اور حالت یہ ہوئی کہ لاہور کے بڑے بڑے امیر ان کے معتقد ہو گئے۔ سوای رام تیرتھ تقریباً ہر سال گری کی تعطیلات گزارنے کے لئے باہر جایا کرتے تھے چنانچہ ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو وہ اپنے معمول کے مطابق ہردوار گئے ہوئے تھے۔ ایک دن اپنے شاگردوں اور عقیدتمندوں کے ساتھ دریائے گنگا کے کنارے بیٹھے ہوئے ویدانت کا درس دے رہے تھے۔ دفعۃً انہوں نے غسل کا ارادہ کیا اور تیرتے ہوئے دور نکل گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ان پر اسی حالت میں رام کی محبت کا غلبہ ہوا اور عین دریا میں جذب و مستی کی حالت طاری ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لہروں میں ڈوب گئے۔ تین دن کے بعد ان کی نعش خود بخود کنارے پر آگئی جسے ان کے عقیدتمندوں نے بڑے احترام کے ساتھ نذر آتش کر دیا۔

سوای رام تیرتھ نے جاپان، امریکا اور مصر کا سفر کیا اور وہاں ان کی پذیرائی کی گئی۔ امریکا سے واپس پر سوای رام تیرتھ نے مسیح، آگرہ، متھرا اور لکھنؤ میں اپنے تاثرات اور تجربات سفر تقریروں میں بیان کیے۔ ان مقامات پر بھی ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔<sup>(۱)</sup>

سن اے طلبگار درد پہلوا میں ناز ہوں تو نیاز ہو جا

میں غزنوی سومات دل کا ہوں تو سراپا ایاز ہو جا (صف ۱۲۷)

"ایاز"۔ ایاز سلطان محمود غزنوی کا نہایت معتد غلام تھا۔ جواہر خانہ اس کے سپرد تھا۔ جب وہ وہاں جاتا اپنا غلامی کا لباس جو اس نے محفوظ رکھا تھا پہن لیتا۔ درباری اس سے رشک کرتے تھے ایک دن سلطان کو اطلاع دی کہ خدا معلوم ایاز تنہا جواہر خانہ میں کیا کیا کرتا ہے۔ بادشاہ نے اس معصہ کو حل کرنا چاہا اور اپنی آنکھوں سے ایاز کے اس تبدیل پوشاک کے واقعہ کو دیکھا۔ وجہ دریافت کی جواب ملا کہ میں اپنی پہلی حالت کو روزانہ یاد کر لیتا ہوں تاکہ غرور سر میں نہ سما جائے۔

(۱) پنڈی داس۔ سوانح عمری سوای رام تیرتھ

(۱)

بادشاہ اس پر خوش ہوا اور مراتب و مناصب میں ترقی کی۔

(صف ۱۲۰)

عبدالقادر کے نام

"عبدالقادر"۔ شیخ عبدالقادر اقبال کے ہمدرد بیرونہ ۱۸۷۲ء میں لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد تھوڑے ہی عرصہ کے بعد لاہور آگئے تھے اور یہ ۱۸۸۲ء میں سنٹرل ماڈل اسکول میں تعلیم پانے لگے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد شیخ عبدالقادر کا سب سے بڑا احسان اردو ادب پر یہ ہے کہ انہوں نے ۱۹۰۱ء میں اپنا مشہور رسالہ مخزن جاری کیا۔ اس رسالہ نے اردو ادب کی بڑی خدمت کی۔ اس رسالہ کی بدولت اقبال، اکبر، ظفر، علی خان، حسرت، مہمانی، داغ، مرزا، محمد ہادی اور عزیز لکھنوی جیسے شعرا سے اردو دان طبقہ روشناس ہوا۔ نثارون میں شہلی، شرم، نذیر احمد اور حالی جیسے ہستیوں نے اس میں مضامین لکھے۔ شیخ عبدالقادر نے لندن کے قیام میں "ہندوستانی اسپیکنگ بونین" قائم کی جس کو بڑا فروغ ہوا۔ سال وفات ۹۔ فروری ۱۹۵۰ء ہے۔ سر عبدالقادر کا نام اردو ادب کے محسن کی حیثیت سے ہماری قومی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ شیخ مرحوم ایک مرنج مرنجان قسم کے انسان تھے۔ ان سے جو ملتا تھا وہ ان کی ادبی قابلیت اور خلوص سے ضرور متاثر ہوتا تھا۔

(۲)

نکبت گل کی طرح پاکیزہ ہے اس کی ہوا تربت ابوب انصاری سے آتی ہے صدا (صف ۱۵۶)

"ابوب انصاری"۔ خالد نام، ابویوب، کنیت قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے تھے۔ حضرت ابویوب انصاری

بھی ان منتخب بزرگان مدینہ میں ہیں جنہوں نے عقبہ کی گھاٹی میں جا کر رسول کریم کے ہاتھ پر

بیعت کی تھی۔ خدا نے اہل مدینہ کے قبول دعوت سے اسلام کو ایک مامن عطا کر دیا اور مسلمان مہاجرین

مکہ اور اطراف سے آکر مدینہ میں پناہ گزین ہوئے لیکن رسول کریم صلعم جو قریش کے ظلم و ستم کا

حقیقی نشانہ تھے وہ اب تک ظالموں میں گھومے ہوئے تھے آخر ماہ ربیع الاول میں نبوت کے تیرھویں سال

آپ بھی عازم مدینہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر حضرت ابویوب انصاری کے مکان پر اتروے۔ اس طرح حضور کی

میزبانی کا شرف سب سے پہلے حضرت ابویوب انصاری کو نصیب ہوا۔ حضرت امیر معاویہ نے ۵۲ھ (۶۷۲ء)

(۱) Beale- An Oriental Biographical Dictionary, W.A.Allen & Co., London, 1894, p.85

(۲) مخزن - مارچ ۱۹۵۰ء

میں روم پر فوج کشی کی دیگر اصحاب کبار کی طرح حضرت ابویوب بھی اس پر جوش فوج کے سپاہی تھے۔ اسی سفر جہاد میں عام وبا پھیلی اور مجاہدین کی بڑی تعداد اس کی نذر ہوگئی اور حضرت ابویوب نے بھی اسی وبا میں انتقال کیا۔ آپ قسطنطنیہ میں دفن کئے گئے۔<sup>(۱)</sup>

(صف ۱۶۸)

فلسفہ غم

(میاں فضل حسین صاحب پیرسٹرایٹ لاہور کے نام)

میاں فضل حسین ۱۲۔ جون ۱۸۷۷ء کو بمقام پشا در پشما ہوئے۔ ۱۸۹۳ء میں ۱۶ سال کی عمر

میں پنجاب یونیورسٹی سے میٹرک کیا۔ انگریزی، عربی، فارسی اور فلسفہ کے ساتھ ۱۸۹۷ء میں پنجاب ہی سے بی۔ اے کیا۔ فضل حسین کے اساتذہ میں ڈاکٹر آرنلڈ اور مولانا محمد حسین آزاد خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آرنلڈ ہی کے مشورہ سے فضل حسین اعلیٰ تعلیم کے لئے کیمبرج گئے۔ کیمبرج میں اقبال بھی میاں فضل حسین کے ساتھ تھے۔ میاں فضل حسین وہاں سے پیرسٹر ہو کر آئے۔ پیرسٹری کا آغاز سیالکوٹ میں کیا بعد ازاں ۱۹۰۵ء میں لاہور چلے آئے۔ ان کو پیرسٹری میں بڑی کامیابی ہوئی۔ میاں فضل حسین کو شروع ہی سے اہل پنجاب کے مسائل سے دلچسپی تھی چنانچہ انہوں نے پنجاب کے سماجی، تعلیمی اور اصلاحی کاموں میں نمایاں حصہ لیا۔ وہ انگریزوں کو طاقت کے ذریعہ سے نکالنے کے حامی نہ تھے گویا وہ ایک طور پر مہاتما گاندھی کی اہنسا والی حکمت عملی کے قائل تھے۔ حکومت برطانیہ نے میاں فضل حسین کی خدمات کا اعتراف کیا اور سر کے خطاب سے سرفراز کیا۔ میاں فضل حسین پنجاب میں وزیر تعلیم اور مرکز میں وزیر قانون بھی رہے۔ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے فرائض بھی انجام دیئے۔ ۹۔ جولائی ۱۹۳۶ء کو انتقال کیا۔<sup>(۲)</sup>

کیسی بٹے کی بات جگندر نے کل کہی موثر ہے ذوالفقار علی خان کا کیا خموش (صف ۱۹۶)

"جگندر"۔ سردار جگندر سنگھ ۲۵۔ مئی ۱۸۷۷ء کو پیدا ہوئے۔ یہ ایک بہت بڑے تعلقہ دار تھے۔

ان کو ۱۶۱۹ء میں حکومت برطانیہ کی طرف سے سر کا خطاب ملا۔ یہ نواب ذوالفقار علی خان کے دوست

(۱) مولانا سعید انصاری۔ سیوانشار حصہ اول صف ۱۰۹-۱۱۶

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۱ صف ۷۵

(۲) Azim Husain- Fazl-i-Husain

تھے۔ نواب ہی نے ان کو اقبال سے متعارف کرایا تھا۔ سردار جگندر سنگھ انگریزی اور فارسی دونوں زبانوں میں مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے انگریزی میں اسرار خودی پر بعض اچھے مضامین لکھے۔ وہ سکھوں کے مسلمہ لیڈر تھے۔ سردار جگندر سنگھ سکھ ایجوکیشنل کانفرنس کے صدر بھی رہے اور کاؤنسل آف اسٹیٹ کے ممبر بھی۔ انہوں نے East and West کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیئے۔ ان کی تصانیف میں کلا نوجہان اور نسرتین قابل ذکر کتابیں ہیں۔ سردار جگندر سنگھ ۱۹۳۶ء سے ۱۹۳۷ء تک وزیر زراعت بھی رہے۔ ریاست پٹیالہ میں وزیر داخلہ کی حیثیت سے بھی (۱) کام کیا اور پنجاب یونیورسٹی کے فیلو بھی نامزد ہوئے۔

"ذوالفقار علی خان"۔ نواب سر ذوالفقار علی خان کا آبائی وطن مالیر کوٹلہ تھا اور یہ دھان کے حکمران خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۳ء میں وفات پائی۔ وہ مسلمانوں کے ہمدرد اور علم و ادب کے بڑے قدردان تھے۔ علامہ اقبال سے ان کی ملاقات ۱۹۰۸ء میں ہوئی اور یہ سلسلہ ملاقات آخر وقت تک قائم رہا۔ انہوں نے Voice from the East or the Poetry of Iqbal لکھ کر اقبال کی روپ اور امریکا سے روشناس کیا۔ انہوں نے لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند سے علامہ اقبال کے لئے سر کے خطاب کی سفارش کی اور ۱۹۲۱ء میں اقبال کو ان ہی کی کوشش سے سر کا خطاب ملا۔

یہ نظم (موثر) ۱۹۱۲ء میں لکھی گئی۔ پہلا شعر موثر ہی میں کہا گیا اور باقی اشعار نواب سر ذوالفقار علی خان کی کوٹھی پر لکھے گئے۔ اس موثر کا نام ٹالبوٹ (Talbot) تھا۔ پنجاب کے مسلمانوں میں یہ موثر صرف انہیں کے پاس تھا۔ سر ذوالفقار علی خان اقبال کے بہترین احباب میں تھے۔ ہذا میں دو باتیں مرتبہ ان کے مکان پر ادبی محفل ہوا کرتی تھی۔ اس محفل میں میان محمد شفیع، سر فضل حسین، سر عبدالقادر، سر جگندر سنگھ، سر شہاب الدین وغیرہم شریک ہوا کرتے تھے۔ بعض اوقات مہاراجگان بھی آیا کرتے تھے۔ ان محفلوں میں کبھی کبھی سیاسی لیڈر مثلاً حکیم اجمل خان، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی اور ڈاکٹر انصاری بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ یہ کوٹھی جہان اس قسم کی محفلیں ہوا کرتی تھیں ۱۹۱۰ء میں بنی تھی۔ اقبال ہی نے اس کا نام "زرافشان" تجویز کیا تھا۔

لکھا ہے ایک مغربی حق شناس نے اہل قلم میں جس کا بہت احترام تھا (صفحہ ۲۷۲)

"مغربی حق شناس"۔ اشارہ ڈوئچ کی طرف ہے۔

ایمانیول اوسکر مینہم ڈوئچ (Immanuel Oscar Mehham Deutsch) (سای زبان و

ادب کا جرمن فاضل جو یہودی النسل تھا ۲۸۔ اکتوبر ۱۸۲۹ء کو پیدا ہوا۔ برلن یونیورسٹی میں اس

کے عمیق مطالعہ سے اسے یہودی اور کلاسیکل زبانوں کا ماہر بنادیا اور ۱۸۵۵ء میں وہ برٹش

موزیم لائبریری میں اسسٹنٹ ہو گیا۔ اس نے تالمود پر بڑی محنت سے کام کیا اور جیمز سٹرانسٹیکلوپیڈیا

میں ۱۹۵ مضامین لکھے۔ اس کا مشہور مقالہ تالمود سے متعلق کوارٹرلی ریویو Quarterly Review

میں شائع ہوا۔ اس کا یورپ کی متعدد زبانوں میں ترجمہ کیا گیا۔ اس کا انتقال اسکندریہ میں ۱۲ مئی

۱۸۷۲ء کو ہوا۔ اسی سال اس کی کتاب Literary Remains کو لیڈی اسٹریٹنگ فوروڈ Lady

(۱)

Strangford نے مرتب کر کے شائع کیا۔

استدعا ایک جگہ لکھتا ہے۔

"Bilal, a "blind" Negro, became the first Muezzin; and, as Dentsch remarks, even Alexander the Great is at this day an unknown personage in Asia compared to him". (2)

اے ہمایون زندگی تیری سراپا سوز تھی تیری جنگاری چراغ انجمن افروز تھی! (صفحہ ۲۸۷)

"ہمایون"۔ پنجاب کے میان خاندان میں ۱۲۔ اپریل ۱۸۶۸ء کو میان محمد شاہ دین ہمایون پیدا

ہوئے۔ ہمایون اس صدی کے ہم اول میں ہندو پاکستان کے مسلمانوں میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے

جائے تھے۔ علامہ اقبال ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ہمایون کی ذات پر سر سید اور ان کے وقتا کو

بھی بڑا ناز تھا جس سے ان کی غیر معمولی ذہانت، قابلیت اور قومی خدمات پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

ہمایون اصول کے بندہ تھے۔ انہوں نے ملک و ملت کی خدمت و اصلاح میں عمر صرف کر دی۔ ان کو

ابتدا ہی سے ادبی ذوق تھا۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں وہ مولانا محمد حسین آزاد کے شاگرد ہوئے۔

(۱) انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۷ صفحہ ۲۸۱

(2) Smith, R. Basworth: Mohammad and Mohammadenism, John Murray, London, 1889, p.211

ہمایون اصلاح اور ترقی تعلیم کے بڑے حامی تھے۔ ان کو شاعری سے بھی لگاؤ تھا چنانچہ انہوں نے

ہمایون تخلص اختیار کیا اور اپنے کلام کا ایک مجموعہ "جذباتِ ہمایون" کے نام سے یادگار چھوڑا۔

ہمایون کے فرزند میان بشیر احمد نے اپنے والد کی یاد میں ہمایون نامی ماہنامہ جاری کرنا چاہا تو

وہ علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی کہ میں ہمایون رسالہ نکالنا چاہتا ہوں۔

آپ والد کی علمی و ادبی خدمات کے صلہ میں کوئی نظم تحریر فرمائیں۔ علامہ اقبال نے رسالہ کے لیے

ایک نظم لکھی اور وہ اس کی پہلی اشاعت کے ساتھ جنوری ۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی۔ رسالہ ہمایون

اس وقت سے اب تک پابندی سے شائع ہوتا رہا ہے۔ ہمایون کا انتقال ۲ جولائی ۱۹۱۸ء کو ہوا۔

اے کہ تجھ کو کھا گیا سرمایہ دار حیلہ گر شاخ آہو پر رہی صدیوں تلک تیری ہرات!  
(صفحہ ۲۹۷)

"شاخ آہو" اشارہ فارسی کی مندرجہ ذیل ضرب المثل کی طرف ہے۔

(۱)

ہرات عاشقان پر شاخ آہو۔

"کھل گئے" ماجوج اور ماجوج کے لشکر تمام چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف "ینسلون"

(صفحہ ۳۳۲)

"ماجوج اور ماجوج" یا جوج اور ماجوج کا ذکر قرآن میں دو جگہ آیا ہے۔ ایک تو سورہ کہف میں ہے

اور دوسرا سورہ انبیاء میں۔ یہ جوج اور ماجوج کا نام سب سے پہلے عہد عتیق میں آیا ہے کز قبتیل

نہی کی کتاب میں۔ عہد عتیق کے بعد یہ نام ہمیں مکاشفات یوحنا میں بھی ملتا ہے۔

ماجوج اور ماجوج کے لئے یورپ کی زبا نون میں Gog اور Magog کے نام مشہور

ہو گئے ہیں اور شارحین توریت کہتے ہیں کہ یہ نام سب سے پہلے توریت کے ترجمہ سیمینی (ترجمہ

سیمینی سے مقصود توریت کا وہ پہلا یونانی ترجمہ ہے جو اسکندریہ میں شاہی حکم سے ہوا تھا

اور جس میں ستر علماء یہود شریک تھے) میں اختیار کئے گئے تھے۔

تمام تاریخی قرائن متفق طور پر شہادت دے رہے ہیں کہ اس سے مقصود صرف ایک ہی قوم

ہوسکتی ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں۔ یعنی شمال مشرقی میدانوں کے وہ وحشی مگر طاقتور قبائل جن

کا سیلاب قبل از تاریخ عہد سے لے کر نویں صدی مسیحی تک براہِ مغرب کی طرف امانڈا رہا جن کے مشرقی حملوں کی روک تھام کے لئے چینوں کو سینکڑوں میل لمبی دیوار بنانی پڑی تھی جن کی مختلف شاخیں تاریخ میں مختلف ناموں سے پکاری گئی ہیں اور جن کا آخری قبیلہ یورپ میں ہنگو کے نام سے روشناس ہوا اور ایشیا میں تاتاریوں کے نام سے۔ اسی قوم کی ایک شاخ تھی جسے یونانیوں نے سینتھین (Scythian) کے نام سے پکارا ہے اور اسی کے حملوں کی روک تھام کے لئے سائرس (ذوالقرنین) نے سد تعمیر کی تھی۔

شمال مشرق کے اس علاقہ کا بڑا حصہ اب "منگولیا" کہلاتا ہے۔ لیکن "منگول" لفظ کی ابتدائی شکل کہا تھی اس کے لئے جب ہم چین کے تاریخی مصادر کی طرف رجوع کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قدیم نام "موگ" تھا۔ یقیناً یہی موگ ہے جو چھ سو برس قبل مسیح یونانیوں میں "میگ" اور "مے گاکہ" پکارا جاتا ہوگا اور یہی عبرانی میں "ماجوگ" ہو گیا۔

چین کی تاریخ میں ہمیں اس علاقہ کے ایک اور قبیلہ کا ذکر بھی ملتا ہے جو "یواجی" (Yueh-Chi) کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ یہی "یواجی" ہے جس نے مختلف قوموں کے مغارج و تلفظ سے گذر کر کوئی ایسی شکل اختیار کر لی تھی کہ عبرانی میں "یاجوج" ہو گیا۔

وفد ہندستان سے کرتے ہیں سر آغا خان طلب

کہا یہ چورن ہے ہے ہضم فلسطین و عراق (صفحہ ۲۳۲)

"سر آغا خان"۔ سلطان محمد شاہ نام۔ سال ہجری ۱۸۷۷ء ہے۔ حکومت برطانیہ شاہانِ یورپ اور شاہ فارس سے مختلف خطابات و اعزاز حاصل کئے۔ آٹھ سال کی عمر میں ان کے والد نے ان کو فرقہ اسمعیلیہ کا باضابطہ امام اور جانشین مقرر کیا۔ آغا خان اس فرقہ کے ۴۸ ویں امام ہیں۔ نواحِ بمبئی میں ان کے مرید بکرت پائے جاتے ہیں جو خوارجیہ کہلاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسمعیلیہ فرقے کے لوگ جو ان کی امامت پر ایمان رکھتے ہیں ایران، افغانستان، روس، وسط ایشیا، چین، ترکستان، مصر، شمالی افریقہ وغیرہ میں بھی ملتے ہیں۔ ۱۸۹۸ء میں پہلی مرتبہ آغا خان کو علی گڑھ کالج دیکھنے کا موقع



ملا اسی وقت سے وہ مسلمانوں کے قومی کاموں میں دلچسپی لینے لگے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ مسلم یونیورسٹی کی اسکیم کو عمل میں لانے کے لئے آغا خان نے مختلف مقامات کے سفر کئے۔ ان کا زیادہ وقت یورپ میں گذرتا ہے۔ آغا خان نے فلسطین و عراق کا مسئلہ طے کرانے کے لئے ہندوستان سے وفد بھی طلب کیا تھا۔ یہ وفد لارڈ کرزن کے ایما پر طلب کیا گیا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ ارکان وفد مجلس اقوام میں انگریزوں کے طرز عمل کی حمایت کریں اور باقاعدہ درخواست کریں کہ جب فرانس کو شام دے دیا گیا تو عراق اور فلسطین پر انگریزوں کا تسلط تسلیم کیوں نہ کیا جائے۔ سیاست ہند پر آغا خان نے ایک کتاب مرتب کی جو جون ۱۸۹۱ء میں لندن سے شائع ہوئی۔ حال میں آغا خان کی خود نوشت سوانح (۱) کے بعض اجزا شائع ہوئے ہیں۔

مسجد تو بنادی شب بھر میں ایمان کی حرارت والوں نے

من اپنا پرانا پانی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا (صفحہ ۳۳۶)

اس شعر کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ بیرون شاہ عالمی دروازہ اہل لاہور نے اپنے جوش ایمان کے تحت ایک مسجد ایک رات ہی میں بنا ڈالی۔ کسی شخص نے علامہ اقبال کو یہ واقعہ بتایا تو انہوں نے مسلمانوں کی حرارت ایمان سے متاثر ہو کر یہ شعر کہا۔

زبور عجم

(طبع چہارم ۱۹۴۸ء)

(صف ۲۱۷)

کہ او یا حاکمی کارے ندارد

کلیسا سبھ پطرس سمارد

"پطرس"۔ پطرس (Simon Peter) ایک ماہی گیر اور حضرت عیسیٰ کا حواری تھا۔ اس نے

جلد ہی حضرت عیسیٰ کا قرب حاصل کر لیا تھا۔ پطرس کا شمار حضرت عیسیٰ کے مشہور ترین حواریوں میں ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ یہ سینٹ پال کے ساتھ بھی رہا۔ حضرت عیسیٰ اس پر بڑا اعتماد کرتے تھے۔ سینٹ پال سے آگے چل کر پطرس کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ اس کی تبلیغ زیادہ تر پونٹس گلا تیا ایشیا وغیرہ تک محدود رہی۔ پطرس کی شہادت کی تصدیق ان میں روایات سے ہوتی ہے۔ اس نے جو دو خط لکھے ہیں ان میں پہلا خط تو معتبر خیال کیا جاتا ہے لیکن دوسرا خط معتبر نہیں سمجھا جاتا (۱)

ہے۔ پطرس کا ذکر نوتا کی انجیل میں ملتا ہے۔

(صف ۲۳۰)

نکیر و منکر اور درو تو

کند گور تو اندر پیکر تو

"نکیر و منکر"۔ وہ دونوں فرشتے جو قبر میں مردے سے سوال کریں گے کہ تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا رسول کون ہے؟ تو نے کیا کیا؟ وغیرہ وغیرہ (۲)

(صف ۲۵۵)

ہانگ اسرافیل اور پے وستخیز

نکر اور نادار و پے نور ستیز

"اسرافیل"۔ اسرافیل اور فرشتہ مقرب کا نام ہے جو قیامت کے دن دو بار صور بھونکے گا۔ پہلی مرتبہ مخلوق نیست و نابود ہو جائے گی اور دوسری بار کل مخلوق زندہ ہو جائے گی۔ (۳)

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۷ صف ۶۲۶-۶۲۷  
James Hastings- Dictionary of the Bible, pp 713-718

(۲) ترمذی - ج ۲ صف ۲۳۹ - نور اللغات ج ۲ صف ۶۵۲

(۳) مظاهر حق ترجمہ مشکوٰۃ ج ۲ صف ۳۶۵ مطبوعہ نولکشور

نور اللغات ج ۱ صف ۲۹۲

## جاوید نامہ

(طہم دوم ۱۹۴۷ء)

ابن تماشا خانہ سحر سامری است علم ہے روح القدس افسو نگری است (صف ۴)

"سامری" - مولانا ابوالکلام آزاد کی تحقیق سامری کے بارے میں حسب ذیل ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سامری کون تھا۔ یہ اس کا نام تھا یا قومیت کا لقب؟ قیاس کہتا

ہے کہ یہاں سامری سے مقصود سمیری قوم کا فرد ہے کیونکہ جس قوم کو ہم نے سمیری کے نام سے

ہکارنا شروع کر دیا ہے عربی میں اس کا نام قدیم سے سامری آ رہا ہے اور اب بھی عراق میں ان کا ہقا یا

اسی نام سے ہکارا جاتا ہے۔ یہاں قرآن کا "سامری" کہہ کے اسے ہکارنا صاف کہہ رہا ہے کہ یہ

نام نہیں ہے اس کی قومیت کی طرف اشارہ ہے یعنی وہ شخص اسرائیلی نہ تھا سامری تھا۔

حضرت مسیح سے تقریباً ساڑھے تین ہزار برس پہلے دجلہ و فرات کے دو آبہ میں دو مختلف قومیں

آباد ہوئی تھیں اور ایک عظیم الشان تمدن کی بنیاد اٹھا رہی تھیں۔ ان میں سے ایک قوم جو جنوب

سے آئی تھی عرب تھی۔ دوسری جس کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ شمال سے اتری سمیری تھی۔

اسی قوم کے نام سے تاریخ قدیم کا شہر سامرہ اور اور آباد ہوا تھا جس کا محل اب "تل العبد" میں

دیاقت ہوا ہے اور وہاں سے پانچ ہزار برس پیشتر کے بنے ہوئے زہر اور سنہری حروف ہرآمد ہوئے ہیں

سمیری قوم کی اصل کیا تھی؟ اس بارہ میں اس وقت تک کوئی قطعی رائے قائم نہیں کی جا سکتی

ہے۔ لیکن نہوا میں اشوری ہال (متوفی ۶۶۶ ق م) کا جو گتب خانہ نکلا ہے اس میں تخیوں کا ایک

مجموعہ (لغت کی کتاب کا بھی) جس میں اکادی اور سمیری زبان کے ہم معنی الفاظ جمع کئے گئے ہیں

۱۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ سمیری زبان کے اصوات ساہی حروف کے اصوات سے چند ان مختلف نہیں تھے

یہ بہت ممکن ہے کہ وہ بھی دو اصل ان ہی کے قبائل کے مجموعہ سے کوئی بعیدی تعلق رکھتے ہوں

جن کے لئے ہم نے تدریج کی اصطلاح ساہی اختیار کر لی ہے۔ ————— بہر حال سمیری قبائل

کا اصلی وطن عراق تھا مگر یہ دور دور تک پھیل گئے تھے۔ مصر سے ان کے تعلقات کا سراغ ایک ہزار

سال قبل مسیح تک روشنی میں آچکا ہے۔ پھر معلوم ہوتا ہے اس قوم کا ایک فرد حضرت موسیٰ کا بھی

معتقد ہو گیا اور جب یہی اسرائیل نکلے تو یہ بھی ان کے ساتھ نکل آیا۔ اسی کو قرآن نے "السامری" کے لفظ سے یاد کیا ہے۔ گائے ہیل اور بچھڑے کی تقدیر کا خیال سمیریوں میں بھی تھا اور مصریوں میں بھی۔ قرآن میں سامری کا واقعہ سورہ طہ میں تفصیل سے درج ہے۔<sup>(۱)</sup>

صد جیل از خافطین و بلدوم بردھانش دود و ناراند رشک (صفہ ۳۱)  
"خافطین و بلدوم" فرضی نام ہیں۔

عارف ہندی کہ یہ یکے از غارہائے قمر خلوت گرفته و اہل ہند اورا "جہان دوست" ہی گویند "جہان دوست"۔ دشوامتر کا ترجمہ ہے۔ دشوامتر رام کا استاد تھا۔ جہان دوست کے متعلق ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہاں اشارہ دراصل شوچی کی طرف ہے۔ جو باریہی کے شوہر تھے۔

دوش دیدم ہر فراز قشمرود ز آسمان افروختہ آمد فرود (صفہ ۳۶)  
"قشمرود"۔ یہ ایک فرضی نام ہے۔

حرکت بہ وادی یوغید کہ ملائکہ اورا وادی طواسین ہی نامند (صفہ ۴۴)  
وادی یوغید میں اقبال اور رومی داخل ہوتے ہیں۔ اروادی کا نام فرشتوں کی زبان میں وادی "طواسین" ہے۔ منصور حلاج کی مشہور تصنیف کتاب الطواسین فرانس میں طہم ہو چکی ہے۔ طہم قرآن کی ایک سورت کا نام ہے اور قرآن کے حروف مقطعات میں سے ہے۔ منصور حلاج کی جدت کوشی کا یہ کمال تھا کہ اس نے اپنی تصنیف کے مختلف حصوں کو بجائے ابواب میں تقسیم کر کے ان کا نام طواسین (طہم کی جمع) رکھا۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی مصنف لفظ "لوح" یا "منزل" بمعنی باب یا فصل استعمال کرتا ہے۔ چونکہ پاس ادب مانم تھا کہ پیغمبروں سے بالمشافہ ملاقات کی جانی۔ اس لئے اقبال نے اس امر پر اکتفا کی ہے کہ بجائے ان سے مل کر گفتگو کرنے کے ان کی "طواسین" یا بالفاظ دیگر الواح فلک قمر میں پڑی ہوئی دکھائی دیں۔ جن کے کتبوں میں سے ہر ایک کی تعلیم کا اہم پہلو واضح ہو گیا ہے۔<sup>(۲)</sup>

(۱) مولانا ابوالکلام آزاد - ترجمان القرآن ج ۲ صفہ ۲۶۲-۲۶۵

(۲) اقبال نمبر - نمبرونگ خیال صفہ ۲۱۶

تیز تر نہ پا ہوا پرغمد      تا نہ بین آنچہ می بایست دید (صف ۲۶)  
 "پرغمد" - یہ ایک فرضی نام ہے۔

درمیان کوہسار ہفت مرگ      وادی ہے طائر و بے شاخ و برگ (صف ۵۵)  
 "ہفت مرگ" - یہ ایک فرضی نام ہے۔

گفت در چشم فسون سامری است      نام افرنگین و کارم ساحری است (صف ۵۶)  
 "افرنگین" - یہ ایک فرضی نام ہے۔

نوحہ روح ابو جہل در حرم کعبہ (صف ۵۸)

"ابو جہل" - ابو جہل رسول اکرم کا چچا تھا۔ اس کا اصلی نام ابوالحکم عمر بن ہشام بن المغیرہ تھا۔ ابو جہل کے لفظی معنی جہالت کے باپ کے ہیں۔ یہ رسول کریم اور دین اسلام کا سخت ترین دشمن تھا۔ اگرچہ اس کے لڑکے عکرمہ نے اسلام قبول کر لیا تھا مگر وہ خود دولت اسلام سے محروم رہا۔ ابو جہل (۱)  
 ۲ھ (۶۲۲ء) میں معہ اپنے بھائی کے جنگ بدر میں ہلاک ہوا۔

اعجبی را اصل عدنانی کجا ست      گنگہ را گفتار سبحانی کجا ست (صف ۵۹)  
 "سبحانی" اشارہ سبحان کی طرف ہے۔

سبحان باہلہ قبیلہ کا فرد تھا۔ عرب فصاحت میں اس کا نام ضرب المثل کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ سعدی نے اپنی مشہور کتاب گلستان میں اس کی فصاحت کی بڑی تعریف کی ہے۔ (۲)

پاک مردان جون فضیل و ہو سعید      عارفان مثل جنید و یازید (صف ۶۲)  
 "فضیل" - حضرت فضیل بن عیاض صوفیہ کے طبقہ اول سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا شمار مشائخ کبار میں ہے۔ آپ کے ہم عصر آپ کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے۔ آپ کی ریاضت اور زہد و تقویٰ بہت بلند و ارفع تھا۔ وطن آپ کا کوفہ تھا۔ بعض نے آپ کو خراسانی اور کجھ راویوں نے بخاری الاصل بتایا ہے۔ ابتدا میں یہ نہ "رف ایک ڈاکو بلکہ ڈاکوؤں کے سردار تھے۔ دفعۃً زندگی میں ایک انقلاب ہوا اور

(۱) Thomas William Beale-An Oriental Biographical Dictionary p21  
 ڈاکوؤں کے مشاہیر ج ۱ صف ۲۱

(۲) شیخ عبداللہ بستانی - البستان ج ۱ صف ۱۰۵۸ - بیروت طبع اول ۱۹۳۰ء

رہزنی ترک کر کے زہد و تقویٰ کی راہ اختیار کی۔ آپ نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ سے اکساب فیض

(۱)

کیا۔ انتقال ۱۸۷ھ (۸۰۲ع) میں ہوا۔

"ہوسعید"۔ حضرت ابوسعید فضل اللہ بن ابی الخیر اپنے زمانے کے علوم و فنون میں دستگاہ کامل

رکھتے تھے۔ زہد و تقویٰ میں بڑے راسخ تھے۔ آپ کے والد امرائے محمود غزنوی سے اکثر مذاکرہ کیا کرتے

تھے۔ اسی عہد میں یک محرم ۳۵۷ھ (۷-دسمبر ۹۶۷ع) کو ابوسعید پیدا ہوئے۔ ابوسعید نے مرو

میں عبداللہ حمیری کی خدمت میں پانچ سال گزارے اور وہیں سے مقوم ظاہر و باطنی میں کمال پیدا

کیا۔ اپنی زندگی کا بڑا حصہ صحرا نوردی میں بسر کیا۔ اس کے بعد طریق ارشاد میں مشغول ہوئے۔

(۲)

آپ کی فارسی و باغیان بہت مشہور ہیں۔ سال وفات ۴۴۰ھ (۱۰۴۸ع) ہے۔

"جنید"۔ حضرت جنید بغدادی صوفیہ کے طبقہ دروم سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالقاسم

ہے اور لقب قوادری اور زجاج و خراز ہے۔ زجاج اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کے والد شیشہ فروخت کیا

کرتے تھے اور خراز اس لئے کہا گیا کہ آپ ریشم کا کام کرتے تھے۔ آپ دراصل نہاوند کے رہنے والے تھے

لیکن پیدا بغداد میں ہوئے۔ ابوہریر کا مذہب رکھتے تھے جو کہ امام شافعی کے بڑے شاگردوں میں

ہیں اور بعض کے نزدیک آپ سفیان ثوری کا مذہب رکھتے تھے۔ حضرت سری سقطی اور حارث محاسبی

وغیرہ کی صحبت سے فیض پایا اور ان کے شاگردوں میں ہیں۔ آپ صوفیوں کے امام و سردار ہیں۔ آپ

سید الطائفہ کے لقب سے مشہور ہیں۔ کتاب الطبقات اور رسالہ قشیریہ میں آپ کا سال وفات ۲۹۷ھ

(۹۰۹ع) درج ہے اور تاریخ یافعی میں ہے کہ ۲۹۸ھ (۹۱۰ع) میں انتقال فرمایا اور بعض کے نزدیک

(۳)

۲۹۹ھ (۹۱۱ع) میں وفات پائی۔

(۱) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۲ صفحہ ۱۱۷

جامی - نفعات الانوار دو - صفحہ ۲۲-۲۳

(۲) آقای دکتر رضازادہ شفق - تاریخ ادبیات ایران صفحہ ۱۱۰-۱۱۳

E.G.Browne-A Literary History of Persia, vol.I pp.104-105

(۳) جامی - نفعات الانوار دو صفحہ ۹۰-۹۲

فرید الدین عطار - تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۸۲-۳۰۳

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۱ صفحہ ۱۰۶۲

سر عشق از عالم ارحام نیست      او زلم و حام و روم و شام نیست (صفہ ۷۲)

"سام" - توریث میں ہے کہ جب حضرت نوح کی عمر پان سو برس کی تھی تو اس وقت سام پیدا ہوئے۔

توریث ہی میں ان کا نام سم بھی آتا ہے۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کو منصب بنوت بھی عطا کیا گیا تھا۔ عمر ۶۰۰ سال کی پائی۔ سام عربوں کے جد اعلیٰ ہیں۔ (۱)

"حام" - حام کی پیدائش کے وقت بھی حضرت نوح کی عمر پان سو برس کی تھی۔ حام حبشیوں کے جد اعلیٰ ہیں۔ (۲)

مے خمر مردان زوزم کفر و دین      جان من قتها جو زین العابدین ا (صفہ ۹۸)

"زین العابدین" - امام زین العابدین بن حسین بن علی - آپ بارہ اماموں میں سے چوتھے امام تھے۔

کمیت آپ کی ابو محمد و ابو الحسن ابو القاسم و ابو بکر ہے لقب آپ کا سجاد و زین العابدین وزکی و امین

ہے اور نام آپ کا علی ہے سطل پیدائش ۳۸ھ (۶۵۸ء) ہے۔ اس جنگ میں جو حضرت امام حسین اور

یزید بن معاویہ کے درمیان ہوئی آپ بوجہ علالت شریک نہ ہو سکے۔ آپ کو عمر بن سعد نے خلیفہ یزید

کے پاس مدہ چند افراد کے بھیج دیا۔ خلیفہ نے عزت و احترام کے ساتھ مدینہ جانے کی اجازت دی۔

جب مدینہ کے کچھ لوگوں نے یزید کے خلاف بغارت کی تو انہوں نے باغیوں کا ساتھ دینے سے انکار

کر دیا۔ بعض کے نزدیک حضرت امام زین العابدین کا انتقال ۹۲ھ (۷۱۱-۷۱۰ء) میں ہوا لیکن عام

خیال یہ ہے کہ آپ ۹۲ھ (۷۱۲-۷۱۱ء) میں بقید حیات تھے اور ۵۸ سال کی عمر پا کر انتقال کیا۔ (۳)

قہر ما را علم و حکمت پر کشود      لیکن اندر تربت مہدی چہ بود؟ (صفہ ۱۰۹)

"مہدی" - محمد احمد مہدی سوڈانی ۱۸۴۸ء میں ایک ملاح کے ہاں پیدا ہوا۔ ۲۲ سال کی عمر میں

اس نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں بارہواں امام اور حسن عسکری کا بیٹا ہوں۔

(۱) توریث - پیدائش - باب ۵ - آیت ۲۲

امین بغدادی - سہارک الذہب صفہ ۱۲

(۲) امین بغدادی - سہارک الذہب صفہ ۱۲

(۳) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۱ صفہ ۲۸۸

۱۸۸۰ء میں خرطوم سے جنوب کی طرف ۱۵۰ میل کے فاصلہ پر اس کو مہدی تسلیم کیا گیا۔ جب خرطوم اس کے فرمان کی خبر پہنچی تو وہاں کے گورنر نے اس کی گرفتاری کے احکام صادر کئے لیکن اس نے اطاعت سے انکار کیا جب فوج روانہ کی گئی تو اس نے اس کا قلم قمع کر دیا۔ مہدی ایک اچھا سپہ سالار اور ایک اچھا منظم تھا۔ ۲۲۔ جون ۱۸۸۵ء کو اس کا انتقال ہوا۔ انتقال کے وقت اس کی حکومت وسیع ہو چلی تھی یہاں تک کہ اس کے حدود مصر تک پہنچ گئے تھے۔

مہدی نے اپنے پیروؤں کو تلقین کی کہ وہ پیدل چلین بجز جنگ کے گھوڑوں کی بجائے گدھوں پر سوار ہوں نیز یہ کہ شادی کے مصارف میں کمی کریں۔ بنا پر اس کے پیروؤں نے درویش کا لقب اختیار کیا۔ وہ صوفیت کی طرف بھی مائل تھا۔ مہدی کو یورپ میں بڑی شہرت حاصل ہوئی۔

گفت "اے کشتی اگر داری نظر انتقام خاک درویشیے نگر ا  
آسمان خاک ترا گورے ندارد مرقدے جز دوم شورے نداد" (صف ۱۰۹)

"کشتی"۔ ہر برٹ کچنر (Herbert Kitchener) ۲۲۔ جون ۱۸۸۵ء کو پیدا ہوا۔ اس نے مہدی سوڈانی کے پیروؤں کو جو درویش کہلاتے تھے ۱۸۹۸ء میں شکست دے کر جنرل گارڈن کی موت کا انتقام لیا اور جوش انتقام میں اس قدر تہذیب کے دائرہ سے گذر گیا کہ مہدی سوڈانی کی قبر کھدوا ڈالی۔ اس کا لائقہ کے صلہ میں انگریز قوم نے تیس ہزار پونڈ کا انعام اور امیر خرطوم (Lord of Khartoum) کا خطاب عطا کیا۔ ہندوستان کا کانڈرا ان چیف اور بعد کو مصر کا کونسل جنرل بنایا گیا پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۸ء) کے دوران میں سمندر میں سفر کر رہا تھا کہ جرمن آبدوز کشتی نے ۵۔ جون ۱۹۱۶ء کو سمندر کی گہرائیوں میں پہنچا دیا۔ جاوید نامہ میں کچنر کو ذوالخرطوم کا لقب دیا گیا ہے۔ Lord of Khartoum کا لفظی ترجمہ بھی ہے اور ایک تحقیقی پہلو بھی رکھتا ہے۔ (۲)

(۱) Encyclopaedia of Religion & Ethics vol. VIII pp 339-340  
F.R. Wingate-Mahdism & the Egyptian Sudan

(۲) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۲ صف ۲۱۹-۲۲۰



ابن نواح مرغدین برخیاست      برخیا نام ابوالا ہائے ماست (صفہ ۱۱۹)  
 "مرغدین اور برخیا" - یہ دونوں بہان فرضی نام ہیں -

فرز مرزا آن آمر کردارزشت      رفت پیش برخیا اندر بہشت (صفہ ۱۲۰)  
 "فرز مرز" - یہ ایک فرضی نام ہے -

کاش بودے در زمان احمدے      تا رسیدے ہو سرور سرمدے (صفہ ۱۴۸)  
 "احمدے" - اشارہ ہے شیخ احمد سرہندی کی طرف -

شیخ احمد نام لقب مجدد الف ثانی تھا - زہد و علم میں بڑی شہرت رکھتے تھے - شیخ  
 عبدالوحید فاروقی کے فرزند تھے - سرہند میں ۱۵۶۳ء میں پیدا ہوئے اور وہیں ۱۶۲۵ء میں انتقال  
 کیا - آپ کا مزار سرہند ہی میں ہے - آپ اپنے کمالات علمی و روحانی اور جہاد قلبی و لسانی کے سبب  
 بزرگان اسلام میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں -

شیخ احمد سرہندی نے اکبر بادشاہ کے دین الہی کا سدھاپ کیا - اکبر کے بعد جب جہانگیر  
 تخت نشین ہوا تو اس نے اس فتنہ کو ختم کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی - نتیجہ یہ نکلا کہ ملت اسلامیہ  
 کا وجود خطرہ میں پڑ گیا - ان حالات کو دیکھ کر شیخ احمد نے اس فتنہ کو ختم کرنے کا ٹہہ کیا - گو  
 آپ کے مخالفوں نے آپ کی اس کوشش کو جہانگیر کے سامنے ایک بغاوت کے رنگ میں پیش کیا لیکن آپ نے  
 جہانگیر کی ذرا پروا نہ کی اور اس فتنہ کا پورے طور پر استیصال کر دیا - آپ کے مکتوبات بڑی شہرت رکھنے  
 میں جو آپ نے وقتاً فوقتاً تحریر کئے -  
 (۱)

سید السادات سالار عجم      دست او معمار تقدیر ام ! (صفہ ۱۸۵)  
 "سید السادات" - اشارہ سید علی ہمدانی کی طرف ہے -

سید علی ہمدانی ہمدان کے رہنے والے سادات عظام میں سے تھے - امیر تیمور کی ناراضگی کی  
 وجہ سے ترک وطن کر کے سلطان قطب الدین کے زمانے میں کشمیر آئے - سات سو مریدوں کی جماعت آپ کے

(۱) ڈاکٹر برہان احمد فاروقی - مجدد کا نظریہ توحید -

اس شعر میں بھی حضرت مجدد الف ثانی ہی کی طرف اشارہ مقصود ہے -

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند      اب مناسب ہے توا فیض ہو عام اے ساتی

(بال جہول صفہ ۱۴)

ہمراہ تھی۔ یہ ۱۳۸۰ء کا زمانہ تھا۔ چھ برس تک کشمیر میں رہے۔ کشمیر کو وہ باغ سلیمان کہتے تھے۔ جب ایران واپس جارہے تھے تو راستہ میں انتقال کیا۔ ان کے صاحبزادہ میر محمد ہمدانی بھی ان کے بعد تین سو سیدوں کے ساتھ کشمیر آکر آباد ہوئے اور بارہ برس تک وہاں رہے۔ انہوں نے جاہجا کشمیر میں حجرے بنوا دیئے تھے جن کو اشاعت اسلام کا مرکز سمجھے جاتے تھے۔ ان کی تبلیغ سے ہزارہا افراد مسلمان ہو گئے۔ کشمیری سادات اب تک وہاں موجود ہیں۔ سید علی ہمدانی (۱) اور شاہ ہمدان ایک ہی ہیں۔

علم اگر کج فطرت و بد گوہر است      پیش چشم ما حجاب اکبر است (صفہ ۲۲۱)  
یہاں صوفیہ کے مقولہ العلم حجاب الاکبر کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

با یزید و شہلی و ہوندر ازوست      امتان را طفول و سنجر ازوست (صفہ ۲۲۶)  
"شہلی"۔ حضرت ابو بکر شہلی بمقام بغداد ۲۲۷ھ (۸۶۱ء) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شمار صرف اپنے زمانے کے صوفیہ ہی میں نہ تھا بلکہ محدثین کے گروہ میں بھی شامل تھے۔ فقہ مالکی کے مقلد تھے اور جنید بغدادی کے خلیفہ و مرید۔ آپ کا اصلی وطن خراسان تھا۔ بغداد میں جمعہ کے دن ۳۳۴ھ (۹۴۵ء) میں انتقال کیا۔ حد درجہ برتاؤ تھے۔ (۲)

اہل حق را حجت و دعویٰ یکے است      خیمہ ہائے ماجدا دلہا یکے است (صفہ ۲۲۷)  
خیمہ ہائے ماجدا الخ۔ اعرابی ضرب المثل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ خیمہ مناشتی و قلوبنا واحدہ۔ خطاب بہ جاوید (صفہ ۲۳۳)

"جاوید" اقبال نے یہاں اپنے فزوند دلہند جاوید اقبال کو خطاب کیا ہے۔

جاوید اقبال ۲۵۔ لاکھنؤ ۱۹۲۲ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ بی ایچ۔ ڈی۔ کیمبرج سے کیا۔ اور انگلستان ہی سے میسٹری کی ڈگری حاصل کی۔ علامہ کو ان سے بڑی توقعات تھیں بڑے ہونہار معلوم ہوتے ہیں۔

(۱) محمد اعظم۔ تاریخ کشمیر اعظمی صفہ ۳۶۔ ۳۷

مولوی غلام سرور۔ خزینۃ الاصفیاء صفہ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ قاموس البشائر ج ۱ صفہ ۳۱۷۔ ۳۱۸

(۲) فرید الدین عطار۔ تذکرۃ الاولیاء اردو صفہ ۳۷۱۔ ۳۷۸

رفت از آن مستی و ذوق و سرور دین او اندر کتاب و او بگور! (صفہ ۲۳۵)

دین او اندر الخ یہ مصرع اس مثل سے ماخوذ ہے۔ مسلمانان درگور و مسلمانن در کتاب

صحابتش با عصر حاضر در گرفت حرف دین را از دو پیغمبر گرفت

آن ز ایران بود و این ہندی نژاد آن زحج بیگانه و این از جہاد! (صفہ ۲۳۵)

اقبال نے ان اشعار میں "آن ز ایران بود" اور "این ہندی نژاد" کہہ کر اشارہ بالترتیب بہا اللہ اور مرزا غلام احمد کی طرف کیا ہے۔

بہا اللہ کا اصلی نام مرزا حسین علی نوری تھا۔ بانی مذہب کے پیروان خاص میں تھے۔ ان کو

استاد ہی سے بہا اللہ کا لقب ملا تھا۔ ۱۲۔ نومبر ۱۸۱۷ء کو بمقام نور (مازندران) پیدا ہوئے۔ تہران

میں باپ کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے یہی تھے۔ باپ کے ایک خادم نے ایک سازش میں شریک

ہو کر جب ایران کے بادشاہ پر گولی چلائی تھی تو اس وقت باپوں کا قتل عام ہوا۔ اس وقت بہا اللہ جیل

میں ڈالے گئے ان پر بھی قتل کی سازش میں شرکت کا شبہ کیا گیا تھا۔ لیکن تحقیقات کے بعد وہ شبہ

غلط ثابت ہوا اور وہ بغداد چلے آئے جہاں بارہ سال تک قیام کیا۔ تین سال ادارہ میں رہے یہاں

بھی انہوں نے بانی مذہب کی تلقین و روح کی جنہوں نے ان کو "من مظهر اللہ" تسلیم کیا وہ بانی

کہلائے۔ بالآخر ایک طریق قید کے بعد ۲۹۔ مئی ۱۸۹۲ء کو انتقال کیا۔ ان کی تصانیف میں چند

کتابیں بہت مشہور ہیں۔ کتاب الاقدار۔ کتاب الایقان کلمات فردوسہ اور تجلیات۔ آج بہائی مذہب

(۱)

کے ماننے والے دنیا کے مختلف حصوں میں پائے جاتے ہیں۔

مرزا غلام احمد ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے۔ قادیان ضلع گورداس پور وطن تھا۔ ۱۸۹۰ء میں ایک نئے

فرقہ کی بنیاد ڈالی جو فرقہ احمدیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس سے پہلے انہوں نے ایک کتاب "برہان

احمدیہ" کے نام سے لکھی جس میں اسلام کی حقانیت اور سچائی ثابت کی گئی تھی۔ اس کتاب میں اپنے

(۱) Encyclopaedia of Religion & Ethics vol. II pp 301-304  
Edward G. Browne-Materials for the study of The Babi Religion  
pp3-100.

مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ آریا عیسائی اور اسلام کے دیگر فرقوں سے اکثر مناظرے کئے۔ مرزا غلام احمد کی تصانیف کی تعداد خاصی ہے جو سب مذہبی مناظرے کا رنگ لئے ہوئے ہیں۔ ۱۹۰۸ء میں انتقال کیا اور قادیان میں دفن ہوئے۔ آپ کو مسیح موعود اور مہدی مہمود ہونے کا بھی دعویٰ تھا۔ اس وقت احمدیوں میں دو فرقے ہیں۔ ایک وہ جو مرزا کی نبوت پر ایمان رکھتے ہیں دوسرے وہ جو انہیں صرف مجدد خیال کرتے ہیں<sup>(۱)</sup>۔

---

یہاں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ علامہ اقبال نے مذکورہ بالا اشعار میں جہان ان دونوں حضرات کا ذکر کیا ہے وہاں یہ بھی بتایا ہے کہ مہا اللہ حج کی فرضیت کے منکر تھے اور مرزا غلام احمد جہاد کی فرضیت سے انکار کرتے تھے۔

(۱) Encyclo/aedia of Religion & Ethics vol.X pp. 530-531

مال جبریل

(طبع دوم مئی ۱۹۴۱ء)

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی

سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزند ی؟ (صفہ ۲۱)

"اسماعیل"۔ حضرت اسماعیل حضرت ابراہیم کے فرزند اکبر تھے۔ آپ کی مصری بیوی ہاجرہ کے بطن سے

سال ولادت غالباً ۲۰۷۴ ق م۔ سال وفات غالباً ۱۹۳۷ ق م۔ آپ کی عمر تئیرت مین ۱۳۷ سال درج

(۱)

ہے۔ آپ کے بارہ فرزند ہوئے اور ان سے بارہ نسلین چلین۔

قرے ضمیر یہ جب تک نہ ہو نزول کتاب گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف (صفہ ۱۱۲)

"صاحب کشاف"۔ مراد عین مشہور مفسر علامہ جار اللہ محمود بن عمر زرخشری۔

محمود بن عمر زرخشری ۲۷۷ھ۔ رجب ۲۶۷ھ (۸۔ مارچ ۱۰۷۵ء) کو موضع زرخشری میں پیدا ہوئے

اور ۹۔ ذی الحجہ ۵۱۸ھ (۱۲۔ جون ۱۱۲۲ء) کو انتقال کیا۔ ان کی عمر کا بڑا حصہ مکہ میں گذرا۔

زرخشری عقائد میں معتزلی تھے لیکن جہاں تک ادب و بلاغت کا تعلق ہے اہل سنت بھی ان کی نکتہ

سنجیوں کے پوری طرح قائل و معترف ہیں۔ ابن خلکان نے انہیں تفسیر حدیث فقہ کلام نحو لغت

معانی اور بیان میں اپنے وقت کا امام تسلیم کیا ہے۔ ان کی کتابیں مختلف فنون پر ملتی ہیں۔ لیکن ان

کی تین کتابیں تفسیر میں کشاف لغت میں اساس البلاغت اور نحو میں المفصل بہت مشہور ہیں۔ زرخشری

(۲)

صاحب دیوان شاعر تھے۔

اچھی سے ریشہ معنی میں نم ہے

دم عارف نسیم صہدم ہے

شہانی سے کلیں دو قدم ہے! (صفہ ۱۲۵)

اگر کوئی شعیب آتے مہسر

"شعیب"۔ تئیرت مین حضرت شعیب کے دو نام آتے ہیں۔ تہود اور حوہاب۔ آپ حضرت موسیٰ کے ہم عصر

تھے اور سن مین ان سے بڑے۔ آپ کی بعثت مدین یا مدیان مین ہوئی۔ مدین کسی مقام کا نام نہیں ہے۔

(۱) مولانا عبدالماجد دریا بادی۔ تفسیر ماجدی ج ۱ صفہ ۲۹

تئیرت۔ پیدائش۔ باب ۲۵۔ آیت ۱۲ اور ۱۸

(۲) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۲ صفہ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۷

یوسف الہان سرکھس۔ معجم المطبوعات العربیہ والمبرتہ صفہ ۹۷۲۔ ۹۷۶

بلکہ "قبیلہ" کا نام ہے۔ اسی قبیلہ کے نام پر بستی کا نام بھی "مدین" مشہور ہوا۔ حضرت شعیب (۱) کا انتقال حضروت میں ہوا اور یہیں ان کی قبر ہے۔ آپ مدین کی ہلاکت کے بعد یہاں بس گئے تھے۔

تازہ مری ضلع میں مہرگ کہن ہوا عشق تمام مصطفیٰ! عقل تمام ہولہب! (صفہ ۱۵۵)

"ہولہب" مراد کفر و شرک۔ ہولہب خاندان قریش کا ایک دولت مند اور معزز فرد تھا۔ رسول کریم کا چچا تھا۔ اس کا اصلی نام عبدالعزیٰ تھا۔ یہ رسول اکرم اور دین اسلام کا سخت دشمن تھا۔ جب رسول کریم کسی مجمع میں وعظ فرماتے تو اہولہب ہر جگہ آپ کے ساتھ جاتا اور آپ کے ہر بیان کے بعد کہتا کہ یہ جھوٹ ہے۔ جنگ بدر میں کفار کی شکست کے صدمہ سے اس کو دلی رنج ہوا اور اس واقعہ کے ایک ہفتہ کے اندر مر گیا۔ (۲)

خضر بھی ہے دست و پا الیاس بھی ہے دست و پا

میں طوفان یم یم بد یم دریا بد دریا جو بہ جوا (صفہ ۱۹۲)

"الیاس" حضرت الیاس حضرت حزقیل کے جانشین اور بنی اسرائیل میں ایلیا کے نام سے مشہور تھے۔ انجیل یوحنا میں ان کو ایلیاہ نہیں کہا گیا ہے۔ قرآن میں حضرت الیاس کا ذکر دو جگہ آیا ہے۔

سورہ انعام میں اور سورہ الصافات میں۔ سورہ انعام میں تو ان کو صرف انبیا کی فہرست میں شمار کیا ہے اور سورہ الصافات میں بعثت اور قوم کی ہدایت سے متعلق حالات کو مختصر طور پر بیان کیا ہے۔ (۳)

گر کبھی خلوت میسر ہو تو پوچھا اللہ سے قصہ آدم کو رنگین کر گیا کس کا لہو (صفہ ۱۹۲)

"آدم" حضرت آدم ہی سب سے پہلے بشر تھے اسی لئے ابوالہشو کہلاتے ہیں اور خلیفۃ اللہ کے اولین مصداق۔ جنت سے جب زمین پر آئے تو غالباً دجلہ کے دو آہ میں آباد ہوئے جو اب ملک عراق کہلاتا ہے۔ تورات میں ہے کہ آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ ہابیل قاتل اور نیت۔ تورات ہی میں درج

(۱) مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی۔ قصص القرآن ج ۱ صفہ ۱۲۱۲ اور ۲۲۲

(۲) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۱ صفہ ۹۷-۹۸

(۳) مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی۔ قصص القرآن ج ۲ صفہ ۲۶

ہے کہ عمر ۶۲۰ سال کی پائی۔ عروہ میں ان کا یہ نام کر مناسبت سے پڑا۔ کسی نے کہا کہ زمین  
(۱)  
کی جلد (ادیم) سے پیدا ہوئے اور کسی نے کہا کہ اپنی جلد کی سرخی کی بنا پر۔

---

(۱) توریثہ - پیدائش - باب ۵ - آیت ۵ -

مولانا عبدالعاجد دریابادی - تفسیر ماجدی ج ۱ صفحہ ۱۶





(طہم ششم مئی ۱۹۲۶ء)

ضرر ب کلم

نہی خوب حضور علما باب کی تقریر بیچارہ غلط پڑھتا تھا اعراب سموت ۱ (صف ۲۲)

"باب" اشارہ مرزا علی محمد باب کی طرف ہے۔

مرزا علی محمد باب شہراز کے ایک سید خاندان کے فرد تھے۔ انہوں نے ۱۲۶۰ھ (۱۸۴۴ء) میں تہران میں دعویٰ کیا کہ میں مامور من اللہ ہوں تاکہ لوگوں کو مہدی اور مسیح موعود کے قبول کرنے کے لئے تیار کروں جو میرے بعد ظاہر ہوگا۔ اسی لئے انہوں نے باب کا لقب اختیار کیا یعنی میں وہ دروازہ ہوں جس سے مسیح موعود دنیا میں داخل ہوگا۔ باب کے علم و فضل کا عالم یہ تھا کہ وہ صحیح عربی پڑھنے سے قاصر تھے۔

مرزا علی محمد باب کا نیا مذہب ایران میں بڑی تیزی سے پھیلا جس کی اشاعت سے شیعہ مذہب اور خود شاہ ایران نے خطرہ محسوس کیا۔ چنانچہ ان کے ایک مرید نے شاہ ایران پر قاتلانہ حملہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ باب اور ان کے ساتھی اس جرم کی پاداش میں ۱۸۵۲ء میں قتل کر دیے گئے۔ (۱)

خودی بلند تھی اس خون گرفتہ جینی کی کہا غریب نے جلاد سے دم تعزیر  
شہر ٹھہر کہ بہت دلکشا ہے یہ منظور ذرا میں دیکھ تو لیون تاپنا کئی شمشیر! (صف ۱۳۳)

"خون گرفتہ جینی"۔ اشارہ غالباً جینی شاعر Ki-Kan کی طرف ہے۔

Ki-Kan (۲۰۰-۲۰۰ء) نہایت انصافی کے ساتھ قتل کیا گیا لیکن اس کا عزم بالجزم اور اس کی رجائیت اس قتل کے سامنے ماند نہ پڑ سکی۔ کی کیتن کا مذہب بدھ مت تھا۔

شعر سے روشن ہے جان جبرئیل واہرمن رقص و موسیقی سے ہے سوز و سروانجمن  
فانسیون کرتا ہے اک جینی حکیم اسرار فن شعر گويا روح موسیقی ہے رقص اس کا بدن! (صف ۱۳۳)

"جینی حکیم"۔ اشارہ غالباً کنفیوشس کی طرف ہے۔

کنفوشس (Confucious) نے شاعری موسیقی اور رقص کے ذریعہ سے چینی

عوام کو تعلیم دی۔ اسے ان فنون سے بڑا شغف تھا۔ کنفیوشس ۵۰۰ ق م میں پیدا ہوا اور ۴۷۹ ق م

میں فوت ہوا۔ ۲۲ سال کی عمر میں اس نے ایک اسکول اس مقصد سے قائم کیا کہ بالغان کو تعلیم

دی جاسکے نیز حکومت اور اخلاق کی دوستی بھی ہوسکے۔ اس کے شاگردوں کی تعداد تین ہزار تھی

(۱)

جس میں تقریباً ۸۰ شاگرد ایسے تھے جو اس کے نزدیک اعلیٰ درجہ کی لیاقت رکھتے تھے۔

اس راز کو انکے مرد فرنگی نے کہا فاشا ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے

جمہوریت انکے طرز حکومت ہے کہ جس میں ہندوں کو گنا کرتے ہیں تو لا نہیں کرتے (صفحہ ۱۵)

"مرد فرنگی"۔ مراد اسٹنڈل ہے۔

اسٹنڈل (Marie-Henri Beyle Stendhal) ۱۷۸۳ء میں فرانس میں پیدا ہوا

اور ۱۸۴۲ء میں فوت ہوا۔ وہ فرانس میں نفسیاتی ناول کے مجددوں کی صف اول میں شمار کیا جاتا ہے

اس کے بعض مشہور ناول یہ ہیں۔ Le Rouge et le Noir (The Red & the Black) اور 'De l' Amour

et le Noir (The Red & the Black)۔ اس کے ناول انیسویں صدی کی صدائے

بازگشت ہیں۔ اسٹنڈل نے نپولین کی بعض جنگوں میں شرکت بھی کی۔ وہ نپولین اور بائرن کو اپنا

(۲)

ہیرو خیال کرتا تھا۔

محراب گل افغان کے افکار

(۳)

"محراب گل"۔ محض ایک فرضی نام ہے۔

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۶ صفحہ ۲۳۶-۲۳۹ مطبوعہ ۱۹۵۰ء

(۲) The Reader's Encyclopaedia p. 1068

(۳) اقبال نامہ حصہ اول صفحہ ۳۳

## ارمغان حجاز

(طہم سوم نومبر ۱۹۲۶ء)

رہی نہ آہ زمانے کے ہاتھ سے باقی وہ یادگار کمالات احمد و محمود (صف ۲۴۳)

"احمد و محمود"۔ احمد سے مراد سرسید احمد خان ہیں اور محمود کا اشارہ ان کے فرزند جسٹس سید محمود کی طرف ہے۔

"محمود"۔ سید محمود ۲۴۔ مئی ۱۸۵۰ء کو پیدا ہوئے اور ۸۔ مئی ۱۹۰۳ء کو انتقال کیا۔ سید محمود

نے کچھ دنوں ایم۔ اے۔ او۔ کالج علی گڑھ میں انگریزی پڑھائی۔ ان کو تعلیم سے تمام عمر دلچسپی

رہی۔ سرسید جدید خیالات کے حامی تھے تو سید محمود نے ان خیالات کو عوام سے قریب تر کیا

دلائل سے براہین سے سید محمود نے حج کی حیثیت سے بڑی شہرت حاصل کی۔ ۱۸۷۲ء میں وہ

انگلستان سے واپس ہوئے اور چند ہی سال میں انہیں رائے ہیلی کا ڈسٹرکٹ جج بنادیا گیا بعد ازاں

الہ آباد ہائی کورٹ کے جج ہوئے۔ محمود کے بعض فیصلے تو ایسے ہیں جو کلاسیکی حیثیت رکھتے ہیں

سرنیج بہادر سپرو جو خود بڑے قانون دان تھے سید محمود کی قانون دانی کے بڑے معترف تھے۔

سید محمود نے ججی سے استعفیٰ دے کر لکھنؤ میں وکالت شروع کی۔ ڈاکٹر ستیش چند بنرجی نے لکھنؤ

کے واقعات کا بڑی خوبی سے جائزہ لیا ہے۔ سید محمود کی شرافت کی اہل علم و اہل قلم نے بڑی تعریف

کی ہے۔ ان کی قلمی یادگار میں یہ ہیں: Law of Evidence in India 'History of English Education in India

اور ناتمام تاریخ اسلام۔ سید محمود نے سرسید کی مشہور کتاب خطبات احمدیہ کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔

زوال علم و ہنر مرگہ ناگہان اس کی وہ کاروان کا متاع گران بہا مسعود! (صف ۲۴۳)

"مسعود"۔ اشارہ نواب مسعود جنگ بہادر ڈاکٹر سر سید راس مسعود کی طرف ہے۔

سید مسعود علی گڑھ میں جمعہ کے دن ۱۵۔ فروری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوئے اور ۳۰۔ جولائی ۱۹۳۷ء

کو بھوپال میں انتقال کیا۔ سید مسعود بڑے علم دوست تھے۔ وہ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے۔

نواب بھوپال کے ہاں بھی ملازمت کی۔ علامہ اقبال کو ان سے بڑی عقیدت تھی چنانچہ جو رباعی انہوں

نے اپنے لوح مزار کے لئے تجویز کی تھی وہ مسعود مرحوم کے مزار پر لکھی گئی۔ رباعی یہ ہے۔

نہ پیوستم درین بستان سرا دل      زمینداین وآن آزادہ رفتم  
جو باد صبح گردیدم دی چند      کلان را آب و رنگی دادہ رفتم  
سید مسعود سید محمود کے لڑکے تھے۔

(صف ۲۵۶)

ملا ضیفم لولابی کشمیری کا بیاض

ملا زادہ ضیفم لولابی کشمیری - یہ ایک فرضی نام ہے۔

(صف ۲۷۷)

سر اکبر حیدری صدر اعظم حیدرآباد دکن کے نام

"سر اکبر حیدری" محمد اکبر نذر علی حیدری ہمیشی مین ۸- نومبر ۱۸۶۶ء کو پیدا ہوئے ہو۔  
۸- جنوری ۱۹۲۲ء کو انتقال کیا۔ ان کا خاندان ابتدا ہی سے تجارت پیشہ رہا ہے۔ انہوں نے سترہ  
سال کی عمر میں ہمیشی یونیورسٹی سے بی۔ اے۔ کا امتحان امتیاز کے ساتھ پاس کیا۔ ہوش سنبھالنے کے  
بعد ہی سے اکبر حیدری کو ہندوستان کے مسائل سے دلچسپی تھی اور وہ ہمیش کی اکثر انجمنوں اور  
جلسوں میں شریک ہوا کرتے تھے۔ ملک اور قوم کی خدمت کا خیال بھین پیدا ہوا۔ اکبر حیدری اشعار  
سال کی عمر میں ملازمت کے سلسلہ میں منسلک ہو گئے۔ انہیں ملازمت کے دوران میں ہندوستان کے  
مختلف مقامات کا دورہ کرنا پڑا۔ ۱۹۰۵ء میں حیدرآباد دکن کے وزیر مالیات نے اکبر حیدری کو اپنے  
ہاں طلب کر لیا۔ بعد ازاں وہ ۱۹۰۷ء میں حیدرآباد کے وزیر مالیات مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۱ء میں انہیں  
ہوم سیکریٹری بنایا گیا۔ عثمانیہ یونیورسٹی سے اکبر حیدری کو بڑی دلچسپی تھی۔ انہیں کی کوشش سے  
عثمانیہ یونیورسٹی میں اردو ذریعہ تعلیم قرار پائی۔ اکبر حیدری ہندو مسلم اتحاد کے بڑے حامی تھے۔  
۱۹۱۹ء میں اکبر حیدری کو حیدرآباد میں صدر الہام مالیات مقرر کیا گیا۔ مالیات کی محکمہ وار تقسیم  
اکبر حیدری کا بڑا کارنامہ ہے۔ والٹی دکن نے مالیات کی کارگزاریوں کے سلسلہ میں حیدر نواز جنگ  
کا خطاب دیا اور حکومت ہند کی جانب سے سر کا خطاب ملا اور بریوی کونسلر بھی ہوئے۔ ۱۹۳۰ء میں  
(۱)

عجم هنوز نداند رموز دین ورثہ      زد پوہند حسین احمد ابن چہ ہوالعجمی است  
(صفحہ ۲۷۸)

"حسین احمد" - مولانا سید حسین احمد مدنی بمقام بانگر مٹو ضلع اٹارو ۱۸۷۹ء میں پیدا ہوئے۔  
تاریخی نام جواغ محمد ہے۔ ابتدائی پرورش بانگر مٹو ہی میں ہوئی۔ مولانا کے والد بانگر مٹو سے اپنے  
ابائی وطن ٹانڈہ چلے آئے چنانچہ مولانا کا قیام بھی ٹانڈہ میں آٹھ سال تک رہا۔ ابتدائی تعلیم  
مولانا نے اپنے والد سے پائی۔ اس کے بعد دارالعلوم دیوبند بھیج دیئے گئے جہاں سے مولانا نے  
امتیاز کے ساتھ سند حاصل کی۔ جب ان کے والد مدینہ منورہ ہجرت کی غرض سے تشریف لے گئے تو  
مولانا بھی ان کے ہمراہ تھے۔ مولانا اور ان کے خاندان نے ارض حجاز میں طوح طوح کی تکلیف  
برداشت کیں۔ مدینہ طیبہ میں مولانا نے ایک عرصہ تک قرآن اور حدیث کا درس دیا۔ بعد ازاں ہندوستان  
واپس تشریف لے آئے۔ اب ایک مدت سے دارالعلوم دیوبند میں درس و تدریس میں مشغول ہیں اور اس  
وقت صدر مدرس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ مولانا نے ہند کی سیاست میں نمایاں حصہ لیا ہے۔  
آپ شیخ الہند کے ارشد تلامذہ میں ہیں اور آپ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کے ساتھ مالٹا  
میں اسیر رہے ہیں۔ اس کے بعد بھی کانگریس اور خلافت کی تحریک میں آپ ہمیشہ پیش پیش رہے  
اور اس سلسلہ میں کئی بار قید بھی ہوئے۔ آپ جمیعتہ العلما کے صدر ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی  
(۱)  
میں مولانا کا شمار ہندوستان کے جوشی کے علما اور مشایخ میں ہے۔

---

(۱) مولانا سید حسین احمد مدنی۔ نقش حیات ج ۱ - مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس دہلی۔  
مولانا کے نزدیک قوم کا دارومدار وطن پر ہے اور اقبال کے خیال میں قوم مذہب سے بنتی ہے۔ یہی  
اختلاف ان اشعار کی شان نزول ہے۔

## باقیات اقبال

(طبع اول ۱۹۵۲ء)

اور مغانم سلک گوہر ہاست یعنی این غزل

کر سراج نور ہا آمد چہار انگشتی (صفہ ۶۲)

"سراج" اشارہ منشی سراج الدین کی طرف ہے۔

منشی سراج الدین علامہ اقبال کے عزیز دوست تھے۔ ان کا زیادہ وقت کشمیر میں گذرتا تھا۔

کشمیر ریڈیڈنس میں میر منشی تھے۔ فارسی اور اردو کا پاکیزہ مذاق رکھتے تھے۔ انہیں اردو اور فارسی کے ہزاروں شعر یاد تھے۔ ان کے پاس ایک اچھا کتب خانہ <sup>بھی</sup> تھا۔

اندھیرا صمد کا مکان ہو گیا وہ خورشید روشن نہاں ہو گیا (صفہ ۶۴)

"صمد" اشارہ خواجہ عبدالصمد ککڑو کی طرف ہے۔

خواجہ عبدالصمد ککڑو بارہ مولا کے رئیس و با اثر افراد میں تھے۔ دہلیے پتلے سرخ سفید آدمی

تھے۔ پگڑی باندھنے کے شائق تھے۔ کشمیر میں علامہ اقبال سے ملاقات ہوئی اس کے بعد وہ علامہ کے

پاس اکو آئے جاتے رہے۔ خود شاعر تھے مقبل تخلص تھا اور شاعروں کے قدردان بھی تھے۔ انجمن

حمایت اسلام کے جلسوں میں اکو اپنا کلام سنایا کرتے تھے اور ان کے بعد علامہ اقبال اپنا کلام سناتے

تھے۔ ان کا انتقال ملاہ سے قبل ہوا۔

غضب ہے غلام حسن کا فراق کہ جینا بھی مجھ کو گران ہو گیا (صفہ ۶۵)

"غلام حسن"۔ غلام حسن خواجہ عبدالصمد ککڑو کے صاحبزادہ تھے۔

آغا محمد باقر خان قزلباش (صفہ ۷۵)

آغا محمد باقر خان قزلباش ۳۱۔ دسمبر ۱۸۷۹ء کو بدھ کے دن پیدا ہوئے اور ۲۹۔ اگست ۱۹۲۵ء

کو بروز شنبہ انتقال کیا۔ شکاران کا محبوب مشغلہ تھا۔ بیڑے ملنسار اور ہر دہار انسان تھے قوی ہمدردی

ان میں کوٹ کوٹ کوٹ پھری تھی۔ خلافت کی تحریک میں شریک ہو کر گرفتار ہوئے اور جیل بھی گئے۔ تقریباً

پندرہ سال انہری مجسٹریٹ تھے۔ ان کی کوشش ہی سے سیالکوٹ میں پرائمری اسکول ہائی اسکول بنا۔

آغا باقر کے علامہ اقبال سے دوستانہ تعلقات تھے یہ اقبال ہی کا اثر تھا کہ آغا باقر اسلامی کاموں میں دلچسپی لیتے تھے۔ اقبال نے بعض اوقات آغا باقر کے خاندانی جھگڑوں کا بھی تصفیہ کیا اور فریقین نے اس کو بخوشی قبول کر لیا۔ آغا باقر فقرا کی صحبت سے بھی فیض اٹھایا کرتے تھے۔ (انوار عام کے کاموں سے ان کو بڑی دلچسپی تھی۔

گل مضمون سے اے اقبال یہ سہرا ہے ناصر کا  
غزل مہری نہیں ہے یہ کسی گلچین کی جھولی ہے (صف ۷۸)  
"ناصر" اشارہ آغا ناصر خان کی طرف ہے۔

آغا ناصر خان آغا محمد باقر قزلباش کے صاحبزادہ تھے جو ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ وہ دائم المریش تھے۔ جب مڈل کی جماعت میں پڑھتے تھے تو بیمار ہوئے اور تعلیم ترک کر کے گھر پر علاج کراتے رہے لیکن صحت نہ ہوئی آخر اسی بیماری میں مبتلا رہ کر اپریل ۱۹۳۵ء میں انتقال کیا۔  
محو اظہار تمنائے دل ناکام ہوں لاج رکھ لینا کہ میں اقبال کا ہم نام ہوں (صف ۸۱)  
"اقبال" اقبال حضرت نظام الدین اولیا کی درگاہ میں حاجب تھے۔

یعنی نواب بہاول خان کے جس پر فدا بحر موتی۔ آسمان انجم۔ زرو گوہر زمیں (صف ۹۰)  
"نواب بہاول خان" اشارہ نواب محمد بہاول خان پنجم عباسی کی طرف ہے۔

نواب حاجی محمد بہاول خان پنجم عباسی جن کا ابتدائی نام محمد مبارک خان تھا ۲۲ / ۲۳۔ اکتوبر ۱۸۸۳ء کو مقام ڈیرہ مبارک (صادق گڑھ پبلیس) پیدا ہوئے۔ تعلیم ایچیسن چیف کالج لاہور میں پائی اور انٹرنس کا امتحان نمایان کامیابی کے ساتھ پاس کیا۔ ۱۱۔ مارچ ۱۸۹۹ء کو دستار بندی کی رسم ادا کی گئی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد نواب بہاول خان ۱۵۔ مئی ۱۹۰۱ء کو لاہور سے بہاولپور پہنچے وہاں آپ کے شایان شان استقبال کیا گیا۔ وہاں پہنچ کر آپ نے ریاست کا دورہ شروع کر دیا اور علاقہ کی کیفیت رعایا کے حالات بچشم خود دیکھنے لگے۔ ۱۲۔ نومبر ۱۹۰۳ء کو لاڈ کوزن نے آپ کو حق وراثت اور اختیارات کا ملہ عطا کیے۔ اس موقع پر ایک نہایت عالیشان دربار نور محل میں منعقد کیا گیا جس میں پنجاب اور ہندوستان کے ممتاز اور ہاکمال اصحاب کو مدعو کیا گیا تھا۔ ۱۵۔ فروری ۱۹۰۴ء کو عدن کے قریب انتقال

کیا لاش بہاولپور لائی گئی اور اسے شاہی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کے عہد میں بہاولپور  
(۱)  
نے ہر قسم کی ترقی کی۔

از ہوش شدم مگر بہوشم      کوئی کہ نصیری خموشم      (صفہ - ۱۰۳)  
"نصیری" - نصیری شیعہوں کا وہ فرقہ جو حضرت علی کو معاذ اللہ خدا ماننا ہے۔ اس فرقہ کا بانی  
(۲)  
محمد بن نصیر تھا۔

تجد پر ابوہریرہ بھی قربان ہون کھ تھا      وابستگان دامن فخر الام سے تو      (صفہ - ۱۰۶)  
"ابوہریرہ" - عمر نام ابوہریرہ کعبہ تھی۔ اصل خاندانی نام عبد شمس تھا اسلام کے بعد رسول کریم  
نے عمر رکھا۔ وجہ کعبہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں ایک "ہرہ" بلی پالنے تھا شب کو ایک درخت میں  
رکھتا تھا اور صبح کو جب بکریاں چرائے جاتا تو ساتھ لے جاتا اور اس کے ساتھ کھیلتا لوگوں نے یہ  
غیر معمولی دلچسپی دیکھ کر مجھ کو ابوہریرہ کہنا شروع کیا۔

بچپن میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا اس لئے فقر و افلاس بچپن کے ساتھی بن گئے۔  
غزوات میں ان کی شرکت کے مفصل حالات کا علم نہیں مگر اس قدر معلوم ہے کہ متعدد غزوات میں شریک  
ہوئے۔ حضرت ابوہریرہ کے عہد خلافت میں ملکی معاملات میں کوئی حصہ نہ لیا اس لئے کہیں نمایاں طور  
پر نظر نہیں آتے۔ اس مدت میں اپنے محبوب مشغلہ حدیث کی اشاعت میں خاموشی کے ساتھ مصروف رہے۔  
حضرت عمر کے زمانے سے زندگی کا دوسرا دور شروع ہوا۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ کو بحرین کا  
عامل مقرر کیا اور اسی دن سے ان کا فقر و افلاس ختم ہوا۔ وہاں سے واپس ہوئے تو دس ہزار روپیہ  
ان کے پاس تھا۔

حضرت عثمان کے دور خلافت میں بالکل خاموش رہے۔ البتہ آخر میں حضرت عثمان کے محصور ہونے  
کے بعد ان کی حمایت میں لوگوں کو ان کی امداد و اعانت پر آمادہ کرتے تھے چنانچہ محاصرہ کی حالت  
میں حضرت عثمان کے گھر میں موجود تھے۔ حضرت عثمان کے محاصرہ کے بعد سے شہادت تک حضرت

(۱) محمد عزیز الرحمن - صبح صادق - عزیز المطابع الکثیر کے پریس بہاولپور طبع ثانی ۱۹۴۳ء

(۲) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۳ صفہ ۹۶۲-۹۶۶



ابوہریرہ کے حالات معلوم نہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس فتنہ عام کے زمانے میں اکثر محتاط صحابہ گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ بہتوں نے تو آبادی چھوڑ کر باد یہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ حضرت ابوہریرہ بھی فتنہ میں مبتلا ہونے کے خوف سے کہیں روپوش ہو گئے تھے۔ ان فتنوں کے بعد امیر معاویہ کے عہد حکومت میں مدینہ میں مردان کے قائم مقام کی حیثیت سے نظر آتے ہیں۔

۵۷ھ (۶۷۶ء) میں بیمار ہوئے اور اسی علالت میں ۷۸ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ حضرت ابوہریرہ ان صحابہ میں ہیں جو علم حدیث کے اساطین سمجھے جاتے ہیں۔ آپ بالاتفاق صحابہ کی جماعت میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔ رسول کریم فرماتے تھے کہ ابوہریرہ علم کا ظرف ہیں۔ حضرت ابوہریرہ کو علم کی بڑی جستجو تھی۔ ان کا ذوق علم حرص کی حد تک پہنچ گیا تھا۔ ان کے علمی حرص کا اعتراف خود رسول اکرم نے فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ کی روایات کی مجموعی تعداد ۵۳۷۲ ہے۔ ان میں ۳۲۵ متفق علیہ ہیں۔ احادیث نبوی کے عظیم الشان ذخیرہ کی مناسبت سے آپ کے رواۃ و تلامذہ کا دائرہ بھی وسیع تھا۔ گو حضرت ابوہریرہ صرف چار سال رسول کریم کی صحبت سے فیضیاب ہوئے لیکن اس قلیل مدت ہی میں آپ اسلامی تعلیمات کا مکمل نمونہ بن گئے تھے۔<sup>(۱)</sup>

اے کہ میرے آستانے پر جہین گستر قبر اور فیض آستان ہوسی سے گل ہوسر قبر (صفہ ۱۱۲)  
اس شعر میں اشارہ نازلی بیگم صاحبہ چنجرہ کی طرف مقصود ہے۔

اقبال غربت توام نشتر بہ دل ہی زند تو در هجوم عالمیے یک آشنانہ دیدہ (صفہ ۱۱۵)  
اس شعر میں عطیہ بیگم صاحبہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ عطیہ بیگم خنجرہ کے نواب خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ علامہ اقبال کے ان سے بہت اچھے مراسم تھے جیسا کہ ان خطوط سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو عطیہ بیگم نے شائع کئے ہیں۔

جس نے اسم اعظم محبوب کی تاثیر سے وسعت عالم میں پایا صورت گردون وقار (صفہ ۱۱۶)  
"محبوب"۔ محبوب کا اشارہ یہاں میر محبوب علی خان کی طرف ہے۔

نواب میر محبوب علی خان ۱۸۔ اگست ۱۸۶۶ء کو پیدا ہوئے اور اگست ۱۹۱۱ء میں انتقال کیا

ان کے دور حکومت میں حیدرآباد نے ہر طرح کی ترقی کی۔ ان کا سال تخت نشینی ۵۔ فروری ۱۸۸۴ء ہے۔ ان کے وزرائے اعظم میں سر آسمان جہ اور مہاراجہ سر کشن پرشاد قابل ذکر ہیں۔ حکومت برطانیہ سے میر محبوب علی خان والٹی دکن کے تعلقات نہایت خوشگوار رہے۔ والٹی دکن نے اپنی رعایا میں بکھی ہندو مسلمان میں کوئی امتیاز نہیں کیا۔ اپنے عہد حکومت میں ہندوؤں کو بڑے بڑے عہدوں پر فائز کیا۔

انہوں نے مسلم تعلیمی اداروں کی بڑی سر پرستی کی نہ صرف اپنی ریاست میں بلکہ بیرون ریاست بھی۔ وہ فارسی اور اردو میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے اور ان دونوں زبانوں میں شعر بھی کہتے تھے۔ (۱)

آستانے پر وزارت کے ہوا میرا گذر بڑھ گیا جس سے مرا ملک سخن میں اعتبار (صفحہ ۱۱۹)

اس شعر میں مہاراجہ سر کشن پرشاد کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

سر کشن پرشاد سابق مدارالمہام سرکار آصفیہ ۱۸۶۲ء میں بمقام حیدرآباد پیدا ہوئے اور جون

۱۹۲۰ء میں انتقال کیا۔ اردو اور فارسی میں شعر کہتے تھے اصناف سخن پر قادر تھے۔ اردو فارسی

عربی انگریزی کے علاوہ اور بھی چند زبانوں سے واقفیت رکھتے تھے۔ ان کی تصنیفات کی تعداد خاصی ہے۔ سر کشن پرشاد مشرقی امرا کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ علامہ اقبال سے تعلقات خصوصی تھے۔ (۲)

درمیان انجمن معشوق ہرجائی مہاش گاہ باسلطان ہاشی گاہ ہاشی ہا فقیر (صفحہ ۱۲۲)

سلطان اور فقیر کا اشارہ بالقریب خان بہادر مرزا سلطان احمد اور فقیر سید افتخار الدین کی طرف ہے۔

مرزا سلطان احمد جو قادیان کے مشہور مغل خاندان سے تعلق رکھتے تھے مرزا غلام احمد ہانی

جماعت احمدیہ کے (زوجہ اول سے) فرزند اکبر تھے۔ ۱۸۵۲ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے اور تقریباً ۸۰ سال

کی عمر پا کر ۱۹۳۱ء میں انتقال کیا۔ ابتدا میں انہوں نے اپنے والد کی بیعت نہیں کی اور یہ دیکھ کر

الگ رہے کہ میں اتنی پابندیان نہیں اٹھا سکتا مگر پنشن ہانے کے بعد وفات سے کچھ عرصہ قبل اپنے

برادر خورد مرزا بشیرالدین محمود کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔

(۱) صحیفہ زرین - صف ۱۱۳-۱۱۶

The Indian Nation Builders, pt.III pp 187-202

(۲) نظامی ہدایوں - ناموس المشاہیر ج ۲ صف ۲۲۳

مرزا سلطان احمد نائب تحصیلدار کے عہدہ سے اپنی ملازمت کا آغاز کر کے افسر مال کے عہدہ تک پہنچے اور چند دنوں کے لئے گوجرانوالہ میں قائم مقام ڈپٹی کمشنر بھی رہے۔ پنشن کے بعد ریاست بہاولپور میں وزیر مال کے جلیل القدر عہدہ پر بھی کچھ عرصہ کام کیا۔

مرزا سلطان احمد کو تصنیف و تالیف کا بڑا شوق تھا اور کبھی کبھی شعر بھی کہہ لیتے تھے۔ ان کی تصنیفات میں ایک اعلیٰ ہستی علوم القرآن اساس الاخلاق فنون لطیفہ ضرب الامثال اور چند نثر نما نظمیں زیادہ معروف ہیں۔

مرزا سلطان احمد کے دوستوں کا حلقہ بہت وسیع تھا اور اس میں ہر فرقہ اور ہر مشرب کے لوگ شامل تھے۔ شگفتہ مزاجی اور دوست نوازی ان کا وصف خاص تھا۔ مرزا سلطان احمد کے علامہ اقبال سے مراسم خصوصی تھے۔

فقیر سید افتخار الدین کے اجداد بخارا سے آکر پنجاب میں آباد ہو گئے تھے۔ ان کے مورث اعلیٰ غلام محی الدین نے فقیر امانت شاہ قادری کا مرید ہو کر فقیر کا لقب اختیار کیا۔

فقیر سید افتخار الدین ۱۸۶۵ء میں پیدا ہوئے اور ۲۶ سال کی عمر پاکر فروری ۱۹۱۲ء میں انتقال

کیا۔ سید افتخار حکومت پنجاب کے میر منشی تھے۔ وہ پہلے ہندوستانی تھے جو افسر مال مقرر ہوئے۔

انہوں نے ضلع ہوشیار پور کے بندوبست کا کام انجام دیا۔ امیر حبیب اللہ امیر افغانستان جب ہندوستان

تشریف لائے تو ان کے استقبال کے جملہ امور فقیر افتخار ہی کی نگرانی میں انجام پائے۔ امیر افغانستان

کے روانگی کے کچھ دنوں بعد ہی سید افتخار کو کابل میں ہرٹس ایجنٹ مقرر کیا گیا۔ امیر افغانستان

سے انہوں نے "عزت نسان" کا خطاب پایا وہ خطاب جو اس ملک میں سب سے بڑا خطاب سمجھا جاتا تھا۔

کابل سے واپسی پر حکومت برطانیہ نے ان کو سی۔ آئی۔ ای۔ کا خطاب دیا۔ علامہ اقبال سے سید افتخار

الدین کے تعلقات خصوصی تھے۔

(صفہ ۱۲۳)

اے امام اے سید والا نسب دود مانت فخر اشرف عرب

اس شعر میں اشارہ سر سید علی امام کی طرف ہے۔

سر سید علی امام ۱۱۔ فروری ۱۸۶۹ء کو پٹنہ کے قریب پیدا ہوئے۔ یہ بہار کے مشہور خاندان سادات کے فرد تھے۔ ان کے مورث اعلیٰ ہندوستان میں مغل حکومت قائم ہونے سے پہلے آئے تھے۔ شہر العلماء نواب سید امداد امام جو سید علی امام کے والد تھے کچھ روز تاریخ اور عربی کے پروفیسر رہے۔ وہ اپنے علم و فضل اور اردو شاعری کے لئے ممتاز تھے اور ان کی مشہور تصنیف کاشف الحقائق دو جلدوں میں ہے۔ علی امام نے ابتدائاً ضلع آراہ میں اور بعد کو پٹنہ کالج میں تعلیم پائی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے وہ ستمبر ۱۸۸۷ء میں انگلستان گئے۔ وہاں سے ۱۸۹۰ء میں واپس ہوئے۔ وکالت میں بڑی شہرت حاصل کی۔ ۱۹۰۳ء میں علی گڑھ کالج کے فوسٹی ہوئے۔ ان کو تعلیمی مسائل سے بڑی دلچسپی تھی۔ علی گڑھ کالج کی مدد ہو ممکن طریقہ سے کرتے رہے۔ اسی طرح محمدن ایجوکیشنل کانفرنس میں بھی بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ ۱۹۱۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے امیر کے اجلاس میں صدر بنائے گئے۔ اس طرح وہ ملک کے جوٹی کے لیڈروں میں شمار ہونے لگے۔ لاوڈ مارلے نے ۱۹۱۰ء میں لاوڈ سنہا کے انتقال کے بعد ان کو اپنی کاؤنسل کا ممبر قانون مقرر کیا۔ نومبر ۱۹۱۷ء میں پٹنہ ہائی کورٹ کے جج بنائے گئے۔ جون ۱۹۱۹ء میں نظام نے ان کو اپنی ایگزیکٹیو کاؤنسل کا صدر بنایا۔ کچھ روز کے لئے ان کو ہرٹرا انڈیا کا نمائندہ جمیعت اقوام میں بنا کر بھیجا گیا۔ ستمبر ۱۹۲۲ء میں نظام کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ اس کے فوراً بعد انہوں نے پٹنہ میں وکالت شروع کر دی۔ دوبارہ پھر نظام نے ہرار کے اضلاع کے سلسلہ میں ان کی خدمات طلب کر لیں۔ ۱۹۲۳ء میں نظام نے ان کو ہرار کے اضلاع کی نمائندگی کے لئے انگلستان بھیجا۔ سر سید علی امام نے ملکی اصلاحات اور تحریک آزادی میں بڑا حصہ لیا۔ انتقال ۱۹۳۰ء میں ہوا۔

(۱)

حمید اللہ خان اے ملک و ملت را فروغ از تو ز الطاف تو موج لاله خیزد از خیابانم (صفحہ ۱۳۳)  
 "حمید اللہ خان" اشارہ سابق والقی بھوپال کی طرف ہے۔

نواب سر حمید اللہ خان ۹۔ ستمبر ۱۸۹۲ء کو پیدا ہوئے۔ تعلیم علی گڑھ میں پائی۔ ۲۲۔ ۱۹۱۶ء

تک بیگم بھوپال کے معتمد اعلیٰ رہے۔ ۲۶۔ ۱۹۲۲ء تک بیگم بھوپال کے ہاں قانون عدل اور خزانہ کے

سپر رہے۔ ۳۵-۱۹۳۰ء تک مسلم یونیورسٹی کے چانسلر رہے۔ دو مرتبہ یعنی ۲۲-۱۹۳۱ء اور ۴۷-۱۹۳۲ء میں Chamber of Indian Princes کے چانسلر مقرر ہوئے۔ کھیلوں میں کرکٹ کے بڑے شائق ہیں۔ علامہ اقبال سے ان کے تعلقات خصوصی تھے اور ان کا شمار اقبال کے محسنوں میں ہے۔ (۱)

دانی کے چہست شیوہ مستان پختہ کار عرش گمان مدار کے پیمانہ ام شکست (صفہ ۱۳۵)  
"عرشی" اشارہ محمد حسین عرش کی طرف ہے۔

ان اشعار کی شان نزول یہ ہے کہ ۱۹۲۰ء میں عالم اسلام بالعموم اور ترکی بالخصوص زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ برصغیر ہندوپاک کے مسلمان بہت مضطرب تھے۔ ہر شخص اپنی بساط کے مطابق کچھ نہ کچھ کر رہا تھا لیکن علامہ اقبال ایک پراسرار خاموشی اختیار کرتے ہوئے تھے۔ اس پر چند لوگوں کو خیال ہوا کہ علامہ جنہیں سب سے زیادہ قیادت کا حق اس دور کشمکش موت و حیات میں تھا کیوں قوم کو کوئی راستہ نہیں دکھاتے۔ چنانچہ محمد حسین عرش نے چند اشعار کہے اور روزنامہ زمیندار کو بغیر اشاعت بھیج دیئے۔ ان اشعار کی غرض صرف یہ تھی کہ علامہ کو تحریک ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ زمیندار میں ان اشعار کے شائع ہونے کے بعد غالباً تیسرے دن چند شعر عرش کے جواب میں کہے اور وہ زمیندار میں شائع ہوئے۔ اقبال کے اشعار کے ساتھ مولانا ظفر علی خا کے اشعار بھی تھے جو انہوں نے اسی وقت اشاعت کے لئے لکھے تھے۔ حکیم فیروز الدین طفرانی اس زمانے میں کشمیر میں تھے ان کی نظر سے عرش کے اشعار نہیں گزرے تھے لیکن انہوں نے علامہ اقبال کے جوابی اشعار ضرور دیکھے تھے۔ علامہ کے اشعار پڑھ کر حکیم طفرانی نے ان کے جواب میں نظم لکھی اس کا پہلا شعر یہ ہے۔

امروز در فضائے زمیندار دیدہ ام ز اقبال پاسخے کہ دل آرزو نجست

محمد حسین نام عرش تخلص غالباً ۱۸۹۶ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ تعلیم پرانے دستور کے

۱) Eminent Mussulmans pp 248-262  
The Indian Year Book & Who's Who 1945-46 p. 1282

کے مطابق مکتب میں پائی۔ ان کے اساتذہ میں حکیم فیروز الدین طفرانی کا نام قابل ذکر ہے۔ حکیم طفرانی کی صحبت میں رہ کر عرشی میں فارسی اور عربی کا ذوق پیدا ہوا۔ عرشی اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے ہیں۔ ملکہ کی تقسیم کے بعد لاہور چلے آئے اور اب لاہور ہی میں مقیم ہیں اور درس و تدریس میں مشغول۔

ہے دور و روحوں کا نشیمن پیکر خاکی مرا رکھتا ہے بیتاب دونوں کو مرا ذوق طلب  
ایک جو اللہ نے بخشی مجھے صبح ازل دوسری ہے آپ کی بخشی ہوئی روح الذهب  
(صفحہ ۱۲۰)

"روح الذهب" روح الذهب کے ضمن میں ۲۰ دسمبر ۱۹۳۷ء کو روزنامہ احسان میں ایک شذوہ شائع ہوا تھا۔ وہ شذوہ یہ ہے۔ "حکیم نابینا صاحب دہلوی جو اس وقت قدیم طب میں ایشیا بھر میں بالغ نظر مانے جاتے ہیں۔ علامہ اقبال مدظلہ العالی کو اپنی مشہور دوائی "روح الذهب" ایک مدت سے کھلا رہے ہیں جس سے علامہ مدد کو بہت فائدہ ہے۔ اس دوا کے متعلق حضرت علامہ نے دو شعر حکیم صاحب کی خدمت میں لکھے ہیں۔"

عبدالوہاب انصاری المشہور بہ حکیم نابینا غازی پور کے مشہور انصاری خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ کوئی بارہ برس کی عمر تھی اور حفظ قرآن اور متداول علوم کے حاصل کرنے میں مصروف تھے کہ آپ کی بینائی جاتی رہی۔ اس کے بعد دیوبند تشریف لے گئے وہیں سے طب کی سند حاصل کی فارغ التحصیل ہونے کے بعد دلی میں مطب شروع کیا۔ اس زمانے میں حکیم نابینا کے چچا شاہ عبدالغفور دلی میں مقیم تھے اور دلی کے فخر روزگار طبیب اس وقت حکیم محمود خان تھے۔ حکیم نابینا کے چچا نے حکیم محمود خان سے کہا کہ ان کا امتحان تو لیجئے کہ آیا طب میں مہارت تامہ حاصل کی ہے یا نہ ہیں چنانچہ حکیم موصوف اور حکیم نابینا میں تین روز تک طبی مذاکرات ہوتے رہے۔ ان مذاکرات میں حکیم اجمل خان اور حکیم واصل خان بھی شریک تھے۔ نظام دکن میر محبوب علی خان ان کو شیخ الرئیس ثانی کہا کرتے تھے۔

دیوبند سے تحصیل علم کے بعد حکیم نابینا نے ۱۹۱۹ء میں دلی میں مطب شروع کیا۔ اس کے بعد

حیدرآباد دکن چلے گئے جہاں تقریباً پچاس سال مطب جاری رکھا۔ میر محبوب علی خان اور میر عثمان علی خان کے معالج رہے۔ حیدرآباد سے واپسی پر دلی میں پھر مطب شروع کیا ۱۹۳۸ء میں پھر نظام نے ان کو حیدرآباد بلا لیا۔ ۱۹۳۹ء میں حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ واپسی پر دلی میں از سر نو مطب کیا اور وفات کے وقت تک وہیں مقیم رہے۔ دلی ہی میں انتقال کیا لیکن دفن گنگوہ ضلع سہارنپور میں کئے گئے چونکہ مولانا رشید احمد گنگوہی سے بیعت تھے اور وہیں دفن ہونا چاہتے تھے۔ سال وفات ۶۔ مئی ۱۹۴۱ء ہے۔ عمر اس وقت کوئی ۷۶ سال کی تھی۔ حکیم نابینا کا حافظہ غیر معمولی تھا۔ ان کے بھائیوں میں ڈاکٹر مختار احمد انصاری کو بڑی شہرت نصیب ہوئی۔ طب میں بھی اور قومی خدمات کے سلسلہ میں بھی۔

میر عثمان علی خان نظام دکن نے حکیم نابینا کی تاریخ وفات کہی تھی۔

یہ دار طب علی سینا رسیدہ      ہماں جائیکہ نابینا رسیدہ  
مویضان این ہضم گفتند عفتان      چہ ماتم بینتا اے دارسیدہ

روح الذہب جب اقبال کو تجویز کی تو اس وقت حکیم نابینا دلی میں مطب کرتے تھے۔

خاکہ قدس اورا بآغوش تمنا درگرفت      سوئے گردون رفت زان راہے کہ پیمبر گذشت (صف ۱۴۱)

اس شعر میں اشارہ مولانا محمد علی کی طرف کیا گیا ہے۔

مولانا محمد علی رام پور میں ۱۸۷۸ء میں ایک آسودہ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد علی گڑھ آئے اور بہان سے بی۔ اے۔ کا امتحان امتیاز کے ساتھ پاس کیا۔ بعد ازاں آکسفورڈ سے بی۔ اے۔ (آنرز) کی ڈگری حاصل کی مولانا محمد علی کی اعلیٰ تربیت میں ان کی والدہ کو بڑا دخل رہا ہے اور یہ انہی کی تربیت کا اثر تھا کہ مولانا شروع سے آخر تک ایک پرجوش مسلمان رہے۔ ملک کی آزادی کے سلسلہ میں مولانا نے متعدد بار قید فرنگ برداشت کی۔ وہ خلافت تحریک کے روح روان تھے۔ ان کے سیاسی کردار کو کسی طرح بھی فراہوش نہیں کیا جا سکتا۔ مولانا محمد علی کو سیاست میں ایک بلند مقام حاصل ہے۔ انہوں نے ایک انگریزی (کارپٹ) اور ایک اردو (ہمدرد) روزنامہ کی ادارت کی

فرائض انجام دئیے۔ مولانا محمد علی ایک اچھے شاعر بھی تھے۔ ہندوستان کی آزادی کے لئے ایک وفد کی قیادت کے لئے مولانا کو لندن جانا پڑا وہیں انہوں نے ۲۔ جنوری ۱۹۳۱ء کو انتقال کیا۔ دفن بیت المقدس میں کئے گئے۔<sup>(۱)</sup>

بھلا ہو دونوں جہان میں حسن نظامی کا ملا ہے جس کی بدولت یہ آستان مجھ کو  
(صفحہ ۱۵۸)

"حسن نظامی"۔ خواجہ حسن نظامی کا سال پیدائش ۲۔ محرم ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۸ء) ہے۔ خواجہ حسن نظامی نے ابتدائی زندگی بڑی عسرت میں بسر کی۔ ۱۹۱۱ء سے ان کی ترقی کی رفتار تیز ہونا شروع ہوئی۔ جب ان کی عمر بارہ سال کی تھی تو ان کے والدین کا انتقال ہو گیا۔ غدر دہلی کے افسانے اور غدر کے متعلق متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ حسن نظامی ۱۸۹۷ء میں سب سے پہلا مضمون انڈیا کرٹ کے لئے "انڈیا کی نازک حالت" کے عنوان سے لکھا۔ انہوں نے سب سے پہلی کتاب ۱۹۰۰ء میں لکھی۔ ان کا اصلی نام علی حسن تھا۔ خواجہ حسن نظامی اردو انشاپردازی میں ایک بلند مقام رکھتے تھے۔ اردو صحافت میں ان کا خاص درجہ تھا۔ انتقال ۳۱۔ جولائی ۱۹۵۵ء کو ہوا اور اپنے آبائی قبرستان میں دلی میں دفن کئے گئے۔<sup>(۲)</sup>

سن کر یہ بات خوب کہا شہنواز نے ہلکی جوتیوں کو دیتی ہے پیغام اتحاد (صفحہ ۱۶۳)

"شہنواز"۔ میان محمد شاہ نواز علامہ اقبال کے عزیز دوست تھے۔ ان کے والد میان ظہور الدین۔ پشاور کے مشہور وکیل تھے۔ باپ نے اپنے پیشہ کی مناسبت سے بیٹے کو بھی یہی پیشہ اختیار کرنے کا مشورہ دیا جنانچہ شاہ نواز نے ولایت جاکر بیسٹری کی ڈگری حاصل کی اور واپسی پر لاہور میں بیسٹری شروع کی۔ وہ لاہور کے بڑے کامیاب بیسٹری تھے۔ ان کی شہرت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ وہ عوام کے نمائندہ بن کر پنجاب اور مرکزی اسمبلیوں کے ممبر ہوئے۔ شاہ نواز شروع ہی سے بڑے ترقی پسند تھے۔ وہ انگریزوں کے دشمن اور کانگریس کے حامی تھے۔ ان کا حافظہ بہت اچھا تھا اردو فارسی کے سینکڑوں اشعار یاد تھے۔ انتقال ۱۱۔ اگست ۱۹۳۸ء کو ہوا۔

(۱) My Life a Fragment, Sh. Muhammad Ashraf, Lahore, 1942

(۲) شخصیات نمبر صفحہ ۲۵۱-۲۵۷



## رخت سفر

(طش اول جنوری ۱۹۵۲ء)

صبر ایوب وفا خو جزو جان اہل درد گریہ آدم سرشت دودمان اہل درد (صفحہ ۲۷)  
 "گریہ آدم" اشارہ مندرجہ ذیل روایت کی طرف مقصود ہے۔

صاحب معالم التنزیل نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت آدم اور حضرت حوا جنت کی نعمتوں سے محروم ہونے پر دو سو سال تک روتے رہے۔  
 (۱)

اے مقام برتواز جوح ہرین از تو باقی سطوت دین مہین (صفحہ ۱۰۹)

یہاں اشارہ سابق والی دکن نواب میر عثمان علی خان کی طرف کیا گیا ہے۔

نواب میر عثمان علی خان ۱۶-اپریل ۱۸۸۶ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۸۹۹ء میں باقاعدہ تعلیم شروع کی۔ ۲۹-اگست ۱۹۱۱ء کو تخت نشینی کی رسم ادائیگی گئی۔ عثمانیہ اردو یونیورسٹی موسوم بہ جامعہ عثمانیہ میر عثمان علی خان نے قائم کی اور چونکہ یونیورسٹی کا ذریعہ تعلیم اردو تھا اس لئے یونیورسٹی کے ارباب حل و عقد نے ایک مجلس دارالترجمہ و التالیف کے نام سے ترتیب دی جس کا کام مشرقی اور مغربی علوم کی کتابوں کا اردو ترجمہ و تالیف تھا۔ نواب صاحب کو اپنی ہندو اور مسلمان رعایا کی فلاح و بہبود کا ہمیشہ خیال رہا۔ چنانچہ انہوں نے مسجدوں کے ساتھ ہندو مندروں کے لئے رقم اور عطیات مقرر کئے۔ نواب صاحب اردو اور فارسی کے شاعر بھی ہیں۔ نواب صاحب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے چانسلر بھی رہے ہیں۔ ۱۹۲۸ء میں انڈین یونین نے ان کی ریاست کو ختم کر کے حکومت ہند میں شامل کر لیا۔ اب وہ حکومت ہند کے وظیفہ خوار ہیں۔  
 (۲)

(۱) بغوی - معالم التنزیل صفحہ ۲۳ مطبوعہ مطبع حیدری بمبئی ۱۲۹۵ھ  
 انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۱ صفحہ ۶۵۸ طبع ۱۹۵۰ء

باب نہم

اقبال کی بعض نظموں کے ماخذ

(طبع پنجم ۱۹۲۶ء)

یہاں مشرق

(صفحہ ۱۲۷)

حور و شاعر

(در جواب نظم گوشتے موسوم بہ "حور و شاعر")

حور

نہ بہ بادہ میل داری نہ بہ من نظر کشائی      عجب این کہ توندانی رہ و رسم آشنائی  
ہمہ ساز جستجوئے ہمہ سوز آرزوئے      نفسے کہ ہی گدازی غزلے کہ ہی سرائی  
بنوائے آفریدی چہ جہان دلکشائی      کہ ارم ہجشم آید جو طلسم سیمائی !

شاعر

دل و ہروان فریبی بہ کلام نیش دارے      مگر این کہ لذت او نرسد بہ نوک خارے  
چہ کم کہ فطرت من بہ مقام درن سازد      دل ناصبور دارم جو صبا بہ لالہ زارے  
جو نظر قرار گیرد بہ نگار خو بروئے      تہد آن زمان دل من پیے خوینو نگارے  
ز شرر ستارہ جو ہم ز ستارہ آفتا ہے      سر منزلی ندارم کہ معلوم از قرارے  
جو زبادہ بہارے قدحے کشیدہ خیمز      غزلے دگر سرائم بہ ہوائے نو بہارے  
طلسم نہایت آن کہ نہایتے ندارد      بہ نگاہ ناشکیبے بہ دل امیدوارے  
دل عاشقان بہرہ بہ بہشت جاودانی      نہ نوائے درد مندے نہ غمے نہ غمگسارے !

Einlasz.

Huri.

Heute steh' ich meine Wache  
Vor des Paradieses Thor,  
Weisz nicht grade, wie ich's mache,  
Kommst mir so verdächtig vor!

Ob du unsern Mosleminen  
Auch recht eigentlich verwandt ?  
Ob dein Kämpfen, dein Verdienen  
Dich ans Paradies gefandt ?

Zählst du dich zu jenen Helden ?  
Zeige deine Wunden an,

Die mir Rühmliches vermelden,  
Und ich führe dich heran.

Dichter.

Nicht so vieles Federlesen !  
Lass mich immer nur herein:  
Denn ich bin ein Mensch gewesen  
Und das heisst ein Kämpfer sein.

Schärfe deine kräft'gen Blicke !  
Hier durchschau diese Brust,  
Sieh der Lebenswunden Tiefe,  
Sieh der Liebeswunden Lust !

Und doch sang ich gläub'ger Weise,  
Dass mir die Geliebte treu,  
Dass die Welt, wie sie auch kriesse,  
Liebevoll und dankbar sei.

Mit den Trefflichsten zusammen  
Wirkt' ich, bis ich mir erlangt,  
Dass mein Nam' in Liebesflammen  
Von den schönsten Herzen prangt.

Nein! du wahlst nicht den Geringern!  
Gib die Hand, dass Tag für Tag  
Ich an deinen zarten Fingern  
Ewigkeiten zählen mag.

Anklang.  
Huri.

Draussen am Orte,  
Wo ich dich zuerst sprach,  
Wacht' ich oft an der Pforte  
Dem Gebote nach.  
Da hört' ich ein wunderbar Gesausel,  
Ein Ton - und Silbengekräusel,  
Das wolte herein;  
Niemand aber liess sich sehen,  
Da verklang es klein zu klein;  
Es klang aber fast wie deine Lieder,  
Das erinur' ich mich wieder.

Dichter

Ewig Geliebte! wie zart  
Erinnerst du dich deines Trauten!

Was auch in irdischer Luft and Art  
 Für Töne lauten,  
 Die wollen alle herauf;  
 Viele verklingen da unten zu Hauf;  
 Andere mit Geistes Flug und Lauf,  
 Wie das Flügel-Pferd des Propheten,  
 Steigen empor und flöten  
 Drauszen an dem Tor.  
 Kommt deinen Gespielen so etwas vor,  
 So sollen sie's freundlich vermerken,  
 Das Echo lieblich verstärken,  
 Dasz es wieder hinunter halle,  
 Und sollen Acht haben,  
 Dasz in jedem Falle,  
 Wenn er kommt, seine Gaben  
 Jadem zu gute kommen;  
 Das wird beiden Welten frommen.

Sie mögen's ihm freundlich lohnen,  
 Auf liebliche Weise fügsam,  
 Sie lassen ihn mit sich wohnen:  
 Alle Guten sind genügsam.

Du aber bist mir beschieden,  
 Dich lass' ich nicht aus dem ewigen Frieden;  
 Auf die Wache sollst du nicht ziehn,  
 Schick' eine ledige Schwester dahim!

#### Dichter.

Deine Liebe, dein Kusz mich entzückt!  
 Geheimnisse mag ich nicht erfragen;  
 Doch sag' mir, ob du an irdischen Tagen;  
 Jemals teilgenommen?  
 Mir ist es oft so vorgekommen,  
 Ich wollt' es beschwören, ich wollt' es beweisen:  
 Du hast einmal Suleika geheiszen.

#### Huri.

Wir sind aus den Elementen geschaffen,  
 Aus wasser, Feuer, Erd' und Luft  
 Unmittelbar; und irdischer Duft  
 Ift unserm wesen ganz zuwider.  
 Wir steigen nie zu euch hernieder;  
 Doch wenn ihr kommt, bei uns zu ruhn,  
 Da haben wir genug zu tun.

Denn, siehst du, wie die Gläubigen kamen,  
 Von dem Propheten so wohl empfohlen,

Besitz vom Paradiese nahmen,  
Da waren wir, wie er befohlen,  
So liebenswürdig, so charmant,  
Wie uns die Engel selbst nicht gekannt.

Allein der erste, zweite, dritte,  
Die hatten vorher eine Favorite;  
Gegen uns waren's garstige Dinger,  
Sie aber hielten uns doch geringer;  
Wir waren reizend, geistig, munter,  
Die Moslems wollten wieder hinunter.

Nun war uns himmlisch Hochgebornen  
Ein solch Betragen ganz zuwider,  
Wir aufgewiegelten Verschwornen  
Besannen uns schon hin und wieder;  
Als der Prophet durch alle Himmcl fuhr,  
Da paszten wir auf seine Spur;  
Rückkehrend hatt' er sich's nicht versehn,  
Das Flügel-Pferd, es muszte stehn.

Da hatten wir ihn in der Mitte! -  
Freundlich ernst, nach Propheten-Sitte,  
Wurden wir kürzlich von ihm beschieden;  
Wir aber waren sehr unzufrieden.  
Denn seine Zwecke zu erreichen,  
Sollten wir eben alles lenken,  
So wie ihr dächtet, sollten wir denken,  
Wir sollten euren Liebchen gleichen.

Unsre Eigenliebe ging verloren,  
Die Mädchen krauten hinter den Ohren,  
Doch, dachten wir, im ewigen Leben  
Musz man sich eben in alles ergeben.

Nun sieht ein jeder, was er sah,  
Und ihm geschieht, was ihm geschah.  
Wir sind die Blonden, wir sind die Braunen,  
Wir haben Grillen und haben Launen,  
Ja, wohl auch manchmal eine Flause,  
Ein jeder denkt, er sei zu Hause,  
Und wir darüber sind frisch und froh,  
Dasz sie meinen, es ware so.

Du aber bist von freiem Humor,  
Ich komme dir paradiesisch vor;  
Du gibst dem Blick, dem Kusz die Ehre,  
Und wenn ich auch nicht Suleika ware.  
Doch da sie gar zu lieblich wär,  
So glich sie mir wohl auf ein Harr.

Dichter.

Du blendest mich mit Himmelsklarheit,  
Es sei nun Täuschung oder Wahrheit,  
Genug, ich bewundre dich vor allen.  
Um ihre Pflicht nicht zu versäumen,  
Spricht eine Huri in Knittelreimen.

Huri.

Ja, reim' auch du nur unverdrossen,  
Wir es dir aus der Seele steigt!  
Wie paradiesische Genossen  
Sind Wort-und Taten reinen Sinns geneigt.  
Die Tiere, weisst du, sind nicht ausgeschlossen,  
Die sich gehorsam, die sich treu erzeigt!  
Ein derbes Wort tann Huri nicht verdrieszen;  
Wir fühlen, was vom Herzen spricht,  
Und was aus frischer Quelle bricht,  
Das darf im Paradiese flieszen.

Huri.

Wieder einen Finger schlägst du mir ein!  
Weisst du denn, wie viel Aonen  
Wir vertraut schon zusammen wohnen ?

Dichter.

Nein! - will's auch nicht wissen. Nein!  
Mannigfaltiger frischer Genuss,  
Ewig bräutlich keuscher Kusz! -  
Wenn jeder Augenblick mich durchschauert,  
Was soll ich fragen, wie lang' es gedauert!

Huri.

Abwesend bist denn doch auch einmal,  
Ich merk' es wohl, ohne Masz und Zahl.  
Hast in dem Wettall nicht verzagt,  
An Gottes Tiefen dich gewagt;  
Nun sei der Liebsten auch gewärtig!  
Host du nicht schon das Liedchen fertig ?  
Wie klang es drauszen an dem Toc ?  
Wie klingt's ?- Ich will nicht starker in dich  
dringen,  
Sing mir die Lieder an Suleika vor:  
Denn weiter wirst du's doch im Paradies nicht  
bringen.

# ADMITTANCE

Houri.

Today I stand upon my watch  
Outside the gates of Paradise:  
I know not what I ought to do,  
Thou art in such suspicious guise.

To our Brothers of the Faith  
Art thou strict and truly kin,  
That thy battles and thy merits  
To Paradise should let thee in ?

Count'st thou thyself among those heroes ?  
What thy wounds are do thou show,  
That proclaim to me thy honour,  
That I may let thee onwards go.

Poet.

Not so much of feather-picking!  
Only let me enter through,  
For a man I always have been,  
And that means a warrior, too.

Quicken now thy sharpest glances,  
Look my bosom through and through:  
See the malice of my life-wounds,  
See my pleasant love-wounds, too.

Like the faithful yet I've sung:  
So that, true to me, my love,  
That the world, too, though capricious,  
Full of love and thanks might prove.

I have laboured with the noolest  
Till this longed-for lot was mine,  
That my name in flames of passion  
From the fairest hearts might shine.

No! thou wouldst not choose a base one:  
Give here thy hand, that so I may  
Count upon thy tender fingers  
Eternities all day for day.

Echo (Accord?)

Houri.

Outside at the gate

Where at first I thee found,  
 Aye keeping my watch there,  
 As I am e'en bound,  
 Sometimes a wonderful whisper I heard:  
 Rippling tones and words herewithin  
 Would penetrate fain;  
 But no one was there to be seen,  
 Less and less, then, they passed again:  
 Yet now again I think I call to mind,  
 Much like thy songs the tones I find.

Poet.

Tender thou bearest in mind,  
 My ever beloved, thy trusted friend!  
 That which in earthly fashion and kind  
 All upwards will tend  
 And passes itself for song.  
 Down below do many in numbers crash,  
 Whilst others in flight with spirit rash,  
 Just like Mahomet's winged steed,  
 Soar aloft, and sound indeed  
 Outside at the gates.  
 Should such a song reach the ear of they mates,  
 Of the sound they should friendly take note,  
 And strengthen the echoes that float,  
 That again it may sound down below:  
 Great care, too, should they take,  
 That where'er he may go,  
 Or come, for ev'ry one's sake,  
 His gifts may useful be found,  
 And to both worlds again redound.

They might him ev'n friendly reward,  
 Complying in generous way, -  
 As the good are always content,  
 They might with them allow him to stay.

For thou to me art giv'n by lot;  
 Out of eternal peace I leave thee not.  
 Thou shalt on watch no longer go:  
 Of thy idle sisters send one below.

Poet.

Thy love, thy kiss, enchant me still!  
 Into thy secrets I would never pry,  
 Yet tell me if, descending from the sky,  
 Thou hast not had a mortal birth?  
 To me the thought is often borne,  
 I almost think I might be sworn,  
 Zuleika thou wast named on earth.



Houris.

Made of the elements are Houris we,  
Without a medium, from water, air,  
And fire and earth, nor could our essence rare  
E'er with the vapours of the earth agree.  
We never, therefore, can come down to you,  
But when to rest with us you come,  
Why, then we have enough to do.

When, by the Prophet recommended well,  
The True Believers eager came, you see,  
To take possession of their Paradise,  
As he had given orders, there stood we,  
So amiable all and nice,  
So that the angels could us hardly tell.

The first, however, just as all the rest,  
Each had his favourite on earth possessed.  
Compared with us, of course, the things were plain,  
And yet they looked upon us with disdain.  
Though we were charming and so brightly gay,  
The Moslems back again would wend their way.

Being all High-born dames of heavenly kind,  
Such strange behaviour put us all about:  
All leagued together and incensed in mind,  
Both up and down we thought the matter out.  
Then as the Prophet through the heavens flew,  
Quick on his trace we all together drew,  
And as to get him back he had no way,  
He had his winged steed perforce to stay.

There, then, we held him in our midst, a prize  
So earnest, solemn, in prophetic wise;  
About our business we were quickly sent,  
Yet did his words not heal our discontent.  
So that the Prophet gain his wished-for end,  
We must in all to his commandment bend:  
Our thoughts to be like yours we must dissemble,  
And we your earthly loves ourselves resemble.

Our self-conceit completely disappears;  
The maidens, all perplexed, must scratch their ears,  
And yet we thought that in eternal life  
We must give in, nor have continued strife.

Now each one sees what he has seen,  
To each one happens what has been.  
While some are brown and some are blonde,  
And some have whims of which they 're fond,

And some a fib may even please;  
Each as at home thinks he's at ease,  
And all of us are pleased to know  
That they should purpose even so.

But thou, thy humour is more free,  
From Paradise thou thinkest me.  
Zuleika though I may not be,  
Honoured are looks and kiss by thee,  
And as she was too bright and fair  
She must be like me to a hair.

Poet.

Thou dazzlest me with heav'nly light, forsooth:  
Thou mayst deceive me or it may be truth,  
Yet I admire thee more than all of these.  
That she in bounden duty may not fail,  
And that a German poet she may please,  
A Houri tells in doggerel rhyme her tale.

Houri.

Yes, let thy rhyme flow unrestrained,  
As the winged thoughts fly up within thy mind:  
For we inhabitants of Paradise  
To word and deed are with pure heart inclined.  
The beasts are not excluded, dost thou know,  
Themselves that faithful and obedient show ?  
An unkind word a Houri does not anger;  
What from the heart speaks we well know.  
From a fresh fountain that which springs  
In Paradise may also flow.

Houri.

Another finger thou hast folded in!  
How many ages, canst thou tell,  
Do we in confidence together dwell ?

Poet.

No! Nor will I know it! Nay!  
In many shapes a fresher bliss!  
An ever bride-like, modest kiss!  
My very being when each moment shakes,  
Why should I ask how long it lasts or takes ?

Houri.

Thou art again, then, absent! Well I see,

Measure and count seem both unknown to thee.  
 Although God's depths thou hast both dared and seen,  
 Thou in the world hast not despondent been.  
 Now to await thy loved one be disposed!  
 Thy song already hast thou not composed ?  
 I will not urge thee further. At the gate  
 What was the song that echoed with thy voice?  
 Sing me the songs thou didst Zuleika sing,  
 Thou canst not enter further into Paradise.

Taken from West-Eastern Divan of Goethe,  
 Book of Paradise, translated by  
 Alexander Rogers,  
 London, George Bell & Sons, 1890,  
 pp 327 - 333.

اقبال کی نظم "حور و شاعر" گیتے کی اسی عنوان کی نظم ( Houri - Dichter )

کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ گیتے کی نظم بہت طویل ہے لیکن اقبال نے اس کا جواب نہایت اختصار کے ساتھ دینے کی کوشش کی ہے اور شاعر کے جواب کو اپنے مرکزی خیال کی ادائیگی کا ذریعہ بنایا ہے۔ اقبال گیتے کے مکالمہ "حور و شاعر" سے اثر پذیر تو ضرور معلوم ہوتے ہیں لیکن چونکہ اقبال اور گیتے کے فلسفہ حیات میں بعد المشرقین ہے اس لئے اقبال نے اس مکالمہ سے جو تاثر قبول کیا اس کو اپنے مخصوص آب و رنگ میں پیش کر دیا ہے۔ اقبال کے کلام میں مبہم اضطراب اور حرکت اور عمل کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ شاعر حور کے سکونی حسن سے متاثر نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ حسن کا بھی ایک ارتقائی تصور رکھتا ہے اور اسی لئے وہ حور و بہشت کے جلووں سے اس طرح متاثر نہیں ہوتا جس کی توقع ایک معمولی شاعر سے کی جا سکتی ہے۔

(صف ۱۵۰)

زندگی و عمل

(در جواب نظم ہائٹا موسوم بہ "سوالات")

ساحل افتادہ گفت گرچہ بسے زمستم  
 هیچ نہ معلوم شد آہ کہ من چہستم  
 موج زخود رفتہ نیز خرامید و گفت  
 هستم اگر مہر دم زگرم نہستم

## Fragen

Am Meer, am wiisten, nachtlichen Meer  
Steht ein Jiinglingmam,  
Die Brust vull Wehmut, das Haupt vull Zweifel,  
Und mit diistern Lippen fragt er die Wogen:

"Oh, löst mir das Rätsel des Lebens,  
Das qualvoll wralte Rätsel,  
Wvruber schvn manche Häupter gegriibelt,  
Häupter in Hiervglynphenmiitzen,  
Häupter im Turban und schwarzen Barett,  
Perlickenhäupter und tausend andre  
Arme, schwitzende Menschenhäupter -  
Sagt mir, was bedeutet der Mensch?  
Wvher ist er gekvmmen? Wv geht er hin?  
Wer wvht dvrt vben auf gvldenen Sternen?"

Gs murmeln die Wvgen ihr ew'ges Gemurmeln,  
Gs wehte der Wind, es fliehen die Wvken,  
Gs blinken die Sterne gleichgiltig und kalt,  
Und ein Narr wartet auf Antwrt.

## Q U E S T I O N S

By the sea, by the dreary, night-coloured sea,  
A young man stand;  
His heartfull of anguish, his head full of doubts,  
And with pale lips he questions the billows:

" Oh, solve me the riddle of Life,  
The torturing, death-less riddle  
which has cracked so many heads,  
Heads in heiroglyphic bonnets,  
Heads in black birettas and turbans,  
Heads in weighty wigs, and a thousand other  
Poor, perspiring heads of people -  
Tell me, what is Man? And what his meaning?  
Where does he come from? Where is he going?  
Who dwells up there among the golden stars? "

The billows are whispering their eternal whispers.  
The wind blows on; the clouds go sailing;  
The stars keep twinkling, indifferent and cold;  
And a fool waits for his answer.

(1)

اقبال کی نظم "زندگی و عمل" جو ہائے کی نظم سہالا - ( Fragen ) کے جواب

- (1) The Poems of Heinrich Heine by Louis Untermeyer  
p 208.

میں لکھی گئی ہے اور جس میں انسان اور حیات انسانی کے متعلق وہ مسائل چھیڑے گئے ہیں جو ابتدائے آفرینش سے فلسفہ کی توجہ کا مرکز رہے ہیں۔ انہیں اقبال نے اپنے مخصوص فلسفہ زندگی کے تحت لا کر ان کا حل پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہائے نے تو بہت سے سوالات اٹھائے ہیں لیکن اقبال نے اپنے مرکزی خیال کے دائرہ میں ان تمام سوالات کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے اور چونکہ حرکت کے فلسفہ کو ان ہاں بنیادی حیثیت حاصل ہے اس لئے کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بنیادی عقیدہ سے جو کرنیں پھوٹتی ہیں وہ ان تمام سوالات پر روشنی ڈال سکتی ہیں جو ہائے نے دریافت کئے ہیں۔ اقبال کے جواب میں جو بلاغت پوشیدہ ہے وہی دراصل ان کے مختصر جواب کا جواز کہیں جا سکتی ہے۔

(صف ۱۵۱)

جوئے آب

بنگ کہ جوئے آب چہ مستانہ می رود      مانند کہکشان بگرہاں مرغزار  
در خواب ناز بود بہ گہوارہ      واکرد چشم شوق باغوش کو عسار  
از سنگریزہ نغمہ کشاید خرام او      سہمائے او جو آئینہ میرے رنگ و میرے غبار

زی بحر بہکوانہ چہ مستانہ میرود

در خود یگانہ از ہمہ بیگانہ میرود

در راہ او بہار پریشانہ آفرید      ترکس بہید و لالہ دمید و سمن دمید  
گل عشوہ داد و گفت یکے پیش ما باہست      خندید غنچہ و سردامان او کشید  
ناآشنائے جلوہ فروشان سبز پوش      سحرآہید و سینہ کوہ و کرد وید

زی بحر بہکوانہ چہ مستانہ میرود

در خود یگانہ از ہمہ بیگانہ میرود

صد جوئے دشت و مرغ و کہستان و باغ و واغ      گفتند "اے بسیط زمین یا تو سازگار  
مارا کہ راہ از تنکہ آبی نہ بردہ ایم      از دستبرد رنگ بہاہان نگاہ دار"  
واکردہ سینہ را بہ ہواہائے شرق و غرب      در برگرفتہ ہمسفران زہون و زار

زی بحر بیکرانه چه مستانه میرود

باصد هزار گوهر یکدانه میرود

در پائے پر خورش را زمند و شکن گذشت      از تنگنایه وادی و کوه و دمن گذشت  
یکسان چو سهل کرده نشیب و فراز را      از کاخ شاه و باره و کشت و چمن گذشت  
بیتاب و تند و تیز و جگر سوز و بهر قرار      در هر زمان بتازه رسید از کهن گذشت

زی بحر بی کرانه چه مستانه میرود

در خود یگانه از همه بیگانه میرود

#### Mahomets Gesang

Seht den Felsenquell,  
Freudschell,  
Wie ein Sternenblick!  
Über Wolken  
Nährten seine Jugend  
Gute Geister  
Zwischen Klippen im Gebrusch.

Jünglingfrisch  
Tanzt er aus der Wolke  
Auf die Marmorfelsen nieder,  
Jauchzet wieder  
Nach dem Himmel.

Durch die Gipfelgänge  
Jagt er bunten Kiesel nach  
Und mit frühem Führertritt  
Reizt er seine Bruderquellen  
Mit sich fort.

Drunten werden in dem Tal  
Unter seinem Fusztritt Blumen  
Und die Wiese  
Lebt von seinem Hauch.

Doch ihm halt kein Schattental  
Keine Blumen,  
Die ihm seine Knie' umschlingen,  
Ihm mit Liebesaugen schneicheln:  
Noch der Ebn dringt sein Lauf  
Schlangenwandelnd.

Bäche schmiegen  
 Sich gesellig an:  
 Nun tritt er  
 In die Ebne silberprangend,  
 Und die Ebne prangt mit ihm,  
 Und die Flüsse von der Ebne  
 Und die Bäche von Gebürgen  
 Jauchzen ihm und rufen: Bruder!  
 Bruder, nimm die Brüder mit!  
 Mit zu deinem alten Vater,  
 Zu dem ew'gen Ozean,  
 Der mit weitverbreiten Armen  
 Unserer wartet,  
 Die sich ach! vergebens öffnen,  
 Seine sehrenden zu fassen:  
 Denn uns frisst in öder Wüste  
 Gier'gen Sand,  
 Die Sonne droben  
 Saugt an unserm Blut,  
 Ein Hügel  
 Hemmet uns zu Teiche!  
 Bruder!  
 Nimm die Brüder von der Ebne,  
 Nimm die Brüder von Gebürgen  
 Mit, zu deinem Vater mit!

Kommt ihr alle! -  
 Und nun schwillt er  
 Herrlicher: ein ganz Geschlechte  
 Trägt den Fürsten hoch empor!  
 Und im rollenden Triumphe  
 Gibt er Ländern Namen, Städte  
 Werden unter seinem Fusz.

Unaufhaltsam rauscht er über,  
 Lässt der Türme Flammengipfel,  
 Marmorhäuser, eine Schöpfung  
 Weiner Fülle, hinter sich.

Cedernhäuser trägt der Atlas  
 Auf den Riesenschultern; sausend  
 Wehen über seinem Haupte  
 Tausend Segel auf zum Himmel  
 Seine Macht und Herrlichkeit.

Und so trägt er seine Brüder,  
 Seine Schätze, seine Kinder  
 Dem erwartenden Erzeuger  
 Freudebrausend an das Herz.

See the rock-born stream!  
Like the gleam  
Of a star so bright!  
Kindly spirits  
High above the clouds  
Nourished him while youthful  
In the copse between the cliffs.

Young and fresh,  
From the clouds he danceth  
Down upon the marble rocks;  
Then tow'rd heaven  
Leaps exulting.

Through the mountain-passes  
Chaseth he the colour'd pebbles,  
And, advancing like a chief,  
Tears his brother streamlets with him  
In his course.

In the valley down below  
'Neath his footsteps spring the flowers,  
And the meadow  
In his breath finds life.

Yet no shady vale can stay him,  
Nor can flowers,  
Round his knees all-softly twining  
With their loving eyes detain him;  
To the plain his course he taketh,  
Serpent-winding.

Social streamlets  
Join his waters. And now moves he  
O'er the plain in silv'ry glory,  
And the plain in him exults,  
And the rivers from the plain,  
And the streamlets from the mountain,  
Shout with joy, exclaiming: "Brother,  
Brother, take thy brethren with thee,  
With thee to thine aged father,  
To the everlasting ocean,  
Who, with arms outstretching far,  
Waileth for us;  
Ah, in vain those arms lie open  
To embrace his yearning children;  
For the thirsty sand consumes us  
In the desert waste; the sunbeams  
Drink our life-blood; hills around us



Into lakes would dam us! Brother,  
Take thy brethren of the plain,  
Take they brethren of the mountain  
With thee, to thy father's arms!" -

Let all come, then! -  
And now swells he  
Lordlier still; yea, e'en a people  
Bears his regal flood on high!  
And in triumph onward rolling,  
Names to countries gives he, - cities  
Spring to light beneath his foot.

Ever, ever, on he rushes,  
Leaves the towers' flame-tipp'd summits,  
Marble palaces, the offspring  
Of his fulness, far behind.

Cedar-houses bears the Atlas  
On his giant shoulders; flutt'ring  
In the breeze far, far above him  
Thousand flags are gaily floating,  
Bearing witness to his might.

And so heareth he his brethren,  
All his treasures, all his children,  
Wildly shouting, to the bosom  
Of his long-expectant sire.

(1)

اقبال کی نظم "جوئے آب" جو گیتے کی نظم Mahomets Gesang کا نہایت آزاد ترجمہ ہے اپنی رعنائی و دلکشی کے اعتبار سے اقبال کی نظموں میں ایک خاص درجہ رکھتی ہے۔ گیتے کی نظم عقیدت کے جذبات سے مملو ہے لیکن اس کے اصل ادبی حسن کی تحسین شاعری کے لئے جرمن زبان کا علم ضروری ہے لیکن اقبال نے اس نظم کو فارسی زبان کے محاورہ میں جس طرح بیان کیا ہے اور اپنے جذبات عقیدت کو جتنی حسین تشبیہوں اور استعاروں سے مزین کیا ہے اس سے لفظ اندوز و عمارت کے نسبتہ آسان ہے اور یہ بلا شبہ کہا جا سکتا ہے کہ نعتیہ نظموں میں شاید اس کا جواب اردو اور فارسی شاعری میں نہ مل سکے۔

---

(1) The Poems of Goethe, translated by E.A. Bowring,  
London, George Bell, 1904, pp 166-167.

(طبع یازدہم مارچ ۱۹۲۷ء)

بانگ درا

(صفحہ ۱۲)

ایک مکڑا اور مکھی

(ماخوذ)

بچوں کے لئے

اک دن کسی مکھی سے یہ کہنے لگا مکڑا  
لیکن مری کتیا کی نہ جاگی کبھی قسم  
غیروں سے نہ ملنے تو کوئی بات نہیں ہے  
آؤ جو مے گھر میں تو عزت ہے یہ مری  
مکھی نے سنی بات جو مکڑے کی تو بولی  
اس راہ سے ہوتا ہے گذر روز تمہارا  
بھولے سے کبھی تم نے یہاں پاؤں نہ رکھا  
ایہوں سے مگر چاہئے یوں کہنے کے نہ رہنا  
وہ سامنے سیڑھی ہے جو منظور ہو آنا  
حضرت! کسی نادان کو دیجئے گا یہ دھوکا!

اس جال میں مکھی کبھی آنے کی نہیں ہے

جو آپ کی سیڑھی پہ چڑھا پھر نہیں اترتا

مکڑے نے کہا۔ واء فریبی مجھے سمجھے  
منظور تمہاری مجھے خاطر تھی و گرنہ  
اڑتی ہوئی آئی ہو خدا جانے کہاں سے  
اس گھر میں کئی تم کو دکھانے کی ہیں چیزیں۔ باہر سے نظر آتا ہے جھوٹی سی یہ کتیا  
لٹکے ہوئے دروازوں پہ باریک ہیں پردے  
مہمانوں کے آرام کو حاضر ہیں بچھونے  
مکھی نے کہا خیر! یہ سب ٹھیک ہے لیکن  
ان نرم بچھونوں سے خدا مجھ کو بچا ئے  
سو جائے کوئی ان پہ تو پھر اٹھ نہیں سکتا!

مکڑے نے کہا دل میں سنی بات جو اس کی  
سو کام خوشامد سے نکلتے ہیں جہاں میں  
یہ سوچ کے مکھی سے کہا اس نے بڑی ہی  
ہوتی ہے اسے آپ کی صورت سے محبت  
آنکھیں ہیں کہ ہیرے کی چمکی ہوئی کیاں  
پہانسون اسے کس طرح یہ کہتے ہیں دانا  
دیکھو جسے دنیا میں خوشامد کا ہے بندہ  
اللہ نے بخشا ہے بڑا آپ کو دنا!  
ہو جس نے کبھی ایک نظر آپ کو دیکھا  
سر آپ کا اللہ نے کلفی سے سجایا

یہ حسن یہ پوشاک یہ خوبی یہ صفائی !  
 بھر اس قیامت ہے یہ اڑتے ہوئے گانا  
 مکھی نے سنی جب یہ خوشامد تو پسینہ  
 بولی کہ نہیں آپ سے مجھ کو کوش کھٹکا  
 انکار کی عادت کو سمجھتی ہوں برا میں  
 سچ یہ ہے کہ دل توڑنا اچھا نہیں ہوتا  
 یہ بات کہی اور اڑی اپنی جگہ سے  
 ہار آئی تو مگر نے اچھل کر اسے پکڑا  
 بھوکا تھا کئی روز سے اب ہانڈ جو آئی  
 آرام سے گھر بیٹھ کے مکھی کو اڑا ہا

### THE SPIDER AND THE FLY

" Will you walk into my parlour? " said a Spider to a Fly;  
 " 'Tis the prettiest little parlour that ever you did spy.  
 The way into my parlour is up a winding stair,  
 And I have many pretty things to show you when you're  
 there".

" Oh no, no! " said the little Fly: " to ask me is in vain,  
 For who goes up your winding stair can ne'er come down  
 again."

" I'm sure you must be weary with soaring up so high;  
 Will you rest upon my little bed? " said the Spider to  
 the Fly.

" There are pretty cutains drawn around, the sheets are  
 fine and thin,  
 And if you like to rest awhile, I'll snugly tuck you in."  
 " Oh no, no! " said the little Fly, for I've often heard  
 it said,  
 They never, never wake again, who sleep upon your bed."

Said the cunning Spider to the Fly, "Dear friend, what shall I do

To prove the warm affection I've always felt for you?  
I have, within my pantry, good store of all that's nice;  
I'm sure you're very welcome - will you please to take a slice?"

"Oh no, no!" said the little Fly: "kind sir, that cannot be, I've heard what's in your pantry, and I do not wish to see."

"Sweet creature!" said the Spider, "you're wily and you're wise!

How handsome are your gauzy wings, how brilliant are your eyes!

I have a little looking-glass upon my parlour shelf;  
If you'd step in one moment, dear, you shall behold yourself!"

"I thank you, gentle Sir," she cried, "for what you're pleased to say,

And bidding you good morning now, I'll call another day."

The Spider turned him round about and went into his den.

He knew the vain and silly Fly would soon come back again;  
So he wove a tiny web in a corner, on the sly,

And he set his table ready - to dine upon the Fly.

Then he went out to his door again, and merrily did sing:

"Come hither, hither, pretty Fly, with the pearl and silver

wing.

Your robes are green and purple - there's a crest upon your head,

Your eyes are like the diamond bright but mine are dull as lead."

Alas, alas! how very soon this silly little Fly,  
Hearing his wily flattering words, came slowly flitting by;  
With buzzing wings she hung aloft, then near and nearer  
drew,

Thinking only of her brilliant eyes, her green and purple  
hue,

And dreaming of her crested head - poor foolish thing! At  
last

Up jumped the cunning Spider and fiercely held her fast.  
He dragged her up his winding stair, into his dismal den,  
Within his little parlour - and she ne'er came down again.

And now, do you take warning, all who this story hear,  
To idle, silly, flattering words I pray you ne'er give ear;  
To all deceitful counsellors close ear, and heart, and eye,  
And take a lesson from this tale of the Spider and the Fly.

Mary Howitt.

The World's Best Poetry, vol. I, p. 110.

The Spider and  
the Fly

"ایک مکڑا اور مکھی" مری ہوٹ (Mary Howitt) کی نظم

سے ماخوذ ہے۔ دونوں نظموں میں واقعات تقریباً یکساں ہیں صرف ان کی ترتیب میں فرق ہے۔ یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ مہری ہووٹ کا انداز زیادہ ڈرامائی ہے اس کے علاوہ واقعات سے جو اخلاقی نتائج مہری ہووٹ نے اخذ کئے ہیں انہیں نظم کے آخر میں چند مصرعوں میں بیان کر دیا ہے۔ اقبال کی نظم میں اخلاقی سبق صرف نظم کے دوران ہی میں بیان کر دیا گیا ہے۔ یہ حیثیت مجموعی اقبال کی نظم اصل کا ایک کامیاب نقش ہے۔

-----

(صفحہ ۱۵)

لاہک پہاڑ اور گلہری

(ماخوذ از ایمرسن)

بچوں کے لئے

کوئی پہاڑ یہ کہتا تھا اگ گلہری سے      مجھے ہو شرم تو پانی میں جا کے ڈوب مرے  
ذرا سی چیز ہے اس پر غور کیا کہنا؟      یہ عقل اور یہ سمجھ یہ شعور! کیا کہنا!  
خدا کی شان ہے تاجیز چیز میں بیٹھیں!      جو بے شعور ہوں یوں باتیز میں بیٹھیں!  
تو بساط ہے کیا مہری شان کے آگے؟      زمین ہے پست مری آن بان کے آگے

جو بات مجھ میں ہے مجھ کو وہ نصیب کہاں

بھلا پہاڑ کہاں جانور غریب کہاں!

کہا یہ سن کے گلہری نے منہ ستھال ڈرا!      یہ گہی باتیں ہیں دل سے انہیں نکال ڈرا!  
جو میں بڑی نہیں تیری طرح تو کیا بڑا!      نہیں ہے تو بھی تو آخر مری طرح چھوٹا  
ہر ایک چیز سے پیدا خدا کی قدرت ہے      کوئی بڑا کوئی چھوٹا یہ اس کی حکمت ہے  
بڑا جہاں میں تیر کو بنادیا اس نے      مجھے درخت پہ چڑھنا سکھا دیا اس نے  
قدم اٹھانے کی طاقت نہیں ذرا مجھ میں      تری بڑائی ہے! غویں ہے اور کیا مجھ میں؟  
جو تو بڑا ہے تو مجھ سا ہنر دکھا مجھ کو      یہ چھالیا ہی ذرا توڑ کر دکھا مجھ کو

نہیں ہے چیز لگی کوئی زما نے میں

کوئی بڑا نہیں قدرت کے کارخانے میں

THE MOUNTAIN AND THE SQUIRREL

The mountain and the squirrel

Had a quarrel,  
 And the former called the latter 'Little prig';  
 Bun replied,  
 'You are doubtless very big,  
 But all sorts of things and weather  
 Must be taken in together  
 To make up a year,  
 And a sphere.  
 And I think it no disgrace  
 To occupy my place.  
 If I'm not so larger as you,  
 You are not so mall as I,  
 And not half so spry:  
 I'll not deny you make  
 A very pretty squirrel track.  
 Talents differ; all is well and wisely put;  
 If I cannot carry forests on my back,  
 Neither can you crack a nut'.

R. W. Emerson.

ایمرسن کی مختصر نظم میں جو حسن اور جامعیت ہے وہ اقبال کی اس نسبتاً طویل نظم میں نہیں ہے۔ ایمرسن اور اقبال دونوں کی یہ بیانیہ نظمیں ہیں لیکن ایمرسن قابل توجہ اس لئے ہے کہ اس نے واقعہ کے فائر کو غیر منفصل (immediate) انداز میں پیش کر دیا ہے اور اقبال بچے کی نظم کی خاصی یہ ہے کہ انہوں نے اخلاقی نتائج تو پہلے نظم کر دیئے اور اصل واقعہ بعد کو بیان کیا ہے۔

(صفحہ ۱۱)

ایک گانے اور ہکری  
 (ماخوذ)  
 بچوں کے لئے

تھی سراپا بہار جس کی زمین  
 ہر طرف صاف ندیاں تھیں روان  
 اور پھل کے سایہ دار درخت  
 طاثران کی صدائیں آتی تھیں  
 چرتے چرتے کہیں سے آنکلی  
 پاسا کہ گائے کو کھڑا پایا  
 پھر سلیقے سے یوں کلام کیا  
 گائے بولی کہ خیر اچھے ہیں  
 ہے مصیبت میں زندگی اپنی  
 اپنی قسمت ہی ہے کیا کہنیے ؟  
 رو رہی ہوں برون کی جان کو میں  
 پیش آیا لکھا نصیبوں کا  
 اس سے ہالا پڑے خدا نہ کرے !  
 ہوں جو دہلی تو بیچ کھاتا ہے  
 کن فریبوں سے رام کرتا ہے !  
 دودھ سے جان ڈالتی ہوں میں  
 میرے اللہ ! توی دھائی ہے  
 بولی ایسا گلہ نہیں اچھا  
 میں کہوں گی مگر خدا لگتی  
 یہ ہوی گھاس اور یہ ساہا  
 یہ کہان میں زبان غریب کہان !  
 لطف سارے اسی کے دم سے ہیں  
 قہد ہم کو بھلی کہ آزادی ؟  
 وان کی گروان سے بچائے خدا !  
 ہم کو زیبا نہیں گلہ اس کا  
 آدمی کل کہی گلہ نہ کرو  
 آدمی کے گلے سے بچتا ہی

اک چراگاہ ہوی بھری تھی کہیں  
 کیا سمان اس بہار کا ہو بہان  
 تھے انارون کے پرے شمار درخت  
 ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آتی تھیں  
 کسی ندی کے پاسا کہ بکری  
 جب ٹھہر کر ادھر ادھر دیکھا  
 پہلے جھٹ کر اسے سلام کیا  
 کیوں بڑبڑی ! مزاج کیسے ہیں ؟  
 کٹ رہی ہے بڑی بھلی اپنی  
 جان پر آتی ہے کیا کہنیے ؟  
 دیکھتی ہوں خدا کی شان کو میں  
 زور چلتا نہیں فریبوں کا  
 آدمی سے کوئی بھلا نہ کرے  
 دودھ کم دون تو بڑبڑاتا ہے۔  
 ہتھکڑوں سے غلام کرتا ہے !  
 اس کے بچوں کو پالتی ہوں میں  
 بدلے بیکی کے یہ برائی ہے  
 سن کے بکری یہ ماجرا سارا  
 بات سچی ہے پر مزا لگتی  
 یہ چراگاہ یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا  
 ایسی خوشیاں ہمیں نصیب کہان !  
 یہ مزے آدمی کے دم سے ہیں  
 اس کے دم سے ہے اپنی آبادی  
 سو طرح کا بتوں میں ہے کھٹکا  
 ہم یہ احسان ہے بڑا اس کا  
 قدر آرام کی اگر سمجھو  
 گائے سن کر یہ بات شرمائی



اور کچھ سوچ کر کہا اس نے

دل میں پرکھا بھلا ہوا اس نے

یوں تو جھوٹی ہے ذات بکری کی

دل کو لگتی ہے بات بکری کی !

### The Cow and the Ass

Beside a green meadow a stream used to flow,  
So clear, you might see the white pebbles below.  
To this cooling brook the warm cattle would stray,  
To stand in the shade, on a hot summer's day.

A cow, quite oppressed by the heat of the sun,  
Came here to refresh, as she often had done;  
And standing quite still, stooping over the stream,  
Was musing perhaps; or perhaps she might dream.

But soon a brown ass of respectable look  
Came trotting up also, to taste of the brook,  
And to nibble a few of the daisies and grass:  
"How d'ye do?" said the cow. - "How d'ye do?" said the ass.

"Take a seat!" said the cow, gently waving her hand.  
"By no means, dear madam," said he, "while you stand!"  
Then stooping to drink with a complaisant bow,  
"Ma'am, your health!" said the ass. "Thank you, sir!"  
said the cow.

When a few of these compliments more had been passed,  
They laid themselves down on the herbage at last;  
And waited politely - as gentlemen must -  
The ass held his tongue, that the cow might speak first.

Then with a deep sigh, she directly began:  
'Don't you think, Mr. Ass, we are injured by man?  
'Tis a subject which lies with a weight on my mind:  
We really are greatly oppressed by mankind.

"Pray what is the reason - I see none at all -  
That I always must go when Suke chooses to call?  
Whatever I'm doing - 'tis certainly hard -  
I'm forced to leave off to be milked in the yard.

I've no will of my own, but must do as they please,  
And give them my milk to make butter and cheese:  
Sometimes I endeavour to knock down the pail,  
Or give Suke a box on the ear with my tail!"

"But, Ma'am", said the ass, not presuming to teach -  
Oh dear! I beg pardon - pray finish your speech;

Excuse my mistake", said the complaisant swain;  
"Go on, and I'll not interrupt you again."

"Why, Sir, I was just then about to observe,  
Those hard-hearted tyrants no longer I'll serve;  
But leave them for ever to do as they please,  
And look somewhere else for their butter and cheese."

Ass waited a moment, as gentlemen can,  
And then, "Not presuming to teach," he began,  
"Permit me to say, since my thoughts you invite,  
I always saw things in a different light."

"That you afford man an important supply,  
No ass in his senses would ever deny;  
But then in return, 'tis but fair to allow  
They are of some service to you, Mistress Cow."

" 'Tis their pleasant meadow in which you repose,  
And they find you a shelter from winterly snows;  
For comforts like these we're indebted to man,  
And for him, in return, should do all that we can."

The cow, upon this, cast her eyes on the grass,  
Not pleased to be schooled in this way by an ass;  
"Yet," said she to herself, "though he's not very bright,  
I really believe that the fellow is right."

Jane Taylor.

اقبال کی نظم "ایک گائے اور بکری" جین ٹیلر ( Jane Taylor ) کی نظم

"گائے اور گدھا" ( The Cow and the Ass ) سے نہ صرف ماخوذ ہے بلکہ

اس کا کامیاب ترجمہ بھی ہے۔ جین ٹیلر کے ہاں نظم کا عنوان نظم کے مرکزی خیال کے مطابق

زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ گدھا انسان کی کائنات میں مظلوم ترین مخلوق ہے اور

اگر وہ اس کے باوجود انسان میں کوئی خیر کا پہلو دیکھ سکتا ہے تو اس سے شاعر کے انسانی خیر

کے عقیدہ کا ثبوت ملتا ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ اقبال نے نہ صرف نظم کے ماحول کو مقامی رنگ

دینے کی کامیاب کوشش کی ہے بلکہ مقامی روایات کا احترام کرتے ہوئے نظم کا عنوان بھی بدل

دیا ہے۔

(صفحہ ۱۹)

بچے کی دعا

(ماخوذ)

بچوں کے لئے

لب پہ آتی ہے دعا میں کے تمنا مہری      زندگی کی شمع کی صورت ہو خدا یا مہری !  
 دور دنیا کا مرے دم سے اندھ ہوا ہو جائے !      ہو جگہ میں چمکنے سے اجالا ہو جائے !

ہو مرے دم سے ہونہیں ہوئے وطن کی زینت  
 جس طرح بھول سے ہوئی ہے جمن کی زینت

زندگی ہو مری پروانے کی صورت ہار بہا !      علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت ہار بہا !  
 ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا      درد مندوں سے ضعفوں سے محبت کرنا

مرے اللہ ! برائی سے بچانا مجھ کو  
 نیک جو راہ ہو اس رہ پہ جلانا مجھ کو

## A Child's Hymn

God make my life a little light,  
 Within the world to glow;  
 A little flame that burneth bright,  
 Wherever I may go.

God make my life a little flower  
 That giveth joy to all,  
 Content to bloom in native bower,  
 Although the place be small.

God make my life a little song  
 That comforteth the sad,  
 That helpeth others to be strong  
 And makes the singer glad.

God make my life a little staff  
 Whereon the weak may rest,  
 That so what health and strength I have  
 May serve my neighbours best.

God make my life a little hymn  
 Of tenderness and praise,  
 Of faith that never waneth dim  
 In all His wondrous ways.

Matilda Betham-Edwards.

اقبال کی نظم "بجے کی دعا" مثیلڈا ہیتم اڈورڈس (Matilda Betham-Edwards)

کی نظم A Child's Hymn سے ماخوذ ہے۔ انگریزی نظم زیادہ مفصل اور متنوع ہے اور اس میں ہکونگاری (imagery) زیادہ دلکش اور بلیغ ہے۔ خاص کر آخری بند میں شاعر نے بڑی نظم کی روح کو سمو دیا ہے۔ اقبال کی نظم نسبتاً مختصر ہے اور یہ احساس ہوتا ہے کہ غالباً اقبال نے انگریزی نظم کے ایک ایک بند کے مفہوم کو ایک شعر میں ادا کرنے کی کوشش کی ہے اور گو نظم کے لہجہ میں ایک طرح کی نئی مصومیت اور بھولا پن (naivety) پایا جاتا ہے مگر پھر بھی انگریزی نظم کے مقابلہ میں اقبال کے اشعار کچھ سہاٹ اور پیرنگ معلوم ہوتے ہیں۔

(صفحہ ۲۱)

مان کا خواب

(ماخوذ)

بچوں کے لئے

بڑھا اور جس سے مرا اضطراب  
اندھیرا ہے اور راء ملتی نہیں  
قدم کا تھا دھشت سے اٹھنا محال  
تو دیکھا قطار ایک لڑکوں کی تھی  
دہنے سب کے ہاتھوں میں چلتے ہوئے  
خدا جانے جانا تھا ان کو کہاں !  
مجھے اس جماعت میں آیا نظر  
دیا اس کے ہاتھوں میں چلتا نہ تھا  
مجھے جھوڑ کر آگئے تم کہاں ؟  
بروزی ہوں عرو روز اشکون کے ہار  
گئے جھوڑ اچھی وفا تم نے کی !  
دیا اس نے منہ پھیر کر یوں جواب

میں سوئی جو اک شب تو دیکھا یہ خواب  
یہ دیکھا کہ میں جا رہی ہوں کہیں  
لڑکتا تھا ڈر سے مرا بال بال  
جو کچھ حوصلہ پا کے آگے بڑھی  
زرد سی پوشاک پہنے ہوئے  
وہ چپ چاپ تھے آگے بچھے روان  
اسی سوچ میں تھی کہ میرا ہسر  
وہ بچھے تھا اور نیز چلتا نہ تھا  
کہا میں نے پہچان کر مری جان !  
جدائی میں رہتی ہوں میں ہمتوار  
نہ ہوا ہماری ذرا تم نے کی  
جو بچے نے دیکھا مرا بچ و تاب

نہیں اس کہن کچھ بھی بھلائی مری      دلائی ہے تجھ کو جدائی مری؟  
 دیا پھر دکھا کر یہ کہنے لگا      یہ کہہ کر وہ کچھ دیر تک چپ رہا  
 نرے آنسوؤں نے بجھایا اسے !      سمجھتی ہے تو ہو گیا کیا اسے ؟

#### THE MOTHER'S DREAM

I'd a dream to-night  
 As I fell asleep,  
 Oh! the touching sight  
 Makes me still to weep;  
 Of my little lad,  
 Gone to leave me sad,  
 Aye, the child I had,  
 But was not to keep.  
 As in heaven hight,  
 I my child did seek,  
 There, in twain, came by  
 Children fair and meek,  
 Each in lily white,  
 With a lamp alight;  
 Each was clear to sight,  
 But they did not speak.  
 Then, a little sad,  
 Came my child in turn,  
 But the lamp he had,  
 Oh! it did not burn;  
 He, to clear my doubt,

Said, half turned about,  
"Your tears put it out;  
Mother, never mourn."

William Barnes.

"مان کا خواب" ولیم بارنس (William Barnes) کی نظم The Mother's Dream سے ماخوذ ہے۔ اقبال کی نظم میں نسبتاً تفصیلات زیادہ ہیں۔ سوز و گداز کا عنصر تو دونوں نظموں میں موجود ہے لیکن چونکہ اقبال کی نظم ہمارے ماحول سے قریب تر ہے اور اس کے لہجہ میں زیادہ اپنائیت ہے اس لئے اس کا تاثر زیادہ گہرا اور غیر منفصل (immediate) ہے۔

(صفحہ ۴۷)

پیام صبح

(ماخوذ از لانگ فیلو)

اجالا جب ہوا رخصت جہین شب کی افشان کا  
جنگیا بلبل رنگین نوا کو آشیانیے میں  
طلسم ظلمت شب سورۃ والتور سے توڑا  
پڑھایا خوابیدگان دیر پر افسوں بیداری  
ہوئی نام حرم پر آگے یوں گویا موڈن سے  
ہکاری اس طرح دیوار گلشن پر کھڑے ہو کر  
دیا یہ حکم صحرا میں چلو اے قافلے والو!  
سوئے گورغریبان جب گئی زندون کی پستی سے  
نسیم زندگی پیغام لائی صبح خندان کا  
کنارے کھیت کے شاہ ہلایا اس نے دھقان کا  
اندھیرے میں اڑایا تاج زر شمع شہستان کا  
برہمن کو دیا پیغام خورشید دوخشان کا  
نہیں کھٹکا ترے دل میں نمود مہر تابان کا؟  
چٹکے او غنچہ گل! تو موڈن ہے گلستان کا  
چمکے کو ہے جنگو بن کے ہو ذرہ بیابان کا  
تو یوں بولی نظارا دیکھ کر شہر خوشان کا

ابھی آرام سے لیٹے رہو میں بھی آؤنگی

ملا دون کی جہان کو خواب سے تم کو جنگاؤنگی

## D A Y B R E A K

A wind came up out of the sea,  
And said, " O mists, make room for me. "

It hailed the ships, and cried, " Sail on,  
Ye mariners, the night is gone. "

And hurried landward far away,  
Crying, " Awake! it is the day. "

It said unto the forest, " Shout!  
Hang all your leafy banners out! "

It touched the wood-bird's folded wing,  
And said, " O bird, awake and sing. "

And o'er the farms, " O chanticlear,  
Your clarion blow; the day is near. "

It whispered to the fields of corn,  
" Bow down, and hail the coming morn. "

It shouted through the belfry-tower,  
" Awake, O bell! proclaim the hour. "

It crossed the churchyard with a sigh,  
And said, " Not yet! in quiet lie. "

H. W. Longfellow.

اقبال کی نظم "صبحِ بیاں" اور لانگ فیلو کی نظم Daybreak کے درمیان

موضوع کی مماثلت بہت واضح اور صریح ہے۔ ان کے درمیان ماہیہ الامتزاز یہ امر ہے کہ لانگ فیلو  
یہ طلوعِ آفتاب کا ذکر مکالمہ کے انداز میں کیا ہے اور اقبال نے ان مناظر کی مصوری جو پیامِ صبح  
سے متعلق ہیں بالواسطہ انداز میں کی ہے اور خوبصورت تشبیہوں اور استعاروں کی مدد سے اپنی  
نظم کو موسم اور مزمین بنانے کی کوشش کی ہے۔

(صفحہ ۴۸)

عشق اور موت

(ماخوذ از ٹینسین)

تہسم نشانِ زندگی کی کلی تھی  
عطا چاند کو چاندنی ہو رہی تھی

سہانی نبود جہان کی گھڑی تھی  
کہیں مہر کو تاج زر مل رہا تھا

سبہ پورہن شام کو دے رہے تھے  
کہن شاخ ہستی کو لگتے تھے پتے  
فرشتے سکھاتے تھے شبنم کو رونا  
مظاہر ہوتا تھا شاعر کے دل کو  
اٹھی آؤں آؤں گھٹا کالی کالی  
کونی حور جوئی کو کھولے کھڑی تھی  
ستاروں کو تسلیم تابندگی تھی  
کہن زندگی کی کلی پھوٹی تھی  
ہنسی گل کو پہلے پہل آرہی تھی  
خودی تشنہ کام مے بیخودی تھی  
کوئی حور جوئی کو کھولے کھڑی تھی

زمین کو تھا دعوے کہ میں آسمان ہوں

مکان کہہ رہا تھا کہ میں لامکان ہوں

فخر اس قدر یہ نظارہ تھا پیارا  
ملکہ آزمائے تھے پرواز اپنی  
فرشتہ تھا اکہ عشق تھا نام جس کا  
فرشتہ کہ پتلا تھا بیٹا بیوں کا  
ہے سیر فردوس کو جارہا تھا  
یہ پوچھا "تو نام کیا؟ کام کیا ہے؟  
ہوا سن کے گویا قضا کا فرشتہ  
اڑاتی ہوں میں رخت ہستی کے پرزے  
مری آنکھ میں جادوئے ہستی ہے  
مگر ایک ہستی ہے دنیا میں ایسی  
شرر بن کے رہتی ہے انسان کے دل میں  
ٹپکتی ہے آنکھوں سے بن بن کے آنسو  
سنی عشق نے گفتگو جب قضا کی  
کی اس تبسم کی بجلی اجل پر  
کہ نظارگی ہو سراپا نظارہ  
جبینوں سے نور ازل آشکارا  
کہ تھی رہبری اس کی سب کا سپہارا  
ملکہ کا ملکہ اور پارے کا پارا  
قضا سے ملا راہ میں وہ قضا را  
نہیں آنکھ کو دید تیری گوارا  
اجل ہوں مرا کام ہے آشکارا  
بجھاتی ہوں میں زندگی کا شرارا  
ہمام فنا ہے اسی کا اشارا  
وہ آتش ہے میں سامنے اس کے پارا  
وہ ہے نور مطلق کی آنکھوں کا تارا  
وہ آنسو کہ ہو جن کی تلخی گوارا  
ہنسی اس کے لب پر ہوئی آشکارا  
اندھیرے کا ہو نور میں کیا گوارا؟



بقا کو جو دیکھا فنا ہوگئی وہ

قضا نعمی شکار قضا ہوگئی وہ

### LOVE AND DEATH

What time the mighty moon was gathering light  
Love paced the thymy plots of Paradise,  
And all about him roll'd his lustrous eyes;  
When turning round a cassia, full in view,  
Death walking all alone beneath a yew,  
And talking to himself, first met his sight.  
'You must be begone', said Death, 'these walks are mine',  
Love wept and spread his sheeny vans for flight;  
Yet ere he parted said, 'This hour is thine;  
Thou art the shadow of life, and as the tree  
Stands in the sun and shadows all beneath,  
So in the light of great eternity  
Life eminent creates the shade of death.  
The shadow passeth when the tree shall fall,  
But I shall reign for ever over all.'

A. L. Tennyson.

اقبال کی نظم "عشق اور موت" میں ٹینیسن کی نظم کے مقابلہ میں پس منظر تفصیل کے ساتھ  
دیا گیا ہے مزید یہ کہ ٹینیسن کی نظم میں عشق موت کے مقابلہ میں اپنی فضیلت کا خود اعلان  
کرتا ہے اور اقبال کے یہاں موت عشق کی فضیلت کو تسلیم کرتی ہے۔ مرکزی خیال کی مماثلت کے  
باوجود فنی اور فکری اعتبار سے اقبال کی نظم ٹینیسن کی نظم کے مقابلہ میں زیادہ وزن دار اور  
دلکش معلوم ہوتی ہے۔

(صفحہ ۵۶)

رخصت اے ہزم جہان!

(ماخوذ از ایمرسن)

رخصت اے ہزم جہان! موٹے وطن جاتا ہوں میں

آہ! اس آباد ویرانی میں گمراہا ہوں میں

بسکہ میں افسردہ دل ہوں درخو محفل نہیں

تو مرے قابل نہیں ہے میں تیرے قابل نہیں

قید ہے دربار سلطان و شہستان وزیر  
 توڑ کر نکلے گا زنجیر طلائی کا اسیر  
 گو بڑی لذت تری ہنگامہ آرائی میں ہے  
 اجنبیت سے مگر تیری شناسائی میں ہے  
 مدتوں تیرے خود آراؤں سے ہم صحبت رہا  
 مدتوں میرے تاب موج بحر کی صورت رہا  
 مدتوں بیٹھا تیرے ہنگامہ عشرت میں میں  
 روشنی کی جستجو کرتا رہا ظلمت میں میں  
 مدتوں ڈھونڈا کیا نظارہ گل خار میں  
 آہ ! وہ یوسف نہ ہاتھ آیا تیرے بازار میں  
 چشم حیران ڈھونڈتی اب اور نظارے کو ہے  
 آرزو ساحل کی مجھ طوفان کے مارے کو ہے  
 بھڑوڑ کر مانند ہو تیرا چمن جاتا ہوں میں  
 رخصت اے بزم جہان سوئے وطن جاتا ہوں میں  
 گھر بنایا ہے سکوت دامن کہسار میں  
 آہ ! یہ لذت کہاں موسیقی گفتار میں !  
 ہمنشین تو گس شہلا رفیق گل ہوں میں  
 ہے چمن میرا وطن ہمسایہ بلبل ہوں میں  
 شام کو آواز چشموں کی سلاتی ہے مجھے  
 صبح فرخندہ سبز سے کوئل جگاتی ہے مجھے  
 بزم ہستی میں ہے سب کو محفل آرائی پسند  
 ہے دل شاعر کو لیکن کج تنہائی پسند  
 ہے جنون مجھ کو کہ گھمراہا ہوں آبادی میں میں  
 ڈھونڈتا پھرتا ہوں کس کو کوہ کی وادی میں میں ؟

شوق کس کا سبز زارون میں پھراتا ہے مجھے؟  
 اور چشموں کے کناروں پر سلاتا ہے مجھے  
 طعنہ زن ہے تو کہ شہدا کج عزت کا ہوں میں  
 دیکھ اے غافل! بیاق ہزم قدرت کا ہوں میں  
 ہیومن شمشاد کا قمری کا میں ہواز ہوں !  
 اس چمن کی خامشی میں گوشہ آواز ہوں !  
 کچھ جو سنتا ہوں تو اوروں کو سنائیے کے لئے  
 دیکھتا ہوں کچھ تو اوروں کو دکھائیے کے لئے  
 عاشق عزت ہے دل نازان ہوں اپنے گھر پہ میں  
 خندہ زن ہوں مسند دارا و اسکندر پہ میں  
 لیٹا زیر شجر رکھتا ہے جادو کا اثر  
 شام کے تارے پہ جب پڑتی ہو رہ رہ کر نظر  
 علم کے حیرت کئے میں ہے کہاں اس کی نبود !  
 گل کی پتی میں نظر آتا ہے راز حسرت و بود !

# G O O D - B Y E

Good-Bye, proud world! I'm going home;  
 Thou art not my friend, and I'm not thine.  
 Long through the weary crowds I roam;  
 A river-ark on the ocean brine,  
 Long I've been tossed like the driven foam;  
 But now, proud world! I'm going home.

Good-bye to Flattery's fawning face;  
 To Grandeur with his wise grimace;  
 To upstart Wealth's averted eye;  
 To supple Office, low and high;  
 To crowded halls, to court and street;  
 To frozen hearts and hasting feet;  
 To those who go, and those who come;  
 Good-bye, proud world! I'm going home.

I am going to my own hearth-stone,  
 Bosomed in yon green hills alone, -  
 A secret nook in a pleasant land,  
 Whose groves the frolic fairies planned;  
 Where arches green, the livelong day,  
 Echo the blackbird's roundelay.

And vulgar feet have never trod,  
A spot that is sacred to thought and God.

O, when I am safe in my sylvan home,  
I tread on the pride of Greece and Rome;  
And when I am stretched beneath the pines,  
Where the evening star so holy shines,  
I laugh at the lore and the pride of man,  
At sophist schools, and the learned clan;  
For what are they all, in their high conceit,  
When man in the bush with God may meet?

R. W. Emerson.

اقبال کی نظم "رخصت اے بزم جہان" اور ایمرسون کی نظم Good-Bye کے

درمیان کئی چیزیں مشترک ہیں۔ اول تو یہ کہ دونوں کے یہاں پہلے حصہ کو پڑھ کر یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید وطن سے مواد عالم جاودان ہے لیکن نظم کے دوسرے حصے کو پڑھ کر جو اقبال اور ایمرسون دونوں کے ہاں نقطہ گریز ہے اس خیال کو تقویت پہنچتی ہے کہ شاعر شہری زندگی کے ہنگاموں سے تنگ آکر کتب عزلت کا ملاحی ہے جہاں فطرت کا بے داغ اور سکون بخش حسن اس کے اضطراب اور انتشار کو تسکین پہنچا سکے۔ اقبال اور ایمرسون دونوں کے یہاں نظم کے آخری اشعار اس تصویر کو صحیح ثابت کرتے ہیں اور اس اعتبار سے انہیں بڑی نظم کی ایک حد تک کلید کہا جا سکتا ہے۔ اقبال کی نظم میں زیادہ تفصیل اور پھیلاؤ ہے اور نظم میں جو وضاحت اور ارتقا ہونا چاہئیے وہ بھی ایمرسون کی نسبت اقبال کے ہاں زیادہ ہے۔

(صفحہ ۸۹)

داغ

مہدی مجروح ہے شہر خموشان کا مکین  
چشم محفل میں ہے اب تک کیف صہبائے آہو  
شم روشن بجھ گئی بزم سخن ماتم میں ہے!

عظمت غالب ہے اک مدت سے پیوند زمین  
توڑ ڈالی موت نے غریب میں مینائے آہو  
آج لیکن ہمنوا! سارا جمن ماتم میں ہے!

ہلہل دلی نے باندھا اس چمن میں آشیان      ہمنوا ہمیں سب مفاد لہ باغ ہستی کے جہان

چل بسا داغ آہ ! میتہ اسکی زیب دوش ہے !

آخری شاعر جہان آباد کا خاموش ہے !

اب کہان وہ ہانکھن ا وہ شوخی طرز بیان !      آگ تھی کافور پوری میں جوانی کی نہان

تھی زبان داغ پر جو آرزو ہو دل میں ہے      لہلی معنی وہاں ہے پردہ ہان محمل میں ہے

اب صبا سے کون پوچھے گا سکوت گل کا راز ؟      کون سمجھے گا چمن میں نالہ ہلہل کا راز ؟

تھی حقیقت سے نہ غفلت فکر کی پرواز میں

آنکھ طائر کی نشیمن پر رہی پرواز میں

اور دکھلائیں گے مضمون کی ہمیں بارہکیان      اپنے فکر نکھ آرا کی فلک پیمائیان

تلخی دوران کے نقشے کھینچ کر روائیں گے      یا تخیل کی نئی دنیا ہمیں دکھلائیں گے

اس چمن میں ہونگے پیدا ہلہل شیراز بھی      سینکڑوں ساحر بھی ہونگے صاحب اعجاز بھی

افہمیں گے آندہ ہزاروں شعر کے بتخانے سے      میرے پلائیں گے نثرے ساقی نثرے پیمانے سے

لکھی جائیں گی کتاب دل کی تفسیریں بہت      ہوں گی اے خواب جوانی ا تیری تصویریں بہت

ہو بہو کھینچے گا لیکن عشق کی تصویر کون ؟

اندک کیا ناوک ننگن مارے گا دل پر تو کون ؟

#### MEMORIAL VERSES

Goethe in Weimer sleeps, and Greece,  
Long since, saw Byron's struggle cease.  
But one such death remain'd to come.  
The last poetic verse is dumb.  
What shall be said o'er Wordsworth's tomb?  
And Wordsworth! - Ah, pale ghosts! rejoice!

For ever has such soothing voice  
 Been to your shadowy world convey'd  
 Since erst, at morn, some wandering shade  
 Heard the clear song of Orpheus come  
 Through Hades, and the mournful gloom.  
 Wordsworth is gone from us - and ye,  
 Ah, may ye feel his voice as we.  
 He too upon the wintry clime  
 Had fallen - on this iron time  
 Of doubts, disputes, distractions, fears.  
 He found us when the age had bound  
 Our souls in its benumbing round:  
 He spoke, and loosed our heart in tears.  
 He laid us as we lay at birth  
 On the cool flowery lap of earth,  
 Smiles broke from us and we had ease;  
 The hills were round us, and the breeze  
 Went o'er the sun-lit fields again;  
 Our foreheads felt the wind and rain.  
 Our youth return'd; for there was shed,  
 On spirits that had long been dead,  
 Spirits dried up and closely furl'd,  
 The freshness of the early world.

Matthew Arnold

داغ کا رونہ پڑھنے کے بعد یہ احساس ہوتا ہے کہ غالباً یہ رونہ لکھنے وقت اقبال  
 کے تحت الشعراء میں ان نعیموں کی گونج باقی تھی جو روڈ سورتھ (Wordsworth) کی  
 وفات سے متاثر ہو کر آریلڈ (Arnold) کے مضرب دل سے نکلے تھے۔ اس میں شک نہیں

کہ چونکہ داغ اور روڈ سورج کی شخصیتیں فکر و فہم اور ذہنی اور جذباتی توانائی اور وسعت کے اعتبار سے اور شعری مذاق اور پیام کے لحاظ سے کجراصل دور ہیں اس لئے دونوں مریضے ہمارے اندر یکساں رد عمل کو بیدار نہیں کر سکتے تاہم ان دونوں مریضوں میں مماثلت کے اور پہلو بھی نکل سکتے ہیں اول تو یہ کہ دونوں مریضوں کی فنی ترتیب و تشکیل میں خاصی مشابہت پائی جاتی ہے اور دوسرے یہ کہ داغ کی شخصیت کے محدود ہونے کے باوجود اقبال ان سے جس طرح اور جس حد تک متاثر ہوئے ان تاثرات کو انہوں نے اتنی ہی والہانہ عقیدت فنی پختگی اور جذباتی شدت کے ساتھ بیان کیا ہے جو آرنلڈ کے مریضے میں اس درجہ نمایاں ہے۔

(صفحہ ۲۵۴)

والدہ مرحومہ کی یاد میں

یہ تری تصویر قاصد گوہرِ بہیم کی ہے  
آہ! یہ تودید مہوی حکمت محکم کی ہے!  
گوہرِ سرشار سے بنیاد جان پائندہ ہے  
درد کے عرفان سے عقل سنگدل شرمندہ ہے  
موجِ دردِ آہ سے آئینہ ہے روشن مرا  
کنجِ آبِ آلود سے سمور ہے دامن مرا  
حیوتی ہون میں تری تصویر کے اعجاز کا  
رخ بدل ڈالا ہے جس نے وقت کی پرواز کا  
رفتہ و حاضر کو گویا پایا اس نے کیا  
عہدِ طفلی سے مجھے پھر آشنا اس نے کیا  
جب نرے دامن میں ہلتی تھی وہ جان ناتوان  
بات سے اچھی طرح محرم نہ تھی جس کی زبان  
اور اب چوچے ہیں جس کی شوخی گفتار کے  
یہ بہا ہوتی ہیں جس کی چشم گوہرِ بار کے  
علم کی سنجیدگی گفتاری بڑھا ہے کا سمور  
دنہوی اعزاز کی شوکت جوانی کا غرور

زندگی کی اوج گاہوں سے اتر آتے ہیں ہم  
 صحبت مادر میں طفل سادہ وہ جاتے ہیں ہم  
 پرے تکلف خندہ زن ہیں فکر سے آزاد ہیں  
 پھر اس کھوٹے ہوئے فردوس میں آباد ہیں  
 کس کو اب ہوگا وطن میں آہ ! ہوا انتظار  
 کون ہوا خط نہ آئے سے رہے گا بے قرار  
 خاکہ موند پر تری لہکر یہ فریاد آؤں گا  
 اب دعائے نیم شب میں کس کو میں یاد آؤں گا  
 توہیت سے تیری میں انجم کا ہم قسمت ہوا  
 گھر میں اجداد کا سرمایہ عزت ہوا  
 دفتر ہستی میں تھی زرین ورق تیری حیات  
 تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات  
 عمر بھر تیری محبت تیری خدمت کر رہی  
 میں تری خدمت کے قابل جب ہو تو چل بسی  
 وہ جوان قامت میں ہے جو صورت سرو بلند  
 تیری خدمت سے ہوا جو مجھ سے بڑھ کر بہرہ مند  
 کاروبار زندگی میں وہ ہم پہلو ہوا  
 وہ محبت میں تری تصویر وہ بازو ہوا  
 تجھ کو مثل طفلک بیدست و پا روتا ہے وہ  
 صبر سے نا آشنا صبح و ساروتا ہے وہ  
 تخم جس کا تو پھاری کشت جان میں ہوگی  
 شرکہ غم سے وہ الفت اور محکم ہوگی  
 کہنے میں اہل جہان درد اجل ہے لا دوا  
 زخم فرقت وقت کے مرہم سے پاتا ہے شفا  
 دل مگر غم مرنے والے کا جہان آباد ہے  
 حلقہ زنجیر صبح و شام سے آزاد ہے  
 وقت کے افسوں سے تھمنا نالہ ماتم نہیں



وقت زخم تیغِ فرقت کا کوئی مرہم نہیں  
 سر پہ آجاتی ہے جب کوئی مصیبت ناگہان  
 اشکِ پیہم دیدہٴ انسان سے ہونے ہیں روان  
 ربط ہو جاتا ہے دل کو نالہ و فریاد سے  
 خونِ دل بہتا ہے آنکھوں کی سرشکِ آباد سے  
 آدمی تابِ شکبائی سے گو محروم ہے  
 اس کی فطرت میں یہ اکہ احساسِ نا معلوم ہے  
 جوہرِ انسان عدم سے آشنا ہوتا نہیں  
 آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں  
 رختِ هستی خاکِ غم کی شعلہ افشائی سے ہے  
 سرد یہ آگہ اس لطیف احساسِ کرے پانی سے ہے !  
 آہ ! یہ ضبطِ فغانِ غفلت کی خاموشی نہیں !  
 آگہی ہے یہ دلا ساقیِ فراہوشی نہیں !  
 دامِ سیمینِ تخیل ہے موا آفاق گیر  
 کر لیا ہے جس سے تہویِ یاد کو مین نے اسیر !  
 یاد سے تہویِ دل درودِ آشنا مصور ہے  
 جیسے کہے مین دعاؤں سے فضا مصور ہے !  
 وہ فرائض کا تسلسلِ نام ہے جس کا حیات  
 جلوہ گاہیں اس کی ہیں لاکھوں جہان پر نہایت  
 مختلف ہر منزلِ هستی کی رسم و راء ہے  
 آخرت بھی زندگی کی ایک جولانگاہ ہے !  
 ہے وہاں پر حاصلِ کشفِ اجل کے واسطے  
 سازگار آپ و ہوا تخمِ عمل کے واسطے  
 نورِ فطرتِ ظلمت پیکر کا زندانی نہیں  
 تنگ ایسا حلقہٴ افکارِ انسانی نہیں

زندگانی بھی تری مہتاب سے تابندہ تر  
 خوبتر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر  
 مثل ایوانِ سحر مرقہٴ فروزان ہو تو !  
 نور سے معمور یہ خاکی شہستان ہو تو !  
 آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے !  
 سیزہٴ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے !

#### ON THE RECEIPT OF MY MOTHER'S PICTURE

Oh that those lips had language! Life has pass'd  
 With me but roughly since I heard thee last.  
 Those lips are thine - thine own sweet smiles I see,  
 The same that oft in childhood solaced me;  
 Voice only fails, else, how distinct they say,  
 "Grieve not, my child, chase all thy fears away!"  
 The meek intelligence of those dear eyes  
 (Blest be the art that can immortalize,  
 The art that baffles time's tyrannic claim  
 To quench it) here shines on me still the same.

My mother! when I learn'd that thou wast dead,  
 Say, wast thou conscious of the tears I shed?  
 Hover'd thy spirit o'er thy sorrowing son,  
 Wretch even then, life's journey just begun?  
 Perhaps thou gav'st me, though unseen, a kiss;  
 Perhaps a tear, if souls can weep in bliss -  
 Ah that maternal smile! it answers - yes.

Short-liv'd possession! but the record fair  
 That mem'ry keeps of all thy kindness there,  
 Still outlives many a storm that has effac'd  
 A thousand other themes less deeply trac'd.  
 The mighty visits to my chamber made,  
 That thou might'st know me safe and warmly laid;  
 Thy morning bounties ere I left my home,  
 The biscuit, or confectionary plum;  
 The fragrant waters on my cheeks bestow'd  
 By thy own hand, till fresh they shone and glow'd;  
 All this, and more endearing still than all,  
 Thy constant flow of love, that knew no fall,  
 Ne'er roughen'd by those cataracts and brakes  
 That humour interpos'd too often makes;  
 All this still legible in mem'ry's page,  
 And still to be so, to my latest age,

Adds joy to duty, makes me glad to pay  
Such honours to thee as my numbers may;  
Perhaps a frail memorial, but sincere,  
Not scorn'd in heav'n, though little notic'd here.

Could time, his flight revers'd, restore the hours,  
When, playing with thy vesture's tissued flow'rs  
The violet, the pink, and jessamine,  
I prick'd them into paper with a pin,  
(And thou wast happier than myself the while,  
Would'st softly speak, and stroke my head and smile)  
Could those few pleasant hours again appear,  
Might one wish bring them, would I wish them here?  
I would not trust my heart - the dear delight  
Seems so to be desir'd, perhaps I might. -  
But no - what here we call our life is such,  
So little to be lov'd, and thou so much,  
That I should ill requite thee to constrain  
Thy unbound spirit into bonds again.

My boast is not that I deduce my birth  
From loins enthron'd, and rulers of the earth;  
But higher far my proud pretensions rise -  
The son of parents pass'd into the skies.  
And now, farewell - time, unrevok'd, has run  
His wonted course, yet what I wish'd is done.  
By contemplation's help, not sought in vain,  
I seem t' have liv'd my childhood o'er again;  
To have renew'd the joys that once were mine,  
Without the sin of violating thine;  
And, while the wings of fancy still are free,  
And I can view this mimic shew of thee,  
Time has but half succeeded in his theft -  
Thyself remov'd, thy power to sooth me left.

William Cowper.

اقبال کی نظم "والدہ مرحومہ کی یاد میں" کوہر کی نظم On the Receipt of My

Mother's Picture (والدہ کی تصویر موصول ہونے پر) کی طرف ذہن کو منتقل کرتی ہے۔

یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اقبال کی نظم کوہر کی نظم سے ماخوذ ہے کیونکہ دونوں نظموں

میں اشعار اور بندوں کی ترتیب مختلف ہے۔ اقبال کی نظم جہر اور تقدیر کے فلسفہ سے شروع

ہوتی ہے۔ دونوں کے بعد خیال فلسفیانہ تصبیحات کی بجائے ذاتی کوائف کی نقشہ کشی کی

سمت مڑتا ہے جو اگلے تین بندوں پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد خیال پھر ایک نیا موڑ -  
-tion

لیتا ہے اور نظم کا بڑا حصہ فلسفیانہ توجیہ پر صرف ہوتا ہے۔ اخیر تک پہنچتے پہنچتے خیال پھر ایک نئی شاہراہ پر گامزن ہوتا ہے اور نظم کے خاتمہ پر پھر ذاتی رنگ ابھر آتا ہے۔ اس تجزیہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اقبال کی نظم میں شخصی اور لا شخصی عناصر آمیز کئے گئے ہیں اور ان میں ایک نوع کی ترتیب کا احساس ہوتا ہے۔ دونوں نظموں کے درمیان نقطہ امتیاز مشرقی اور مغربی شاعرانہ مزاج کا ہے۔ کوہر کے ہاں خارجیت اور جزئیات نگاری فلسفیانہ نتائج کے مقابلہ میں زیادہ اہم اور دلکش ہے۔ اقبال کے یہاں داخلیت کا آب و رنگ اور ایک وسیع تر پس منظر کی طرف اشارہ زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ دونوں نظموں میں وجہ مماثلت یہ ہے کہ دونوں شاعروں نے اپنی ماں کی موت سے پیدا شدہ تاثرات اور زندگی کے مظاہر معمولی واقعات اور یادوں کو انتہائی خلوص اور سوز و گداز کے ساتھ پیش کیا ہے اور دونوں کے یہاں چند تفصیلات بھی مشترک ہیں۔ جن سے اس قیاس کو تقویت پہنچتی ہے کہ "والدہ مرحومہ کی یاد میں" کی تخلیق کے وقت ممکن ہے اقبال کے ذہن میں کوہر کی یہ نظم ہو۔

جاوید نامہ (طبع دوم ۱۹۳۷ء)

"اشترے باید اگر افغان حر ہماق و ساز و بانہار در  
ہمت دوش از انہار در می شود خوشنود بازندہ شعر" (صفحہ ۲۰۷)

پنہتا نہ پہ عقل پوہہ چہ نا کردی کوئمہ ہی دقصا بانود جوس دی  
(افغان کتنے جاہل ہے وقوف اور نکمے ہیں یہ ہوچو خانے کے ذلیل کئے ہیں)۔  
بادشاہی مے د مغل پہ زور بائلہ د مغل و منصوبو پہ ہوس دی  
(مغل کے سیم و زر کے لئے بادشاہی ہار بیٹھے مغل کے منصوبوں کی ہوسراں کی دامنگیر ہے۔)  
اوہنن لہ مادہ سرہ کورتہ ورغلے پہ اولجہ د اوہنن د غلام د جوس دی  
(اموال و اسباب سے لدا ہوا اونٹان کے گھر آیا مگر یہ اس کے گلے کی گھنٹی کو مال غنیمت سمجھ کر  
اس کے لئے آپر میں لڑتے لڑتے رہا۔)

اقبال کے یہ اشعار خوشحال خان خٹک کی ایک غزل کے آخری شعر سے ماخوذ ہیں اور ان دو  
شعروں میں اقبال نے خوشحال خان خٹک کی طرح اور غالباً اسی سے تاثر کو قہوں کر کے افغانیوں کے  
قوی کردار پر روشنی ڈالی ہے۔

ہال جہرید

طبع دوم مئی ۱۹۲۱ء)

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر  
مرد نادان پر کلام نرم و نازک سے اثر !

To try to lead wicked men into viru<sup>o</sup>ous ways by the mere use of soft words is as futile as tethering an elephant with the fibre of a young lotus, as futile as the attempt to cut a diamond with a piece of wood, as futile as trying to sweeten the salt sea with a drop of honey. (1)

ہال جہرید کا شعر پھول کی پتی الخ بھرتی ہری کے مندرجہ بالا اشلوک سے ماخوذ ہے۔  
اقتبال نے اس پورے اشلوک میں سے آخری ٹکڑے کے مفہوم کو اپنے منفرد انداز میں نظم کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اقتبال نے اس شعر کو اپنی کتاب کے شروع میں نقل کر کے قارئین ناظرین کے سامنے پیش کیا ہے اور اس طرح بھرتی ہری کے الفاظ کو ایک ادبی اور عالمگیر اشاریت کا جامہ پہنا دیا ہے۔

قہد خانہ میں معتد کی فریاد (صفحہ ۱۳۷)

اکہ فغان ہے شرور سینے میں باقی رہ گئی سوز بھی رخصت ہوا جاتی رہی تاثیر بھی !  
مرد حور زندان میں ہے بے نیزہ و شمشیر آج میں پشیمان ہوں پشیمان ہے مری تدبیر بھی !  
خود بخود زنجیر کی جانب کھنچا جاتا ہے دل۔ تھی اسی فولاد سے شاید مری شمشیر بھی !  
جو مری تیغ دودم تھی اب مری زنجیر ہے شوخ و بے پروا ہے کتنا خالق تقدیر بھی !  
مقری لکھتا ہے کہ معتد نے بیڑیوں کی تکلیف سے تنگ آکر مندرجہ ذیل شعر کہے۔

تبدلت من عز ظل الہنود بذل الحديد و ثقل القيود

(میں نے جھنڈوں کے سایہ کی عزت سے لوہے کی ذلت اور بیڑیوں کا بوجھ بدل لیا ہے۔)

وکان حديدى سنانا ذليقا وعصا دقيقا صقيل الحديد

(میرا لوہا تیز نیزے اور باریک چمکدار تلوار پر مشتمل تھا۔)

(1) J. M. Kennedy, The Satakas on Wise Sayings of Bhartrihari, p. 56, verse no. 6.

(۱)

قد صار ذاکہ وذا ادھما بعض بملقی عزالاسود

(اپ وہ زنجیر سے بیدل ہو گئے جو مہوی پنڈلیوں کو شیو کی طرح کاٹتی رہتی ہے۔)

-----

اقبال کی نظم "قید خانہ" میں معتمد کی فریاد "معتمد کے اشعار کی ایک نہایت فنکارانہ بازگشت ہے۔ گو اقبال نے واقعات بحسنہ دہی دھرائے ہیں جن پر معتمد کے اشعار کی بنیاد ہے لیکن اقبال نے ان واقعات کو سادہ اور سہاٹ انداز سے بیان کرنے کی بجائے ان کے تاثر کو شعروہ اشاریت میں دجا کر پیش کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ معتمد کے اشعار دل پر بڑا اثر کرتے ہیں لیکن اقبال کے بیان تاثر آفرینی اور حسن نگاری دونوں نمایاں اور دلکش ہیں۔ اسی کے ساتھ اقبال کے بیان آخری شعر میں غیر معتمد ل شوخی بھی نظر آتی ہے جو معتمد کے اشعار میں نہیں ہے۔

(صفحہ ۱۳۸)

عبدالرحمن ازل کا بویا ہوا کھجور کا پہلا درخت

سر زمین اندلس میں

مہوی آنکھوں کا نور ہے تو	مہوی دل کا سرور ہے تو
اپنی وادی سے دور ہوں میں	مہوی لٹے نخل طور ہے تو !
مغرب کی ہوا نے تجھ کو ہالا	صحرائے عرب کی حور ہے تو !
پردیس میں ناصبور ہوں میں	پردیس میں ناصبور ہے تو

غربت کی ہوا میں بارود اور

ساقی نیوا نم سحر ہوا

عالم کا عجیب ہے نظارہ	دامان نگہ ہے پارہ پارہ
ہمت کو شناری مہارہ	پیدا نہیں بحر کا کنارہ !
ہے سوز دروں سے زندگانی	اٹھتا نہیں خاک سے شرارہ
صبح غربت میں اور چمکا	ٹوٹا ہوا شام کا ستارہ

مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے !

مومن کا مقام تو کہیں ہے !

تهدت لنا وسط الرصافة نخلة      تنأى بارض الغرب عن بلد النخل  
(مجھے رصافہ میں ایک کھجور کا درخت جو کہ سرزمین مغرب میں کھجوروں کے شہر یعنی عرب سے دور تھا دکھائی دیا۔)

فلقت شبیهی فی التغرب والنوی      وطول القنای عن بنی و عن اہلی  
(تو میں نے کہا کہ جس طرح میں غریب الوطن اپنے خاندان اور اہل و عیال سے دور ہوں اسی طرح تو بھی ہے۔)

نشأت بارض انت منہا غریبہ      فمئلک فی الاقصا والمنای مثلی  
(تو ایک اجنبی ملک میں آگاہی اور جدائی اور دوری میں مجھ ہی جیسا ہے۔)  
(۱) سقنک غواد فی المزن فی المنای الذی      یسبح و یستمری السماکین بالویل  
(تجھ کو صبح کی بدلیاں اس دور دراز مقام میں سیراب کر دیں وہیں جہاں سماکین سے موسلا دھار پانی آتا ہے۔)

اقبال کی نظم "عبدالرحمن اول کا ہوا کھجور کا پہلا درخت" عبدالرحمن اول کے اشعار کا نہایت آزاد ترجمہ ہے۔ اس نظم کے پہلے بند میں تو اقبال نے صرف کھجور کے درخت کے ہوئے جانے کا واقعہ بیان کیا ہے گو یہ بیان بھی شاعرانہ اعتبار سے بہت دلکش اور اثر آفرین ہے اور عبدالرحمن اول کی نسبت اس کا تاثر زیادہ گہرا ہے لیکن نظم کا دوسرا بند عبدالرحمن اول کے اشعار پر یقیناً ایک گراں قدر اضافہ ہے اور اس کی اہمیت اس میں ہے کہ اس کے پڑھنے سے ہمیں اقبال کے ذہن اور مرکزی خیالات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اقبال ایک معمولی واقعہ میں بھی حکمت اور بصیرت کے رموز تلاش کر لیتے ہیں۔

(صفحہ ۱۵۸)

گدائی

میکے میں ایک دن اکوند زبکہ نے کہا      ہے ہمارے شہر کا والی گدائے پیہ حیا!  
تاج پہنایا ہے کرکی پیہ کلاہی نے اسے؟      کرکی عریانی نے بخشی ہے اسے زمین قبا؟  
اس کے آب لالہ گون کی خون دھقان سے کشید۔      تیرے میرے کھیت کی مٹی ہے اس کی کیمیا!



اس کے نعمت خانے کی ہر چیز ہے مانگی ہوئی      دہنے والا کون ہے؟ مرد غریب و بے نوا  
مانگنے والا گدا ہے! صدقہ مانگے یا خراج      کوئی مانے یا نہ مانے ہوو سلطان سب گدا

آن شنیدستی کہ روزی زہر کی با ابلہی      گفت کین والئی شہر ماگدای بیحیاست  
گفت چون باشد گدا آن کر کلاہش تکمہ      صد چومار را روز ہاہل سالہا ہرگ و نواست  
گفت ای نادان غلط اینکہ ازینجا کردہ      آن ہمہ ہرگ و نوا دانی کہ آنجا از کجاست  
در و دروارید طوقش اشک اطفال من است      لعل و ہاقوت ستامش خون ایتاشماست  
آنکہ تا آب سپوہوسنہ از ما خواست      گر بجوئی تا ہمفرز استخوانش نان ماست  
خواستن گد بہ است خواہش عشر خوان خواہی خراج - زانکہ گردہ نام باشد یک حقیقت را رواست  
چون گدائی چیز دیگر نیست جز خواہندگی  
ہرکہ خواہد چون سلیمان است و گرفتاروں رواست (۱)

اقبال کی نظم "گدائی" انوری کے اس مضمون کے مندرجہ بالا قطعہ سے ماخوذ ہے۔ دونوں نظموں میں مماثلت اس حد تک پائی جاتی ہے کہ پہلا اور آخری شعر نہ صرف مفہوم بلکہ الفاظ کی تکرار کے اعتبار سے بھی ایک دوسرے سے بہت مشابہت رکھتے ہیں۔ دونوں نظموں کا مرکزی خیال ایک ہی ہے اور اگرچہ انفضل للمتقدم کے اعتبار سے انوری کو فوقیت ہے لیکن اقبال رنگین ہیروائے میان پرور طرز انشا روانی اور دلکشی میں بڑھ گئے ہیں۔

## باب دہم

تلمیحات و اشارات کی روشنی میں اقبال کے رجحانات پر ایک نظر

اقبال کی شاعری ایک پیغام ہے یہ پیغام جمود و تعطل کا نہیں، حرکت و عمل کا ہے۔ اقبال نے جس ماحول میں آنکھیں کھولیں جس فضا میں پرورش پائی اور جن حالات سے دوچار ہوئے وہ کچھ ایسے تھے جن میں عجمی تصورات اور غیر اسلامی اقدار کی کارفرمائی تھی۔ اقبال نے یہ محسوس کیا کہ اگر مسلم قوم کو دنیا میں سر بلند ہو کر رہنا ہے تو انہیں اسلامی اقدار کو اپنانا ہو گا کیونکہ اسلامی اقدار بذات خود انقلاب آفرین ہیں۔ اقبال کا اس پر ایمان تھا کہ مسلمان اور صرف مسلمان ہی دنیا کی امامت کے لائق پیدا ہوا ہے اور یہ امامت اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ وہ خود اسلامی زندگی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالے۔ اقبال نے اس نصب العین کو اپنانے میں جو وگاڑھیں تھیں ان کو اپنی شاعری کے زور سے دور کرنے کی کوشش کی اور وہ اس میں بڑی حد تک کامیاب بھی ہوئے۔ اقبال کے نزدیک وہ وگاڑھیں اپنی روایات سے ہگاتگی اور عجمی تصورات میں محصور ہونا تھا۔ حالات یہ تھے کہ ہندوستان کا مسلمان لگن سروس سے لڑھکی اور علمی حلیہ سے بہتے ہو چکا تھا اور انگریز کی غلامی میں اس کے اندر جو صلاحیتیں باقی تھیں انہیں بھی غم کو دیا تھا۔ غم کے بعد ہی سے چند حساس مسلمان رہنماؤں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ زندگی کی نگاہ دو ہیں مسلمان کو تمدن تریں قوموں کی سطح پر لا کر کھڑا کر دیا جائے لیکن وہ رہنما خود اس حکمران تمدن سے مرعوب تھے۔ ہماری قوم کو دو قسم کے رہنما ملے۔ ایک تو وہ تھے جو قوم کی نجات اس میں دیکھتے تھے کہ مسلمانوں کو مذہب کی طرف (جو کہ ایک جامد مذہبیت میں منتقل ہو چکا تھا) لے آئیں اور دوسرے رہنما وہ تھے جو حکمران تمدن کی طبع سازی سے مرعوب ہو کر اس کی اندھا دھند نقالی کی دعوت دیتے تھے۔ اسلام کا صحیح نصب العین دونوں رہنماؤں کی نظروں سے اوجھل تھا۔ پہلی قسم کے رہنما غوی ہوتی کشتی پر ساحل تک پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ دوسری قسم کے رہنما کعبہ کے بجائے

ترکستان کی طرف جا رہے تھے۔ ان حالات میں اقبال کا ظہور ہوا۔ اقبال نے نہ تو مغربی ذہنیت رکھنے والے رہنماؤں کی طرح دین کی طرف سے بے توجہی برتی اور نہ ہی ان لوگوں کا ساتھ دیا جو ہر نئی چیز کی مخالفت پر کمر بستہ رہتے تھے۔

اقبال نے دین کا حوکی تصور لیے کر اور دین کے غیر متبدل اقدار و تصورات کو بنیاد مان کر ہر معاصر تمدن کے صالح اجزا کو اس میں سمونے کی کوشش کی تاکہ ہندی سلطان اپنے دین کے بنیادی تصورات پر قائم رہتے ہوئے اور زمانے کے جدید تقاضوں کو بھی پیش نظر رکھ کر دنیا کی امامت کی اہلیت اپنے اندر پیدا کر سکے۔

اقبال کے پیغام کو اگر ہم اختصار کے ساتھ بیان کرنا چاہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ نئے اسلام اور قرآن کی طرف پھر رجوع کرنے کی دعوت ہے۔ بولوی اور فقیہ نے دین کے تصور کو نہایت محدود اور مسخ کر دیا تھا۔ ان کے نزدیک دین چند جہی عقائد اور چند رسوم کے مجموعہ کا نام رہ گیا تھا جس کے اندر نائب حق بننے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ اقبال نے ان تمام پردوں کو جو کہ امتداد زمانے کے باعث

قرآن اور اسلام پر پڑ چکے تھے جاکہ کر کے قرآن اور اسلام کو اس روشنی میں دکھا جس سے کہ ان کا اصلی مفہوم متعین ہو سکتا ہے اور اس سے پتا چلتا ہے کہ انسان اور خدا کا صحیح مقام کیا ہے اور انسان اپنا حقیقی مقام کس طرح حاصل کر سکتا ہے۔ اقبال کی رائے میں اس کا حصول خودی کے ذریعہ ممکن ہے ان کے نزدیک صاحب خودی زمان و مکان کے قیود سے بالا تر ہے۔ جس شخص کی خودی کمال کے درجے کو پہنچ جاتی ہے وہ تصغیر فطرت کر لیتا ہے اور جب فطرت پر اس کا تصرف ہو جاتا ہے تو وہ کائنات کی تمام اشیا پر قابض و متصرف ہو کر نائب حق بن جاتا ہے۔ اقبال نے انسان کا منصب جلیل یہ متعین کیا ہے کہ وہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کا نائب ہو۔ خودی سے اقبال کی مراد احکام خداوندی کی بجا آوری معلوم ہوتی ہے۔

اقبال کو جہاں کہیں اس منصب جلیل کی فائید جزوی یا کلی طور پر ملی ہے اسے قبول کر لیا ہے۔ مثلاً جب وہ اٹلی کے آخر مطلق مولہنی پر نظم لکھتے ہیں تو اس سے غرض مولہنی کے عقائد یا اس کی حکمت عملی کی تعریف نہیں بلکہ اس کی ندرت فکر و عمل

کی خوبی کو اجاگر کرنا ہے اور چونکہ تدریج فکر و عمل ایک اسلامی قدر ہے اس لئے اقبال کو اس میں ایک اسلامی قدر کا احیا نظر آتا ہے اور اس لئے وہ مسولہ کی زندگی کے اس پہلو کو سراہتے ہوئے نظر آتے ہیں — اور جب یہی مسولہ اسی سینا پر حملہ کرتا ہے تو اقبال اس کی نہایت شد و مد سے مذمت کرتے ہیں — گویا تعریف مسولہ کی نہیں بلکہ اس کے حسن عمل کی ہے — اسی طرح ابتدا میں اقبال کو مصطفیٰ کمال سے بڑی عقیدت تھی چنانچہ انہوں نے مصطفیٰ کمال کی فتوحات سے متاثر ہو کر اپنی غیر فانی نظم "طلوع اسلام" قوم کے سامنے پیش کی گویا انہیں اسلام اور اسلامی اقدار کا احیا مصطفیٰ کمال کی ذات میں معلوم ہوتا تھا — لیکن جب یہی مصطفیٰ کمال فونگی افکار اور تہذیب و تمدن سے مرعوب ہو کر ترکی کو مغربیت سے قریب تر لا کر اصلاح کا بیڑا اٹھاتا ہے تو اقبال زور دار الفاظ میں اس کی تردید کرتے ہیں — ان کے نزدیک مصطفیٰ کمال کی اس اصلاح سے اسلام کو نقصان پہنچ رہا تھا — اسی طرح اگر ہم اورنگ زیب اور اکبر کو لیے لیں تو اقبال کے نقطہ نظر کی اور زیادہ وضاحت ہو جاتی ہے۔ ادھر اورنگ زیب پر وہ ایک مہرکہ لگا رہا تھا — لیکن وہیں تو دوسری طرف وہ شہنشاہ اکبر اور دارا کی سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ اورنگ زیب ان کے خیال میں اسلامی روایات، اسلامی تہذیب و تمدن اور اسلامی اقدار کو زندہ کر رہا تھا اور اکبر اور دارا سر زمین ہند میں الحاد کا بیج بو رہے تھے۔ اسی طرح وہ اطالیہ کے مشہور سیاستدان اور ادیب میکاولی اور یونان کے مشہور ترین فلسفی افلاطون کی مذمت کرتے ہیں کیونکہ میکاولی نے اپنی تصنیف "کتاب الملوک" میں مذہب کو سیاست سے الگ الگ چیز قرار دیا ہے اور اسلامی نقطہ نظر سے سیاست کو مذہب سے الگ نہیں کہا جا سکتا۔ افلاطون کے فلسفے سے جدوجہد، تگ و دو اور عمل کے فلسفے کو ضعف پہنچتا ہے اس لئے وہ افلاطون کے اس نظریے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں کیونکہ عمل کو اسلامی زندگی میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ دنیا کی جس شخصیت کو اقبال نے سراہا ہے یا جس کی مذمت کی ہے ہر جگہ ایک ہی نقطہ نظر کار فرما نظر آتا ہے اور وہ ہے اسلامی اقدار کا احیا — اگر وہ دنیا کی بڑی بڑی تحریکوں سے متاثر ہوتے ہیں تب بھی اسی لئے کہ وہ چاہتے ہیں کہ دنیائے اسلام میں بھی اسی طرح

کا انقلاب رونما ہو جو فاسد مادے کو ختم اور صالح عناصر کو پیدا کرے جس طرح انقلابات کی بدولت دوسرے سالک مین ہوکا رہا ہے۔

اقبال کے مہان مشرق و مغرب کے چوٹی کے حکما کا ذکر ملتا ہے۔ مغربی حکما کی عقلیت انہیں پسند آتی ہے اور وہ اس کو قبول کر لیتے ہیں۔ کسی کے مہان انہیں اصول ارتقا ملتا ہے اور کسی کے مہان اشیا کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی دعوت — وہ دعوت جس سے دین فطرت کو بھی عقل کی کسوٹی پر پرکھا جا سکتا ہے۔ اقبال چونکہ اسلام کو اپکا ابدی مذہب مانتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک اس مین وہ صفات ہونی چاہئیں جنہیں ہم اہل عقلی طور پر دنیا کے سامنے پیش کرکے تسلیم کرا سکیں۔ دوسری طرف وہ مشرقی حکما کا اتباع کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اتباع اس لحاظ سے کہ انہیں ان کے مہان بعض اصلاحی اقدار کی توضیح و تشریح مل جاتی ہے جس مین کچھ اور اضافے کے ساتھ عہد جدید کے تقاضوں کو پورا کیا جا سکتا ہے اور اس طرح موجودہ زمانے کے اس ذہن کو مطمئن کیا جا سکتا ہے جو ہر وقت تشکک کا شکار رہتا ہے۔

اقبال کا نقطہ نظر حکیمانہ کی بجائے "عارفانہ اور صوفیانہ" معلوم ہوتا ہے اسی لئے آیات و احادیث زیادہ تر وہ ہیں جو صوفیہ کے مہان بالخصوص مولانا روم کے مہان ملتی ہیں۔ قرآن اور احادیث کی تلمیحات اگر بہکے وقت ردی اور اقبال دونوں کی سامنے رہیں تو یہ چیز واضح ہو جاتی ہے کہ اقبال نے قرآن اور حدیث سے وہی کچھ کہا ہے جو خود ردی نے پسند کیا ہے گویا اقبال نے تقریباً ان ہی آیات اور احادیث کو انتخاب کیا ہے جو ردی کے مہان ملتی ہیں۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن اور حدیث کا مطالعہ براہ راست نہیں کیا گیا بلکہ ردی کے توسط سے کیا گیا ہے۔ نہ صرف قرآن اور حدیث کے بارے مین یہ بات کہی جا سکتی ہے بلکہ اکثر اقوال کے بارے مین بھی جن کا ماخذ صوفیہ کے مہان بتایا گیا ہے ان کی بابت بھی یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ بھی ردی کے مہان سے لئے گئے ہیں۔ مثلاً "لا موجود الا اللہ وغیرہ وغیرہ" جو قولہ اقبال نے امام شافعی

کا بٹایا ہے یعنی الوقت سیف وہ بھی ہمیں رومی کے یہاں مل جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اسلامی تاریخ کے واقعات بھی جو اقبال نے اپنے یہاں پیش کئے ہیں وہ بھی زیادہ تر ہمیں رومی کے یہاں مل جائے ہیں۔ مثلاً اقبال نے اسرار خودی میں حضرت عمر کا ایک واقعہ اس طرح بیان کیا ہے۔

خود فرود آ از شتر مثل عمر

الحذر از منت غیر الحذر

یہ واقعہ ہمیں رومی کے یہاں اس طرح ملتا ہے۔

نازبانہ از گلش افتاد راست

خود فرود آمد ز کس چیزے نخواست (دفتر ششم)

رومی نے مذکورہ بالا شعر میں ایک صحابی کا واقعہ بیان کیا ہے لیکن اقبال نے غالباً کتب ضرورت شعری کی وجہ سے یہاں حضرت عمر کا نام بھی نظم کر دیا ہے اگرچہ یہ واقعہ حضرت عمر کا نہیں ہے۔

ہمارے اس دعوے کی تائید کہ اقبال نے قرآن اور حدیث کا مطالعہ براہ راست نہیں کیا بلکہ رومی کے توسط سے کیا ہے۔ مندرجہ ذیل مثالوں سے ہو سکتی ہے۔ پہلے چند شعر تلمیحات قرآن کے سلسلے میں پیش کئے جائے ہیں۔

(۱) گفت قاضی فی القصص آمد حیات

زندگی گہود باین قانون ثبات (رموز بہخودی ص ۱۲۲)

گر نفرودی قصاص او پر جنات

تاتہ گفتی فی القصص آمد حیات (رومی۔ دفتر اول ص ۲۲۳)  
مطبوعہ نولکشور۔ لکھنؤ

اقبال کے پہلے اور رومی کے دوسرے مصرع میں الفاظ کی تکرار قابل توجہ ہے۔  
(۲) قصہ دار و رسن بازی طفلانہ دل

العجائے اونی سوختی افسانہ دل (بانگ درا ص ۵۲)

جملہ کفھا در دعا افراختہ

نعرہ اونی بہم در ساختہ (رومی۔ دفتر ششم ص ۱۶۰)

اقبال کے مصرع ثانی کی تلمیح رومی کے مصرع ثانی میں موجود ہے۔

- (۳) هشتی مسکن " و " جان پاک " و " دیوار ہم " علم موسیٰ بھی ہے میرے سامنے حیرت فروش (ہائیکہ در ۲۹۸ ص ۲۹۸)
- چون مناسب ہائے احوال خضر عقل موسیٰ بود در دیدش گدرد (دفتر دوم ص ۲۲۱)
- اقبال کا قرآنی اشارہ رومی کے مندرجہ بالا شعر میں مل جاتا ہے۔
- (۴) قلب را از صیغۃ اللہ رنگ دہ عشق را ناموس و نام و رنگ دہ (اسرار خودی ص ۶۹)
- صیغۃ اللہ نام آن رنگ لطیف لعنۃ اللہ ہوی این رنگ کثیف (دفتر اول ص ۷۱)
- یہاں نہ صرف قرآنی تلمیح مشترک ہے بلکہ لفظ رنگ بھی اقبال اور رومی دونوں کے یہاں موجود ہے۔
- (۵) در کف مسلم مثال خنجر است قاتل فحشا و بغی منکر است جوشش و افزونی زر در زکوٰۃ (اسرار خودی ص ۲۷)
- صمت از فحشا و منکر در صلوٰۃ (دفتر ششم ص ۲۳۲)
- اقبال کی قرآنی تلمیح نماز کی طرف ہے رومی کے شعر میں لفظ صلوٰۃ پہلے ہی سے موجود ہے۔
- (۶) مرگ را سامان ز قطع آرزو ست زندگی محکم از لا تقنطلو ست ویر شود آن دیو ہمین ز نہار تو ورد خود کن دہم لا تقنطلو (روز بیخودی ص ۱۰۸)
- لا تقنطلو دونوں شعروں میں موجود ہے۔
- (۷) در گزر مثل کلم از رود نہل سوئے آتش گام زن مثل خلیل! من نیم فرعون گاہم سوئے نہل (جاوید نامہ ص ۹۳)
- سوئے آتش میروم همچون خلیل (دفتر پنجم ص ۳۱)
- اقبال کے یہاں شعر کے پہلے اور دوسرے مصرع میں جن قرآنی واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ رومی کے ہاں بھی مذکور ہیں۔ نہ صرف تلمیح مشترک ہے بلکہ اقبال اور رومی کے یہاں آخری الفاظ بھی یکساں ہیں۔

- (۸) بندہ "مومن امین حق مالک" است  
 غیر حق ہر شے کہ یعنی ہالک است (جاوید نامہ صفحہ ۹۰)  
 ہی نمائند در جہان یک تار ہو  
 کل شی ہالک الا وجہہ (دفتر چہارم ص ۲۱۱)  
 اقبال نے مصرع ثانی میں جس قرآنی تلمیح کی طرف اشارہ کیا ہے وہ "مومن امین" میں  
 موجود ہے۔  
 (۹) مدعا پیدا نہ گردد زہن دو بیت  
 فائزہ یعنی از مقام "مارمیت"  
 مارمیت از رمیت راست دان  
 ہر چہ دارد جان بود از جانجان (دفتر دوم ص ۱۷۲)  
 اقبال کے "مارمیت" کا ماخذ "رومی کے مصرع اولیٰ" میں موجود ہے۔  
 (۱۰) ہر درواز ذوق ستم گردون قرون  
 ورد من ہا لیت قوی معلوم (جاوید نامہ ص ۱۶۹)  
 گلت ہر برگ و شکوفہ آن غصون  
 دہدم ہا لیت قوی معلوم (دفتر سوم ص ۱۳۸)  
 دونوں شعروں کے مصرع ثانی کے آخری الفاظ میں تکرار قابل غور ہے۔  
 (۱۱) آپ و نان ماست از یک مائدہ  
 دودہ آدم "کنفس واحدہ"  
 (جاوید نامہ ص ۹۰)  
 روح انسانی کنفس واحدہ است  
 روح حیوانی مظالی جامد است (دفتر دوم ص ۱۲)  
 اقبال اور "رومی کے یہاں کنفس واحدہ کی تلمیح مشترک ہے۔  
 (۱۲) حکم حق ہے لکھلا لیس للانسان الا ما سعی  
 کھائے کیوں مزدور کی محنت کا پھل سرمایہ دار (ہانگہ دریا ص ۳۳)  
 چون نکرد انگار مزد شہست را  
 لیس للانسان الا ما سعی (دفتر چہارم ص ۱۸۶)  
 دونوں شعروں میں ایک ہی بات دہرائی گئی ہے۔



- (۱۳) از شریعت احسن التقویم شو  
وارث ایمان ابراہیم شو  
احسن التقویم از فکر ہرون  
احسن التقویم از عرش ہرون (دفتر ششم ص ۶۹)  
اقبال کے احسن التقویم کا ماخذ روی کے یہاں موجود ہے۔
- (۱۴) چون کلیمے سوئے فرعونے رود  
قلب او از لا تخف محکم شود (رموز بیخودی ص ۱۰۹)  
نئے ز دریا ترسوئے از موج کف  
چون شنیدی تو خطاب لا تخف (دفتر سوم ص ۳۲)  
دونوں شعروں کا نہ صرف ماخذ ایک ہے بلکہ ہاے بھی ایک ہی کہی گئی ہے۔
- (۱۵) جوئے اشک از چشم بیخوابش چکد  
تا بہام طہرا بیٹی شنید (رموز بیخودی ص ۱۱۵)  
طہرا بیٹی بہان پاکی است  
گنج نور است ار طلسمش خاکی است (دفتر اول ص ۲۳)  
بہام اور بہان کے ساتھ طہرا بیٹی کی تکرار اقبال اور روی دونوں کے یہاں موجود ہے۔
- (۱۶) علم اسما اعتبار آدم است  
حکمت اشیا حصار آدم است (رموز بیخودی ص ۱۶۸)  
ہوالہشر کو علم الاسما ہگست  
صد ہزاران علمش اندر ہر گست (دفتر اول ص ۱۱۰)  
اقبال اور روی کے یہاں ایک ہی ہاے کہی گئی ہے۔
- (۱۷) چون ز بند آفل ابراہیم رسد  
در میان شعلہ ہا نیکو نشست (اصرار خودی ص ۷۶)  
اندوین وادی مرویے این دلیل  
لا احب الا فلین گو چون خلیل (دفتر اول ص ۲۳)  
اقبال کے شعر کا ماخذ روی کے شعر میں مل جاتا ہے۔

(۱۸) پنجه او پنجه حق می شود

ماه از انگشت او شق می شود (اسرار خودی ص ۲۷)

گر ترا اشکال آید در نظر

پس تو شک داری در انشق القمر (دفتر اول صفحہ ۹۸)

اقبال نے مصرع ثانی میں معجزہ شق القمر کی طرف اشارہ کیا ہے جو رومی کے یہاں موجود ہے۔

(۱۹) خرقہ آن بروز "لا پھیان"

دیدمش در لعل نکتہ "لی خرقتان" (مسافر ص ۳۱)

بہر تلخ و بحر شیرین ہم عنان

در میانش بروز لا پھیان (دفتر اول ص ۳۱)

اقبال کی قرآنی ترکیب "لا پھیان" رومی کے ہاں موجود ہے۔

(۲۰) راز ہا با مرد مومن باز گویے

شرح رمز "کل یوم" باز گویے (جاوید نامہ ص ۸۵)

بہر این فرمود رحمت اے ہر

کل یوم ہو فی شان اے ہر (دفتر اول ص ۱۵۷)

اقبال کی قرآنی ترکیب "کل یوم" رومی کے مصرع ثانی میں مل جاتی ہے۔

یہ تو تھہر چند شعر رومی کے اقبال کی قرآنی تلمیحات کے سلسلے میں۔ اب اقبال

کی تلمیحات حدیث کہلتے چند شعر رومی کے ملاحظہ ہوں۔

(۱) تا کجا در روز و شب باشی اسیر

رمز وقت از لی مع اللہ یاد گیر (اسرار خودی ص ۸۱)

لی مع اللہ وقت بود آندم را

لا یسع فیہ نبی مجتبیٰ (دفتر چہارم ص ۲۱۷)

اقبال کی تلمیح رومی کے ہاں موجود ہے۔

(۲) گفتش "بگذر ز آہن فراق"

ایضاً الاشیا عندی الطلاق (جاوید نامہ ص ۱۵۹)

تا توانی ہا منہ اندر فراق

ایضاً الاشیا عندی الطلاق (دفتر دوم ص ۱۱۸)

اقبال کے مصرع ثانی کی تلمیح رومی کے یہاں مل جاتی ہے۔ رومی اور اقبال کے مصرع اولیٰ

کے آخری الفاظ قابل غور ہیں۔

- (۲) آہ یورپ زمین مقام آگاہ نیست  
چشم او بنظر بنور اللہ نیست (پہرچہ باید کرد ص ۳۷)
- آنکہ او بنظر بنور اللہ بود  
ہم ز مرغ و ہم ز مو آگاہ بود (دفتر ششم ص ۷۸)
- اقبال کا مصرع ثانی اور رومی کا مصرع اولیٰ کتنا ملتا جلتا ہے -  
(۲) گفت با امت "ز دنیا ئے شما  
دوستدارم طاعت و طہب و نما" (رموز بیخودی ص ۱۳۰)
- بہر اہم ہو گفت احمد در مظاہ  
دائما قرۃ عینی فی الصلوات (دفتر دوم ص ۲۲)
- اقبال نے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے وہ رومی کے یہاں موجود ہے -  
(۵) آب و گل تھری حرارت سے جہان سوز و ساز  
اہلہ جنت تھری تعلیم سے دانائے کار (ارمضان حجاز ص ۲۲۰)
- بیشتر اصحاب جنت اہلہ اند  
تا نہ شر فیلسوفی ہی رسد (دفتر ششم حوالہ ص ۱۵۶)
- اقبال نے اہلہ جنت کی ترکیب استعمال کر کے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے وہ رومی  
کے اسی شعر سے ماخوذ ہے -  
(۶) آنکہ خاشاک ہفتان از کعبہ رفت  
مرد کاسب را حبیب اللہ گفت (اصرار خودی ص ۲۵)
- رمز الکاسب حبیب اللہ شنو  
از توکل در سبب گاہل مشو (دفتر اول ص ۸۳)
- اقبال نے الکاسب / حبیب اللہ کو حدیث لکھا ہے اگرچہ یہ حدیث نہیں ہے -  
اسکا ماخذ بھی رومی کے یہاں مل جاتا ہے -
- اقبال نے اصرار خودی میں ایک حکایت کا عنوان الوقت سیف قائم کیا ہے - اسی حکایت  
میں ایک شعر یہ بھی ہے -  
فکر او کوکب ز گردون چہدہ اسے  
سیف ہران وقت را نامیدہ اسے (اصرار خودی ص ۸۰)

اس شعر کے ضمن میں اقبال نے الوقت سیف کو حضرت امام شافعی کا مقلد بتایا ہے ۔  
اس سے تو انکار نہیں کہ یہ مقلد حضرت امام شافعی ہی کا ہے لیکن سوال یہ ہے  
کہ یہ مقلد اقبال کو ملا کہاں سے میرے خیال میں اقبال نے یہ بھی امام شافعی  
کے یہاں سے نہیں روئی کے یہاں سے لیا ہے۔ چنانچہ روئی فرماتے ہیں ۔

قال اطعنی فانی جائع

فاعجل فالوقت سیف قاطع (دفتر اول ص ۱۸)

اقبال کی تلمیحات قرآن اور حدیث کے سلسلے میں روئی کے چند شعر اس لئے  
نقل کئے گئے کہ اقبال اور روئی کے تقابلی مطالعے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچ  
سکیں کہ اقبال کے قرآن اور حدیث کے ماخذات تقریباً وہی ہیں جو روئی نے اپنی  
زندہ جاوید مثنوی میں پیش کئے ہیں جس کو ح ہست قرآن در زبان پہلوی ۔ کہا گیا ہے۔  
اس لئے یہ کہنا حقیقت سے دور نہیں کہ اقبال نے قرآن اور حدیث کا مطالعہ روئی  
کے توسط سے کیا ہے براہ راست نہیں کیا ہے ۔

اقبال نے جن فارسی شعرا کے اشعار یا مصرعے اپنے کلام میں لئے ہیں وہ بھی  
زیادہ تر وہی ہیں جو ہمیں فارسی کے صوفی شعرا کے یہاں ملتے ہیں ۔ ایسا معلوم  
ہوتا ہے کہ اقبال صوفی شعرا سے بہت متاثر تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ان صوفیہ  
کے اشعار کثرت سے نقل کرتے ہیں ۔ البتہ یہاں ایک چیز قابل غور ہے اور وہ یہ ہے  
کہ اقبال نے ان صوفی شعرا کو نہیں لیا ہے جن کے یہاں نفی خودی کا رجحان ملتا  
ہے ۔ اقبال نے تو سرورکار صرف ان ہی سے رکھا ہے جن کے یہاں اثبات خودی پر زور  
ہے۔ مثلاً سنائی، عطار، روئی وغیرہم ۔ صوفیہ کے سلسلے میں ایک بات اور بھی قابل  
توجہ ہے اور وہ یہ کہ اقبال شہنشاہوں سے گزرتے متاثر نہیں جتنے کہ صوفیہ سے  
ہیں ۔ ان کے کلام کا سرسری مطالعہ بھی یہ بات واضح کر دیتا ہے کہ جس والہانہ  
انداز سے وہ صوفیہ مثلاً حضرت علی ہجویری، حضرت معین الدین اجمیری، حضرت

مجدد الف ثانی وغیرہم کی خدمت میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں وہ ہمیں تاریخ عالم  
کے شہنشاہوں کے ساتھ نہیں ملتی ۔ گویا اقبال کے نزدیک اسلامی اقدار کا احیا یا  
خود اسلام کی تبلیغ کا سہرا صوفیہ کے سر ہے نہ کہ شہنشاہوں کے سرا اور اگر

کسی شہنشاہ کو خراج عقیدت پیش بھی کیا ہے تو صرف اس کو جس میں شان و فخر بھی موجود تھی۔

اقبال کے کلام کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ عربی شاعری اور زبان سے ان کی واقفیت معمولی تھی جہاں کہیں عربی شعرا کا ذکر کیا ہے وہ کچھ اس انداز سے کیا ہے کہ گمان ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ ترجموں کی مدد سے ہو رہا ہے۔ انگریزی ادب کا مطالعہ وسیع معلوم ہوتا ہے۔ بعض جگہ تو اقبال نے انگریزی شعرا کا حوالہ دے دیا ہے اور بعض جگہ انکا حوالہ نہیں دیا ہے۔ لیکن ان کے اشعار اور نظمیں اس کی شاہد ہیں کہ ان کے یہاں انگریزی شعرا کی کا اثر خاصا گہرا ہے۔ مثلاً جب وہ اپنے شوق اصنافِ داغ کا مرنے لکھتے ہیں تو اسے پڑھ کر ہمارا ذہن اس مرتبے کی طرف منتقل ہوتا ہے جو مینھیو آرنلڈ نے روڈز ورتھ کی وفات پر لکھا تھا۔ دونوں کا انداز بہت ملتا جلتا ہے اس سے یہ قیاس کرنا صحیح ہو گا کہ اقبال نے داغ کا مرنے لکھنے سے قبل یہ مرنے ضرور دیکھا ہو گا۔ ادھر جب وہ اپنی والدہ کی یاد میں مرنے لکھتے ہیں تو ”ہم فوراً“ گوہر کی وہ معرکہ الآرا نظم یاد آتی ہے جو اس نے اپنی والدہ کی تصویر موصول ہونے پر قلم بند کی تھی۔ دونوں نظموں میں ایک ایسا رجحان ملتا ہے جس سے ہمارے اس قیاس کو تقویت پہنچتی ہے کہ اقبال نے ضرور گوہر کی نظم پڑھی ہو گی۔ اقبال کے یہاں انگریزی کے بیشتر وہ شعرا ہیں جو کلاسیکی نہیں رومانی ہیں۔ رومانی شعرا نے فطرت نگاری جس حسین و دلکش انداز سے کی ہے وہ ان ہی کا حصہ ہے۔ ادھر ہمیں اقبال کے یہاں بھی بڑی حسین و دلکش نظمیں فطرت نگاری پر ملتی ہیں۔ ان نظموں کو پڑھ کر اکثر خیال ہوتا ہے کہ انکا انداز انگریزی شعرا کے انداز سے گہر قدر مماثل ہے۔ انگریزی ادب کے علاوہ اقبال کی نظر جرمن زبان و ادب پر بھی تھی۔ چنانچہ ہمیں ان کے یہاں بعض جرمن نظموں کے حوالے ملتے ہیں مثلاً کہیں گھٹے کا ذکر ہے تو کہیں ہائٹے کا۔ اقبال کی تلخیصات و اشارات کو دیکھنے کے بعد ایک ہی رائے قائم کرنی پڑتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کا ایک پیغام ہے ایک نصب العین ہے۔ اسی پیغام اور اسی

نصب العین کو پہنچانے کے لئے وہ تاریخ عالم کی شخصیات اور تحریکوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ان شخصیات اور تحریکوں میں ہر قسم کی شخصیات اور تحریکیں شامل ہیں۔ سیاسی بھی اخلاقی بھی ادبی بھی مذہبی بھی اور فلسفیانہ بھی۔ جہاں اور جس سے ان کے نصب العین کی تائید ہوتی ہے اس کو لے لیتے ہیں اور اپنے خون جگر کی آمیزش سے اس کے حسن اور افادیت میں اضافہ کر دیتے ہیں اور جو تحریک یا شخصیت ان کے کام کی نہیں ہوتی اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ان کا پیغام کم و بیش وہی ہے جو اسلام کا ہے۔ اس پیغام کی نشر و اشاعت میں اقبال تمام عمر کوشاں رہے اور بڑی حد تک انہوں نے اس جمود کو ختم کر دیا جس میں ہندی مسلمان ایک عرصے سے مبتلا تھے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں ان ہی اقدار کو زیادہ تر پیش کیا ہے جو خود اسلامی ہیں۔ غیر اسلامی خیالات بھی تصورات اور ہندی آپ و رنگ کی قدم قدم پر مخالفت کی ہے۔ اس طرح پلکھرا اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے اسلام کے احیا کی سعی کی۔ اس سعی و کوشش میں انہیں جہاں سے جو کچھ ملا اسے لے لیا اور پیش کر دیا۔ اقبال نے دنیا کی تمام شخصیتوں اور تحریکوں سے کم و بیش اپنے ملحد مطلب چیزیں اخذ کی ہیں اور ان کو ایک نیا آپ و رنگ دے کر ان میں اپنا خون جگر ملا کر اور ان کی تزیین کر کے قوم کو اس سے فائدہ پہنچایا ہے۔ قوم نے اس کی پذیرائی کی ہے، اسے قبول کیا ہے، اس سے اثر پذیر ہوئی ہے اور اس کی بدولت اپنے صحیح مقام کو جاننے کی طرف متوجہ ہوئی ہے۔ یہ ہے اقبال کا وہ عظیم کارنامہ جسے کسی بھی صورت میں فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

تحقیق طلب

(طبع سوم ۱۹۲۸ء)

اسرار خودی

"نسخہ کونین را دیباچہ اوست جملہ عالم ہندگان و خواجہ اوست" (صفحہ ۲۳)

یہ شعر کس کا ہے؟

(طبع سوم ۱۹۲۸ء)

رموز بیخودی

"اے تماشا گاہ عالم روئے تو تو کجا بہر تماشا میری" (صفحہ ۹۳)

یہ شعر کس کا ہے؟

"ہشت ہازن تخت کیکاؤس را سر ہدہ از کف ہدہ ناموس را"

یہ شعر کس کا ہے؟

(طبع پنجم ۱۹۲۶ء)

ہمام مشرق

"ندادند ہال آدمی زادہ را زمین گیر کردند این سادہ را" (صفحہ ۱۶۲)

یہ شعر کس کا ہے؟

"حرف نگفتہ شما ہر لب کودکان رسید" از من ہے زبان نگو خلوتیان راز را (صفحہ ۱۴۵)

مصرع اولی کس کا ہے؟

"یہ خرد راہ عشق ہی ہوئی یہ چراغ آفتاب ہی جوشی" (صفحہ ۲۴۳)

یہ شعر کس کا ہے؟

"نمائد ناز شیرین ہے خریدار اگر خسرو نہا شد کوہکن هست" (صفحہ ۲۵۰)

یہ شعر کس کا ہے؟

"ہوئے گل خود بہ چمن راہ تماشا ز نخست

رونہ بلبل چہ خیوداشت کہ گلزارے هست" (صفحہ ۲۵۵)

یہ شعر کس کا ہے؟

(طبعہ یازد ہم مارچ ۱۹۶۷ء)

ہائیکو دریا

(صفحہ ۲۰)

ہمدردی

(ماہیخو از ولیم کوپر)

بچوں کے لئے

شہنی پہ کسی شجر کی تنہا  
کہتا تھا کہ رات سر پہ آتی  
بہنچوں کس طرح آسمان تک  
سنکر ہلہل کی آہ وزاری  
ہلہل تھا کوئی اداس ہمیشہ  
اڑتے چگتے مین دن گذرا  
ہر چیز پہ جھا گیا اندھیرا  
جگنو کوئی پاس ہی سے ہوا  
حاضر ہوں مدد کو جان و دل سے  
کیڑا ہوں اگر چہ مین ذرا سا  
میں راہ مین روشنی کروں گا  
اللہ نے دی ہے مجھ کو مشعل  
جھکا کے مجھے دیا بنایا

میں لوگ وہی جہان میں اچھے

آنے میں جو کام دوسروں کے

اس عنوان کی کوئی نظم کوپر کے مجموعہ کلام میں نہیں مل سکی۔

"درمیں حسرت سراپا ہست افسون جرس دارم"

(صفحہ ۶۳)

زنجیر دل طہید ن ہا خروش ہے نفس دارم"

یہ شعر کس کا ہے؟

"شور لہلی کو؟ کہ باز آرائش سودا کند  
خاکہ مجنون را غبار خاطر صحرا کند" (صفحہ ۷۵)

یہ شعر کس کا ہے؟

"مگر خروش پہ مائل ہے تو تو بسم اللہ  
"بگم ہادہ صافی بہانگہ جنگ ہنوش" (صفحہ ۲۳۴)

مصرع ثانی کس کا ہے؟

"اکون کوا دماغ کہ بوسد زباغہان  
ہلہل چہ گنت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد" (صفحہ ۲۴۸)

یہ شعر کس کا ہے؟



(طبع چہارم ستمبر ۱۹۲۸ء)

زہر عجم

"فسرد از باد این صحرا شرارم"

(صفحہ ۵۲)

ز سوزگار وانیے یادگارم "

یہ شعر کس کا ہے؟

"یقین ہی دان کہ شیوان شکاری درین رہ خواستند از مورہاری" (صفحہ ۲۱۳)

یہ شعر کس کا ہے؟

عشق ہوو مرغ و آدم را ہر اسے "عشق تنها ہو دو عالم را ہر اسے" (صفحہ ۲۶۲)

مصرع ثانی کس کا ہے؟

(طبع دوم ۱۹۲۷ء)

جاوید نامہ

ہر تری ہری

این خداہاں تنگ مایہ ز سنگ اندوز خشت !

ہر ترے ہست کہ دور است ز دیروز کشت !

سجدہ میرے ذوق عمل خشک و بجائے نرسد

زندگانی ہمہ کردار چہ زیبا و چہ زشت !

فاش گویم بتو حرفے کہ نداند ہمہ کس

اے خوش آن بندہ کہ ہر لوح دل اورا نبوشت !

این جہانے کہ تو یعنی اثر یزدان نیست

چرخہ از نصت و ہم آن رشتہ کہ ہر دو کہ تو رشت !

پیش آئین مکافات عمل سجدہ گزار

زانکہ خیزد ز عمل دوزخ و اعراف و بہشت !

(ترجمہ از ہر تری ہری)

نوشتہ ہر تری ہری کی اصل نظم نہیں مل سکی۔

"اہل دین را بازوان از اہل کین ہم نشین حق بچوہا و نشین" (صفحہ ۲۲۳)

یہ شعر کس کا ہے؟

(طبع دوم مئی ۱۹۲۱ء)

ہال جہیل

ہے ہاد مجھے نکتہ سلمان خوش آہنگ

دنیا نہیں مردان جفا کش کے لئے تنگ (صفحہ ۱۰۹)

اصل شعر مسعود سعد سلمان کا جس سے یہ شعر ماخوذ معلوم ہوتا نہیں مل سکا۔

تو یہ کہتا ہے کہ دل کی کر تلاش مطالب دل باش و در پیکار باش" (صفحہ ۱۸۹)

مصرع ثانی کس کا ہے؟

ہیگودا گرد خود چند انکہ ہینم بلا انگشتی ومن نگینم (صفحہ ۲۰۷)

یہ شعر کس کا ہے؟

(صفحہ ۲۲۱)

ہور

تاکہ میں بیٹھے ہیں مدت سے یہودی سود خوار

جن کی ردماہی کے آگے ہیج ہے زور ہلنگہ!

خود بخود گرنے کو ہے پگے ہوئے پھل کی طرح

دیکھتے پڑتا ہے آخر کس کی جھولی میں فرنگہ!

(ماخوذ از نطشہ)

نطشہ کے بہان اصل ماخذ نہیں مل سکا۔

(صفحہ ۲۲۳)

شہر اور خجر

شہر

ساکنان دشت و صحرا میں ہے تو سب سے الگ

کون ہیں تیرے اب وجد؟ کس قبیلے سے ہیں تو؟

خجر

میرے ماموں کو نہیں پہچانتے شاید حضور

وہ صبا وفتار! شاہی اصطبل کی آہو!

(ماخوذ از حومن)

حومن ادبیات میں ان اشعار کا ماخذ نہیں مل سکا۔

(طہم ششم مئی ۱۹۴۶ء)

ضرب کلیم

تقدیر

(اہلبیس و یزدان)

اہلبیس

(صفحہ ۲۲)

اے خدائے کن فکان مجھ کو نہ تھا آدم سے پہر

آہ ! وہ زندانی نزدیک و دور و دیرو زود

حرف "استکبار" تھوے سامنے ممکن نہ تھا

ہاں مگر تھوے مشیت میں نہ تھا میرا سجود !

یزدان

کب کھلا تجھ پر یہ راز انکار سے پہلے کہ بعد؟

اہلبیس

بعد ! اے تھوے تجلی سے کمالات وجود !

یزدان

(فرشتوں کی طرف دیکھ کر)

ہستی فطرت نے سکھلائی ہے یہ حجت اسے

کہتا ہے "تھوے مشیت میں نہ تھا میرا سجود"

دے رہا ہے اپنی آزادی کو مجبوری کا نام

ظالم اپنے شعلہ سوزان کو خود کہتا ہے دود !

(ماخوذ از محی الدین ابن عربی)

اصل مکالمہ ابن عربی کی تھا نیف میں نہیں مل سکا۔ البتہ یہ مکالمہ امام شعرانی کی

البواقیت و الجواهر مطبوعہ مصر ج ۱ صفحہ ۱۴۸ پر نظر سے گزرا چونکہ امام شعرانی نے ابن

اس کتاب میں ابن عربی کو جابجا الشیخ کہا ہے اور یہ مکالمہ انہی کے ذہل میں آیا ہے اس

لئے عجب نہیں کہ اس مکالمہ کے الفاظ ابن عربی ہی کے ہوں۔

"غافل منہم نہ وقت بازی ست" وقت ہنراست و کالہازی ست " (صفحہ ۸۶)

یہ شعر کس کا ہے؟

اقبال یہ ہے خارہ تراشی کا زمانہ "از ہر جہ بآئینہ نمایند بہ پڑھیزا" (صفحہ ۱۲۷)

مصراع ثانی کس کا ہے؟

ارمغان حجاز طہم سوم نومبر ۱۹۲۶ء

بہ آن قوم از تو می خواہم کشادے فقہش ہے یقینے کم سوادے (صفحہ ۱۳)

بسے نادیدنی رادیدہ ام من "مراے کاشکے مادر نہ زادے"

چوتھا مصراع کس کا ہے؟

دل اندر سینہ گوید دلہے هست مٹاے آفرین غارتگرے هست (صفحہ ۱۲۵)

نگوش آمد از گردون دم مرگ "شگوفہ جون فروریزد بیہے هست"

چوتھا مصراع کس کا ہے؟

شتر را بچہ او گنت دردشت نی بہنم خدائے چار سورا (صفحہ ۱۲۵)

پدر گنت اے ہسر جون پا بہ لغزد شتر ہم خویش را بچند ہم اورا

پہلے شعر میں جبر عری ضرب الفل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ نہیں مل سکی۔

کون بحر دم کی موجوں سے ہے لہٹا ہوا "گاہ بالذ جون صنوبر گاہ بالذ جون رہا پا" (صفحہ ۲۱۹)

مصراع ثانی کس کا ہے؟

آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و فقیر کد جسے اہل نظر کہتے تھے ایران صفیر (صفحہ ۲۵۸)

ایران صفیر کی ترکیب کشمیر کے لئے کرنے استعمال کی ہے۔ مری ناچیز رائے میں غالباً اقبال نے خود وضع کی ہے۔

مٹانت شکن تھی ہوائے بہاران غزلخوان ہوا ہو کہ اندر ای (صفحہ ۲۶۲)

ہو کہ اندر ای کا اشارہ کس کی طرف ہے؟

"صدائے تیشہ کہ ہر سنگ میخورد دگر است

خبر بگم کہ آواز تیشہ و جگر است " (صفہ ۲۷۶)

یہ شعر کس کا ہے؟

باقیات اقبال (طبع اول ۱۹۵۲ء)

ارتجالاً ہم نے اے اقبال کہہ ڈالے یہ شعر

تعی نوازش کو جو فکر امتحان اہل درد (صفہ ۹۸)

نوازش کے حالات نہیں معلوم ہو سکے۔

ترجمہ از ڈاکٹر (صفہ ۱۱۰)

دل شمع صفت عشق سے ہو نور سراپا اور فکر یہ روشن ہو کہ آئینہ ہو گویا

نہکی ہو ہر اک فصل میں نیت کی ہویدا ہر حال میں ہو خالق ہستی پہ بھروسا

ایسی کوئی نصبت نہ افلاک نہیں ہے یہ بات جو حاصل ہو تو کچھ پاک نہیں ہے

ڈاکٹر کون ہے اور متعلقہ حوالہ کیا ہے؟

مکافات عمل (صفہ ۱۲۱)

ہر عمل کے لئے ہے رد عمل دہر میں عیش کا جواب ہے نیش

شیر سے آسمان لیٹا ہے انتقام غزال و اشتر و میش

سرگذشت جہان کا سر خفی کہہ گیا ہے کوئی نکو اندیش

شمع پروانہ را بسوخت ولے زود پروان شود پروغن خویش

مہان کس نکو اندیش کی طرف اشارہ مقصود ہے؟

تاریخ وفات شیخ عبدالحق (صفہ ۱۲۵)

جون مے جام شہادت شیخ عبدالحق چشید

باد بر خاک مزارش رحمت پروردگار

با عزیزان داغ فروخت داد در عین شهادت

آستین ها از دراشک غمش سرمایه دار

بند حق بود هم خدمت گذار قوم خویش

سال تاریخ وفات او زعفران آشکار

به عبدالحق کون هین -

## کتابیات

(کتابیں جن سے اس مقالے کی تیاری میں مدد لی گئی)

1. Smith, R. Bosworth: Mohammad and Mohammadenism, John Murray, London, 1889.
2. Brown, E.G.: A Literary History of Persia, vol. II, T. Fisher Unwin, London, 1906.
3. Brown, vol. III.
4. Encyclopaedia of Islam, E.J. Brill, Leyden, 1913.
5. The Cambridge History of India, vol. IV, University Press, Cambridge, 1937.
6. Habib, Mohammad (Prof.), Amir Khusrau of Delhi.
7. Jaffar, S.M.: The Mughal Empire, Sadiq Khan, Kissakhani, Peshawar, 1936.
8. Sykes, Sir Percy: A History of Persia, Macmillan, London, 1930.
9. Creasy, E.S.: History of the Ottoman Turks, Richard Bentley, London, 1858.
10. Sykes, Mark: The Caliphs' Last Heritage, Macmillan, London, 1915.
11. Beale, Thomas: An Oriental Biographical Dictionary, Macmillan, London, 1915.
12. Shorter Encyclopaedia of Islam, E.J. Brill, Leiden, 1953.
13. Hitti, Philip, K.: History of the Arabs, Macmillan, London, 1951.

14. Elphinstone's History of India, vol, II, John Murray, London, 1841.
15. Arnold, T.W: Preaching of Islam, Archibald Constable, Westminster, 1896.
16. Sufi, G.M.D: Kashir, University of the Panjab, Lahore, 1949.
17. Ishwari, Prasad: Mediaval India, Indian Press, Allahabad, 1928.
18. Chambers's Biographical Dictionary, ed., 1950.
19. Wallace, C. Caldwell: The New Popular History of the World, Greystone Press, New York, 1950.
20. Carlton, J.H.Hayes: World History, Macmillan, New York, 1950.
21. Churchill, Sir, Winston: The Second World War, Cassell, London, 1951.
22. Chambers's Encyclopaedia, London, 1950.
23. Azim, Husain: Fazl-i-Husain, Longman, Bombay, 1946.
24. The Indian Year Book and Who's Who, Times of India, 1939-40.
25. Jewish Encyclopaedia, Funk & Wagnalls, New York, 1901.
26. O'Leary, Delacy: Islam at the Crossroads, Kegan Paul, London, 1923.
27. Eminent Mussulmans, G.A. Natesan, Madras.
28. Haqe, Dr. Syed Moinul: A Short History of the Delhi Sultanate, Chand & Co., Delhi.
29. The Cambridge History of India, vol. III.
30. Hastings, James: Dictionary of the Bible, T. & T. Clark, Edinburgh, 1909.
31. Majumdar, Dr. R.C: An Advanced History of India, Macmillan, London, 1950.
32. Krishnan, Dr. R: The Vedanta according to Samkara and Ramanuja, George Allen, London, 1928.
33. Krishnan, Dr. R: The Hindu View of Life, Upton Lectures, Oxford, 1926.



34. Herodotus, vol. I, Book I, Longman, London, 1854.
35. Xenophon: The Persian Expedition Book I, Penguin Books, Middlesex, 1949.
36. The Historian's History of the World, The Times, London, 1907.
37. Grundy, Prof: Universal History of the World.
38. Knight, E:F: The Awakening of Turkey, John Milne, London, 1909.
39. Encyclopaedia of Religion & Ethics, ed., 1908.
40. Wingate, F.R.: Mahdism & the Egyptian Sudan, ed., 1891.
41. Browne, E.G: Materials for the Study of the Babi Religion, University Press, Cambridge, 1918.
42. The Cambridge History of India, Vol. V.
43. Latif, S.M: History of Lahore, 1892.
44. Joad, C.E.M: Story of Indian Civilization, Macmillan, London, 1936.
45. Raverty, Major A.G: Selections from the Poetry of the Afghans, Williams & Norgate, London.
46. Ameer, Ali: Short History of Saracens, Macmillan, London, 1927.
47. Dozy, Reinhart: Spanish Islam, Chatto & Windus, London, 1913.
48. The Reader's Encyclopaedia, Harrap & Co., London, 1948.
49. Nicholson, Reynold, A: A Literary History of the Arabs, University Press, Cambridge, 1953.
50. The International Who's Who, Europe Publications, London, 1954.
51. The Indian Nation Builders, part III, Ganesh & Co., Madras.
52. The Indian Year Book & Who's Who, Times of India, 1945-46.
53. Sarkar, Jadu Nath: Aurangzeb, M.C.Sarkar & Co., Calcutta, 1912.

54. West-Eastern Divan of Goethe: translated by Alexander Rogers, George Bell, London, 1890.
55. Untermeyer, Louis: The Poems of Heinrich Heine.
56. The Poems of Goether: translated by E.A.Bowring, George Bell, London, 1904.
57. The Worlds Best Poetry, vol. I.
58. Jamia Poetry Part IV.
59. Bain, A.Watson: A Poetry Book for Boys & Girls Part I.
60. Kennedy, J.M: The Satakas or Wise Sayings of Bhartrihari.
61. Encyclopaedia Britannica 14th edition.
62. Afzal, Iqbal: My Life a Fragment, Sh. Muhammad Ashraf, Lahore, 1942.
63. Encyclopaedia Americana ed. 1947.
64. Browne, E.G: A History of Persian Literature in Modern Times, University Press, Cambridge, 1924.
65. Lederer, F: The Secret Rose Garden.
66. The Encyclopaedia Indica (Hindi Edition), vol. 21, Calcutta, 1930.
67. The Practical Sanskrit-English Dictionary, Gopal Narayan & Co., Bombay, 1912.
68. Andrews, C.F: Mahatma Gandhis' Ideas.
69. Romain, Rolland: Mahatma Gandhi.
70. Encyclopaedia Britannica, ed. 1950.
71. Shibli: Al-Farooq, translated by Maulana Zafar Ali Khan, vol. I, Sh. Muhammad Ashraf, Lahore, 1939.
72. Vahid, S.A: Iqbal, His Art & Thought, Sh. Muhammad Ashraf, Lahore.
73. Iqbal, Singh: The Ardent Pilgrim.
74. Gibb, H.A.R: Modern Trends in Islam, University Press, Chicago, 1950.

## تفہیمات

- (۱) شہلی - سوانح مولوی روم - الفاظ پریر لکھنؤ -
- (۲) شہلی - شعرا المعجم ج ۲ مطبوعہ مطبعہ فیض عام - علی گڑھ
- (۳) شہلی - سیرت النبی ج ۲ دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۲۰ء
- (۴) فرید الدین عطار مترجمہ عنایت اللہ تذکرۃ الاولیاء اردو ملک دین محمد لاہور
- (۵) عبدالرحمن جامی مترجمہ مولانا سید احمد علی نغبات الانسار اردو ملک فضل الدین چٹن دین لاہور
- (۶) محمد حبیب الرحمن خان شیروانی سیرت الصدیق قاضی محمد رفیق پرنٹرو پبلشر مشین پریر جنور
- (۷) سید صباح الدین عبدالرحمن ہزم صوفیہ دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۲۹ء
- (۸) شہلی بیان خسرو دائرہ ادبیہ لکھنؤ ۱۹۲۲ء
- (۹) مولانا عبید اللہ بسمل امرتسری ارجح المطالب مطبوعہ عالمگیر الیکٹریک پریر لاہور ۱۳۵۱ھ
- (۱۰) سید طفیل احمد منگلور علیہ مسلمانوں کا روشن مستقبل مطبوعہ نظامی پریر بدایون ۱۹۲۰ء
- (۱۱) سید احمد دہلوی فرنگ آصفیہ مطبعہ رفاء عام پریس ۱۹۰۸ء
- (۱۲) مولانا نجم الدین سیوہاروی سیرت الشافعی دارالاشاعت مطبعہ دخانی رفاء عام لاہور ۱۸۹۹ء
- (۱۳) شہلی - سیرت النبی حصہ اول طبع پنجم دارالمصنفین اعظم گڑھ
- (۱۴) مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی قصص القرآن ج ۲ ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۲۳ء
- (۱۵) دوست محمد خان کامل خوشحال خان خٹک ادارۃ اشاعت سرحد ہزارہ ۱۹۵۱ء
- (۱۶) ایران بھید ساسانیان مطبوعہ ترقی اردو ہند ۱۹۲۱ء
- (۱۷) ڈاکٹر محمد عزیز دولت عثمانیہ جلد اول دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۲۳ء
- (۱۸) شاہ معین الدین احمد ندوی تاریخ اسلام ج ۲ دارالمصنفین اعظم گڑھ
- (۱۹) مولانا عبدالسلام ندوی امام رازی دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۵۰ء
- (۲۰) شہلی الفاروق افضل المطابع دہلی ۱۹۲۲ء
- (۲۱) شاہ معین الدین احمد ندوی تاریخ اسلام جلد سوم دارالمصنفین اعظم گڑھ
- (۲۲) مصباح الدین احمد الہارون رحمانی پریر دہلی
- (۲۳) سید سلیمان ندوی حیات امام مالک دارالمصنفین اعظم گڑھ طبع دوم ۱۳۲۰ھ
- (۲۴) شاہ معین الدین احمد ندوی مہاجرین حصہ دوم دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۳۰ء
- (۲۵) شاہ معین الدین احمد ندوی تاریخ اسلام حصہ چہارم دارالمصنفین اعظم گڑھ

- (۲۶) شبلی - شعر المعجم سوم مطبوع اصحح المطابع آسی پریس لکھنؤ طبع دوم
- (۲۷) ریاست علی ندوی تاریخ اندلس حصہ اول دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۵۰ء
- (۲۸) مولانا ابوالکلام آزاد ترجمان القرآن جلد دوم شیخ مبارک علی لاہور
- (۲۹) تاریخ فلسفہ جدید ج ۱ مترجمہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۹۳۱ء
- (۳۰) تاریخ فلسفہ جدید ج ۲ مترجمہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۹۳۲ء
- (۳۱) ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی اضافیت انجمن ترقی اردو ہند دہلی ۱۹۲۰ء
- (۳۲) کتاب مقدس ہر شراپنڈ فارن بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور ۱۹۲۷ء
- (۳۳) مولانا عبدالمجید درہمادی تفسیر ماجدی ج اول و دوم مطبوعہ تاج کمپنی لاہور و کراچی
- (۳۴) حالی - یادگار غالب شیخ مبارک علی لاہور ۱۹۳۰ء
- (۳۵) شیخ محمد اکرام آثار غالب تاج آفر محمد علی روڈ بمبئی طبع چہارم
- (۳۶) حامد حسن قادری داستان تاریخ اردو لکشی نوائن اگروال آگرہ ۱۹۲۱ء
- (۳۷) معین الدین ندوی خلفائے راشدین دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۲۳ء
- (۳۸) حاجی معین الدین ندوی مہاجرین حصہ اول دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۲۸ء
- (۳۹) شاء معین الدین احمد ندوی تابعین دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۳۷ء
- (۴۰) عسکری - تاریخ ادب اردو مطبوعہ نولکشور لکھنؤ بار دوم
- (۴۱) کتبیا لال تاریخ لاہور مطبوعہ و کٹوریہ پریس لاہور ۱۸۸۳ء
- (۴۲) محمد طاہر فاروقی سیرت اقبال فوری کتب خانہ لاہور طبع سوم ۱۹۲۹ء
- (۴۳) محمود نظامی ملفوظات اقبال اشاعت منزل بل روڈ لاہور
- (۴۴) ہنڈی داس سوانح عمری سوانی رام تیرتھ
- (۴۵) مولانا محمد سعید انصاری سیرانصار حصہ اول دارالمصنفین اعظم گڑھ
- (۴۶) قاضی زین العابدین تاریخ ملت جلد سوم مطبوعہ محبوب المطابع برقی پریس دہلی ۱۹۲۲ء
- (۴۷) عبدالمجید عتیقی ترکان اصوار طبع ہفتم کامل ہنگو لاہور
- (۴۸) سید الطاع علی حیات حافظ رحمت خان
- (۴۹) سید سلیمان ندرت حیات شبلی دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۲۳ء
- (۵۰) شیخ محمد اکرام شبلی نامہ مطبوعہ تاج کمپنی بمبئی

- (۵۱) محمد حسین آزاد دربار اکبری شیخ مبارک علی لاہور ۱۹۴۷ء
- (۵۲) حالی حیات جاوید
- (۵۳) حالی حیات سعدی فرمان علی اینڈ سنز لاہور
- (۵۴) خواجہ عہد اللہ اختر بیدل ادارہ اسلامیہ کلب روڈ لاہور ۱۹۵۲ء
- (۵۵) عبدالحمید شرر فردوس ہرین شیخ ہوکت علی اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور
- (۵۶) تاریخ الحکما مترجمہ ڈاکٹر غلام جیلانی ہرق انجمن ترقی اردو ہند دہلی
- (۵۷) طالب الہ آبادی اکبر الہ آبادی
- (۵۸) شبلی الغزالی اصح المطبم آس پریس لکھنؤ
- (۵۹) حکمتہ الاشراف مترجمہ مرزا محمد ہادی دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن
- (۶۰) مولوی نور الحسن نیر نور اللغات نیر پریس پانٹانالہ لکھنؤ ۱۹۲۳ء
- (۶۱) مولانا محمد نذیر عرشی مفتاح العلوم قریشی بک ایجنسی لاہور
- (۶۲) نظامی بدایونی قاموس المشاہیر جلد اول مطبوعہ نظامی پریس بدایون ۱۹۲۳ء
- (۶۳) نظامی بدایونی قاموس المشاہیر جلد دوم مطبوعہ نظامی پریس بدایون ۱۹۲۶ء
- (۶۴) مولانا اکبر شاہ خان - تاریخ اسلام جلد اول صوفی دارالاشاعت پٹنہ بہار الدین ۱۳۴۳ھ
- (۶۵) سید سلیمان ندوی ارض القرآن جلد اول مطبم شاہی لکھنؤ
- (۶۶) سید سلیمان ندوی ارض القرآن جلد دوم دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۱۸ء
- (۶۷) قاضی محمد عبدالغفار آثار جمال الدین افغانی انجمن ترقی اردو ہند دہلی ۱۹۲۰ء
- (۶۸) محمود خان ہنگووی تاریخ سلطنت خداداد (میسور) مطبوعہ کوثر پریس ہنگووی
- (۶۹) ڈاکٹر برہان احمد فاروقی مجدد کا نظریہ توحید
- (۷۰) تاریخ ادبیات ایران مترجمہ سید سجاد حسین مطبوعہ حیدرآباد دکن
- (۷۱) سید سلیمان ندوی سیر افغانستان نفیس اکڈمی حیدرآباد دکن ۱۹۴۵ء
- (۷۲) مولانا سید حسین احمد مدنی نقش حیات جلد اول مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکر دہلی
- (۷۳) صحیفہ زوہد
- (۷۴) شخصیات نمبر (نقوش)
- (۷۵) قاضی محمد سلیمان - رحمۃ للعالمین

- (۷۶) شیخ عطا اللہ - اقبالنامہ حصہ اول مطبوعہ شیخ محمد اشرف لاہور
- (۷۷) سید بادشاہ حسن مشاہیر ہند
- (۷۸) محمد عزیز الرحمن صبح صادق عزیز المظاہم المکتوکہ پریس ممبہا ولہور طبع ثانی ۱۹۴۳ء
- (۷۹) شیخ عبدالقادر دیباچہ بانگہ درا
- (۸۰) نظام الدین مجددی - مجدد الف ثانی
- (۸۱) خواجہ عبدالمجید جامع اللغات جامع اللغات کمپنی لاہور
- (۸۲) مولانا عبدالسلام ندوی اقبال کامل دارالمصنفین اعظم گڑھ
- (۸۳) غلام دستگیر رشید آثار اقبال
- (۸۴) محمد احمد خان اقبال کا سیاسی کارنامہ
- (۸۵) حکایت فلسفہ مترجم مولوی احسان احمد مطبوعہ حیدرآباد دکن

(۱) نیرنگه خیال اقبال نمبر

(۲) مخزن ۱۹۵۰ء

(۳) الہلال ۱۳ - نومبر ۱۹۱۲ء

(۴) مخزن اگست ۱۹۰۲ء

(۵) علی گڑھ میگزین ۱۹۳۶ء

- (۱) آقای دکتر رضا زاده شفق تاریخ ادبیات ایران مطبع فردین طهران ۱۳۱۲ هـ ش
- (۲) سیرالقطاب مطبوعه نولکشور لکهنو
- (۳) غلام سرور لاهوری خزینتہ الاصفیا مطبع تهرهتد لکهنو
- (۴) داتا شکوه سفینتہ الاولیا مطبوعه نولکشور لکهنو
- (۵) حافظ ابن قیم - المجواب والکافی
- (۶) کتالی مطبوعه پریس ۱۹۰۰ء
- (۷) ابن حجر عسقلانی لسان المیزان دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۶۹ هـ
- (۸) نورالکھ شوستری مجالس المؤمنین تهران ۱۲۹۹ هـ
- (۹) مسعودی مروج الذهب شائع کردہ مصطفیٰ محمد مصر ۱۹۴۸ء
- (۱۰) طبری مطبوعه پریس ۱۹۰۱ء
- (۱۱) یوسف الیان سرکین معجم المطبوعات العربیہ والمغربیہ مطبعته سرکین بمصر ۱۳۲۶ هـ
- (۱۲) تذکرہ دولت شاه شیخ مبارک علی لاهور بار اول ۱۹۲۳ء
- (۱۳) شمس الدین ذہبی تذکرۃ الحفاظ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۳۳ هـ
- (۱۴) شاه عبدالعزیز بستان المحدثین مطبع مجتہائی دہلی ۱۸۹۸ء
- (۱۵) نواب سید صدیق حسن اتحاد النہلا مطبع نظامی کانپور ۱۲۸۸ هـ
- (۱۶) تاریخ ابن الاثیر مطبع منیریہ مصر طبع اول ۱۳۳۹ هـ
- (۱۷) ابن العماد شذرات الذهب مکتبه قدسی ۱۳۵۰ هـ
- (۱۸) امام شعرانی - طبقات الکبریٰ طبع مصر ۱۲۸۶ هـ
- (۱۹) مآثر عالمگیری بیٹھ مشن پریس کلکتہ ۱۸۴۰ء
- (۲۰) ملا عبدالقادر بدایونی منتخب التواریخ مطبوعه نولکشور لکهنو ۱۳۱۸ هـ
- (۲۱) عبدالہر الاستیعاب دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن طبع اول ۱۹۲۱ء
- (۲۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار والاخبار مطبع احمدی بسعی شیخ ظفر علی
- (۲۳) ابن خلکان فوات الوفیات مطبع ہولاق مصر ۱۲۹۹ هـ
- (۲۴) مقرئ نفع الطیب مطبوعه لیڈن
- (۲۵) کتاب الامامہ والسیاسہ بمطبعۃ الفتوح الادبیۃ محمد مصطفیٰ مصر
- (۲۶) شیخ محمد اکرام ارمغان پاک چاپ خانہ دین محمدی لاهور



- (۲۷) آزاد بلگرامی سرو آزاد مطبعہ دہلی، رفاہ عام لاہور طبع اول ۱۹۱۳ء
- (۲۸) جوبنی تاریخ جہانکشاہی مطبعہ بریل لیڈن ۱۹۱۱ء
- (۲۹) مرزا فرحت شیرازی آثار عجم سہبر مطلع ناصری بمبئی ۱۳۲۲ھ
- (۳۰) باقوت الحموی معجم البلدان بمطبعة العادة طبع اول مصر ۱۳۲۲ھ
- (۳۱) مولوی احمد عبدالعزیز نانٹی آصف اللغات مطبوعہ مطبعہ عزیز المطابع حیدرآباد دکن ۱۳۲۶ھ
- (۳۲) دہخدا لغت نامہ جاپ خانہ مجلس تہران ۱۳۲۵ خورشیدی
- (۳۳) آذر اصفہانی تشکدہ آذر مطبوعہ بمبئی
- (۳۴) نواب سید صدیق حسن شمع انجمن مطبعہ رئیس المطابع شاہجہانی پھوپال ۱۲۹۳ھ
- (۳۵) محمد یوسف علی روز روشن مطبعہ شاہجہانی پھوپال ۱۲۹۷ھ
- (۳۶) رضاقلی ہدایت مجسم الفصحا شائع کردہ میر محمد باقر تہران ۱۲۹۵ھ
- (۳۷) شرح دیوان امیرالمومنین تالیف میر حسن مہندی مطبوعہ فخرالمطابع لوہارو ۱۲۹۳ھ
- (۳۸) سیرۃ ابن ہشام بہامشرالروض الاند
- (۳۹) سیرالاولیا مطبعہ محب ہند دہلی شعبان ۱۳۰۲ھ
- (۴۰) سیرالعارفین مطبوعہ نولکشور لکھنؤ
- (۴۱) ابن کثیر المہدایہ والنہایہ مطبعة السعادة بمصر طبع اول ۱۳۵۱ھ
- (۴۲) شیخ عبداللہ بستانی البستان جلد دوم بیروت طبع اول ۱۹۳۰ء
- (۴۳) امین بغدادی سبائك الذهب شائع کردہ مصطفیٰ محمد مصر
- (۴۴) ابن قتیبہ کتاب الشعر والشعراء - مطبعہ بریل لیڈن ۱۹۰۲ء
- (۴۵) مصطفیٰ الفلانی رجاء المعلقات العشر مطبوعہ بیروت
- (۴۶) نواب محمد یار جنگ بہادر احسن السبک مطبوعہ حیدرآباد دکن
- (۴۷) مآثر الامراء ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکتہ ۱۸۸۱ء
- (۴۸) محمد اعظم تاریخ کشمیر اعظمی مطبعہ محمدی لاہور ۱۳۰۲ھ
- (۴۹) تاریخ فرشتہ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ
- (۵۰) طبقات اکبری مطبوعہ نولکشور لکھنؤ
- (۵۱) عمادالدین اصفہانی دولت آل سلجوق مطبوعہ موسوعات مصر ۱۹۰۰ء
- (۵۲) احمد حسن الزیات تاریخ الادب العربی

- (۵۳) علی اکبر دهخدا کتاب امثال و حکم چاپ ابن سینا
- (۵۴) فریدالدین عطار مصیبت نامه مطبع نور مشهد ذی قعدة الحرام ۱۳۵۵ هـ
- (۵۵) کلیات انوری مطبوعه نولکشور لکهنؤ
- (۵۶) نهج البلاغه حصه اول مطبوعه دارالکتب العربیه الکبریٰ بمصر
- (۵۷) محمد افضل سرخوش کلیات الشعراء مطبوعه علی لاهور<sup>مبارک</sup> ۱۹۲۲ء
- (۵۸) حسن السندوتی شرح دیوان امر القیس مطبوعه قاهره
- (۵۹) مدرس رضوی دیوان سنائی
- (۶۰) کلیات صائب مطبوعه نولکشور لکهنؤ
- (۶۱) مثنوی معنوی دفتر اول سوم پنجم مطبوعه نولکشور لکهنؤ
- (۶۲) دیوان هلال مطبوعه نولکشور لکهنؤ
- (۶۳) امام رازی فضائل شافعی (قلی)
- (۶۴) مهدانی مجمع الامثال
- (۶۵) کلیات غالب فارسی مطبوعه نولکشور لکهنؤ
- (۶۶) بهار عجم ج ۲ مطبوعه نولکشور لکهنؤ
- (۶۷) کلیات دیوان حکیم قاتانی شیوازی چاپ خانه علمی تهران ۱۳۱۸ خورشیدی
- (۶۸) محمد عوفی لباب اللباب جلد دوم مطبوعه بریل لیڈن ۱۹۰۳ء

- (۱) ابن ماجہ اصح المطابع لکھنؤ ۱۳۱۵ھ
- (۲) مشکوٰۃ مطبع مجتہائی دہلی ۱۳۲۲ھ
- (۳) ابوداؤد بمعون المعبود مطبع انصاری دہلی ۱۳۱۸ھ
- (۴) حافظ عبدالرحمن سخاوی المقاصد الحسنہ مطبع علوی لکھنؤ ۱۳۰۲ھ
- (۵) خصائص کبریٰ دائرۃ المعارف طبع اول حیدرآباد دکن
- (۶) بخاری اصح المطابع دہلی ۱۳۵۷ھ (۱۹۳۸ء)
- (۷) ترمذی مطبع مجتہائی دہلی
- (۸) حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ جلد ششم مطبع السعادیہ بمصر ۱۳۵۸ھ
- (۹) امام حنبلی مسند
- (۱۰) ابن حجر عسقلانی بلوغ الرام مجتہائی دہلی ۱۳۲۸ھ
- (۱۱) کنز العمال جلد دوم دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۱۲ھ
- (۱۲) عبدالرؤف المناوی کنز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق بر حاشیہ الجامع الصغیر للسيوطی مطبوعہ مصر طبع کردہ مصطفیٰ ہائی ۱۳۵۸ھ (۱۹۳۹ء)
- (۱۳) محمد ابن السید درویش اسنی المطالب مطبوعہ مصر طبع کردہ مصطفیٰ محمد ۱۳۵۵ھ
- (۱۴) للسيوطی الجامع الصغیر مطبوعہ مصر طبع کردہ مصطفیٰ ہائی ۱۳۵۸ھ (۱۹۳۹ء)
- (۱۵) فتح الباری جلد ششم مطبع انصاری دہلی ۱۳۱۰ھ
- (۱۶) ملا علی قاری الموضع فی احادیث الموضع مطبع محمدی لاہور
- (۱۷) مولانا فتح محمد جالندھری فتح الحمید (ترجمہ قرآن مجید) مطبوعہ تاج کمپنی لاہور
- (۱۸) جمع الفوائد جلد دوم طبع میرٹھ
- (۱۹) ملا علی قاری موضوعات کبیر مطبع مجتہائی دہلی
- (۲۰) مسلم جلد دوم مطبع علیی دہلی
- (۲۱) مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ
- (۲۲) معالم التنزیل مطبع حیدری بمبئی ۱۲۹۵ھ
- (۲۳) علامہ ابن الدبیم تمیز الطیب طبع مصر
- (۲۴) مسند احمد جلد اول مطبوعہ دارالمعارف مصر ۱۹۲۸ء
- (۲۵) عون المعبود شرح سنن ابن داؤد مطبع انصاری دہلی ۱۳۲۳ھ
- (۲۶) ابوداؤد مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱۳۶۹ھ